تفسیر نور الثقلین

جلد ہشتم

مفسر

محدث جلیل العلامۃ النحبیر الشیخ عبد علی الحویزی

مترجم

شیخ الاسلام علامہ الطاف حسین کلاچی مدظلہ العالی

نظر ثانی

حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری فاضل قم

— ناشر —

ادارہ منہاج الصالحین لاہور

جناح ٹاؤن، ٹھوکر نیاز بیگ، لاہور۔ فون : 35425372

نام کتاب : تفسیر نور الثقلین (جلد ہشتم)

مفسر : محدثِ جلیل العلامۃ النحریر الشیخ عبدِ علی الحویزی

مترجم : شیخ الاسلام علامہ الطاف حسین کلاچی مدظلہ العالی

نظرِ ثانی : حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری فاضلِ قم

پروف ریڈنگ : شیر محمد عابد مولائی، چودھری محمد عمران حیدر جعفری

فنی معاونت : معصومہ بتول جعفری ، زہراء بتول جعفری

تزئین : محدثہ بتول جعفری

اشاعت : فروری 2012ء

صفحات : 528

ہدیہ : روپے

—— ملنے کا پتا ——

الحمد مارکیٹ ، دکان نمبر 20 ،فرسٹ فلور، غزنی سٹریٹ

اُردو بازار، لاہور۔فون: 37225252

تفسیر نور الثقلین

فہرست

سورۂ فتح کے فضائل

سورۂ حجرات کے فضائل

سورہ قٓ کے مطالب ومضامین

سورۂ ذاریات کے مطالب

سورۂ طور کے مطالب

سورۂ نجم کے مطالب و مضامین

سورۂ قمر کے مضامین

سورۂ رحمٰن کے مضامین

سورۂ واقعہ کے مضامین

سورۂ حدید کے مضامین و مطالب

سورۂ مجادلہ کے مضامین

سورۂ حشر کے مضامین

سورۂ ممتحنہ کے مضامین

سورۂ صف کے مضامین

سورۂ جمعہ کے مضامین

سورۂ منافقون کے مضامین

سورۂ تغابن کے مطالب

سورۂ طلاق کے مطالب

سورۂ تحریم کے مطالب

سورۂ ملک کے مضامین

سورۂ قلم کے مضامین

سورہ ا

سورۂ فتح کے فضائل

ثوابِ تلاوت

کتاب ثواب الاعمال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا:

اموال، عورتوں، غلاموں اور اپنی کنیزوں کو تلفی سے محفوظ رکھنے کے لیے سورۃ الفتح کی تلاوت کرو، جو شخص اس سورہ کو ہمیشہ پڑھے گا تو قیامت کے دن ایک منادی بلند آواز سے ندا دے گا جسے تمام اہلِ محشر سنیں گے۔ منادی خدا کی طرف سے یہ اعلان کرے گا:

"تو میرے مخلص بندوں میں سے ہے۔ اسے میرے نیک بندوں میں شامل کرو اور اسے جنت النعیم میں داخل کرو اور اسے سربستہ شرابِ طہور پلاؤ جس میں کافور کی آمیزش ہو"۔

سور

مجمع البیان میں ابی بن کعب سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جس نے سورۃ الفتح کی تلاوت کی تو وہ یہ سمجھے کہ وہ میرے ساتھ موجود تھا"۔

ایک اور روایت میں یہ الفاظ وارد ہیں: سورۃ الفتح کی تلاوت کرنے والا گویا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر بیعتِ رضوان میں بیعت کرنے والوں میں شامل تھا۔

حضرت عمر کا بیان ہے کہ ہم حدیبیہ سے مدینہ آ رہے تھے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "آج رات مجھ پر ایک ایسی سورہ نازل ہوئی ہے جو مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہے۔ پھر آپؐ نے اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا کی تلاوت کی"۔

مندرجہ بالا روایت صحیح بخاری میں مرقوم ہے۔

قتادہ نے انس سے روایت کی کہ جب ہم حدیبیہ سے عمرہ کیے بغیر واپس آئے تو ہم سب پر غم و اندوہ کے سائے چھائے ہوئے تھے۔ اس سفر کے دوران خدا نے اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا کی آیات نازل فرمائیں۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان آیات سے بے حد خوشی ہوئی۔

سورۂ نوح کے مطالب اور تعارف

سورۂ جن کے مضامین

***

سُورَةُ الْفَتْحِ

سورة فتح مدينة آياتها ۲۹ وركوعاتها ۴

''سورۂ فتح مدینہ میں نازل ہوئی۔ اس کی انتیس آیات اور چار رکوع ہیں''۔

سورۂ فتح کے فضائل

ثوابِ تلاوت

کتاب ثواب الاعمال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا:

اموال، عورتوں، غلاموں اور اپنی کنیزوں کو تلفی سے محفوظ رکھنے کے لیے سورۃ الفتح کی تلاوت کرو، جو شخص اس سورہ کو ہمیشہ پڑھے گا تو قیامت کے دن ایک منادی بلند آواز سے ندا دے گا جسے تمام اہلِ محشر سنیں گے۔ منادی خدا کی طرف سے یہ اعلان کرے گا:

"تو میرے مخلص بندوں میں سے ہے۔ اسے میرے نیک بندوں میں شامل کرو اور اسے جنت النعیم میں داخل کرو اور اسے سربستہ شرابِ طہور پلاؤ جس میں کافور کی آمیزش ہو"۔

مجمع البیان میں ابی بن کعب سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جس نے سورۃ الفتح کی تلاوت کی تو وہ یہ سمجھے کہ وہ میرے ساتھ موجود تھا"۔

ایک اور روایت میں یہ الفاظ وارد ہیں: سورۃ الفتح کی تلاوت کرنے والا گویا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر بیعتِ رضوان میں بیعت کرنے والوں میں شامل تھا۔

حضرت عمر کا بیان ہے کہ ہم حدیبیہ سے مدینہ آرہے تھے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "آج رات مجھ پر ایک ایسی سورہ نازل ہوئی ہے جو مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہے۔ پھر آپؐ نے اِنَّا فَتَحۡنَا لَكَ فَتۡحًا مُّبِيۡنًا کی تلاوت کی"۔

مندرجہ بالا روایت صحیح بخاری میں مرقوم ہے۔

قتادہ نے انس سے روایت کی کہ جب ہم حدیبیہ سے عمرہ کیے بغیر واپس آئے تو ہم سب پر غم و اندوہ کے سائے چھائے ہوئے تھے۔ اس سفر کے دوران خدا نے اِنَّا فَتَحۡنَا لَكَ فَتۡحًا مُّبِيۡنًا کی آیات نازل فرمائیں۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان آیات سے بے حد خوشی ہوئی۔

تفسیرِ عیاشی میں منصور بن حازم سے منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ اِنِّیۡۤ اَخَافُ اِنۡ عَصَیۡتُ رَبِّیۡ عَذَابَ یَوۡمٍ عَظِیۡمٍ ﴿۱۵﴾ (یونس:۱۵) کے کلمات کو کثرت کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ جب سورۃ الفتح نازل ہوئی تو آپؐ نے ان کلمات کو پڑھنا چھوڑ دیا تھا"۔

سورۃ الفتح کے مرکزی موضوعات

اس سورۂ مبارکہ کے مرکزی موضوعات حسب ذیل ہیں:

اس سورہ میں فتحِ مُبین اور فتحِ قریب کی بشارت دی گئی ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ اس فتح سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لگائے جانے والے تمام الزامات ختم ہو جائیں گے۔ اہلِ ایمان کو جنت اور غیر مومنین کو غضبِ پروردگار اور عذابِ دوزخ کی خبر دی گئی ہے۔

اس سورہ میں آپؐ کو شاہد، مبشر اور نذیر کے القاب سے یاد کیا گیا ہے۔

اس سورہ میں بیعتِ رضوان اور منافقین کی روش بیان کی گئی ہے اور اس سورہ میں فتحِ خیبر کی پیشین گوئی کی گئی ہے۔

اہلِ مکہ کے ساتھ جہاد نہ کرنے کی حکمت اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخلص اصحاب کی تعریف بیان کی گئی ہے۔

○○○

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا ۙ﴿۱﴾ لِّیَغۡفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِکَ وَ مَا تَاَخَّرَ وَ یُتِمَّ نِعۡمَتَہٗ عَلَیۡکَ وَ یَہۡدِیَکَ صِرَاطًا مُّسۡتَقِیۡمًا ۙ﴿۲﴾ وَّ یَنۡصُرَکَ اللّٰہُ نَصۡرًا عَزِیۡزًا ﴿۳﴾ ہُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ السَّکِیۡنَۃَ فِیۡ قُلُوۡبِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ لِیَزۡدَادُوۡۤا اِیۡمَانًا مَّعَ اِیۡمَانِہِمۡ ؕ وَ لِلّٰہِ جُنُوۡدُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ وَ کَانَ اللّٰہُ عَلِیۡمًا حَکِیۡمًا ۙ﴿۴﴾ لِّیُدۡخِلَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَ الۡمُؤۡمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَا وَ یُکَفِّرَ عَنۡہُمۡ سَیِّاٰتِہِمۡ ؕ وَ کَانَ ذٰلِکَ عِنۡدَ اللّٰہِ فَوۡزًا عَظِیۡمًا ۙ﴿۵﴾ وَّ یُعَذِّبَ الۡمُنٰفِقِیۡنَ وَ الۡمُنٰفِقٰتِ وَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ وَ الۡمُشۡرِکٰتِ الظَّآنِّیۡنَ بِاللّٰہِ ظَنَّ السَّوۡءِ ؕ عَلَیۡہِمۡ دَآئِرَۃُ السَّوۡءِ ۚ وَ غَضِبَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ وَ لَعَنَہُمۡ وَ اَعَدَّ لَہُمۡ جَہَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتۡ مَصِیۡرًا ﴿۶﴾ وَ لِلّٰہِ جُنُوۡدُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ

وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۷﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۸﴾ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ؕ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۰﴾

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن ورحیم ہے

"یقیناً ہم نے آپ کو واضح فتح عطا کی ہے تا کہ خدا آپ پر لگائے گئے اگلے پچھلے الزامات کو ڈھانپ دے اور آپ پر اپنی نعمت پوری کرے اور آپ کو سیدھے راستے پر ثابت قدم رکھے اور آپ کی زبردست مدد کرے۔ وہ وہی خدا ہے جس نے اہلِ ایمان کے دلوں میں تسکین نازل کی، تا کہ وہ اپنے ایمان کے ساتھ مزید ایمان کا اضافہ کریں اور آسمانوں اور زمین کے تمام لشکر خدا کے ہیں۔ اللہ ہر چیز کے جاننے والا اور حکمت والا ہے، تا کہ وہ مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کو ایسے باغات میں داخل کرے، جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور ان کی بُرائیاں ان سے دُور کرے اور اللہ کے ہاں یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

اور ان منافق مردوں اور عورتوں اور مشرک مردوں اور عورتوں کو عذاب دے، جو اللہ کے متعلق بُرا گمان رکھتے ہیں۔ ان پر بُرائی کی گردش ہے۔ ان پر اللہ غضب ناک ہوا اور

خدا نے ان پر لعنت کی اور ان کے لیے دوزخ تیار کی، جو بہت بُرا ٹھکانا ہے۔ اور آسمانوں اور زمین کے تمام لشکر خدا کے ہیں اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔

یقیناً ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گواہی دینے والا اور بشارت دینے والا اور عذابِ خداوندی سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، تاکہ تم اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آؤ اور اس کا ساتھ دو اور اس کی تعظیم وتوقیر کرو اور صبح وشام اللہ کی پاکیزگی بیان کرتے رہو۔

یقیناً جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت کر رہے ہیں وہ دراصل اللہ کی بیعت کر رہے ہیں۔ ان کے ہاتھوں کے اُوپر اللہ کا ہاتھ ہے، اب جو اس عہد کو توڑے گا تو اس عہد شکنی کا وبال خود اُس کی ذات پر ہی ہوگا اور جو خدائی عہد کو پورا کرے گا تو اللہ عنقریب اس کو اجرِ عظیم عطا کرے گا"۔

صلح حدیبیہ اور بیعتِ رضوان

مجمع البیان، جوامع الجامع، اُصولِ کافی، صحیح بخاری کے بیانات کا خلاصہ یہ ہے: صلح حدیبیہ کا واقعہ جسے مؤرخین "غزوۂ حدیبیہ" کے نام سے یاد کرتے ہیں جو ماہِ ذی قعدہ ۶ ہجری میں پیش آیا۔

حدیبیہ ایک کنوئیں کا نام ہے اور اسی کے نام سے وہ مقام منسوب ہوگیا، جہاں کنواں واقع ہے۔ اس کے اور مکہ کے درمیان ایک منزل کا فاصلہ ہے اور اس کے اور مدینہ منورہ کے درمیان نو منزلوں کا فاصلہ ہے۔ حدیبیہ کا کچھ حصّہ "حل" اور کچھ حصّہ "حرم" میں شمار کیا جاتا ہے۔

اس سفر کا سبب یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ آپؐ اور آپؐ کے صحابہ بحالتِ امن اپنے سروں کو منڈواتے اور کترواتے ہوئے بیت اللہ شریف میں داخل ہو رہے ہیں۔

اس بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ماہ ذی قعدہ ۶ ہجری میں عمرہ کے قصد سے مدینہ سے سے روانہ ہوئے۔ آپؐ کا ارادہ جنگ کا نہیں تھا، بلکہ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں آپؐ کے قیام کو چھٹے سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔ اس عرصہ میں آپؐ نے مکہ کی زیارت کی تھی اور نہ ہی حج وعمرہ کیا تھا۔ چنانچہ اس خواب کے بعد آپؐ نے عمرہ کا ارادہ کیا اور آپؐ نے مدینہ اور گردونواح

میں اعلان کرا دیا کہ جو بھی عمرہ کا خواہش مند ہو، وہ ہمارے ساتھ چلے۔

بہت سے اعراب نے جنگی خطرے کے پیش نظر ساتھ جانا پسند کیا اور یہ کہتے رہے کہ اب کی بار مسلمان واپس مدینہ نہیں آسکیں گے۔

آنحضرت ﷺ اپنے ساتھ مہاجرین و انصار اور دوسرے عربوں کو لے کر چلے جو آپؐ سے آملے تھے۔ آپؐ مدینہ سے روانہ ہوئے اور مدینہ کے میقات ذی الحلیفہ کی مسجد میں دو رکعت نماز ادا کی اور عمرہ کا احرام باندھا۔ آپؐ کے ساتھ قربانی کے جانور بھی تھے۔ اس سفر میں آپؐ کے ساتھ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔

مشہور روایت کے مطابق آپ ﷺ کے ساتھیوں کی تعداد چودہ سو افراد پر مشتمل تھی۔ آپؐ صرف مسافرانہ حفاظتی ہتھیار لے کر روانہ ہوئے۔ جب آپؐ مقامِ عسفان پر پہنچے تو بشر بن سفیان کعبی آپؐ سے آکر ملے اور عرض کیا:

یارسولؐ اللہ! قریش آپ ﷺ کی آمد کی خبر سن کر دودھ اور بچہ والی اُونٹنیوں کو ساتھ لے کر آپؐ کی طرف چلے ہیں اور وہ چیتے کی کھالیں پہنے ہوئے ذی طویٰ وادی میں خیمہ زن ہیں اور اُنھوں نے حلف اُٹھایا ہے کہ وہ آپؐ کو مکہ میں داخل نہ ہونے دیں گے اور خالد بن ولید اپنے سوار دستے کو لے کر کراع الغمیم تک آپہنچا ہے۔

یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: قریش پر افسوس ہے جنگ سے ان کی عقلیں ختم ہوگئی ہیں۔ ان کا کیا حرج ہے اگر وہ مجھے اور دوسرے عربوں کو آزاد چھوڑ دیں۔ اگر عربوں نے مجھے قتل کر دیا تو قریش کی دلی منشا پوری ہو جائے گی۔ اگر خدا نے مجھے غلبہ دیا تو پھر وہ اسلام میں بکثرت داخل ہو جائیں گے۔ اگر وہ کسی بات کو منظور نہیں کرتے تو پھر وہ جنگ کر لیں۔ خدا کی قسم! میں تو خدا کے بھیجے ہوئے دین کے لیے جہاد کرتا رہوں گا، یہاں تک کہ خدا اس دین کو غالب فرما دے۔ پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا:

کوئی ہے جو اس راستے کے علاوہ ہمیں دوسری راہ پر لے چلے؟

قبیلہ اسلم کے ایک شخص نے عرض کیا: مَیں لیے چلتا ہوں، چنانچہ وہ آپ ﷺ کو ویران راستے سے لے کر چلا۔ اس کا نام حمزہ بن عمرو اسلمی تھا۔ چنانچہ مسلمان درمیانی دشوار گزار راستے کو ختم کر کے وادی کے اختتام پر ہموار راستے پر پہنچ گئے۔

آنحضرت ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ مکہ کے نچلے حصّہ میں حدیبیہ کی ڈھلوان پر وادی ثنیۃ المرار کو جانے والے راستہ پر مقامِ حمض کے سامنے کی طرف دائیں جانب چلو۔ چنانچہ اسلامی لشکر اس راستے پر چل پڑا۔

جب آپ ﷺ چلتے چلتے مقام ثنیۃ المرار پر پہنچے تو آپؐ کی اُونٹنی "قصواء" وہاں بیٹھ گئی۔ لوگوں نے عرض کیا: آپؐ یہاں بے سبب ٹھہر گئے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: میں خود نہیں ٹھہرا اور نہ ہی میری اُونٹنی اپنی طبیعت سے ٹھہری ہے، بلکہ اس ذات نے اُسے یہاں روکا ہے، جس نے مکہ سے اصحاب فیل کو روک دیا تھا۔ آج قریش اس زمین پر مجھ سے صلہ رحمی کی خواہش کریں گے تو میں ضرور ان کی استدعا قبول کروں گا۔

پھر آپ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا: یہاں پڑاؤ ڈال لو۔

لوگوں نے کہا: اس وادی میں پانی نہیں ہے۔

آپ ﷺ نے اپنے تھیلے سے ایک تیر نکالا اور ایک صحابی کو دیا، جس نے وہاں کے ایک گڑھے میں جا کر اُسے نصب کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی وہاں سے پانی کا چشمہ اُبل پڑا، یہاں تک کہ اہل لشکر اور اُن کے اُونٹ سب سیراب ہو گئے۔

ایک اور روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک خشک کنوئیں پر بیٹھے اور پانی کا برتن منگوایا۔ آپؐ نے دعا کی۔ اس پانی سے کلی کر کے وہ پانی کنوئیں میں پھینک دیا اور فرمایا: کچھ دیر صبر کرو۔ اس کے بعد اس میں اتنا پانی بھر آیا کہ اہل لشکر خود بھی سیراب ہوئے اور اپنی سواریوں کو بھی سیراب کیا۔ اس کے بعد وہاں سے کوچ کیا۔

مجمع البیان میں بخاری اور مسلم کے حوالے سے مرقوم ہے: حدیبیہ کے روز لوگوں کو پیاس محسوس ہوئی اور آنحضرت ﷺ کے پاس ایک چھاگل تھی جس سے آپ ﷺ وضو کیا کرتے تھے، لوگ اس کی طرف لپکے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: کیا بات ہے؟

عرض کیا: ہمارے پاس پینے اور وضو کے لیے پانی نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ نے چھاگل کے منہ پر دستِ مبارک رکھ دیا۔ چنانچہ آپؐ کی اُنگلیوں سے پانی اس طرح اُبل اُبل کر آنے لگا، جس طرح چشمہ اُبلتا ہے۔ سب نے پانی پیا اور وضو کیا۔

جب آنحضرت ﷺ اطمینان سے ٹھہر گئے تو بدیل بن ورقا خزاعی قبیلہ خزاعہ کے چند لوگوں کو ہمراہ لے کر آپؐ کے پاس آیا اور اس نے آپؐ سے آپؐ کی آمد کا مقصد پوچھا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: میں جنگ کرنے کے لیے نہیں آیا، مَیں تو صرف بیت اللہ کی زیارت کے ارادہ سے آیا ہوں۔

بدیل بن ورقا قریش کے پاس گیا اور ان سے کہا: تم لوگ محمد (ﷺ) سے مزاحمت نہ کرو، وہ صرف بیت اللہ کی

زیارت کے لیے آئے ہیں۔

قریش نے ان کی آواز پر کان نہ دھرے، اُلٹا ان پر مسلمانوں کی ہمدردی کے الزامات عائد کیے۔ بعدازاں قریش نے سفارت کاری کے لیے مکرز بن حفص کو بھیجا، لیکن کوئی بات طے نہ ہوسکی۔ اس کے بعد حلیس بن علقمہ کو آپؐ کے پاس بھیجا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میری قربانی کا جانور اس کے سامنے لاؤ، تاکہ اُس یقین آجائے کہ ہم جنگ کرنے کے لیے نہیں آئے۔

اسے قربانی کے جانوروں کے پاس لے جایا گیا تو اس نے دیکھا کہ جانوروں کا ایک سیلاب ہے، جن کی گردنوں میں قلادے پڑے ہوئے ہیں اور قلادوں کی وجہ سے جانوروں کی گردنوں کے بال اُڑ گئے ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر وہ قریش کے پاس گیا اور ان سے کہا: تم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو زیارت سے مت روکو۔

قریش نے کہا: تمھیں کیا معلوم تم تو ایک دہقان قسم کے انسان ہو۔

حلیس نے کہا: گروہ قریش! ہمارا تمھارا معاہدہ بیت اللہ سے روکنے پر نہیں ہوا تھا۔ مجھے اس کی قسم، جس کے قبضہ میں میری جان ہے، تمھیں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو آنے کی اجازت دینی ہوگی، ورنہ میں اپنے قبیلہ حبوش کے تمام لشکر کو تم سے علیحدہ کرلوں گا۔

قریش نے کہا: آپ ہمیں ذرا مہلت دیں، تاکہ ہم اپنے لیے کوئی اچھا سا لائحہ عمل تیار کرسکیں۔

• بعدازاں قریش نے عروہ بن مسعود ثقفی کو اپنا سفیر بنا کر بھیجنا چاہا تو اُس نے کہا: مجھ سے پہلے جو افراد گئے تھے تم نے ان سے بدکلامی کی ہے، میں اسے سُن چکا ہوں۔

قریش نے کہا: تم ہماری نظروں میں امین ہو اور ہمیں تم پر پورا اعتماد ہے۔

چنانچہ عروہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور اُس نے کہا: اے محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ مختلف قبائل کو جمع کر کے اپنے قبیلہ کو برباد کرنے کے لیے لائے ہیں، لیکن قریش قسم کھا چکے ہیں کہ وہ آپؐ کو مکہ میں زبردستی داخل نہ ہونے دیں گے۔ مجھے یہ نظر آتا ہے کہ اگر جنگ ہوئی تو آپؐ کے ساتھی آپؐ کو تنہا چھوڑ کر چل دیں گے۔

اس وقت حضرت ابوبکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے، اُنھوں نے عروہ کو گالی دے کر کہا: تو لات کے غلیظ چیتھڑے کو جا کر چوس۔ کیا ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ دیں گے؟

عروہ نے کہا: یہ کون ہے؟ بتایا گیا: یہ ابوبکر ہیں۔

عروہ نے کہا: مجھ پر تیرا ایک احسان ہے، لہٰذا میں اس گالی کو برداشت کرتا ہوں۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عروہ سے اپنے آنے کا مقصد بیان کیا۔ عروہ آپؐ کے پاس سے اُٹھ کر اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا۔ اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غیر معمولی احترام کو بھی غور سے دیکھا تھا۔

اس نے قریش سے کہا: اے قوم! میں بادشاہوں کے دربار میں کئی بار وفد لے کر گیا ہوں۔ میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے درباروں میں پیش ہوا ہوں، لیکن میں نے کسی بھی بادشاہ کا اتنا احترام نہیں دیکھا جتنا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے صحابہ ان کا کرتے ہیں۔ وہ ان کے لعابِ دہن کو بھی زمین پر نہیں گرنے دیتے۔ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تھوکتے ہیں تو ان کے صحابہ اُسے اپنے ہاتھ میں لے کر اپنے منہ اور جسم پر مَل لیتے ہیں اور وہ ادب کی وجہ سے آنکھ اُٹھا کر ان کی طرف نہیں دیکھتے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے تمھارے سامنے ایک بہتر بات رکھی ہے، اسی کو ماننے میں تمھاری بہتری ہے۔ تم لوگ جنگ کے ارادہ سے باز آجاؤ۔ مجھے اندیشہ ہے کہ تم اُن پر غلبہ حاصل نہ کرسکو گے۔

قریش نے عُروہ بن مسعود کی بات نہ مانی۔ وہ دل برداشتہ ہوکر اپنے ساتھیوں سمیت طائف واپس چلا گیا۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر سے کہا: تم مکہ جاؤ اور ہماری آمد کا مقصد بیان کرو۔

حضرت عمر نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانتے ہیں کہ مکہ میں میرے قبیلہ کا ایک بھی فرد ایسا نہیں ہے، جو میرا دفاع کرسکے؟ آپ عثمان بن عفان کو بھیجیں، ان کے وہاں رشتہ دار ہیں۔ وہ ان کی حفاظت کریں گے۔

چنانچہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان کو اپنا سفیر بنا کر اہلِ مکہ کے پاس بھیجا۔ اُنھیں مکہ میں ابان بن سعید بن عاص نے پناہ دی اور اُنھوں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام پہنچایا۔ پھر اُنھوں نے ابوسفیان اور دیگر قریش سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنے کا سبب بیان کیا۔

حضرت عثمان تین دن تک مکہ میں ٹھہر گئے اور مسلمانوں میں یہ افواہ پھیل گئی کہ انھیں قریش نے قتل کردیا۔

اب جنگ کا احتمال بڑھ گیا۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کو جمع کر کے فرمایا: تم لوگ میرے ہاتھ پر بیعت کرو کہ لڑائی کی صورت میں پشت نہ دکھاؤ گے۔

چنانچہ چودہ سو افراد نے درخت کے نیچے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی تھی کہ آیندہ جنگ کی صورت میں وہ بھی پشت نہ دکھائیں گے۔ وہ یا تو فتح حاصل کریں گے یا شہادت کو گلے لگائیں گے۔ "جد بن قیس" کے علاوہ باقی تمام

افراد نے آنحضرت ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی اور یہی بیعت تاریخ میں "بیعت رضوان" کے نام سے پہچانی جاتی ہے۔

معاہدۂ صلح

قریش نے بنوعامر بن لوی کے ایک فرد سہیل بن عمرو کو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں روانہ کیا اور کہا: تم محمد (ﷺ) سے صلح کی گفتگو کرو اور صلح اس بات پر ہو کہ آپؐ امسال عمرہ کیے بغیر واپس چلے جائیں۔

جب وہ آرہا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: معلوم ہوتا ہے کہ قریش نے اسی شخص کو صلح کے ارادہ سے بھیجا ہے۔ پھر آنحضرت ﷺ اور سہیل کے درمیان کافی طویل مذاکرات ہوئے۔ صرف معاہدہ کی تحریر باقی تھی۔ حضرت عمر نے ان شرائط پر اعتراض کیا اور رسول خدا ﷺ کے پاس آئے اور کہا: یارسولؐ اللہ! کیا آپ (ﷺ) اللہ کے رسول نہیں ہیں؟

فرمایا: ضرور ہوں۔

عرض کیا: کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟

فرمایا: ضرور تم مسلمان ہو۔

عرض کیا: کیا قریش مشرک نہیں ہیں؟

فرمایا: جی ہاں، وہ مشرک ہیں۔

عرض کیا: پھر ہم ذلت آمیز شرائط کو کیوں قبول کر رہے ہیں؟

رسول خدا ﷺ نے فرمایا: میں اللہ کا رسول ہوں، میں خدا کے حکم کی مخالفت نہیں کرسکتا، خدا مجھے ہرگز رسوا نہیں کرے گا۔

حضرت عمر کہتے ہیں: بعد میں مَیں اپنی اس بے باکانہ گفتگو پر افسوس کرتا رہا اور میں نے اس کی تلافی کے لیے نمازیں پڑھیں اور روزے رکھے۔

ایک روایت میں یہ الفاظ بھی مرقوم ہیں:

ما شککت منذ اسلمت الا یومئذ

"جس دن سے میں نے اسلام قبول کیا، اُس دن کے علاوہ میں نے کبھی شک نہیں کیا تھا"۔

معاہدہ کی تحریر کے لیے آنحضرت ﷺ نے حضرت علی علیہ السلام کو بلایا اور فرمایا: لکھو۔

صحابہ نے پھر کہا: اور بال کتوانے والوں پر بھی اللہ رحم فرمائے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیسری مرتبہ فرمایا: اللہ سر منڈوانے والوں پر رحم فرمائے۔

صحابہ نے پھر عرض کیا: اللہ بال کتوانے والوں پر بھی رحم فرمائے۔

آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ بال کتوانے والوں پر بھی رحم فرمائے۔

صحابہ نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سر منڈوانے والوں کو بال کتوانے والوں پر ترجیح کیوں دی؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس لیے کہ انھوں نے سر منڈانے میں ذرہ برابر بھی تردّد نہیں کیا۔ الغرض حدیبیہ ہی میں ستّر جانوروں کی قربانی کی گئی۔ اُن کا گوشت آپؐ نے مقامی غربا میں تقسیم کیا۔

الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیس دن تک حدیبیہ میں قیام کیا تھا۔ بعدازاں آپؐ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تو آپؐ پر سورۂ فتح نازل ہوئی:

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ﴿١﴾ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ﴿٢﴾ وَيَنصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَزِيزًا ﴿٣﴾

"یقیناً ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو واضح فتح عطا کی ہے تاکہ خدا آپؐ پر لگائے گئے اگلے پچھلے الزامات کو ڈھانپ دے اور آپؐ پر اپنی نعمت پوری کرے اور آپؐ کو سیدھے راستے پر ثابت قدم رکھے اور آپؐ کی زبردست مدد کرے"۔

فتح مبین

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ "فتح مبین" کے متعلق تین اقوال منقول ہیں:

① انس، قتادہ اور مفسرین کی ایک جماعت ہے کہ جن کے نزدیک اس سے فتح مکہ مراد ہے، جس کا وعدہ حدیبیہ سے واپسی کے وقت کیا گیا تھا۔

② کچھ مفسرین کہتے ہیں: اس سے فتح خیبر مراد ہے۔

③ کچھ مفسرین بیان کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے صلح حدیبیہ کو ہی فتح مبین کا نام دیا تھا۔ یہ اس لیے فتح تھی کہ مسلمان مشرکین مکہ کے شر سے آزاد ہوگئے۔ پھر اہلِ مکہ و مدینہ کا باہمی میل جول شروع ہوا۔ اہلِ مکہ نے قرآن سنا تو

ان کی ایک بہت بڑی تعداد نے اسلام قبول کیا۔

قتادہ نے انسؓ سے روایت کی ہے کہ جب ہم حدیبیہ سے عمرہ کیے بغیر واپس مدینہ آرہے تھے تو ہم سب انتہائی غمگین تھے۔ راستے میں اللہ تعالیٰ نے اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا کی آیات نازل فرمائیں۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اب مجھ پر وہ آیت نازل ہوئی ہے جو مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہے۔

تفسیر عیاشی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: رسول خدا ﷺ اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ (''اگر میں نے اپنے رب کی نافرمانی کی تو مجھے قیامت کے عظیم دن کے عذاب کا ڈر ہے'') کہتے تھے، پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر سورۂ فتح نازل کی تو آپؐ نے یہ جملہ کہنا چھوڑ دیا۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ مجمع بن حارثہ انصاری ایک قاریٔ قرآن تھے۔ اُنھوں نے بیان کیا کہ جب ہم حدیبیہ سے واپس آئے تو راستے میں رسول خدا ﷺ کی اُونٹنی بیٹھ گئی اور آپؐ پر وحی کے آثار نمودار ہوئے۔ لوگ اُونٹ دوڑا کر آپؐ کے گرد جمع ہو گئے۔ وحی مکمل ہوئی تو آپؐ نے کراع الغمیم کے مقام پر اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا کی آیات تلاوت فرمائیں۔

جوامع الجامع میں مرقوم ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے اِنَّا فَتَحْنَا......کی آیات پڑھ کر سنائیں تو ایک صحابی کھڑا ہوا۔ اس نے کہا: ہمیں بیت اللہ کی زیارت سے روکا جا چکا ہے اور ہمارے قافلہ کو مکہ سے واپس بھیج دیا گیا ہے، لیکن آپؐ اُسے فتح سے تعبیر کر رہے ہیں!!

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: تو نے بہت بُری بات کہی ہے۔ یہ مصالحت سب سے بڑی فتح ہے۔ اب کی بار مشرکین نے تمھیں اپنے شہروں سے تلوار کے بجائے ہتھیلیوں سے واپس روانہ کیا ہے اور اُنھوں نے تمھیں مقابلہ کی قوت سمجھ کر تم سے مصالحت کی درخواست کی ہے اور اُنھوں نے تمھارے ہاتھوں زخم اُٹھانے کے بعد بھی تمھیں امان دی ہے۔

اُصول دین میں مرقوم ہے کہ حضرت امام علی زین العابدین علیہ السلام نے اپنی وفات کے وقت اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿١﴾ (سورۂ واقعہ:۱)''جب قیامت برپا ہوگی'' اور اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا کی تلاوت کی اور اس کے بعد یہ آیت پڑھی:

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿٧٤﴾ (سورۂ زمر:۷۴)

''اور یہ لوگ کہیں گے: خدا کا شکر جس نے اپنا وعدہ ہم کو سچا کر دکھایا اور ہمیں بہشت کی سرزمین کا

مالک بنایا کہ ہم بہشت میں جہاں چاہیں رہیں تو نیک چلن والوں کی بھی کیا خوب (کمری) مزدوری ہے"۔

اس کے بعد آپ علیہ السلام کی روح عالم بالا کو پرواز کر گئی۔

پاؤں کے درد کی عزیمت

کتاب طب الائمہ میں جابر جعفی سے منقول ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: ایک دن میں اپنے والد ماجد علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ بنی اُمیہ سے تعلق رکھنے والا ہمارا ایک محب آیا اور اس نے کہا: اے فرزندِ رسولؐ! آپؑ کے پاس آنے کو جی چاہتا ہے، لیکن پاؤں کا درد چلنے نہیں دیتا۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: کیا تجھے حسینؑ بن علیؑ کے تعویذ کا علم نہیں ہے؟

اُس نے کہا: فرزندِ رسولؐ! آپ علیہ السلام خود ہی رہنمائی فرمائیں۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا: سورۂ فتح کی ابتدائی سات آیات تلاوت کر کے پاؤں پر دَم کرو، ان شاء اللہ تمھاری یہ شکایت دُور ہو جائے گی۔

چنانچہ اس شخص نے اس پر عمل کیا اور خدا کے حکم سے اُس کی تکلیف زائل ہوگئی۔

تفسیر قمی اور مجمع البیان میں عمر بن یزید بیاع السابری اور مفضل بن عمر کی زبانی منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو یہ فرمایا ہے: لِّيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ تو اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی علیہ السلام کے پیرو شیعہ مراد ہیں۔ خدا نے ان کے گناہ معاف کیے ہیں۔

احتجاج طبرسی میں مرقوم ہے کہ شام کے ایک یہودی عالم نے حضرت علی علیہ السلام سے عرض کیا: حضرت آدم علیہ السلام سے خطا سرزد ہوئی تھی، اللہ نے اس کی توبہ قبول کی تھی، تو کیا تمھارے رسولؐ کو بھی ایسا شرف ملا ہے؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ نے اپنے حبیبؐ کو اس سے بڑا رُتبہ دیا اور ان کے لیے فرمایا:

لِّيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر گناہوں کا کوئی بوجھ نہیں تھا، مگر اس کے باوجود آپؐ ہمیشہ خوفِ خدا میں گریہ کرتے رہتے تھے اور بعض اوقات گریہ کرتے کرتے آپؐ بے ہوش ہو جاتے تھے۔

لوگوں نے آپ ﷺ سے کہا: یارسولؐ اللہ! آپؐ کو اتنا گریہ کرنے کی کیا ضرورت ہے، جب کہ آپؐ کے ذمہ کوئی گناہ نہیں ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: اَفَلَا اَكُوْنَ عَبْدًا شَكُوْرًا "کیا میں اس کا شکرگزار بندہ نہ بنوں؟"

امام سجاد علیہ السلام کی عبادت

ابن شہر آشوب مناقب میں لکھتے ہیں کہ فاطمہ دختر امیرالمومنین علیہ السلام جابر بن عبداللہ انصاریؓ کے پاس تشریف لے گئیں اور ان سے فرمایا: آپ صحابی رسولؐ ہیں اور ہمارے آپ پر کچھ حقوق ہیں۔ اگر آپ ہم میں سے کسی کو دیکھیں کہ وہ کثرتِ عبادت کی وجہ سے ہلاک ہو رہا ہے تو آپ کا فرض ہے کہ اُسے منع کریں۔

آپ علی بن الحسین علیہ السلام کو آ کر دیکھیں، سجدوں کی وجہ سے ان کا ناک زخمی ہے اور ان کی پیشانی زخمی ہے، ان کا پورا وجود عبادت میں گھل چکا ہے۔ آپ ان کے پاس جائیں اور اُنھیں کثرتِ عبادت سے منع کریں۔

چنانچہ حضرت جابرؓ آئے اور اُنھوں نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے کہا: فرزندِ رسولؐ! کیا آپؐ نہیں جانتے کہ اللہ نے اپنی جنت آپ حضرات اور آپؐ کے چاہنے والوں کے لیے بنائی ہے اور دوزخ آپؐ کے دشمنوں کے لیے بنائی ہے؟ پھر آپؐ اتنی زیادہ عبادت کا تکلف کیوں کر رہے ہیں؟

حضرت امام سجاد علیہ السلام نے فرمایا: صحابی رسولؐ! کیا آپ نہیں جانتے کہ اللہ نے اپنے حبیب کی اگلی پچھلی کمزوریوں کو ڈھانپ دیا تھا، اس کے باوجود آپ ﷺ سخت عبادت کرتے تھے۔ آپؐ اتنی عبادت کرتے تھے کہ پاؤں پر وَرم آجاتا تھا۔

کسی نے رسولِ خدا ﷺ سے عرض کیا تھا کہ آپؐ کو اتنی جدوجہد کی کیا ضرورت ہے؟

رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا: یہ تو سچ ہے لیکن کیا میں خدا کا شکرگزار بندہ نہ بنوں؟

رسولؐ کے ذمہ کیا گناہ تھا؟

لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ

اس آیتِ مجیدہ کا عام طور پر یہ ترجمہ کیا جاتا ہے: "تاکہ خدا آپ ﷺ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کردے"۔

سید ابن طاؤس اپنی کتاب "سعد السعود" میں لکھتے ہیں کہ خاندانِ عصمت کے ذریعہ سے ہم تک اس آیت کا جو مفہوم آیا ہے وہ یہ ہے:

"مکہ کے مشرک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت بڑا گناہ گار سمجھتے تھے کیونکہ آپؐ ان کے سینکڑوں خداؤں کے منکر تھے۔ آپؐ کی تبلیغ سے بہت سے لوگوں نے بت پرستی چھوڑ دی تھی۔ پھر بدر و اُحد کی جنگیں ہوئیں، جن میں بہت سے مشرک مارے گئے تھے۔ اس لیے وہ آپ کو مجرم اور گناہ گار سمجھتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سورۂ فتح کی اس آیت میں فتح مکہ کی بشارت دی اور یہ فرمایا: اس فتح کی وجہ سے مشرکین آپ کو جن گناہوں کا مرتکب سمجھتے ہیں وہ تمام مزعومہ گناہ دُھل جائیں گے۔

چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاتحانہ شان سے مکہ میں داخل ہوئے تو اہلِ مکہ آپ کی وجہ سے سخت خوفزدہ ہوئے۔ پھر جب آپؐ نے عام معافی دے دی تو اُنھیں دل میں یقین ہوگیا کہ محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مجرم نہیں تھے۔ اس کے برعکس ہم خود ہی مجرم ہیں۔ چنانچہ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ ...... کا وعدہ پورا ہوا۔

سَيَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۭ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ۭ بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ⑪ بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّزُيِّنَ ذٰلِكَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ښ وَكُنْتُمْ قَوْمًۢا بُوْرًا ⑫ وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا ⑬ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ⑭ سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ ۚ يُرِيْدُوْنَ اَنْ

يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ۭ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ ۚ
فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا ۭ بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿١٥﴾
قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ
شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا
حَسَنًا ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا
اَلِيْمًا ﴿١٦﴾ لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا
عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ ۭ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ
تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا
اَلِيْمًا ﴿١٧﴾ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ
الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ
فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿١٨﴾ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا
حَكِيْمًا ﴿١٩﴾ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ
هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ
وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿٢٠﴾

"صحرا نشین جو پیچھے رہ گئے ہیں وہ بہت جلد آپ ﷺ سے کہیں گے: ہمیں ہمارے اموال اور اہل و عیال نے مصروف رکھا لہٰذا ہمارے لیے بخشش طلب کیجیے۔ یہ اپنی زبانوں

سے وہ بات کرتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے۔ کہہ دیجیے اگر اللہ تمھیں نقصان پہنچانے کا ارادہ کرے یا فائدہ دینا چاہے تو کون ہے جو اُس کے سامنے تمھارے لیے کچھ اختیار رکھتا ہو بلکہ اللہ تو تمھارے اعمال سے خوب واقف ہے۔ بلکہ تم یہ گمان کیا کرتے تھے کہ پیغمبر اور مومنین اپنے اہل وعیال میں کبھی بھی لوٹ کر واپس نہیں آئیں گے اور یہ بات تمھارے قلوب میں خوب صورت بنا دی گئی اور تم نے میرا گمان کر رکھا تھا اور تم ہلاک ہونے والی قوم ہو۔

اور جو شخص اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان نہ لائے ہم نے ایسے کافروں کے لیے دہکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔ آسمانوں اور زمین کی حکومت صرف اللہ کے لیے ہے۔ وہ جسے چاہے بخش دیتا ہے اور جسے چاہے عذاب دیتا ہے اور اللہ بہت زیادہ بخشنے والا ومہربان ہے۔

جب تم غنیمت کے اموال لینے چلو گے تو پیچھے رہ جانے والے جلد ہی کہہ اُٹھیں گے ہمیں بھی اجازت دیجیے کہ آپ کے ساتھ چلیں وہ اللہ کے کلام کو بدلنا چاہتے ہیں۔ آپ پہلے کہہ دیجیے اللہ نے پہلے ہی فرمایا تھا کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چلو گے۔ پھر وہ کہیں گے: نہیں بلکہ تم ہم سے حسد کرتے ہو۔ اصل میں یہ لوگ بہت ہی کم فہم رکھنے والے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیچھے رہ جانے والے ان بادیہ نشینوں سے کہہ دیجیے تم عنقریب ایک جنگ جو قوم کے مقابلے کے لیے بلائے جاؤ گے۔ تم یا تو ان سے جنگ کرو گے یا وہ اسلام قبول کریں گے۔ پس اگر تم نے فرمانبرداری کی تو اللہ تمھیں بہترین اجر سے نوازے گا۔ اگر تم نے اعراض کیا جیسا کہ تم نے پہلے اعراض کیا تھا تو وہ تمھیں شدید اور دردناک عذاب دے گا۔

(جہاد میں شرکت نہ کرنے میں) نابینے پر کوئی حرج نہیں اور نہ ہی لنگڑے پر کوئی حرج ہے اور نہ ہی مریض پر۔ جو اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرتا ہے اللہ اُسے ایسی ہی جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور جو اعراض کرے گا اللہ

اُسے دردناک عذاب دے گا۔

اور اللہ ان مومنین پر راضی ہوگیا جو شجر کے نیچے آپ کی بیعت کر رہے تھے۔ پس جو ان کے قلوب میں تھا وہ اللہ کو معلوم ہوگیا لہٰذا اللہ نے ان پر سکون نازل فرمایا اور انھیں قریب ترین فتح عنایت فرمائی۔ اور وہ بہت سا مالِ غنیمت بھی حاصل کریں گے اور اللہ غالب آنے والا اور حکمت والا ہے۔

اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ فرمایا ہے جنھیں تم نے حاصل کرنا ہے۔ پس یہ (فتح) تو اللہ نے تمھیں فوری عطا فرمائی ہے۔ اُس نے لوگوں کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا تاکہ یہ اہلِ ایمان کے لیے ایک نشانی ہو اور تمھیں صراطِ مستقیم کی ہدایت دے۔

عیون اخبار الرضا میں بھی حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے کم وبیش یہی مفہوم منقول ہے۔

کتاب الخصال میں اعمش سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نبی اور اُس کے وصیوں کے گناہ نہیں ہوتے، کیونکہ وہ معصوم ہوتے ہیں اور پاک و پاکیزہ ہوتے ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: جس نے اپنی زندگی کے چالیس سال اسلام پر گزارے (ایک اور روایت میں آپؑ نے تیس سال کی بات کی) تو اللہ تعالیٰ اُس کے گذشتہ اور آیندہ کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب انسان نوے سال (اسلام) کی عمر میں پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کے گذشتہ اور آیندہ کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔

اسی طرح کی روایت حضرت انسؓ سے بھی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب انسان نوے سال کی عمر میں پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گذشتہ اور آیندہ کے گناہ معاف کر دیتا ہے اور اس کو زمین میں اللہ کے قیدی کا نام دے دیا جاتا ہے اور وہ اپنے گھر والوں کی شفاعت کرے گا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے حدیث مروی ہے کہ آپؑ نے اپنے آباء سے نقل کی، یہ حدیث ایک طویل حدیث ہے جس میں حضرت علی علیہ السلام کی جنگوں کا تذکرہ ہے۔ آپؑ نے ان جنگوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کو اپنایا، جو

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وحدهٗ وحدهٗ وحدهٗ انجز وعده ونصر عبده واعزّ جنده، وغلب الاحزاب وحده فله الملك و له الحمد يحيي ويميت وهو علٰى كل شئ قدير

پھر آپ ﷺ اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ہر فریضہ نماز کے بعد یہ تکبیر اور یہ قول نہ پڑھو۔ ہاں اگر جس نے سلام کے بعد یہ قول پڑھا تو اُس نے اللہ کی طرف سے جو اس پر دین کی اور لشکر کی نصرت کے شکر کا حق تھا، ادا کر دیا۔

اُصولِ کافی میں ابوحمزہ، محمد بن مسلم اور ہشام بن سالم کی روایات موجود ہیں۔ اُنھوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: اللہ تعالیٰ کے اس فرمان هُوَ الَّذِيٓ اَنۡزَلَ السَّكِيۡنَةَ فِيۡ قُلُوۡبِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ سے کیا مراد ہے؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا: اس سکینہ سے مراد "ایمان" ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: لِيَزۡدَادُوۡۤا اِيۡمَانًا مَّعَ اِيۡمَانِهِمۡ "تا کہ ان کے ایمان میں مزید ایمان کا اضافہ ہو"۔

اُصولِ کافی میں ہے: علی بن ابراہیم نے اپنے والد سے، اُس نے بکر بن صالح سے، اُس نے قاسم بن برید سے، اُس نے کہا: ہمیں عمرو زبیری نے بیان کیا، اُس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا۔ وہ کہتا ہے: میں نے امام علیہ السلام سے پوچھا: اے عالم! مجھے یہ بتایئے اللہ کی بارگاہ میں کون سے اعمال افضل ہیں؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا: وہ اعمال افضل ہیں کہ اللہ اُن کے بغیر کسی چیز کو قبول نہ کرے۔

میں نے عرض کیا: وہ کون سے اعمال ہیں؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ پر ایمان لانا اور وہ ہے: لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ اس کا درجہ تمام اعمال سے بڑھ کر ہے۔

میں نے عرض کیا: آپؑ مجھے ایمان کے بارے میں خبر دیں کہ ایمان کیا ہے؟ کیا وہ صرف ایک قول ہے، عمل ہے یا صرف قول ہے اور عمل نہیں ہے؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا: ایمان تمام کا تمام عمل ہے، جہاں تک قول کی بات ہے وہ قول عمل کا حصّہ ہے جو اللہ کی طرف سے فرض ہے اور کتابِ قرآنِ مجید میں موجود ہے۔ اس کا نور واضح ہے، اس کی حجت ثابت ہے۔

میں نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان جاؤں اس کی تعریف کریں، تا کہ میں اس کو سمجھ لوں۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا: ایمان کے حالات و درجات و طبقات اور منازل ہیں۔ ان میں سے کچھ مکمل ہیں جو مکمل ہوتے رہتے ہیں اور کچھ ناقص ہیں جن کا نقصان واضح ہے اور ان میں سے کچھ راجح ہیں، جن کا رجحان زائد ہے وہ بڑھتا رہتا ہے۔

میں نے عرض کیا: کیا ایمان مکمل بھی ہوتا ہے، کم بھی ہوتا ہے اور بڑھتا بھی ہے؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں!

میں نے عرض کیا: وہ کیسے؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ایمان کو انسان کے اعضاء و جوارح پر فرض کیا ہے اور اس پر اس کی تقسیم کی ہے۔ اعضا و جوارح میں سے کوئی ایسا عضو نہیں ہے کہ ایمان جس کے حوالے نہ کیا گیا ہو۔ اس کا ایمان اس کے غیر عضو کے علاوہ ہوتا ہے۔

پس جس شخص نے اللہ تعالیٰ سے اس صورت میں ملاقات کی کہ اس نے اپنے تمام اعضا و جوارح کی حفاظت کی تھی اور اللہ نے جو کچھ اس اعضا پر فرض کیا تھا، اُس نے فرائض کو ادا کیا تھا تو ایسا شخص کامل ایمان کے ساتھ اللہ کے ساتھ ملاقات کرے گا اور ایسا آدمی اہلِ جنت میں سے ہے اور جس نے ان اعضاء کے ایمان میں خیانت کی یا اللہ کے اوامر میں تعدی کی تو جب یہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا تو وہ ناقص الایمان ہوگا۔

اس وقت میں نے امام علیہ السلام کے حضور عرض کیا: مجھے اس بات کی سمجھ تو آ گئی ہے۔ ایمان کس طرح کم ہوتا ہے یا مکمل ہوتا ہے آپؑ یہ بتائیں ایمان میں اضافہ کیسے ہوتا ہے؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَ إِذَا مَاۤ أُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ "جب کوئی سورہ نازل ہوتی ہے تو ان میں سے کچھ لوگ (ازراہِ تمسخر) کہتے ہیں: اس سورہ نے تم میں سے کس کے ایمان میں اضافہ کیا ہے؟ پس ایمان والوں کے ایمان میں تو اضافہ کیا ہے" اور هٰذِهٖۤ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ اور جب کوئی سورہ نازل ہوتی ہے تو ان میں سے کچھ لوگ (ازراہِ تمسخر) کہتے ہیں: اس سورہ نے تم میں سے کس کے ایمان میں اضافہ کیا ہے۔ پس ایمان والوں کے ایمان میں تو اس نے اضافہ کیا ہے اور وہ خوش حال ہیں۔ اور البتہ جن کے دلوں میں بیماری ہے، ان کی نجاست پر اس نے مزید نجاست کا اضافہ کیا ہے اور وہ مرتے دم تک کفر پر ڈٹے رہے"۔ (سورۂ توبہ:۱۲۴-۱۲۵)

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے: نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ۗ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ﴿۱۳﴾ (الکہف:۱۸) "ہم آپ کو ان کا حقیقی واقعہ سناتے ہیں۔ وہ کئی جوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لے آئے تھے اور ہم نے انھیں مزید ہدایت دی"۔

اگر ایمان کی صرف ایک صورت ہوتی تو وہ نہ بڑھتا اور نہ کم ہوتا اور کسی کو کسی پر فضیلت حاصل نہ ہوتی اور نہ انعامات میں فرق ہوتا اور نہ لوگوں میں فرق ہوتا اور افضیلت کا نظام باطل ہو جاتا۔ کمالِ ایمان کے ساتھ مومنین جنت میں داخل ہوں گے اور ایمان کی زیادتی کے ساتھ مومنین اللہ کی بارگاہ میں ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے ہوں گے۔ ایمان کی کمی کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے۔

عیون اخبار میں باب توحید میں آیا ہے۔ اسناد کے ساتھ عبدالسلام بن صالح ہروی سے روایت ہے۔ اُس نے کہا: میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے پوچھا: اے فرزندِ رسولؐ! آپؑ اس حدیث کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ محدثین کہتے ہیں کہ جنت میں اہلِ ایمان اپنی منازل میں اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا: اے ابوصلت! اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی مخلوق میں تمام انبیاء اور ملائکہ پر فضیلت بخشی اور اُن کی اطاعت کو اپنی اطاعت ٹھہرایا اور اس کی بیعت کو اپنی بیعت ٹھہرایا اور آپؐ کی دنیا و آخرت میں زیارت کو اپنی زیارت قرار دیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ

"جس نے رسولؐ کی اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی"۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ۭ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ

"بے شک جن لوگوں نے تیری بیعت کی تو انھوں نے اللہ کی بیعت کی۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

من زارنی فی حیواتی او بعد موتی فقد زار اللہ

"جس نے میری زندگی میں اور میری وفات کے بعد میری زیارت کی اس نے اللہ کی زیارت کی"۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جنت میں جو درجہ ہے وہ سب سے اعلیٰ ترین درجہ ہے۔

ومن زارہ فی درجتہ فی الجنۃ من منزلہ فقد زار اللہ تبارک و تعالیٰ

"اور جس نے جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام کی زیارت کی تو اس نے اللہ تعالیٰ کی زیارت کی۔

ارشاد مفید میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی بیعت کا واقعہ موجود ہے جو کافی طویل ہے۔ مامون اپنے مقام پر بیٹھا تو اُس نے دو بہت بڑے گدے منگوائے جو اس کی مجلس کے برابر ہوگئے اور ان پر حضرت امام رضا علیہ السلام کو بٹھایا۔ اس وقت آپؑ کے سر اقدس پر عمامہ تھا اور تلوار آپؑ نے حمائل کر رکھی تھی۔ مامون نے اپنے بیٹے عباس کو آپؑ کی بیعت کرنے کا حکم دیا کہ وہ تمام لوگوں میں سب سے پہلے بیعت کرے۔ پس امام علیہ السلام نے اپنا ہاتھ بلند کیا اور اس کی پشت اپنے چہرے کے سامنے اور ہتھیلی لوگوں کے چہروں کے سامنے رکھی تو مامون نے کہا: اپنا ہاتھ بیعت کے لیے بڑھایئے۔

اس وقت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرح بیعت لیتے تھے۔ چنانچہ آپؑ نے ان سے اس طرح بیعت لی، جبکہ آپؑ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اُوپر تھا۔

احتجاج طبرسی میں ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبۂ غدیر میں فرمایا:

ومن بايع فانما يبايع الله ، يدالله فوق ايديهم معاشرالناس فاتقوا الله وبايعوا علياً اميرالمومنين والحسن والحسين والائمة كلمة طيبة باقية يهلك الله بها من غدر ويرحم بها من وفى ومن نكث فانما ينكث......الآية

"جس کسی نے بیعت کی تو اُس نے اللہ تعالیٰ کی بیعت کی۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ اے لوگو! اللہ سے ڈرو اور امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کی بیعت کرو، حسن و حسین علیہما السلام اور باقی تمام اماموں کی بیعت کرو۔ یہ کلمہ طیبہ ہیں جو باقی رہنے والا ہے جس نے ان سے غداری کی اللہ انھیں ہلاک کرے گا اور جس نے عہد کی وفا کی تو اللہ اس پر رحم فرمائے گا اور جس کسی نے بیعت کو توڑا تو اُس آیت کا مصداق ہوگا: ومن نكث فانما ينكث......الخ"۔

اُصول کافی میں ہے: ہاشم بن ابی عمار الجنبی اپنے اسناد کے ساتھ کہتے ہیں کہ میں نے جناب امیر المومنین علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا:

انا عين الله ، وانا يدالله ، وانا جنب الله ، وانا باب الله

"میں عین اللہ ہوں، میں یداللہ ہوں، میں جنب اللہ ہوں اور میں ہی باب اللہ ہوں"۔

کتاب علل الشرائع میں ہے: یحییٰ بن ابی العلا الرازی نے اسناد کے ساتھ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے حدیث

نقل کی۔ جب آپؑ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں پوچھا گیا: نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۝۱

آپؑ نے فرمایا: "ن" سے مراد جنت میں ایک نہر ہے جو برف سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ میٹھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا: تو سیاہی بن جا تو وہ سیاہی بن گئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ایک درخت لیا جس کو اپنے ہاتھ سے بو دیا، پھر فرمایا:

تفسیر علی بن ابراہیم میں ہے: بیعت رضوان میں یہ آیت نازل ہوئی:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ

"البتہ تحقیق اللہ ان مومنین پر راضی ہے جنھوں نے درخت کے نیچے آپؐ کی بیعت کی"۔

اس آیت کے نزول کے بعد یہ شرط لگا دی گئی تھی کہ اس بیعت کے بعد رسول اللہ ﷺ جو کچھ کریں گے اور کہیں انھیں اس سے انکار کا حق نہیں ہوگا اور آپ جو حکم دیں گے وہ اس کی مخالفت نہیں کریں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آیت رضوان کے نزول کے بعد فرمایا: والید القوۃ۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ۭ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝۱۰

"جو لوگ آپؐ کی بیعت کر رہے ہیں وہ دراصل اللہ کی بیعت کر رہے ہیں، ان کے ہاتھوں کے اوپر اللہ کا ہاتھ ہے۔ اب جو اس عہد کو توڑے گا تو اس کی عہد شکنی کا وبال خود اس کی ذات پر ہوگا اور جو خدائی عہد کو پورا کرے گا تو اللہ عنقریب اس کو اجر عظیم عطا کرے گا"۔

اللہ تعالیٰ ان پر اس شرط کے ساتھ راضی ہوا کہ جب وہ اس کے بعد اللہ کے عہد و میثاق سے وفا کریں گے اور اپنے عہد و میثاق کو نہیں توڑیں گے۔ اس معاہدہ کی پاسداری سے اللہ ان پر راضی ہوا۔ اس لیے پہلے بیعت رضوان والی آیت نازل ہوئی۔ پھر آیت شرط نازل ہوئی۔

حضرت امام علی علیہ السلام نے اپنے ایک مکتوب میں اپنے ساتھیوں کی طرف لکھا جس میں حضرت عائشہ کے بصرہ کی طرف خروج کا ذکر کیا تھا اور طلحہ و زبیر کی خطا کو ایک بہت بڑی خطا ٹھہرایا تھا۔ آپؑ نے فرمایا تھا: یہ خطا کس قدر ایک بہت بڑی خطا تھی کہ وہ دونوں آئے اور رسول اللہ ﷺ کی زوجہ کو اس کے گھر سے باہر نکالا اور اُس کے حجاب کو کشف کیا حالانکہ اللہ نے اُسے اس کے گھر میں مستور رکھا ہوا تھا۔

کتاب معانی الاخبار میں جناب ابن عباسؓ سے ایک طولانی حدیث منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"میں عنقریب تم سے جدا ہونے والا ہوں، میں نے اپنی اُمت سے علی بن ابی طالب علیہ السلام کی ولایت کا عہد لے لیا ہے۔ یہ سب اُمتوں کی سنت چلی آرہی ہے کہ اُنھوں نے اپنے نبی کے وصی کی معصیت کی اور مخالفت کی۔ خبردار! میں تم سے علیؑ کی ولایت کی تجدید کرنے والا ہوں"۔

فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۰﴾

"اب جو اس عہد کو توڑے گا تو اس کی عہد شکنی کا وبال خود اس کی ذات پر ہوگا اور جو خدائی عہد کو پورا کرے گا تو اللہ عنقریب اس کو اجر عظیم عطا کرے گا"۔

سَيَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ﴿۱۱﴾ اور اس آیت کے بعد والی آیت کے آخر میں ہے: وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُوْرًا۔ یعنی ایک بُری قوم اور یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے حدیبیہ سے رُوگردانی کی ہے۔ جس وقت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حدیبیہ سے صحیح وسالم مدینہ واپس آئے اور غزوۂ خیبر کی طرف جانا چاہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیبیہ میں شرکت کرنے والوں کو فتح خیبر کی بشارت دی تو حدیبیہ سے تخلف کرنے والوں نے جنگِ خیبر میں شرکت کی اجازت چاہی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ سَيَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ......

ظن کیا ہے؟

قرآن مجید میں ظن کی دو صورتیں بتائی گئی ہیں: ایک ظن جو یقین پر دلالت کرتا ہے اور دوسرا جو شک پر دلالت کرتا ہے۔ جو شک پر دلالت کرتا ہے تو اس کے بارے میں قرآن مجید میں آیا ہے: اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ ﴿۳۲﴾ (سورۂ جاثیہ:۳۲)۔ اللہ تعالیٰ کا ایک اور فرمان ہے: وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ (سورۂ فتح:۱۲) "تم نے بُرا گمان کر رکھا ہے"۔

اُصولِ کافی میں ایک روایت ہے جس کے راوی احمد بن عمر ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے حضور حاضر ہوا تو آپؑ نے فرمایا: احسنوا الظن باللہ "اللہ کے بارے میں حُسنِ ظن رکھو"۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے:

من حسن ظنه بالله كان الله عند ظنه به

"جس کسی نے اللہ کے بارے میں حُسنِ ظن رکھا تو اللہ نے بھی اُس سے حُسنِ ظن فرمایا"۔

یہ حدیث طولانی ہے بس ہم نے اپنی ضرورت کے مطابق اس کا کچھ حصہ ذکر کیا ہے۔

مغانم

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ...... ⑮

"جب تم آیندہ چل کر مال غنیمت حاصل کرنے کے لیے روانہ ہو گے تو پیچھے رہ جانے والے کہیں گے......"

کتاب خصال میں ابوامامہؓ، ابن عباسؓ اور جابرؓ بن عبداللہ سے روایت ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مجھے وہ پانچ چیزیں عطا کی گئیں جو اس سے قبل کسی کو عطا نہیں کی گئیں۔ میرے لیے زمین کو مسجد قرار دیا گیا اور اُسے پاک و پاکیزہ بنایا گیا۔ رُعب کے ذریعے میری نصرت کی گئی اور غنائم میرے لیے حلال کیے گئے۔

کتاب احتجاج طبرسی میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت ہے جو آپؑ نے اپنے آباء و اجداد سے نقل کی کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: ایک یہودی جو اہلِ شام میں سے تھا وہ حضرت امام علی بن ابی طالب علیہ السلام کے پاس آیا اور کہا: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو من و سلویٰ عطا کیا۔ کیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اس طرح کی چیز عطا کی گئی ہے؟ تو امام علیہ السلام نے اُسے فرمایا: جی ہاں! جو کچھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا ہوا وہ من و سلویٰ سے افضل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اور اُن کی اُمت کے لیے غنائم کو حلال کیا حالانکہ اس سے قبل کسی اُمت کے لیے غنائم حلال نہ تھے اور یہ من و سلویٰ سے افضل ہیں......

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ⑱

"خدا ان مومنین سے جنھوں نے درخت کے نیچے آپؐ کی بیعت کی ان پر راضی اور خوش ہوا اور اللہ اس (سچائی اور ایمان) کو جو اُن کے قلوب میں پنہاں تھا، جانتا تھا لہٰذا اُس نے اُن کے قلوب پر سکون و اطمینان نازل کیا اور اجر کے اعتبار سے ایک نزدیکی فتح انھیں نصیب فرمائی"۔

علی بن ابراہیم کی تفسیر میں ہے کہ مجھے حسین بن عبداللہ سکینی نے بتایا اور انھوں نے ابوسعید بجلی سے، انھوں نے عبدالملک بن ہارون سے، انھوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ حضرت امام علی علیہ السلام نے معاویہ کی طرف ایک خط میں لکھا:

انا اول من بایع رسول الله تحت الشجرة

''میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے درخت کے نیچے سب سے پہلے رسول اللہؐ کی بیعت کی''۔

وَهُوَ الَّذِیْ كَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْكُمْ وَ اَیْدِیَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَیْهِمْ

''وہ وہی تو ہے جس نے ان کا ہاتھ تم سے اور تمھارا ہاتھ ان سے مکہ میں روک دیا۔ بعدازیں تمھیں اُن پر فتح دے دی''۔

اس میں یہ نکتہ پنہاں ہے کہ ایسا دشمن جس نے کئی بار مدینہ پر حملہ کیا تھا اب وہ کچھ اس طرح مرعوب ہو چکا ہے کہ اُس نے تم سے صلح کی پیش کش کی ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کامیابی کیا ہوگی؟ پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں اس صلح کی علت کی خبر دی اور فرمایا:

هُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ الْهَدْیَ مَعْكُوْفًا اَنْ یَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ؕ وَ لَوْ لَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَ نِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَـُٔوْهُمْ فَتُصِیْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَیْرِ عِلْمٍ ۚ

''وہ ایسے لوگ ہیں جو کافر ہو گئے ہیں اور آپ کو مسجد الحرام کی (زیارت) سے روک دیا ہے اور تمھاری قربانیوں کے قربان گاہ تک پہنچنے سے مانع ہوئے اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ صاحب ایمان مرد اور عورتیں تمھاری بے خبری میں تمھارے پاؤں تلے روندے جائیں گے اور اس طرح سے ایک عار و عیب تمھیں لاشعوری طور پر لگ جائے گا''۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اس بات کی خبر دی کہ صلح کی علت یہ ہے کہ وہ مومنین اور مومنات جو مکہ میں تھے اگر صلح نہ ہوتی اور جنگ ہوتی تو جنگ کی صورت میں بے خبری میں وہ مارے جائیں گے۔ جب صلح ہوئی تو باقی لوگ ایمان لے آئے اور اسلام کو غلبہ نصیب ہوا۔ تو اس لیے کہا گیا ہے کہ یہ ایک عظیم ترین فتح تھی۔

اُصولِ کافی میں ہے کہ علی بن ابراہیم نے اپنے والد سے سنا، اُس نے ابن ابی عمیر سے، اُس نے معاویہ بن عمار سے سنا، اُس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ حدیبیہ کے لیے خروج فرمایا تو یہ ذی القعدہ کا مہینہ تھا۔ آپؐ نے آخری مقام پر احرام باندھا اور اپنا اسلحہ بھی زیب تن کیا۔ جب اس واقعہ کی خبر مشرکین کو ملی تو انھوں نے آپؐ کی طرف خالد بن ولید کو بھیجا تاکہ وہ آپؐ کو واپس کر دے۔ اس وقت آپؐ نے فرمایا: کوئی ایسا آدمی لے آؤ جو ہمیں اجنبی راستے سے لے جائے۔ ایک

آدمی قبیلہ مُزینہ یا جہینہ کا لایا گیا۔ جب اُس سے کسی دوسرے راستے کا پوچھا گیا تو وہ نہیں جانتا تھا۔ ایک اور آدمی کو لایا گیا وہ بھی مُزینہ قبیلے کا فرد تھا۔ وہ آپؐ کو ایک دشوارگزار راستے سے لے آیا۔ جب آپؐ مشکل راستے سے نکل کر وادی کے اختتام پر ہموار اور نرم زمین پر آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ سے فرمایا: اللہ سے اس طرح معافی مانگو جس طرح بنواسرائیل نے مانگی تھی۔

آپؐ نے فرمایا: اس دروازے میں، سجدے کی حالت میں داخل ہوجاؤ اور کہو: ہم اپنی خطاؤں کی تجھ سے مغفرت چاہتے ہیں۔

راوی کہتا ہے: انصار سواروں نے جلدی کی۔ کہا گیا ہے کہ اُن کی تعداد ایک ہزار آٹھ صد تھی۔ جب حدیبیہ میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کا لشکر اُترا تو وہاں ایک عورت اور اس کا بیٹا ایک پرانے کنوئیں پر موجود تھے۔ اس کے بیٹے نے وہاں سے بھاگنے کی کوشش کی۔ جب اُس کو معلوم ہوا کہ یہ اللہ کے رسول ہیں تو وہ عورت چیخی اور چلائی کہ یہ سب صابئین ہیں، ان سے تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے پاس آئے اور اُسے پانی لانے کے لیے کہا تو وہ پانی لائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس سے پانی لیا اور پیا اور اُس سے چہرۂ انور کو دھویا۔ اُس عورت نے بچا ہوا پانی واپس کنوئیں میں ڈال دیا۔

تھوڑی دیر بعد مشرکین نے ابان بن سعید کو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجا۔ پھر انھوں نے حلیس کو آپؐ کی طرف بھیجا۔ اُس نے کثرت کے ساتھ قربانیوں کو دیکھا اور یہ دیکھ کر واپس چلا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس نہ آیا۔ واپس جا کر ابوسفیان سے کہا کہ میں نے وہاں قربانی کے جانوروں کو کثیر تعداد میں دیکھا ہے لہٰذا ان کو ان کے مقام تک پہنچنے سے روک دینا مناسب نہیں ہے۔ اس نے اُس سے کہا: خاموش ہوجاؤ، تم اعرابی ہو! تمھیں کیا خبر۔ ہم محمدؐ کو ایسا نہیں کرنے دیں گے۔ پھر انھوں نے عروہ بن مسعود کو بھیجا۔ جب وہ آیا تو اُس نے وہاں مغیرہ کو پایا۔ اس کا مغیرہ کے ساتھ ایک واقعہ ہوچکا تھا۔ وہ یہ کہ حالتِ کفر میں یہ بعض لوگوں کے ساتھ تھے۔ موقع پا کر انھوں نے ان سب کو قتل کر دیا تھا اور ان کے تمام مال پر قبضہ کرلیا تھا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور اسلام لے آئے اور وہ مال بھی پیش کیا تو آپؐ نے فرمایا: تمھارے اسلام کو قبول کرتے ہیں لیکن اس مال کو نہیں۔ یہ مال حرام ہے۔ ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ عروہ کو رسولؐ اللہ کے پاس لایا گیا اور آپؐ کے حضور کہا گیا کہ یہ عروہ بن مسعود ہیں۔ وہ آپؐ کے پاس آیا ہے اور اتنی کثیر قربانیوں کو دیکھ کر حیرانی ہے۔ وہ جب آپؐ کے سامنے آیا تو کہا: اے محمدؐ! آپ یہاں کس لیے آئے ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: میں یہاں اس لیے آیا ہوں کہ بیت اللہ کا طواف کروں اور صفا و مَروہ کے درمیان سعی کروں اور اُونٹوں کو نحر کروں اور پھر واپس چلا جاؤں۔ عروہ نے آپ کی گفتگو سن کر کہا: نہیں، لات و عزیٰ کی قسم! ایسا نہیں ہوگا۔ قوم نے اللہ کی قسم اُٹھا رکھی ہے۔ آپؐ ان کے ملک پر ان کی اجازت کے بغیر چڑھ دوڑے ہیں۔ آپؐ نے ان کے ساتھ قطع رحمی کی ہے۔ آپؐ نے ان کے دشمن کو ان پر مسلط کیا ہے۔ رسول اللہؐ نے اُس کے جواب میں فرمایا: میں ایسا کرنے نہیں آیا۔

راوی کہتا ہے: جس وقت عروہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گفتگو کر رہا تھا تو دورانِ گفتگو وہ آپؐ کی ریشِ مقدس کو پکڑ لیتا۔ مغیرہ اس وقت آپؐ کے پاس کھڑا تھا۔ وہ عروہ کے ہاتھ کو جھٹک دیتا۔ اس وقت اُس نے پوچھا: یہ کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا: یہ تیرے بھائی کا بیٹا مغیرہ ہے تو اُس وقت اُس نے کہا: اے غدار! میری یہ تگ و دو تیری ہی غداری کی وجہ سے ہے۔

بعد ازیں وہ واپس اپنی قوم کے پاس چلا آیا اور انھیں یہ رپورٹ دی۔ بخدا میں نے کسی بادشاہ کی اپنوں میں وہ عزت نہیں دیکھی جو محمدؐ کے ساتھی محمدؐ کی کرتے ہیں۔

مشرکین نے آپؐ کی طرف سہیل ابن عمرو اور حُویطب بن عبد العزیٰ کو بھیجا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو آتے دیکھا تو آپؐ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ انھیں قربانی کے جانور دکھاؤ۔ انھوں نے آپؐ سے آنے کا مقصد پوچھا تو آپؐ نے فرمایا: میں یہاں اس لیے آیا ہوں تاکہ بیت اللہ کا طواف کروں اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کروں۔ قربانی کروں اور واپس چلا جاؤں۔ ان دونوں نے کہا: قوم نے اللہ کی قسم اُٹھا رکھی ہے۔ آپؐ ان کے ملک اُن کی اجازت کے بغیر داخل ہوئے ہیں۔ آپؐ نے قطع رحمی کی ہے اور ان کے دشمن کو ان پر مسلط کر دیا ہے۔

راوی کہتا ہے: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کی اِن باتوں سے انکار کیا کہ ایسی بات نہیں ہے جو تم کہہ رہے ہو۔ اُس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر کو ان کی طرف بھیجنا چاہا تو انھوں نے جواب دیا۔ یا رسولؐ اللہ! وہاں میرا قبیلہ مختصر ہے۔ وہاں میری جان کو خطرہ ہے۔ اس بات کو آپؐ خوب جانتے ہیں اس امر کے لیے میں حضرت عثمان بن عفان کا نام پیش کرتا ہوں۔ اُس وقت آپؐ نے اُن کی طرف حضرت عثمان کو بھیجا اور فرمایا: اپنی اس قوم کے مومنین کے پاس جاؤ اور انھیں میرے پروردگار کے فتح مکہ کے وعدہ کی خوشخبری سناؤ۔ جب حضرت عثمان ان لوگوں کے پاس گئے تو سب سے پہلے اُن کی ملاقات ابان ابن سعید سے ہوئی۔ وہ اُس کے تعاون سے مکہ گئے اور وہاں جا کر انھیں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام سنایا تو انھوں نے وہاں انھیں اپنے ہاں نظر بند کر لیا۔ لیکن عام طور پر یہ بات مشہور ہوگئی کہ حضرت عثمان کو قتل کر دیا گیا ہے۔ جب یہ

خبر رسول اکرم ﷺ کو ملی تو آپؐ نے فرمایا: عثمان کے خون کا قصاص فرض ہے۔ پھر آپؐ نے وہاں اپنے صحابہ سے بیعت لی۔ تمام صحابہ نے آپؐ کی بیعت کی اور سب نے ولولہ انگیز جوش کے ساتھ جانثاری کا وعدہ کیا۔ اس وقت مسلمانوں نے کہا: حضرت عثمان خوش قسمت ہیں کہ اُس نے بیت اللہ کا طواف کیا اور سعی کی اور پھر محل بھی ہوگئے۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایسی بات نہیں ہے۔ جس وقت حضرت عثمان واپس آئے تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا: کیا تم نے طواف کیا تھا؟ تو اُس نے کہا: نہیں، جب رسول اللہ ﷺ طواف نہیں کر سکے تو میں کیسے کرتا۔ پھر اپنی ساری داستان سنائی۔ پھر آپؐ نے حضرت امام علی علیہ السلام سے فرمایا:

صلح حدیبیہ کا معاہدہ تحریر کرو۔ لکھو، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، اس وقت سُہیل نے کہا: میں نہیں جانتا کہ رحمٰن کیا ہے؟ اور رحیم کیا ہے؟ تم وہی لکھو جو ہم لکھا کرتے ہیں: باسمك اللهم۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا: اے علیؑ! لکھو یہ معاہدہ رسولؐ اللہ اور سہیل بن عمرو کے درمیان طے پایا ہے۔

سُہیل نے کہا: اگر ہم آپؐ کو پیغمبر ہی تسلیم کرتے تو پھر جھگڑا کس بات کا تھا؟ صرف اپنا اور اپنے باپ کا نام لکھئے۔

پیغمبر ﷺ نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں، لکھو۔ یہ وہ چیز ہے جس پر محمد بن عبداللہ نے سُہیل بن عمرو سے صلح کی۔

صلح حدیبیہ کی شرائط

① دس سال تک دونوں کی طرف سے جنگ متروک رہے گی۔

② جو شخص قریش میں سے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر محمدؐ کے پاس آئے اور مسلمان ہوجائے اُسے واپس کردیں اور جو شخص ان افراد میں سے جو محمدؐ کے پاس ہیں قریش کی طرف پلٹ آئے تو اُس کا واپس لوٹانا ضروری نہیں ہے۔

③ اس سال مسلمان واپس چلے جائیں۔

④ اگلے سال آئیں اور صرف تین دن قیام کر کے چلے جائیں۔

⑤ قبائل عرب کو اختیار ہوگا کہ فریقین میں سے جس کے ساتھ چاہیں معاہدہ میں شریک ہوں۔

اتفاق کی بات ہے کہ جب یہ معاہدہ لکھا جارہا تھا تو سُہیل کے بیٹے ابوجندل جو اسلام لاچکے تھے اور مکہ میں کافروں نے انھیں قید کر رکھا تھا، کسی طرح بھاگ کر پاؤں میں بیڑیاں پہنے ہوئے آئے اور سب کے سامنے گر پڑے۔ اس وقت سُہیل نے کہا: صلح کی تعمیل کا یہ پہلا موقع ہے۔

آپؐ نے فرمایا: ابھی معاہدہ قلم بند نہیں ہوا۔ اس وقت سُہیل نے کہا: ہم کو یہ صلح منظور نہیں۔ آپؐ نے چند دفعہ اصرار کیا لیکن سُہیل نہ مانا۔ مجبوراً آپؐ کو تسلیم کرنا پڑا تو اُسی وقت ابوجندل بول پڑا: یارسولؐ اللہ! آپؐ مجھے ان کافروں کے حوالے کریں گے؟ آپؐ نے اس کے حق میں دعا دی:

اللھم اجعل لابی جندل مخرجاً

"اے اللہ! تو ابوجندل کے لیے اچھائی کا راستہ نکال"۔

علی بن ابراہیم نے اپنے والد سے، اُس نے ابن ابی عمیر اور محمد بن اسماعیل سے، اُس نے مفضل بن شاذان سے، اُس نے ابن ابی عمیر اور صفوان سے، اُس نے معاویہ سے اور اُس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے محصور اور مصدود کے بارے میں سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا: محصور اور ہوتا ہے مصدود اور ہوتا ہے۔ اگر کسی کو کوئی مرض آڑے آجائے تو وہ محصور ہوتا ہے۔ مصدود وہ ہوتا ہے جس کا راستہ مشرکین روک دیں۔ جس طرح رسولؐ اللہ اور ان کے اصحاب کے ساتھ مشرکین نے کیا تھا۔ جو مصدود ہو جائے تو اس پر اس کی عورت حلال ہوتی ہے۔ جو محصور ہو تو اس پر اس کی بیوی حلال نہیں ہوتی۔

میں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا فرمایا تھا جب وہ حدیبیہ سے واپس لوٹے تھے حالانکہ انھوں نے طواف نساء نہیں کیا تھا اور ان پر ان کی عورتیں حلال ہوگئی تھیں؟ یہ دونوں حکم ایک جیسے نہیں ہیں۔ رسولؐ اللہ مصدود تھے اور امام حسین علیہ السلام محصور تھے۔

محمد بن یحییٰ نے احمد بن محمد سے، اُس نے فضل بن یونس سے، اُس نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے سنا، وہ کہتا ہے کہ میں نے ایک آدمی کے بارے میں پوچھا: جو حج کا ارادہ رکھتا تھا کہ بادشاہ نے عرفہ کے دن اُسے گرفتار کرلیا۔ ابھی وہ عرفات میں نہیں گیا تھا۔ اُسے مکہ بھیج دیا اور بند کردیا۔ نحر کے دن اُسے چھوڑ دیا۔ اب اس کے لیے کیا حکم ہے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ لوگوں سے ملحق ہو جائے، مزدلفہ میں وقوف کرے پھر منیٰ میں آئے اور رمی کرے، قربانی کرے، سر منڈوائے۔ اس کے علاوہ اس پر اور کچھ نہیں ہے۔ میں نے عرض کیا: اگر اس آدمی کو بادشاہ اس دن چھوڑے جس دن لوگ منیٰ سے واپس جا رہے ہوں تو اس صورت میں کیا کرے؟ آپؑ نے فرمایا: ایسا آدمی حج سے مصدود ہے۔ اگر وہ مکہ میں داخل ہو تو حج کے لیے عمرہ تمتع کرے، پھر کعبہ کا طواف کرے، پھر سعی کرے اور سر منڈوائے اور قربانی کرے۔ اگر اس کا حج افراد ہو تو پھر وہ قربانی نہ کرے۔

کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ میں چند ایک روایات حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہیں جن کا ماحصل یہ

ہے کہ حضرت امام علی بن ابی طالب علیہ السلام نے فلاں، فلاں، فلاں کو قتل کیوں نہ کیا؟ آپؑ نے فرمایا: اس آیت کو سامنے رکھتے ہوئے انھیں قتل نہ کیا۔

لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا۝

''اگر وہ جدا ہو جاتے تو ہم کافروں کو دردناک عذاب کرتے''۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا: ان کے تزایل سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی کچھ ایمان والی امانتیں کفار اور منافقین کے اصلاب میں تھیں۔ امام علی علیہ السلام ان کے آباء کو قتل نہیں کرتے تھے جب تک یہ امانتیں ظاہر نہ ہوئیں اور اس طرح ہم اہل بیتؑ کے قائم ظاہر نہیں ہوں گے جب تک یہ امانتیں ظاہر نہ ہو جائیں۔

علی بن ابراہیم نے اس آیت اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ (اس وقت کو یاد کرو جب کافر اپنے دلوں میں جاہلیت کا غصہ اور نخوت رکھتے تھے) کی تفسیر میں لکھا ہے:

جس وقت قریش اور سُہیل بن عمرو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: ہم رحمٰن اور رحیم کو نہیں جانتے اور انھوں نے یہ بھی کہا تھا: اگر ہم آپؐ کو اللہ کا رسول سمجھتے تو پھر آپ سے جنگ و جدال کیوں کرتے۔ معاہدہ میں ''محمد بن عبداللہ'' لکھو۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر دن چھے چیزوں سے اللہ کی پناہ چاہتے تھے:

(۱) شک (۲) شرک (۳) حمیت (۴) غضب (۵) بغاوت اور (۶) حسد۔

اُصولِ کافی میں ایک روایت ہے کہ حضرت امام علی علیہ السلام نے فرمایا: اللہ نے چھ کو چھے سے معذب کیا ہے: (۱) عربوں کو عصبیت سے، (۲) دھقانوں کو کبر و غرور سے، (۳) امراء کو ظلم و جور سے، (۴) فقہاء کو حسد سے، (۵) تاجروں کو خیانت سے۔

اُصولِ کافی میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: جس کسی کے دل میں رائی برابر عصبیت ہوئی اللہ تعالیٰ اُسے قیامت کے دن جاہل عربوں کے ساتھ محشور کرے گا۔

ایک حدیث میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے بیان ہوا ہے کہ جب آپؑ سے کسی نے عصبیت کے بارے میں سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا:

العصبية الّتي ياثم عليها صاحبها ان يرى الرجل شرار قومه خيراً من خيار قوم اخرين وليس من العصبية ان يحب الرجل قومه ولكن من العصبية ان يعين

قومه علی الظلم

"وہ تعصب جو گناہ کا موجب ہے یہ ہے کہ اس کی وجہ سے اپنی قوم کے بُرے افراد کو دوسری قوم کے نیک اور اچھے افراد سے برتر سمجھے لیکن اپنی قوم سے محبت کرنا اور انھیں دوست رکھنا تعصب نہیں ہے۔ تعصب یہ ہے کہ ظلم وستم میں اُن کی مدد کرے"۔

نہج البلاغہ میں آیا ہے:

فاطفئوا ما كمن في قلوبكم مني نيران العصبية اعتقاد الجاهلية وانما تلك الحمية يكون في المسلم من خطرات الشيطان ونخواته ونزعاته ولفثاته

"تعصب کے وہ شرارے اور جاہلیت کے وہ کینے جو تمھارے دلوں میں ہیں، انھیں بجھا دو، کیونکہ یہ نخوت وحمیت اور ناروا تعصب مسلمانوں میں شیطانی نخوت اور وسوسوں میں سے ہے"۔

اصولِ کافی میں ہے کہ علی بن ابراہیم نے محمد بن عیسیٰ بن عبید سے پوچھا: اُس نے یونس سے اور اُس نے جمیل سے، اس نے کہا: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: اللہ تعالیٰ کے اس قول وَ اَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰی سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: هُوَ الايمان "وہ ایمان ہے"۔

امالی شیخ صدوق میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ان الله عزّوجلّ عهد اليّ في علي بن ابي طالب عهداً قلت: يارب بيّنه لي قال اسمع: قلت: قد سمعت، قال ان علياً راية الهدىٰ وامام اوليائي ونور من اطاعني وهو الكلمة التي الزمتها المتقين من احبه أحبني ومن اطاعه اطاعني

"اللہ تعالیٰ نے مجھ سے علیؑ کے بارے میں عہد لیا۔ میں نے عرض کیا: اے میرے پروردگار! وہ عہد کیا ہے؟ وہ میرے لیے بیان فرما۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سنو! میں نے عرض کیا: سن رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک علیؑ ہدایت کا پرچم ہے، میرے دلیوں کا امام ہے، میرے اطاعت گزاروں کا نور ہے، وہ کلمہ ہے جس کو متقین نے اپنے اُوپر لازم کیا ہوا ہے۔ جس نے اُس سے محبت کی تو اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے اس کی اطاعت کی تو اُس نے میری اطاعت کی"۔

وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿۲۱﴾ وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ
ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۲۲﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ
مِنْ قَبْلُ ۚۖ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾ وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ
اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ
عَلَيْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ﴿۲۴﴾ هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ
مَحِلَّهٗ ؕ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ
اَنْ تَطَـُٔوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ
رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ
عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۲۵﴾ اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ
حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى
الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ؕ
وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۲۶﴾ؑ لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا
بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ

مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَ مُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ؕ فَعَلِمَ مَا لَمْ
تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۲۷﴾ هُوَ الَّذِيْۤ اَرْسَلَ
رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ؕ
وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۲۸﴾ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ
اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا
يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ؗ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ
السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۛۖ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۛ۫
كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ
يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾

"اور دوسری (غنیمتیں بھی دیں) جن پر تم قدرت نہیں رکھتے تھے (اور) خدا ہی ان پر حاوی تھا اور خدا تو ہر چیز پر قادر ہے۔ اگر کافر (سرزمین حدیبیہ میں) آپؐ سے جنگ کرتے تو بہت جلد بھاگ جاتے اور وہ پھر کوئی اپنا ولی اور یار و مددگار نہ پاتے۔ یہ سنت الٰہی ہے جو اِس سے قبل بھی یہی تھی اور آپ کبھی بھی سنت الٰہی میں تبدیلی نہ پایئے گا۔

وہ وہی تو ہے جس نے ان کا ہاتھ آپ سے اور آپ کا ہاتھ اُن سے مکہ میں روک لیا۔ بعدازیں آپ کو ان پر فتح عنایت کردی اور جو کچھ آپ انجام دیتے ہیں خدا اُسے دیکھ

رہا ہے۔ وہ ایسے لوگ ہیں جو کافر ہو گئے ہیں اور انھوں نے آپ کو مسجد الحرام کی (زیارت) سے روکا ہے اور آپ کی قربانیوں کے قربان گاہ تک پہنچنے سے مانع ہوئے اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ صاحب ایمان مرد اور عورتیں آپ کی بے خبری میں آپ کے پاؤں تلے روندے جائیں گے اور اس طرح سے ایک عار لاشعوری طور پر لگ جائے گا (تو خدا ہرگز اس جنگ سے مانع نہ ہوتا)۔ مقصد یہ تھا کہ خدا جسے چاہے اپنی رحمت میں داخل کرے۔ اگر مومنین اور کفار (مکہ میں) ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے تو ہم کافروں کو دردناک عذاب سے معذب کرتے۔

اس وقت کو یاد کرو (اور اس کے مقابلے میں) خدا نے اپنے رسول اور مومنین پر سکینہ نازل کیا اور ان کے لیے تقویٰ کو لازم کیا، کیونکہ یہ لوگ زیادہ شائستہ، لائق اور اس کے حق دار اور اہل تھے اور خداوند تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے۔

خداوند تعالیٰ نے جو کچھ اپنے رسول کو خواب میں دکھایا وہ سچ تھا۔ اگر اللہ نے چاہا تو تم سب کے سب قطعی طور پر انتہائی امن و امان کے ساتھ اس حالت میں کہ تم اپنے سروں کو منڈوائے ہوئے ہوں گے یا اپنے ناخنوں کو کٹوائے ہوئے مسجد الحرام میں داخل ہوں گے اور کسی شخص سے تمھیں کوئی خوف نہیں ہوگا لیکن خدا کچھ ایسی چیزوں کو جانتا ہے جنھیں تم نہیں جانتے (اور اس تاخیر میں بہتری تھی) اور اس سے قبل اس نے تمھارے لیے ایک قریب کی فتح قرار دی۔ وہ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اُسے تمام دینوں پر غلبہ اور کامیابی دے اور اس بات کے لیے اللہ کی گواہی کافی ہے۔

محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھی ہیں وہ کفار کے مقابلے میں سخت اور آپس میں مہربان ہیں۔ آپ اُنھیں ہمیشہ رکوع اور سجدے میں دیکھتے ہیں۔ وہ ہمیشہ اللہ کے فضل اور اس کی رضا کی طلب کرتے ہیں اُن کی علامت اُن کے چہرے پر سجدہ کے اثر سے

نمایاں ہے۔ یہ تعریف تو اُن کی تورات میں ہے اور انجیل میں ان کی تعریف یہ ہے کہ وہ ایسی زراعت کی طرح ہیں، جس نے اپنی کونپلیں نکالی ہیں۔ پھر وہ طاقت حاصل کر کے مضبوط اور محکم ہوگئی ہے اور اپنے پاؤں پر کھڑی ہوگئی اور اس قدر پھلی پھولی کہ زراعت کرنے والوں کو حیران کر دیا۔ یہ اس بنا پر ہے کہ کافروں کو غصہ دلائے، اللہ نے ان میں سے ایسے لوگوں سے جو ایمان اور عملِ صالح بجالائے، بخشش اور اجرِ عظیم کا وعدہ کیا ہے"۔

کتاب خصال میں احادیث بیان ہوئی ہیں جن کا ماحصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نحن کلمة التقویٰ وسبیل الهدیٰ "ہم کلمۂ تقویٰ ہیں اور ہم ہی ہدایت کا راستہ ہیں"۔

کتاب توحید میں ہے: جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: انا عروة الله الوثقی وکلمة التقویٰ "میں ہی عروۃ الوثقیٰ ہوں اور کلمۂ تقویٰ ہوں"۔

کتاب علل الشرائع میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سُبۡحَانَ اللّٰهِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَلَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکۡبَر کی تفسیر میں فرمایا کہ لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر کی تفسیر میں فرمایا: لا الٰہ الا اللہ کلمہ وحدانیت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے بغیر اعمال قبول نہیں فرمائے گا اور یہی کلمۂ تقویٰ ہے۔ اس کے ذریعے قیامت کے دن اعمال کے وزن کو بھاری کر دے گا۔

کتاب علل الشرائع میں ہے کہ سلیمان بن مہران نے اپنے اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ وہ شخص کہ جس کا پہلا حج ہو اس کے لیے خانہ کعبہ میں داخل ہونا کیوں مستحب ہے جو دوسرے حاجیوں کے لیے نہیں ہے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ اس لیے کہ وہ اللہ کی دعوت پر گیا ہے، اس پر یہ پہلا حج فرض ہے، لہٰذا اس کے لیے واجب ہے کہ جس نے اس کو بلایا ہے اس کے پاس پہنچے اور اس کے گھر میں اس کا اکرام ہو۔ پھر میں نے عرض کیا: جس کا پہلا حج ہے، اس پر سر منڈوانا کیوں واجب ہے؟ حالانکہ دوسرے حاجی کے لیے واجب نہیں ہے؟

آپؑ نے فرمایا: تاکہ مومنین کی علامت اس پر لگ جائے۔ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا: لَتَدۡخُلُنَّ الۡمَسۡجِدَ الۡحَرَامَ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِیۡنَ ۙ مُحَلِّقِیۡنَ رُءُوۡسَکُمۡ وَمُقَصِّرِیۡنَ ۙ لَا تَخَافُوۡنَ "تم لوگ ان شاء اللہ سر منڈوا کر اور تھوڑے سے بال ترشوا کر امن واطمینان کے ساتھ مسجد حرام میں ضرور داخل ہو گے، ڈرو نہیں"۔

پھر میں نے عرض کیا: پھر جو شخص پہلا حج کر رہا ہے اس پر مشعر الحرام میں پیدل چلنا کیوں ضروری ہے؟

آپؑ نے فرمایا: تاکہ وہ جنت میں چہل قدمی کا حق دار بن جائے۔

اُصولِ کافی ہے: جناب ابو بصیرؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: میں آپؑ پر قربان جاؤں، کیا جھوٹے اور سچے خوابوں کا مخرج ایک ہوتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جو خواب سچے یا جھوٹے ہوتے ہیں وہ ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ جب انسان رات کے پہلے حصّہ میں خواب میں دیکھے تو وہ اکثر جھوٹا ہوتا ہے۔ اس میں کوئی اچھائی نہیں ہوتی وہ خواب سچا ہوتا ہے جو دو تہائی رات کے گزر جانے کے بعد دکھائی دے کیونکہ اس وقت ملائکہ زمین پر نازل ہوتے ہیں اور یہ سحری سے قبل ہوتا ہے۔ ایسا خواب سچا ہوتا ہے ان شاء اللہ، مگر صاحبِ خواب کا جنبی ہونا اور طہارت کے بغیر سویا ہو تو جھوٹا ہو سکتا ہے۔

پیغمبرؐ کا سچا خواب

کتاب احتجاج طبرسی میں ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اپنے آباؤ اجداد سے روایت کی ہے کہ شام کے ایک یہودی نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے حضور کہا: یہ جنابِ یوسفؑ تھے جو مسافرت میں رہے، قید میں ڈالے گئے تاکہ معصیت سے بچ جائیں، اکیلے کنوئیں میں ڈالے گئے!

امام علیہ السلام نے یہ سن کر فرمایا: جی ہاں! جس طرح جنابِ یوسفؑ عالمِ غربت میں رہے، اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی غربت میں رہے۔ اپنے اہل وعیال سے دور رہے۔ اللہ کے حرم سے ہجرت فرمائی۔ جس وقت اللہ تعالیٰ نے انھیں محزون دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے انھیں جنابِ یوسفؑ کی طرح خواب دکھایا۔ اس کی تعبیر اس طرح ظاہر ہوئی جس طرح جنابِ یوسفؑ کے خواب کی تعبیر ظاہر ہوئی تھی۔ تمام عالمین نے اس حقیقت کو دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے فرمایا:

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ

"اللہ نے جو کچھ اپنے رسول کو خواب میں دکھایا اُسے سچ کر کے دکھا دیا، اگر اللہ نے چاہا تو تم سب کے سب قطعی طور پر انتہائی امن و امان کے ساتھ اس حالت میں کہ تم اپنے سروں کو منڈوائے ہوئے ہوں گے یا اپنے ناخنوں کو کٹوائے ہوئے مسجد الحرام میں داخل ہوں گے اور کسی شخص سے تمھیں کوئی

خوف نہیں ہوگا"۔

کتاب الخصال میں ہے: حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: عورتوں پر اذان نہیں ہے۔ پھر آگے فرمایا: ان پر حلق بھی نہیں۔ ان کے لیے تقصیر ہے کہ وہ تھوڑے سے سر کے بال کٹوائیں۔

خیبر کے فتح کی نوید

فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا کی تفسیر میں علی بن ابراہیم لکھتے ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حدیبیہ سے لوٹے اور آپ کو خیبر کے فتح کی نوید سنائی گئی:

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ "وہ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اُسے ادیانِ عالم پر غلبہ عطا کرے"۔

اس سے مراد وہ امام ہے جس کو اللہ تعالیٰ تمام ادیان پر غلبہ عطا فرمائے گا تو وہ زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔

محمدؐ رسول اللہ اور اُن کے اصحاب کافروں پر سخت ہیں

اُصول کافی میں ہے، ایک طولانی حدیث ہے جس میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کرنے والوں کی تعریف کی گئی ہے۔ اس میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۡ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ښ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ

"محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور جو اُن کے ساتھ ہیں وہ کفار کے مقابلے میں سخت ہیں اور آپس میں مہربان ہیں۔ آپ انھیں ہمیشہ رکوع اور سجدے میں دیکھتے ہیں۔ وہ ہمیشہ اللہ کے فضل اور اُس کی رضا کی طلب کرتے ہیں۔ ان کی علامت ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر سے واضح ہے۔ یہ تعریف تو ان کی تورات میں ہے اور انجیل میں ان کی مثال یہ ہے"۔

ایک اور دوسرے مقام پر ان کے بارے میں فرمایا:

يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ

(سورۂ تحریم: ٨)

''اُس دن اللہ اپنے نبی کو رُسوا نہیں کرے گا اور نہ ہی ان لوگوں کو جو اُس کے ساتھ ایمان لائے ہیں۔ اُن کا نور ان کے آگے اور ان کے دائیں طرف دوڑ رہا ہوگا''۔

جنت کے دروازے پر لکھا ہے علیؑ رسولؐ اللہ کے بھائی ہیں

کتاب خصال میں ہے: جناب جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جنت کے دروازے پر لکھا ہے: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ محمد رسول الله علی اخو الرسول۔ ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور امام علی علیہ السلام رسولؐ اللہ کے بھائی ہیں''۔

یہ کلمات اس کائنات کی تخلیق سے دو ہزار سال قبل لکھے گئے۔

مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں

اُصول کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے حدیث مروی ہے، آپؑ فرماتے ہیں:

تواصلوا وتباروا وتراحموا وكونوا اخوة بررة كما امركم الله عزّوجلّ

''ایک دوسرے سے صلۂ رحمی کرو، نیکی اپناؤ اور ایک دوسرے پر رحم کرو۔ آپس میں نیک بھائی بن جاؤ کہ جس طرح تمھیں اللہ نے حکم دیا ہے''۔

ایک اور حدیث جس کے راوی ابوالمعز ہیں، نے کہا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: تمام مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ آپس میں تعلق جوڑنے میں ایک دوسرے پر مہربانی کرنے میں اور ضرورت مندوں کی ضرورتوں کے پورا کرنے میں بھرپور کوشش کریں اور اس طرح ہوجائیں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ''وہ آپس میں رحیم ہیں''۔

جب تم سے مومنین غائب ہوں تو تم ان کے پسِ پشت ان کو فائدہ دینے والے اور رحم کرنے والے ہوجاؤ اور ان کے امور کے بارے میں دل سوزی سے کام لیں جیسا کہ رسولؐ اللہ کے زمانے میں انصار تھے۔

کتاب من لا یحضرہ الفقیہ اور روضۃ الواعظین مفید میں آیا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے اس

فرمان: سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا: اس سے مراد ہے: نماز کے لیے شب بیداری کرنا۔ جب انسان نماز کے لیے شب بیداری کرتا ہے تو اس کے آثار دن کو ان کے چہروں سے نمایاں ہوتے ہیں۔

امام علی علیہ السلام و لوائے حمد

امالی شیخ الطائفہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کے اس قول وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا کے بارے میں پوچھا گیا: "خدا نے ان میں سے اُن لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں اور عملِ صالح انجام دیے ہیں بخشش اور اجرِ عظیم کا وعدہ فرمایا ہے"۔

آپؐ نے فرمایا: قیامت کا دن ہوگا، نورِ انور سے لوائے حمد لایا جائے گا۔ اس وقت ندا بلند ہوگی کہ مومنین کے سردار اور جو اس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے والے تھے، وہ کھڑے ہو جائیں۔ اس وقت امام علی ابن ابی طالب علیہ السلام کھڑے ہوں گے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ آپ کو نورِ ابیض کا لواءِ حمد عطا کرے گا۔ وہ آپؑ اپنے ہاتھ میں لیں گے تو مہاجرین و انصار میں سے تمام سابقین و اوّلین لواءِ حمد کے نیچے جمع ہوں گے۔ کوئی غیر ان کے ساتھ مخلوط نہیں ہوگا۔ یہاں تک کہ آپؑ منبر پر بیٹھیں گے تو آپؑ کے سامنے ہر ایک کو ایک ایک کر کے پیش کیا جائے گا اور اُنھیں ان کا اجر اور نور دیا جائے گا۔ جب ان کا آخری آدمی اپنا اجر لے لے گا تو اُن سے کہا جائے گا: اے اہلِ ایمان! تم نے جنت میں اپنی منازل دیکھ لی ہیں۔ تمھارا رب تم سے کلام کر رہا ہے، تمھارے لیے مغفرت اور عظیم الشان اجر ہے، یعنی جنت ہے۔

اُس وقت امام علی بن ابی طالب علیہ السلام کھڑے ہوں گے اور جو لوگ لواءِ حمد کے نیچے جمع ہوں گے وہ بھی اُنھیں گے اور جنت میں داخل ہوں گے۔ پھر آپ منبر کی طرف آئیں گے اور تمام مومنین کو پھر ایک ایک کر کے لایا جائے گا اور ان میں سے ہر ایک جنت کا حصہ لے گا اور باقی لوگوں کو جہنم کے حوالے کر دیا جائے گا۔ حدیث طولانی ہے۔ ہم نے اس سے اپنے مقصد کی بات لی ہے۔

سُورَةُ الحُجُرٰتِ

سورة الحجرات مدينة آياتها ١٨ ركوعاتها ٢

''سورۂ حجرات مدینہ میں نازل ہوئی۔ اس کی اٹھارہ آیات اور دو رکوع ہیں''۔

سورۂ حجرات کے فضائل

ثوابِ تلاوت کی فضیلت

کتاب ثواب الاعمال میں ہے:

من قرأ سورة الحجرات في كل ليلة او في كل يوم كان من زوار محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

"جو شخص سورۂ حجرات کو ہر رات یا ہر دن پڑھے گا وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زائرین میں سے ہوگا"۔

تفسیر مجمع البیان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے، آپؐ نے فرمایا:

ومن قرأ سورة الحجرات اعطى من الاجر عشر حسنات بعدد كل من اطاع الله ورسوله ومن عصاه

"جو شخص سورۂ حجرات کو پڑھے گا اُسے ان تمام افراد کی تعداد کے برابر، جنھوں نے خدا کی اطاعت کی ہے یا نافرمانی کی ہے، دس نیکیاں دی جائیں گی۔

سورۂ حجرات کے مضامین

① اس سورہ میں اسلامی آداب واحکام کی تربیت دی گئی ہے۔

② کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنی رائے کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر مقدم رکھے۔

③ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز پر کسی آواز کو بلند کرنے کی ممانعت قرار دی گئی ہے۔

④ اگر کوئی فاسق وفاجر کوئی خبر دے تو اس کی تحقیق کا حکم دیا گیا ہے۔

⑤ اگر مسلمانوں کے دو گروپ آپس میں لڑ پڑیں تو باغی گروہ سے جنگ کرنے کے احکام۔

⑥ غیبت کی مذمت

⑦ معیارِ فضیلت تقویٰ ہے۔

⑧ ایمان کا معیار کیا ہے؟

⑨ اللہ پر احسان جتلانے کی ممانعت۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ
وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿١﴾ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا
تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ
كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا
تَشْعُرُوْنَ ﴿٢﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ
عَظِيْمٌ ﴿٣﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا
يَعْقِلُوْنَ ﴿٤﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ
ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٥﴾ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ
فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًاۢ بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى
مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ﴿٦﴾ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ؕ لَوْ يُطِيْعُكُمْ
فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ

وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۝ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ وَاِنْ طَاۗىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَي الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْۗءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَاۗءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن و رحیم ہے

"اے صاحبانِ ایمان! اللہ اور اُس کے رسولؐ سے کسی چیز میں آگے نہ بڑھو۔ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، بے شک خدا سننے والا اور جاننے والا ہے۔

اے صاحبانِ ایمان! تم اپنی آوازوں کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سے بلند نہ کیا کرو اور نبی کے ساتھ اُونچی آواز سے بات نہ کرو، جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے اُونچی آواز میں بات کرتے ہو کہ کہیں تمھارے اعمال حبط ہو جائیں اور تمھیں خبر بھی نہ ہو۔

جو لوگ اللہ کے رسول کے سامنے دھیمے انداز میں بات کرتے ہیں بلاشبہ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دل اللہ نے تقویٰ کے لیے آزما لیے ہیں، ان کے لیے بخشش اور اجرِ عظیم ہے۔ جو لوگ آپ کو حجروں کے پیچھے سے پکارتے ہیں بلاشبہ ان میں سے اکثر عقل سے کورے ہیں۔

اور اگر یہ لوگ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ ان کی طرف (گھر) سے باہر آجاتے تو ان کے لیے بہتر تھا اور اللہ بہت زیادہ معاف کرنے والا خوب رحم کرنے والا ہے۔

اے صاحبانِ ایمان! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تم تحقیق کر لیا کرو کہ کہیں (ایسا نہ ہو) کہ لاعلمی میں تم کسی قوم کو نقصان پہنچا دو پھر تمہیں اپنے کیے پر نادم ہونا پڑے۔

اور تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کے رسول تمہارے درمیان موجود ہیں۔ اگر بہت سے معاملات میں تمہاری بات تسلیم کر لیں تو تم خود مشکل میں پڑ جاؤ گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ایمان کو تمہارے لیے محبوب بنا دیا اور اُسے تمہارے قلوب میں زینت دے دی۔ کفر اور فسق اور نافرمانی کو تمہارے نزدیک ناپسندیدہ بنا دیا۔ یہی لوگ ہیں جو راہِ راست پر ہیں۔ یہ اللہ کی طرف سے اس کا فضل ہے اور اس کی نعمت ہے اور اللہ خوب جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

اور اگر مومنین کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرا دو۔ پھر اگر ان دونوں میں سے ایک دوسرے فریق پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔ پھر اگر وہ لوٹ آئے تو ان کے درمیان عدل کو سامنے رکھتے ہوئے صلح کرا دو اور انصاف کرو۔ یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

قبائل اوس وخزرج کی اہمیت

جنابِ زرارہؒ نے حضرت امام باقر علیہ السلام سے روایت کی کہ آپؑ نے فرمایا: جب تک اللہ تعالیٰ نے یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کو نازل نہیں فرمایا اور اوس وخزرج اس وقت اسلام میں دشمن پر تلوار نہیں سونتی گئی اور نہ باجماعت نماز قائم کی گئی اور نہ دشمن کی طرف چڑھائی کی گئی اور نہ بلند آواز کے ساتھ اذان دی گئی۔

بارگاہِ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آداب

یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ① کی تفسیر میں علی بن ابراہیم نے لکھا ہے کہ یہ آیت بنوتمیم کے لیے نازل ہوئی۔ جب یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف وفد بنا کر آئے

خدا کا شکر ہے اور اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ......

کتاب معانی الاخبار میں زید شحام سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا:

الرفث والفسوق والجدال سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا رفث سے مراد جماع ہے، فسوق سے مراد جھوٹ ہے۔ کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ

"اے ایمان والو! اگر فاسق تمھارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو اس کے بارے میں تحقیق کر لیا کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ لاعلمی میں کسی گروہ کو نقصان پہنچا دو"۔

اور اب رہی بات "جدال" کی، کم از کم جدال یہ ہے کہ جب کوئی آدمی دوسرے سے کہے: لا واللہ! وبلی واللہ "نہیں اللہ کی قسم! جی ہاں اللہ کی قسم! یا ایک آدمی دوسرے کو گالیاں دے"۔

اللہ نے کفر وفسق وگناہ کو قابلِ نفرت قرار دیا ہے

وَ كَرَّهَ اِلَیْكُمُ الْكُفْرَ وَ الْفُسُوْقَ

"اللہ نے کفر وفسق وگناہ کو تمھارے لیے قابلِ نفرت قرار دیا ہے"۔

علی بن ابراہیم نے اپنے اسناد سے یہ روایت اپنی تفسیر میں نقل کی ہے کہ فضل بن یسار نے حضرت امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: کیا حب اور بغض ایمان میں سے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: هل الایمان الا الحب والبغض "نہیں ہے ایمان مگر اس میں حب بھی ہے اور بغض بھی ہے"۔

پھر آپؑ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

حَبَّبَ اِلَیْكُمُ الْاِیْمَانَ وَ زَیَّنَهٗ فِیْ قُلُوْبِكُمْ وَ كَرَّهَ اِلَیْكُمُ الْكُفْرَ وَ الْفُسُوْقَ وَ الْعِصْیَانَ ؕ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۙ

"اللہ تعالیٰ نے ایمان کو تمھارے لیے محبوب بنا دیا اور اُسے تمھارے قلوب میں زینت دے دی۔ کفر اور فسق اور نافرمانی کو تمھارے نزدیک ناپسندیدہ بنا دیا۔ یہی لوگ ہیں جو راہِ راست پر ہیں"۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے زیاد سے فرمایا: اے زیاد! تجھ پر افسوس ہے، دین صرف محبت کا نام ہے۔ کیا تو نے

اے صاحبانِ ایمان! اگر کوئی فاسق تمھارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تم تحقیق کر لیا کرو کہ کہیں (ایسا نہ ہو) کہ لاعلمی میں تم کسی قوم کو نقصان پہنچا دو پھر تمھیں اپنے کیے پر نادم ہونا پڑے۔

اور تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کے رسول تمھارے درمیان موجود ہیں۔ اگر بہت سے معاملات میں تمھاری بات تسلیم کر لیں تو تم خود مشکل میں پڑ جاؤ گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ایمان کو تمھارے لیے محبوب بنا دیا اور اُسے تمھارے قلوب میں زینت دے دی۔ کفر اور فسق اور نافرمانی کو تمھارے نزدیک ناپسندیدہ بنا دیا۔ یہی لوگ ہیں جو راہِ راست پر ہیں۔ یہ اللہ کی طرف سے اس کا فضل ہے اور اس کی نعمت ہے اور اللہ خوب جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

اور اگر مومنین کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرا دو۔ پھر اگر ان دونوں میں سے ایک دوسرے فریق پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔ پھر اگر وہ لوٹ آئے تو ان کے درمیان عدل کو سامنے رکھتے ہوئے صلح کرا دو اور انصاف کرو۔ یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

قبائل اوس وخزرج کی اہمیت

جنابِ زرارہؓ نے حضرت امام باقر علیہ السلام سے روایت کی کہ آپؑ نے فرمایا: جب تک اللہ تعالیٰ نے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کو نازل نہیں فرمایا اور اوس وخزرج اس وقت اسلام میں دشمن پر تلوار نہیں سونتی گئی اور نہ باجماعت نماز قائم کی گئی اور نہ دشمن کی طرف چڑھائی کی گئی اور نہ بلند آواز کے ساتھ اذان دی گئی۔

بارگاہِ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آداب

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ① کی تفسیر میں علی بن ابراہیم نے لکھا ہے کہ یہ آیت بنوتمیم کے لیے نازل ہوئی۔ جب یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف وفد بنا کر آئے

خدا کا شکر ہے اور اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنۡ جَآءَکُمۡ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ......

کتاب معانی الاخبار میں زید شحام سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا:
الرفث والفسوق والجدال سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا رفث سے مراد جماع ہے، فسوق سے مراد جھوٹ ہے۔ کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنۡ جَآءَکُمۡ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوۡۤا اَنۡ تُصِیۡبُوۡا قَوۡمًۢا بِجَهَالَةٍ

"اے ایمان والو! اگر فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو اس کے بارے میں تحقیق کر لیا کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ لاعلمی میں کسی گروہ کو نقصان پہنچا دو"۔

اور اب رہی بات "جدال" کی، کم از کم جدال یہ ہے کہ جب کوئی آدمی دوسرے سے کہے: لا واللہ! وبلی واللہ
"نہیں اللہ کی قسم! جی ہاں اللہ کی قسم! یا ایک آدمی دوسرے کو گالیاں دے"۔

اللہ نے کفر و فسق و گناہ کو قابلِ نفرت قرار دیا ہے

وَ کَرَّهَ اِلَیۡکُمُ الۡکُفۡرَ وَ الۡفُسُوۡقَ

"اللہ نے کفر و فسق و گناہ کو تمہارے لیے قابلِ نفرت قرار دیا ہے"۔

علی بن ابراہیم نے اپنے اسناد سے یہ روایت اپنی تفسیر میں نقل کی ہے کہ فضل بن یسار نے حضرت امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: کیا حُب اور بغض ایمان میں سے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: هل الایمان الا الحب والبغض "نہیں ہے ایمان مگر اس میں حُب بھی ہے اور بغض بھی ہے"۔
پھر آپؑ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

حَبَّبَ اِلَیۡکُمُ الۡاِیۡمَانَ وَ زَیَّنَهٗ فِیۡ قُلُوۡبِکُمۡ وَ کَرَّهَ اِلَیۡکُمُ الۡکُفۡرَ وَ الۡفُسُوۡقَ وَ الۡعِصۡیَانَ ؕ اُولٰٓئِکَ هُمُ الرّٰشِدُوۡنَ ۙ

"اللہ تعالیٰ نے ایمان کو تمہارے لیے محبوب بنا دیا اور اُسے تمہارے قلوب میں زینت دے دی۔ کفر اور فسق اور نافرمانی کو تمہارے نزدیک ناپسندیدہ بنا دیا۔ یہی لوگ ہیں جو راہِ راست پر ہیں"۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے زیاد سے فرمایا: اے زیاد! تجھ پر افسوس ہے، دین صرف محبت کا نام ہے۔ کیا تو نے

اے صاحبانِ ایمان! اگر کوئی فاسق تمھارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تم تحقیق کر لیا کرو کہ کہیں (ایسا نہ ہو) کہ لاعلمی میں تم کسی قوم کو نقصان پہنچا دو پھر تمھیں اپنے کیے پر نادم ہونا پڑے۔

اور تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کے رسول تمھارے درمیان موجود ہیں۔ اگر بہت سے معاملات میں تمھاری بات تسلیم کر لیں تو تم خود مشکل میں پڑ جاؤ گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ایمان کو تمھارے لیے محبوب بنا دیا اور اُسے تمھارے قلوب میں زینت دے دی۔ کفر اور فسق اور نافرمانی کو تمھارے نزدیک ناپسندیدہ بنا دیا۔ یہی لوگ ہیں جو راہِ راست پر ہیں۔ یہ اللہ کی طرف سے اس کا فضل ہے اور اس کی نعمت ہے اور اللہ خوب جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

اور اگر مومنین کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرا دو۔ پھر اگر ان دونوں میں سے ایک دوسرے فریق پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔ پھر اگر وہ لوٹ آئے تو ان کے درمیان عدل کو سامنے رکھتے ہوئے صلح کرا دو اور انصاف کرو۔ یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

قبائل اوس و خزرج کی اہمیت

جنابِ زرارہؓ نے حضرت امام باقر علیہ السلام سے روایت کی کہ آپؑ نے فرمایا: جب تک اللہ تعالیٰ نے يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کو نازل نہیں فرمایا اور اوس و خزرج اس وقت اسلام میں دشمن پر تلوار نہیں سونتی گئی اور نہ باجماعت نماز قائم کی گئی اور نہ دشمن کی طرف چڑھائی کی گئی اور نہ بلند آواز کے ساتھ اذان دی گئی۔

بارگاہِ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آداب

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ کی تفسیر میں علی بن ابراہیم نے لکھا ہے کہ یہ آیت بنو تمیم کے لیے نازل ہوئی۔ جب یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف وفد بنا کر آئے

تو انھوں نے آپؐ کے حجروں کے پیچھے سے بلند آواز کے ساتھ پکار پکار کر کہنا شروع کر دیا: یامحمد اخرج النباء "اے محمدؐ! باہر آئیے"۔

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلتے تو یہ لوگ آپؐ کے آگے آگے چلنا شروع کر دیتے، اس لیے اللہ نے انھیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت وعظمت کی خاطر آگے چلنے سے روک دیا۔

ایک اور روایت کا مضمون یہ ہے کہ آپؐ کے ساتھ جب یہ لوگ گفتگو کرتے تو اپنی آواز کو آپ کی آواز پر بلند کرتے تھے۔ دورانِ گفتگو بلند آواز کے ساتھ کہتے: اے محمدؐ! آپ فلاں چیز کے بارے میں کیا کہیں گے اور آپؐ سے اس طرح گفتگو کرتے جس طرح وہ آپس میں کیا کرتے تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ فرمان نازل فرمایا:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ

"اے صاحبانِ ایمان! اللہ اور اُس کے رسولؐ سے کسی چیز میں ان کے آگے نہ بڑھو"۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ثابت بن قیس نے یہ خیال کہ یہ آیت اس کے بارے میں نازل ہوئی ہے کیونکہ وہ زور زور سے باتیں کرتا ہے تو اُس نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! یہ آیت نازل ہوئی ہے اور میں بلند آواز کے ساتھ بات کرتا ہوں۔ مجھے خوف ہے کہ شاید میرے تمام اعمال حبط ہو گئے ہیں تو اس کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لست هناك انك لعيش بخير و تموت بخير وانك من اهل الجنة

"نہیں تو ان لوگوں میں سے نہیں ہے، تیری زندگی اور موت خیر پر ہیں اور تو اہلِ جنت میں سے ہے"۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس آواز بلند نہیں کرنی چاہیے

اُصولِ کافی میں ایک حدیث میں اس واقعہ کے بارے میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: جب حضرت امام حسن علیہ السلام کی شہادت ہوئی تو انھیں جوارِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حضرت امام حسین علیہ السلام نے دفن کرنا چاہا تو حضرت عائشہ اس امر میں آڑے آئیں اور ان کی طرف سے روضہ رسولؐ پر چیخ و پکار بلند کی گئی۔ اس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام نے قرآنِ مجید کی اسی آیت کی تلاوت فرمائی: يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ ...... "اے صاحبانِ ایمان! تم اپنی آوازوں کو پیغمبرؐ کی آواز سے بلند نہ کیا کرو اور نبیؐ کے ساتھ اُونچی آواز میں بات کرتے ہو......" اور اس سے استدلال کیا

تھا اور رسول خدا ﷺ سے یہ جملہ نقل فرمایا:

ان اللہ حرم من المؤمنین امواتاً ما حرم منھم احیاناً

"اللہ نے مومنین کے لیے جو کچھ ان کی زندگی میں حرام کیا ہے وہی کچھ ان کی وفات کے بعد بھی حرام کیا ہے"۔

فاسقوں کی خبر پر عمل نہ کرو

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًاۢ بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۝

"اے صاحبانِ ایمان! اگر کوئی فاسق تمھارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تم تحقیق کر لیا کرو کہ کہیں (ایسا نہ ہو) کہ لاعلمی میں تم کسی قوم کو نقصان پہنچا دو پھر تمھیں اپنے کیے پر نادم ہونا پڑے"۔

علی بن ابراہیم نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ جناب ماریہ قبطیہ زوجۂ پیغمبرؐ (والدہ جناب ابراہیمؑ) کے بارے میں نازل ہوئی ہے کیونکہ کچھ لوگوں نے پیغمبر ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ ماریہ کا ایک چچازاد بھائی ہے جو کبھی کبھی اُس کے پاس آتا ہے اور ان دونوں کے درمیان غیر مشروع تعلقات ہیں۔

پیغمبر اکرم ﷺ نے حضرت علی علیہ السلام کو بلایا اور فرمایا: یہ تلوار لو! اور اگر جُریح قبطی کو اس کے پاس پاؤ تو اُسے قتل کر کے اس کا سر میرے پاس لے آؤ۔

جناب امیر المومنین امام علی علیہ السلام نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! کیا مجھے گرم کیے سکے کی طرح مامور کر دیا گیا ہے کہ آپؐ کے حکم کی فوراً تعمیل کروں یا تحقیق کر کے اپنی ذمہ داری کو نبھاؤں؟

آپؐ نے فرمایا: بلکہ میرے فرمان کی اس بنیاد پر تعمیل کرو کہ حاضر اس چیز کو دیکھتا ہے جسے غائب نہیں دیکھتا۔

حضرت امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں: میں نے تلوار اپنی کمر سے باندھی اور اس کی طرف آیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ ماریہ کے پاس ہے۔ میں نے تلوار کھینچی تو وہ بھاگ کھڑا ہوا اور ایک کھجور کے درخت پر چڑھ گیا۔ بعدازیں اس نے اپنے آپ کو کھجور سے نیچے گرا دیا۔ اس دوران اس کا پیراہن اُوپر کو اُٹھ گیا تو معلوم ہوا کہ وہ تو سرے سے عضوِ تناسل رکھتا ہی نہیں ہے۔

میں پیغمبر اکرم ﷺ کی بارگاہ میں پہنچا اور ساری تفصیلات بیان کیں تو پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا:

خدا کا شکر ہے اور اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: یَاۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنۡ جَآءَکُمۡ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ......

کتاب معانی الاخبار میں زید شحام سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا:

الرفث والفسوق والجدال سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا رفث سے مراد جماع ہے، فسوق سے مراد جھوٹ ہے۔ کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا:

یَاۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنۡ جَآءَکُمۡ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوۡۤا اَنۡ تُصِیۡبُوۡا قَوۡمًۢا بِجَهَالَةٍ

"اے ایمان والو! اگر فاسق تمھارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو اس کے بارے میں تحقیق کر لیا کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ لاعلمی میں کسی گروہ کو نقصان پہنچا دو"۔

اور اب رہی بات "جدال" کی، کم از کم جدال یہ ہے کہ جب کوئی آدمی دوسرے سے کہے: لا واللّٰه! وبلی واللّٰه "نہیں اللہ کی قسم! جی ہاں اللہ کی قسم! یا ایک آدمی دوسرے کو گالیاں دے"۔

اللہ نے کفر و فسق و گناہ کو قابلِ نفرت قرار دیا ہے

وَ کَرَّهَ اِلَیۡکُمُ الۡکُفۡرَ وَ الۡفُسُوۡقَ

"اللہ نے کفر و فسق و گناہ کو تمھارے لیے قابلِ نفرت قرار دیا ہے"۔

علی بن ابراہیم نے اپنے اسناد سے یہ روایت اپنی تفسیر میں نقل کی ہے کہ فضل بن یسار نے حضرت امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: کیا حُب اور بغض ایمان میں سے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: هل الایمان الا الحب والبغض "نہیں ہے ایمان مگر اس میں حُب بھی ہے اور بغض بھی ہے"۔

پھر آپؑ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

حَبَّبَ اِلَیۡکُمُ الۡاِیۡمَانَ وَ زَیَّنَهٗ فِیۡ قُلُوۡبِکُمۡ وَ کَرَّهَ اِلَیۡکُمُ الۡکُفۡرَ وَ الۡفُسُوۡقَ وَ الۡعِصۡیَانَ ؕ اُولٰٓئِکَ هُمُ الرّٰشِدُوۡنَ ۙ

"اللہ تعالیٰ نے ایمان کو تمھارے لیے محبوب بنا دیا اور اُسے تمھارے قلوب میں زینت دے دی۔ کفر اور فسق اور نافرمانی کو تمھارے نزدیک ناپسندیدہ بنا دیا۔ یہی لوگ ہیں جو راہِ راست پر ہیں"۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے زیاد سے فرمایا: اے زیاد! تجھ پر افسوس ہے، دین صرف محبت کا نام ہے۔ کیا تو نے

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں پڑھا:

إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ (سورہ آل عمران:۳۱)

"اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمھارے تمام گناہ معاف فرمادے گا"۔

علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان تو نے نہیں دیکھا جو اللہ نے اپنے نبی کے لیے فرمایا:

حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ

"لیکن خدا نے تمھارے لیے ایمان کو محبوب قرار دیا ہے اور تمھارے دلوں میں زینت بخشی ہے"۔

اور فرمایا:

يحبون من هاجر اليهم

"وہ محبت کرتے ہیں جس نے ان کی طرف ہجرت کی"۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:

الدين هو الحب والحب هو الدين

"دین محبت ہے اور محبت دین ہے"۔

اسلامی بھائی چارے کی اہمیت

اُصولِ کافی میں ہے کہ ایک آدمی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں جناب امیر المومنین علی علیہ السلام کی جنگوں کے بارے میں پوچھا: پوچھنے والا اپنے لوگوں میں سے تھا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پانچ تلواروں کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ اُن میں سے تین تلواریں نیام سے باہر تھیں۔ ان کو نیام میں اس وقت تک نہیں ڈالا جائے گا، جب تک جنگ کے شعلے فرو نہ ہو جاتے اور جنگ اس وقت تک بند نہیں ہوتی تھی جب تک سورج اپنے مغرب سے طلوع نہ کرے گا۔ جس دن سورج اپنے مغرب سے طلوع کرے گا تو اس دن تمام لوگ امن وامان میں داخل ہو جائیں گے۔

......فيومئذ لا ينفع النفس ايمانها لم تكن آمنت من قبل او كسبت في ايمانها

"خبردار! ان میں سے ایک تلوار مکفوف ہے اور ایک وہ ہے جو نیام میں ہے"۔

اب ان میں سے جو مکفوف تلوار ہے وہ دین کے باغیوں اور اہل تاویل پر چلنے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَاِنْ طَآىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰى تَفِیْٓءَ اِلٰۤى اَمْرِ اللّٰهِ

"جس وقت مومنین کے دو گروہ آپس میں نزاع اور جنگ کریں تو ان کے درمیان صلح کرا دیا کرو اور اگر ان میں سے ایک دوسرے پر تجاوز کرے تو جس نے تجاوز کیا ہے تو تم بھی اس کے ساتھ جنگ کرو یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف پلٹ آئے"۔

جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ایک وہ ہے جو میرے بعد تاویل پر جنگ کرے گا کہ جس طرح میں نے تنزیل پر جنگ کی۔

آپؐ سے پوچھا گیا: وہ کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا: وہ خاصف النعل ہے یعنی امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ ہیں۔

جناب عمار بن یاسرؓ نے کہا: میں نے اس پرچم کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمراہی میں تین دفعہ جنگ کی اور یہ چوتھی دفعہ جنگ ہے، بخدا! اگر وہ ہمیں اتنا ماریں کہ ہجر① تک پہنچ جائیں۔ ہمیں یقین ہے کہ ہم حق پر ہیں اور وہ باطل پر ہیں۔

حضرت امام علی علیہ السلام کا جنگوں میں وہی طریقہ رہا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تھا۔ آپ نے اہل مکہ کو قیدی نہیں بنایا تھا اور آپؐ نے فرمایا تھا: جو اپنے گھر کا دروازہ بند کردے وہ امن میں ہے، جو اپنا اسلحہ ڈال دے وہ امن میں ہے۔ اسی طرح جناب امیر المومنین علیہ السلام نے بصرہ میں کہا تھا۔ آپؑ نے فرمایا تھا: اُن کی ذریت کو قیدی نہ بناؤ، زخمیوں سے ہاتھ اُٹھا دو، بھاگنے والوں کا تعاقب نہ کرو۔ جو گھر کا دروازہ بند کردے اور اپنا اسلحہ پھینک دے وہ امن میں ہے۔

من لا یحضرہ الفقیہ میں حفص بن غیاث سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام صادق علیہ السلام سے پوچھا: مومنین کے دو گروہوں میں سے ایک گروہ نے دوسرے گروہ پر بغاوت کردی اور دوسرا گروہ عادل تھا۔ جنگ ہوئی، اس جنگ میں ایک عراقی مارا گیا اور اس کو قتل کرنے والا اُس کا باپ تھا یا بیٹا تھا یا دوست اور مقتول باغیوں میں سے تھا۔ قتل کرنے والا اس کا وارث تھا۔ اب وہ وارث بنے گا؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں کیونکہ اُس نے حق پر قتل کیا ہے۔

---

① ہجر یمن کے ایک شہر کا نام ہے اس لیے ہجر کا نام لیا گیا کیونکہ وہ ان کے مرکز سے بہت دُور تھا۔

اُصول کافی میں جناب جابر جعفی سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے حضور عرض کیا: میں آپؑ پر قربان جاؤں، بعض اوقات میں بغیر کسی ظاہری پریشانی کے محزون ہوجاتا ہوں، یا میری حالت کچھ اس طرح ہوجاتی ہے کہ میرے گھر والے اور دوست میرے چہرے سے میری پریشانی کو جان لیتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: اے جابر! اللہ تعالیٰ نے تمام مومنین کو جنت کی مٹی سے پیدا فرمایا اور ان میں جنت کی ریح سے روح پھونکا۔ اس لیے مومن اپنے باپ اور ماں کی طرف سے دوسرے مومن کا بھائی ہوتا ہے۔ جب ان روحوں میں سے روح ان کی اولاد کے اجسام میں آتی ہے تو ان میں سے کوئی محزون ہوتا ہے تو ان کی وجہ سے یہ بھی محزون ہوجاتا ہے۔

جناب ابوبصیرؓ کی روایت ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا:

المؤمن اخو المؤمن كالجسد الواحد ، ان اشتكى شيئًا منه وجد الم في ساير جسده وارواحهما من روح واحدة وان روح المؤمن لاشد اتصالا بروح الله من اتصال شعاع الشمس بها

''مومن مومن کا بھائی ہے اور وہ جسدِ واحد کی طرح ہیں۔ اگر بدن میں کسی مقام پر کوئی تکلیف ہوجائے تو پورا جسم اس درد کو محسوس کرتا ہے کیونکہ ان سب کے اَرواح کی تخلیق ایک روح سے کی گئی ہے۔ مومن کی روح اللہ کی روح کے ساتھ اس سے زیادہ اتصال میں شدت رکھتی ہے جس طرح سورج کی شعاع سورج سے اتصال رکھتی ہے۔

حارث بن مغیرہ سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

المسلم اخو المسلم ، هو عينه ومراته لايخونه ولا يخدعه ولا يظلمه ولا يكذبه ولا يغتابه

''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے وہ اس کی آنکھ ہے، وہ اس کے لیے آئینہ ہے، نہ تو وہ اس سے خیانت کرتا ہے اور نہ اُسے دھوکا دیتا ہے اور نہ اُس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اُس سے جھوٹ بولتا ہے''۔

جمیل نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ میں نے امامؑ سے سنا:

المومنون خدم بعضهم لبعض قلت: وكيف يكونون خدماً بعضهم لبعض؟ قال: يفيد بعضهم بعضاً......

''تمام مومنین ایک دوسرے کے خدمت گار ہیں۔ میں نے عرض کیا: وہ کیسے ایک دوسرے کے

خدمت گار ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: بعض بعض کو فائدہ پہنچاتے ہیں اس لیے وہ ایک دوسرے کے خدمت گار ہیں"۔

فضل بن یسار سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا: کچھ مسلمان سفر کر رہے تھے۔ دوران سفر راستہ کھو بیٹھے تو انھیں شدید پیاس لگی کہ انھیں اپنی موت قریب نظر آئی۔ کفن پہن لیے اور ایک درخت کی طرف چل پڑے۔ تو اس وقت اچانک ان کے پاس ایک بزرگ آدمی آیا جو سفید کپڑے میں ملبوس تھا۔ اُس نے ان سے کہا: اُٹھیے اور پانی پیجیے۔ پس وہ اُٹھے اور پانی سیر ہو کر پیا۔ انھوں نے اس سے پوچھا۔ تم کون ہو؟ اس نے کہا: میں ان جنوں میں سے ایک جن ہوں، جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت کی تھی۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا تھا کہ آپؐ نے فرمایا: مومن مومن کا بھائی ہے وہ اس کے لیے آنکھ ہے وہ اس کا رہبر ہے۔

مومن اللہ کے نور سے دیکھتا ہے

بصائر الدرجات میں ہے کہ معاویہ بن عمار نے کہا: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: میں آپؑ پر قربان جاؤں میں نے آپؑ سے یہ حدیث سنی ہے اس کی تفسیر کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ کیا حدیث ہے؟

میں نے کہا: ان المؤمن ینظر بنور اللہ۔

آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمام مومنین کو اپنے نور سے تخلیق کیا اور اپنی رحمت سے انھیں مزین فرمایا اور ان سے ہماری ولایت کا عہد لیا۔ مومن مومن کا اپنے والد اور والدہ کی طرف سے بھائی ہے، نور اس کا باپ ہے، رحمت اس کی ماں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ جب دیکھتا ہے تو اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

مجمع البیان میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

> المسلم اخو المسلم لا یظلم ولا یسلبه ، من کان فی حاجته اخیه کان الله فی حاجته ومن فرج عن مسلم کربةً فرج الله عز کربة من کرب یوم القیامة ومن ستر مسلماً یستره الله یوم القیامة

""مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ وہ اپنے بھائی پر ظلم نہیں کرتا، نہ اُس کی کوئی چیز سلب کرتا ہے۔ جس

نے اپنے برادر کی حاجت روائی کی تو اللہ اس کی حاجت روائی کرے گا اور جس نے اپنے مسلمان بھائی کی مصیبت میں مدد کی تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی مصیبت دُور فرمائے گا اور جس نے مسلمان بھائی کے عیبوں پر پردہ ڈالا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عیبوں پر پردہ ڈالے گا۔

(بخاری اور مسلم نے بھی اس حدیث کو نقل کیا ہے)۔

رسول اکرم ﷺ نے جناب امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کو وصیت فرماتے ہوئے کہا: ایک میل چلو اور مریض کی عیادت کرو، تشییع جنازہ کے لیے دو میل پیدل چلنا پڑے تو چلو۔ کوئی دعوت کرے تو اس کے لیے تین میل پیدل چلنا پڑے تو چلو۔ اگر اللہ کے لیے اپنے برادر ایمانی کی زیارت کے لیے چار میل چلنا پڑے تو چلو۔ ایک غمزدہ کی دعوت پر پانچ میل چلنا پڑے تو چلو، مظلوم کی مدد کے لیے چھے میل پیدل جانا پڑے تو جاؤ۔ آپ پر استغفار بھی لازم ہے۔

اُصول کافی میں ہے: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: لوگوں کے درمیان صلح صفائی کرنا ایسا صدقہ ہے جو اللہ کو محبوب ہے۔ جب لوگ ناراضگی کی وجہ سے ایک دوسرے سے دُور ہو جائیں ان کو قریب کرنا اور ان کی ناراضگی دُور کرنا بھی صدقہ ہے جسے اللہ پسند کرتا ہے۔

صلح کرانا عظیم کام ہے

آپ علیہ السلام نے ایک اور مقام پر فرمایا: اگر دو بھائیوں کے درمیان صلح کرا دی جائے تو مجھے دو دینار صدقہ دینے سے زیادہ محبوب ہے۔

جناب مفضل فرماتے ہیں: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھے حکم دیا: جہاں پر تم ہمارے ماننے والوں کے درمیان تنازع دیکھو تو میرے مال میں سے خرچ کر کے ان میں صلح کرا دو۔

ابوحنیفہ سائق الحاج کا کہنا ہے: ایک مرتبہ میرا اپنے داماد کے ساتھ میراث کے معاملے میں جھگڑا ہو گیا تھا۔ ہم آپس میں اس معاملے میں جھگڑ رہے تھے کہ مفضل راستہ چلتے ہوئے ہمارے پاس سے گزرے۔ ہمارا یہ معاملہ دیکھ کر ایک لمحہ ٹھہر گئے۔ پھر اس نے ہمیں کہا: تم میرے گھر آؤ۔ ہم اس کے گھر گئے۔ اس نے ہمارے درمیان چار سو درہم کے ذریعے صلح کرا دی جو اس نے ہمیں اپنی طرف سے دیے تھے اور ہم دونوں سے ایک دوسرے کے لیے وثیقہ لے لیا۔ اس کے بعد کہا: یہ مال جو میں نے تمھیں دیا ہے جس کی بنا پر تمھارے درمیان صلح ہوئی ہے یہ مال میرا نہیں تھا۔ مجھے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے

حکم دے رکھا ہے کہ ہمارے ماننے والے جب آپس میں کسی معاملے میں جھگڑا کر رہے ہوں تو اس مال کے ذریعے ان میں صلح کرا دینا۔ یہ مال حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ہے۔

معاویہ بن عمار نے کہا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا:

المصلح لیس بکاذب "دو آدمیوں کے درمیان صلح کرانے والا جھوٹا نہیں ہوتا"۔ (صلح کرانے کے لیے اگر مصلح واقعہ کے مطابق بات نہیں کر رہا تو پھر بھی وہ جھوٹا نہیں ہوتا)۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿۱۰﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّن نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۖ وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ ۖ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ ۚ وَمَن لَّمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿۱۱﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ ۖ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا ۚ أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ ﴿۱۲﴾ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴿۱۳﴾ قَالَتِ

الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا
يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا
يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَا
الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا
وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ
الصّٰدِقُوْنَ ﴿۱۵﴾ قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي
السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۶﴾ يَمُنُّوْنَ
عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ
يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ
يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾ ع

''مومنین ایک دوسرے کے بھائی ہیں لہٰذا دو بھائیوں کے درمیان صلح کرا دو اور اللہ سے ڈرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

اے ایمان والو! کوئی قوم کسی قوم سے تمسخر نہ کرے ممکن ہے کہ وہ لوگ اُن سے بہتر ہوں۔ اور نہ ہی عورتیں عورتوں کا مذاق اُڑائیں ممکن ہے کہ وہ اُن سے بہتر ہوں اور آپس میں ایک دوسرے پر عیب نہ لگایا کرو اور ایک دوسرے کو بُرے القاب سے یاد نہ کیا کرو۔ ایمان لانے کے بعد بُرائی سے نام لینا مناسب نہیں ہے اور جو لوگ اس سے نہیں رُکتے پس وہی لوگ

ظالم ہیں۔

اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ بعض گمان یقیناً گناہ ہیں اور تجسس سے بھی کام نہ لیا کرو اور تم میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کی غیبت نہ کرے۔ کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ وہ اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھائے۔ اس سے تم نفرت کرتے ہو اور اللہ سے ڈرو۔ اللہ یقیناً بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے، مہربان ہے۔

اے لوگو! ہم نے تمھیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا پھر تمھارے قبیلے اور کنبے بنا دیے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ لیکن تم میں سے زیادہ معزز اللہ کے نزدیک یقیناً وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ اللہ یقیناً علیم اور خبیر ہے۔

بادیہ نشین عربوں نے کہا: ہم ایمان لائے ہیں۔ آپ ان سے کہہ دیجیے تم ایمان نہیں لائے ہو بلکہ تم یوں کہو: "ہم اسلام لائے ہیں کیونکہ ابھی تک ایمان تمھارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا۔ اگر تم خدا اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو گے تو وہ تمھارے اعمال کی پوری پوری جزا دے گا، بے شک اللہ غفور و رحیم ہے۔

مومن تو واقعی وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے ہیں اور پھر انھوں نے کبھی شک نہیں کیا اور اپنی جان اور مالوں کے ساتھ انھوں نے راہِ خدا میں جہاد کیا ہے اور یہی لوگ سچے ہیں۔

کہہ دیجیے کیا تم اللہ کو اپنے ایمان کی اطلاع دینا چاہتے ہو حالانکہ وہ ان تمام چیزوں کو جو آسمانوں اور زمین میں ہیں وہ ہر چیز سے واقف ہے۔

یہ لوگ آپؐ پر احسان جتلاتے ہیں کہ وہ اسلام لائے ہیں۔ آپ ان سے کہہ دیجیے تم اپنے اسلام کا مجھ پر احسان مت جتلاؤ بلکہ یہ تو اللہ نے تم پر احسان کیا ہے کہ تمھیں ایمان کی طرف ہدایت کردی ہے۔ اگر تم اپنے ایمانی دعوے میں سچے ہو۔

اللہ آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اس کو بھی وہ دیکھ رہا ہے"۔

استہزاء اور بدگمانی سے بچو

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤی اَنْ یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤی اَنْ یَّكُنَّ خَیْرًا مِّنْهُنَّ ۚ

"اے ایمان والو! کوئی قوم کسی قوم سے تمسخر نہ کرے ممکن ہے کہ وہ لوگ اُن سے بہتر ہوں۔ اور نہ ہی عورتیں عورتوں کا مذاق اُڑائیں ممکن ہے کہ وہ اُن سے بہتر ہوں"۔

تفسیر قمی میں اِس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں آیا ہے کہ یہ آیت صفیہ بنت حی بن اخطب زوجہ رسولؐ اللہ کے بارے میں نازل ہوئی کہ جناب عائشہ اور حفصہ نے ملامت کرتے ہوئے کہا: اے یہودی کی بیٹی! تو نے اس امر کی بارگاہِ نبوت میں شکایت کی۔ آپؐ نے اُسے فرمایا: تو نے انھیں کیوں جواب نہیں دیا۔ اس نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! میں کیا جواب دیتی؟ آپؐ نے فرمایا: تو نے کہہ دیا ہوتا کہ ہارونؑ نبی میرے باپ ہیں اور جناب موسیٰؑ کلیم اللہ میرے چچا ہیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے شوہر ہیں۔ پس وہ واپس ان دونوں کے پاس گئی اور وہی کچھ کہا جو رسولؐ اللہ نے فرمایا تھا تو انھوں نے کہا: یہ جواب تجھے رسولؐ اللہ نے سکھایا ہے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

کتاب خصال میں ابان بن تغلب سے روایت ہے کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے حضور بیٹھا ہوا تھا کہ یمن کا ایک آدمی آپؑ کے پاس آیا۔ اُس نے آپؑ کو سلام کیا، آپؑ نے اس کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: اے سعد! خوش آمدید! اس آدمی نے کہا: "میں آپؑ پر قربان جاؤں مجھے میرے لقب سے پکارا جاتا"۔ آپؑ نے فرمایا: لقب میں کوئی اچھائی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے:

وَ لَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ

"بُرے اور ناپسندیدہ القابات سے ایک دوسرے کو نہ پکارا کرو اور یہ بات تو بہت بُری ہے کہ کسی شخص پر ایمان کے بعد کفر کا نام رکھو"۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۔۔۔۔۔۔

"اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے اپنے آپ کو بچاؤ۔۔۔۔۔"

اس فرمان کی تفسیر میں اُصولِ کافی کی ایک روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: امیر المومنین حضرت امام علی علیہ السلام نے فرمایا: جہاں تک ہو سکے اپنے بھائی کے اعمال کو بہترین صورت میں محمول کرو، جب تک اس کے خلاف کوئی دلیل قائم نہ ہو جائے اور تیرے مسلمان بھائی سے جو سخت بات صادر ہوگئی ہے اس کے لیے ہرگز بدگمانی نہ کر، جب تک تو اس کے لیے نیکی پر محمول کرنے کی گنجائش رکھتا ہے۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: ہمیشہ حُسنِ ظن سے کام لو۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

مومن جس طرح میرے بارے میں گمان کرتا ہے تو اس طرح ہوتا ہے۔ اگر اس کا ظن خیر ہوتا ہے تو اس کے حق میں اچھائی ہوتی ہے۔ اگر وہ بُرا گمان کرتا ہے تو اس کے حق میں بُرائی ہوتی ہے۔

نہج البلاغہ میں حضرت امام علی علیہ السلام کا فرمان ہے: جب دنیا اور اہلِ دنیا میں نیکی کا چلن ہو اور پھر کوئی شخص کسی ایسے شخص سے کہ جس سے رُسوائی کی کوئی بات ظاہر نہیں ہوئی سوئے ظن رکھے تو اس نے اُس پر ظلم و زیادتی کی اور جب دنیا اور اہلِ دنیا پر شر و فساد کا غلبہ ہو اور پھر کوئی شخص کسی دوسرے شخص سے حُسنِ ظن رکھے تو اُس نے خود ہی اپنے کو خطرہ میں ڈالا ہے۔ (کلمات قصار:۱۱۴)

تفسیر مجمع البیان میں ہے: ہمیشہ بدگمانی سے بچے رہو، کیونکہ بدگمانی جھوٹ ہے۔

تجسس مت کرو

وَلَا تَجَسَّسُوْا "لوگوں کے عیب مت تلاش کرو"۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مومنین کے عیب تلاش مت کیجیے، جس نے اپنے بھائی کے عیبوں کا پیچھا کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے عیبوں کو ظاہر کرے گا اور اُسے رُسوا کرے گا، چاہے وہ خانہ کعبہ کے اندر ہی کیوں نہ ہو۔

کتاب خصال میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: قیامت کے دن تین قسم کے لوگ اللہ کے عذاب میں گرفتار ہوں گے۔ ان میں سے ایک وہ ہے جو کسی کی ان باتوں کو سنے جس کا سننا وہ پسند نہیں کرتے تو اس کے کانوں میں

پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا۔

غیبت کرنا فعلِ حرام ہے

امیر المومنین حضرت امام علی علیہ السلام کا فرمان ہے: مسلمان کی غیبت کرنے سے بچو۔ ایک مسلمان اپنے بھائی کی غیبت نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے مُردہ بھائی کے گوشت کھانے سے روک دیا ہے۔

ایک اور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: غیبت زنا سے بھی بدتر ہے۔

آپؐ کے حضور عرض کیا گیا: یارسولؐ اللہ! وہ کیسے؟

آپؐ نے فرمایا: ایک زانی زنا کے بعد توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول کر لیتا ہے لیکن جب غیبت کرنے والا توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول نہیں کرتا جب تک جس کی غیبت کی گئی ہے خود معاف نہ کر دے۔

ایک حدیث میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے: غیبت یہ ہے کہ تو اپنے مسلمان بھائی کے بارے میں وہ بات کہے جسے خدا نے مخفی رکھا ہے لیکن وہ چیز جو ظاہر ہے مثلاً سخت مزاجی اور جلد بازی تو وہ غیبت میں داخل نہیں ہے لیکن بہتان یہ ہے کہ تو ایسی بات کہے جو اس میں موجود نہ ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسجد میں نماز کی انتظار میں بیٹھنا عبادت ہے جب تک وہ بات نہ کرے۔ پوچھا گیا: یارسولؐ اللہ! اس بات سے کیا مراد ہے؟ آپؐ نے فرمایا: غیبت کرنا۔

غیبت کا کفارہ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے غیبت کے کفارے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا: جس طرح تو نے کسی کی غیبت کی ہے، اس طرح اس کے لیے استغفار کر، یہ غیبت کا کفارہ ہے۔

من لایحضرہ الفقیہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایک مسلمان کی غیبت کی تو اس کا روزہ باطل ہے۔ اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ جب وہ قیامت کے دن محشور ہوگا تو اس کے منہ سے اس طرح بدبو ہوگی جس طرح ایک مُردار سے بدبو پھوٹتی ہے، جس سے اہلِ محشر کو سخت اذیت ہوگی۔ اگر وہ توبہ کرنے سے قبل مر گیا تو ایسے ہے جیسے اُس نے اللہ کے حرام کو حلال کیا ہو۔ اگر کسی نے غیبت کرنے والے کو رد کیا تو رد کرنے والے پر اللہ تعالیٰ دُنیا اور آخرت کے شر کے ہزار دروازے اس پر بند کرے گا۔ اگر اُس نے غیبت کو رد نہ کیا حالانکہ وہ کر سکتا تھا تو اس پر اتنا بوجھ ہوگا کہ جیسے اُس نے اس کی

ستر مرتبہ غیبت کی ہو۔

تقویٰ بہترین انسانی صفت

يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۳﴾

"اے لوگو! ہم نے تمھیں ایک مرد اور ایک عورت سے خلق کیا ہے اور تمھارے قبیلے اور کنبے بنا دیے ہیں تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو لیکن تم میں سے زیادہ محترم و مکرم اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے اور اللہ تعالیٰ علیم و خبیر ہے"۔

عیون الاخبار میں ہے کہ ایک آدمی نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے کہا: بخدا آپؑ اس زمین پر اپنے آباؤ اجداد کے اعتبار سے سب سے بہتر و برتر ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: انھیں تقویٰ نے یہ شرف عطا کیا ہے۔

ایک دوسرے آدمی نے کہا: بخدا آپؑ تمام لوگوں سے افضل و اعلیٰ ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: اے شخص! اللہ کی قسمیں نہ اُٹھا، وہ لوگ مجھ سے بہتر ہیں جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور اللہ کی اطاعت کرتے ہیں۔ بخدا یہ آیت منسوخ نہیں ہوئی۔

وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ

"اللہ نے تمھارے قبیلے اور کنبے بنا دیے تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو لیکن تم میں سے زیادہ مکرم و محترم اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم سے زیادہ متقی ہے"۔

تفسیر قمی میں اس آیت يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا کی تفسیر میں لکھا ہے کہ "شعوب" سے مراد "عجم" اور "قبائل" سے مراد "عرب" ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ کے ذریعے حسب و نسب کے افتخار کو ختم کر دیا ہے۔

فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! اللہ نے اسلام کے ذریعے جاہلیت کے غرور اور حسب و نسب کے تفاخر کو ختم کر دیا ہے۔ عربیت حسب و نسب سے نہیں وہ تو صرف ایک زبان ہے جس سے نطق کیا جاتا ہے جو عربی میں

بات کرتا ہے وہ عربی ہے۔ تم سب کے سب آدمؑ کی اولاد ہو کہ جناب آدمؑ تراب سے ہیں۔ تم میں سے سب سے زیادہ محترم ومکرم اللہ کے نزدیک وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔

خذیفہ بن یمانی سے ایک حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے دو اقسام کی مخلوق پیدا فرمائی۔ مجھے اس قسم میں سے بنایا جو سب سے بہتر ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا:

لوگوں کی دو قسمیں ہیں: اصحاب یمین اور اصحاب شمال، میں اصحاب یمین میں سے ہوں بلکہ اصحاب یمین سے بہتر ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تین قسمیں بنائیں اور مجھے اس قسم میں رکھا جو سب سے بہتر ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۝ وَاَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ ۝ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۝ (سورۂ واقعہ:۸-۱۰)

''وہ دائیں ہاتھ والے، کیا کہنا دائیں ہاتھ والوں کا، وہ بائیں ہاتھ والے، وہ کتنے بدبخت ہیں، بائیں ہاتھ والے اور وہ جو سب سے آگے بڑھ جانے والے ہیں''۔

میں سابقین میں سے ہوں بلکہ ان سے بہتر ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تین قبائل بنائے اور مجھے اس قبیلہ میں سے بنایا جو سب سے بہتر ہے۔ اس لیے اللہ نے فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ۚ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ۚ

پس میرا قبیلہ تمام قبیلوں میں سے بہتر ہے۔ میں تمام اولادِ آدمؑ کا سردار ہوں اور اللہ کے نزدیک سب سے محترم ومکرم ہوں اور مجھے ان فضائل پر کوئی فخر نہیں ہے۔ یہ حدیث طولانی ہے۔ اس کا کچھ حصہ ذکر کیا ہے۔

مجمع البیان میں ایک روایت ہے کہ شعوب سے مراد موالی ہیں۔ قبائل سے مراد عرب ہیں۔ لیکن دوسرے محدثین نے کہا ہے: شعوب عجم سے ہیں اور قبائل عرب سے ہیں اور اسباط بنو اسرائیل سے ہیں۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ ایک آدمی نے جناب عیسیٰؑ سے پوچھا: لوگوں میں سے سب سے افضل کون ہے؟ آپؑ نے اپنی دونوں مٹھیوں میں مٹی لی اور فرمایا: بتاؤ ان میں سے کون سی مٹی افضل ہے؟ تمام لوگ مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں تم میں سے سب سے افضل وہ ہے جس کا تقویٰ زیادہ ہے۔

کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ میں حضرت امام رضا علیہ السلام سے ایک روایت منقول ہے۔ آپؑ نے فرمایا: اس کا دین نہیں جو پرہیزگار نہیں۔ اس کی امان نہیں جس کا تقیہ نہیں۔ تم میں سے اللہ کے نزدیک سب سے محترم ومکرم وہ ہے جو متقی ہے۔

شمر کے وہ الفاظ جو اُس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے تعارف میں کہے

کربلا میں یوم عاشورا حضرت امام حسین علیہ السلام نے شمر سے کہا: تجھ پر صد افسوس! تو جانتا ہے کہ میں کون ہوں؟

اس نے کہا: آپ حسینؑ ہیں، آپؑ کے والد علی بن ابی طالبؑ ہیں، آپؑ کی والدہ فاطمۃ الزہراؑ ہیں، آپؑ کے نانا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

پھر آپؑ نے فرمایا: جب تو میرے حسب ونسب کو اس طرح سے جانتا ہے تو پھر تو مجھے کیوں قتل کرتا ہے؟

کلام امام حسین علیہ السلام

انا ابن علی الحر من آل هاشم	کفانی بهذا مفخر حین افخر
وفاطمه أمی ثمّ جدی محمّدً	وعمی یدعی ذوالجناحین جعفر
ونحن ولاة الحوض نسقی محبینا	بکأس رسول الله ما لیس ینکر
اذا ما اتی یوم القیامة ظامیا	الی الحوض یسقیه بکفیه حیدر

"میں علیؑ کا فرزند ہوں، جس نے کائنات کو حُریت کا درس دیا اور میرے بابا بنو ہاشم کے بعد از نبیؐ سیّد وسردار تھے۔ بس اتنا ہی تعارف میرے فخر کے لیے کافی ہے۔

مزید میرے فضائل سننا چاہتے ہو تو بتائے دیتا ہوں فاطمہؑ میری والدہ گرامی ہے۔ میرے نانا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور میرے چچا وہ ہیں جنھیں جنت میں دو پَر عطا ہوئے ہیں جنھیں جعفر طیار کہا جاتا ہے۔ اللہ نے حوضِ کوثر کی ملکیت ہمیں عطا کی ہے ہم اپنے چاہنے والوں کو جام بھر بھر کر پلائیں گے۔ جب قیامت کے دن ہمارا محب پیاس کی حالت میں حوضِ کوثر پر آئے گا تو میرے بابا اپنے مقدس ہاتھوں کے ساتھ جام بھر بھر کر پلائیں گے"۔

میرے والدؑ بزرگوار میرے نانا کے بعد سب سے اعلیٰ وافضل مخلوق ہیں۔ میں اپنے والد کی نسبت سے بھی کائنات پر عزت رکھتا ہوں اور اپنے نانا کی نسبت سے بے پناہ فضائل رکھتا ہوں کیونکہ وہ

کائنات کے سردار ہیں۔ میری ماں زہراؑ ہیں اور میرے بابا باب العلم ہیں اور ثقلین کے آقا ہیں۔
میں وہ چاندی ہوں جو سونے سے لی، میں چاندی کی طرح روشن ہوں اور میرے والدین سونے
سے زیادہ خوبصورت ہیں۔ میرے والد آفتاب ہیں اور میری والدہ ماہتاب ہے۔ میں کوکب ہوں
اور میرے والدین آفتاب و ماہتاب ہیں میرے والد ابھی اپنی عمر کے دسویں سال میں تھے کہ
اُنھوں نے اللہ کی بندگی کی جبکہ قریش بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ زمانے میں نگاہ کرو۔
کوئی ہے جس کا نانا میرے نانےؐ جیسا ہو؟ یا کسی کی ماں میری ماںؑ جیسی ہو؟ اللہ نے انھیں فضیلت
عطا کی ہے۔ میں کائنات سے روشن ہوں اور جو سب سے روشن و منور ہیں، ان کا میں بیٹا ہوں۔
میں فضہ مکنونہ کا جوہر ہوں، میں جوہر ہوں اور دو موتیوں کا بیٹا ہوں۔ میرے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
جس کے آنے سے ضلالت کی تاریکیاں چھٹ گئیں۔ میرے والد وہ ہیں، جنھوں نے دو دفعہ بیعت
کی تھی، میرے والد نے حالتِ رکوع میں اپنی انگوٹھی سائل کو دے دی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ظاہر کی
طاہر سے تائید کی جو بدر و حُنین میں سالارِ لشکر تھے۔ بہذا وہ علیؑ مرتضیٰ ہیں جنھوں نے حُرمین پر اپنی
فضیلت سے سرداری کی"۔

اُصولِ کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ مسجدِ نبویؐ میں قریش کے کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ اُن
کے ساتھ جنابِ سلمان فارسیؓ بھی بیٹھے تھے۔ وہ اس وقت اپنا نسب ایک دوسرے سے بیان کر رہے تھے اور تفاخر کر رہے تھے،
جب وہ اپنا نسب بیان کر چکے تو جنابِ سلمانؓ کی طرف متوجہ ہوئے۔ عمر بن خطاب نے اُن سے پوچھا: یہ بتاؤ کہ تم کون ہو؟
اور تمھارا باپ کون تھا؟ اور تمھاری اصل کیا ہے؟

اس وقت جنابِ سلمانؓ نے فرمایا: میں سلمان بن عبداللہ ہوں۔ میں اس سے قبل گمراہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت
محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے مجھے ہدایت عطا کی۔ میں ایک غریب، تنگدست انسان تھا۔ اللہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے
مجھے غنی کر دیا۔ میں غلام تھا، اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے مجھے آزادی دے دی۔ یہ ہے میرا نسب اور یہ ہے
میرا حسب۔

راوی کہتا ہے: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ ابھی جنابِ سلمانؓ اُن سے گفتگو کر رہے تھے کہ اس وقت
جنابِ سلمانؓ نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! یہ لوگ اپنا حسب نسب بیان کر رہے تھے کہ انھوں نے مجھ سے میرا حسب نسب

پوچھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو پھر تو نے انھیں کیا کہا؟

جناب سلمانؓ نے اپنی ساری بات دہرائی اور کہا: میں نے انھیں یہ یہ جواب دیا ہے۔

اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے گروہ قریش! انسان کا حسب ونسب اس کا دین ہے اور اس کی مروت اس کا اخلاق ہے اور اس کی اصل اس کی عقل ہے۔ آپؐ نے اللہ کا یہ فرمان پڑھا:

اِنَّا خَلَقۡنٰکُمۡ مِّنۡ ذَکَرٍ وَّاُنۡثٰی وَجَعَلۡنٰکُمۡ شُعُوۡبًا ......الخ

پھر اس وقت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب سلمانؓ سے فرمایا: ان سب میں سے تم پر کوئی ایک بھی فضیلت نہیں رکھتا سوائے تقویٰ کے۔ اگر آپ کا تقویٰ ان سے بڑھ کر ہے تو پھر آپ افضل ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے جمیل بن دراج نے پوچھا: کرم کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: کرم سے مراد تقویٰ ہے۔

ایک اور روایت جو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص چاہتا ہے کہ وہ تمام لوگوں سے افضل واکرم ہو جائے تو وہ تقویٰ اختیار کرے اور جو شخص چاہتا ہے کہ وہ تمام لوگوں سے زیادہ متقی بن جائے تو وہ اللہ پر توکل کرے۔

اسلام اور ایمان میں فرق

جمیل بن دراج کہتے ہیں: میں نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھی:

قَالَتِ الۡاَعۡرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلۡ لَّمۡ تُؤۡمِنُوۡا وَلٰکِنۡ قُوۡلُوۡۤا اَسۡلَمۡنَا وَلَمَّا یَدۡخُلِ الۡاِیۡمَانُ فِیۡ قُلُوۡبِکُمۡ ؕ

"بادیہ نشین عربوں نے کہا: ہم ایمان لائے ہیں۔ آپ کہہ دیجیے: "تم ایمان نہیں لائے ہو لیکن تم یہ کہو کہ ہم اسلام لائے ہیں اور ابھی تک ایمان تو تمھارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا"۔

آپؑ نے فرمایا: کیا تم نے اس بات میں غور نہیں کیا کہ ایمان اسلام کا غیر ہے۔

حمران بن اعین سے مروی ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا: اسلام ایمان میں شریک نہیں ہے لیکن ایمان اسلام میں شریک ہے اور وہ دونوں قول وفعل میں اس طرح اکٹھے ہیں جس طرح کعبہ مسجد میں داخل ہے

لیکن مسجد کعبہ میں داخل نہیں ہے۔ اس طرح ایمان اسلام میں شریک ہے لیکن اسلام ایمان میں شریک نہیں ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ......الخ

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے جناب سلیمان بن خالد سے فرمایا: تمہیں معلوم ہے کہ مسلمان کون ہوتا ہے؟ سلیمان نے کہا: میں آپؑ پر قربان جاؤں آپؑ ہی اعلم ہیں آپؑ فرمائیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔ پھر آپؑ نے فرمایا: مومن کو جانتے ہو کہ مومن کون ہوتا ہے؟

میں نے عرض کیا: آپؑ خوب جانتے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا: مومن وہ ہوتا ہے کہ جس سے تمام مسلمانوں کے اموال اور ان کے نفوس محفوظ ہوں۔ ایک مسلمان پر حرام ہے کہ وہ دوسرے مسلمان کو رُسوا کرے یا اس پر ظلم کرے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک حدیث منقول ہے، آپؑ نے فرمایا: اسلام ایمان سے پہلے ہے۔ اسلام کی بنیاد پر انسان میراث حاصل کرتا ہے اور نکاح کرتا ہے لیکن انسان کو ثواب اس وقت ملتا ہے جب وہ ایمان لاتا ہے۔

سماعہ بن مہران نے کہا: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایمان اور اسلام کے بارے میں پوچھا: کیا ایمان اور ہے اور اسلام اور ہے؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا: ایمان اور اسلام کی مثال کعبہ اور حرم کی سی ہے۔ کعبہ حرم میں ہے اور حرم کعبہ میں نہیں ہے۔ اس طرح جو مسلمان ہے وہ ضروری نہیں ہے کہ وہ مومن بھی ہو اور جو مومن ہے وہ مسلم بھی ہے۔

راوی کہتا ہے: میں نے کہا: کیا ایمان سے کوئی چیز خارج ہوتی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں!

سفیان بن سمط سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اسلام اور ایمان کے بارے میں پوچھا: اسلام اور ایمان کے درمیان کیا فرق ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اسلام وہ ظاہر ہے جس پر لوگ قائم ہیں اور وہ شہادت ہے: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ اور نماز کا قیام ہے، زکوۃ کی ادائیگی، بیت اللہ کا حج اور ماہ رمضان کے روزے رکھنا، ان امور کا نام اسلام ہے۔

آپؑ نے فرمایا: ایمان ان امور کی معرفت کا نام ہے، جس نے ان کا اقرار کیا اور معرفت حاصل نہ کی تو وہ مسلمان تو ہے لیکن گمراہ ہے۔

خصال صدوق میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت مروی ہے، آپؑ نے فرمایا: اسلام ایمان کا غیر ہے۔ ہر مومن مسلمان ہوتا ہے لیکن ہر مسلم مومن نہیں ہوتا۔

جناب انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسلام کا تعلق ظاہر سے ہے اور ایمان کا تعلق دل سے ہے۔ آپؐ نے اپنے سینے کی طرف اشارہ فرمایا۔

ایمان کی علامات

اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰہِ وَ رَسُوۡلِہٖ ثُمَّ لَمۡ یَرۡتَابُوۡا وَ جٰہَدُوۡا بِاَمۡوَالِہِمۡ وَ اَنۡفُسِہِمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ؕ

''سوا اس کے مومن تو صرف وہی لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں اور پھر انھوں نے کبھی شک نہیں کیا اور اپنی جان اور اموال کے ساتھ راہِ خدا میں جہاد کیا''۔

صاحب تفسیر قمی نے اس آیت کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ آیت جناب امیر المومنین علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی۔

اپنے اسلام لانے کا احسان مت جتلاؤ

یَمُنُّوۡنَ عَلَیۡکَ اَنۡ اَسۡلَمُوۡا ؕ قُلۡ لَّا تَمُنُّوۡا عَلَیَّ اِسۡلَامَکُمۡ ۚ بَلِ اللّٰہُ یَمُنُّ عَلَیۡکُمۡ اَنۡ ہَدٰىکُمۡ لِلۡاِیۡمَانِ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿۱۷﴾

''وہ آپ پر احسان جتلا رہے ہیں کہ وہ اسلام لے آئے ہیں۔ کہہ دیجیے تم اپنے اسلام کا مجھ پر احسان نہ جتلاؤ بلکہ یہ تو خدا نے تم پر احسان کیا ہے کہ تمھیں ایمان کی طرف ہدایت کی ہے۔ اگر تم (اپنے دعوے) میں سچے ہو''۔

یہ آیت خندق کے دن حضرت علی علیہ السلام کے ایک سپاہی حریف کے بارے میں نازل ہوئی۔ جب وہ آدمی حضرت عمار بن یاسرؓ کے قریب سے گزرا تو وہ اس وقت خندق کھود رہے تھے۔ ان کے کھودنے کی وجہ سے غبار اُڑا تو اس نے اپنے ناک پر کپڑا ڈال دیا۔ اس وقت جناب عمارؓ نے فرمایا: مساجد کی تعمیر کرنے والے اور ان میں نماز پڑھنے والے اور وہ جو گزرتے وقت گرد وغبار سے دُور ہو کر گزرتا ہے برابر نہیں ہو سکتے۔

یہ سن کر وہ حضرت عمارؓ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا: اے کالی (حبشن) کے بیٹے! کیا تو مجھے یہ کہہ رہا ہے۔ پھر وہ آدمی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور کہا: ہم تمہارے دین میں اس لیے داخل نہیں ہوئے تھے کہ ہماری حیثیت خراب ہو۔ اس وقت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: چلے جاؤ۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: يَمُنُّونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا ......الخ

علی بن سوید سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے تکبر کے بارے میں سوال کیا کہ جو اعمال کو فاسد کر دیتا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: تکبر کے درجات ہیں۔ ان میں سے ایک درجہ یہ ہے کہ انسان کی بُرائی اس کے لیے مزین ہو جاتی ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ اس نے کوئی اچھا کام کیا ہے اور اسی میں سے ہے کہ بندہ اپنے رب پر ایمان لانے کے بعد اس پر احسان جتلاتا ہے کہ اس پر ایمان لا کر اس کی ذات پر احسان کر دیا ہے۔

سُورَۃ قٓ

سورۃ قٓ مکیۃ آیاتہا ۴۵ رکوعاتہا ۳

"سورۂ قٓ مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی پینتالیس آیات اور تین رکوع ہیں"۔

سورہ قٓ کے مطالب و مضامین

اس سورہ کے مباحث کا مسئلہ معاد ہے اور اس میں دوسرے مسائل چند ایک ہیں: معاد سے جو مربوط مسائل ہیں وہ یہ ہیں:

① کافروں کا مسئلہ معاد سے انکار اور اس امر پر ان کا تعجب۔
② مسئلہ معاد پر نظامِ تخلیق کی طرف توجہ دلانے کے طریقے سے استدلال۔
③ مسئلہ معاد پر اوّلین تخلیق کی طرف توجہ دلانے کے طریقہ سے استدلال۔
④ قیامت کے دن کے لیے ثبت اعمال کے مسئلہ کی طرف اشارہ جات۔
⑤ موت سے مربوط مسائل اور اس دنیا سے دوسرے گھر کی طرف منتقلی۔
⑥ روزِ قیامت کے حوادث کا ایک منظر اور جنت و دوزخ کے اوصاف۔
⑦ اس کائنات کے ہلا دینے والے حوادث کی طرف اشارہ جو دوسرے جہان کا نقطۂ آغاز ہے۔

گزشتہ اقوام کے حالات اور ان کی پُر درد داستانوں کی طرف مختصر اشارے ہیں: جیسے قومِ لوطؑ، عاد، فرعون، قومِ شعیبؑ اور تبع کے احوال بیان ہوئے ہیں۔ علاوہ ازیں اللہ کی طرف توجہ اور اس کے ذکر کے سلسلہ میں پیغمبر اکرم ﷺ کو کچھ احکام سونپے گئے ہیں۔ سورۂ کی ابتدا اور اختتام پر قرآن مجید کی عظمت کی طرف مختصر اشارے کیے گئے ہیں۔

سورہ قٓ کی تلاوت کے فضائل

کتاب ثواب الاعمال میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے حدیث منقول ہے، آپؑ نے فرمایا: جو شخص ہمیشہ واجب اور مستحب نمازوں میں سورۂ قٓ کی تلاوت کرتا رہے گا اللہ اس کی روزی میں وسعت پیدا کردے گا اور اس کا نامۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دے گا اور قیامت کے دن اس کا حساب آسان کردے گا۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ اس سورہ کو بہت اہمیت دیتے تھے، یہاں تک کہ ہر جمعہ کے دن نمازِ جمعہ کے خطبہ میں اس سورہ کی تلاوت فرماتے تھے۔

○○○

اور اَیکہ والے اور قومِ تبع نے بھی سب نے رسولوں کو جھٹلایا تو پھر ان پر میرا عذاب لازم ہوگیا۔ کیا ہم پہلی تخلیق سے عاجز آگئے تھے؟ بلکہ یہ لوگ نئی تخلیق کے بارے میں شک میں پڑے ہوئے ہیں"۔

ق، والقرآن المجید؟

ق، "قرآن مجید کی قسم"۔

تفسیر قمی میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ "قاف" ایک وسیع وعریض پہاڑ ہے جس نے دنیا کو گھیر رکھا ہے جس کے پیچھے یاجوج و ماجوج رہتے ہیں۔

اُصول کافی میں ایک روایت ہے کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے جناب سُلیم بن قیس ہلالی سے فرمایا: اے میرے بیٹے! کفر کی چار بنیادیں ہیں: ① فسق ② غلو ③ شک ④ شبہ۔

پھر آپ نے فرمایا: غلو کی چار شاخیں ہیں:

① بہت دُور کی سوچ وفکر اور پھر اس میں لڑنا جھگڑنا

② حق سے انحراف

③ بدبختی

④ جس نے ٹال مٹول سے کام لیا وہ حق کو نہیں پاسکتا اور وہ ٹامک ٹوئیاں مارتا رہتا ہے اور حیران و سرگردان رہتا ہے۔

تفسیر قمی میں ایک روایت منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: آسمان سبز رنگ کے پانی کی وجہ سے سبز تھا اور زمین میٹھے پانی کے رنگ کی وجہ سے غبار آلود تھی۔ وہ دونوں اس طرح بنے ہوئے تھے کہ ان میں دروازے نہیں تھے۔

آسمان میں بارش کی وجہ سے سوراخ ہوئے اور زمین میں نباتات کی وجہ سے سوراخ ہوئے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَوَ لَمۡ یَرَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ کَانَتَا رَتۡقًا فَفَتَقۡنٰہُمَا (سورۂ انبیاء:۳۰)

"کیا کفار اس بات پر توجہ نہیں دیتے کہ یہ آسمان اور زمین باہم ملے ہوئے تھے۔ پھر ہم نے انھیں جدا کردیا ہے"۔

سورہ قٓ کے مطالب و مضامین

اس سورہ کے مباحث کا مسئلہ معاد ہے اور اس میں دوسرے مسائل چند ایک ہیں: معاد سے جو مربوط مسائل ہیں وہ یہ ہیں:

۱۔ کافروں کا مسئلہ معاد سے انکار اور اس امر پر ان کا تعجب۔
۲۔ مسئلہ معاد پر نظام تخلیق کی طرف توجہ دلانے کے طریقے سے استدلال۔
۳۔ مسئلہ معاد پر اوّلین تخلیق کی طرف توجہ دلانے کے طریقہ سے استدلال۔
۴۔ قیامت کے دن کے لیے ثبت اعمال کے مسئلہ کی طرف اشارہ جات۔
۵۔ موت سے مربوط مسائل اور اس دنیا سے دوسرے گھر کی طرف منتقلی۔
۶۔ روزِ قیامت کے حوادث کا ایک منظر اور جنت و دوزخ کے اوصاف۔
۷۔ اس کائنات کے ہلا دینے والے حوادث کی طرف اشارہ جو دوسرے جہان کا نقطۂ آغاز ہے۔

گذشتہ اقوام کے حالات اور ان کی پُردرد داستانوں کی طرف مختصر اشارے ہیں: جیسے قومِ لوطؑ، عاد، فرعون، قومِ شعیبؑ اور تبع کے احوال بیان ہوئے ہیں۔ علاوہ ازیں اللہ کی طرف توجہ اور اس کے ذکر کے سلسلہ میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کچھ احکام سونپے گئے ہیں۔ سورۂ کی ابتدا اور اختتام پر قرآن مجید کی عظمت کی طرف مختصر اشارے کیے گئے ہیں۔

سورہ قٓ کی تلاوت کے فضائل

کتاب ثواب الاعمال میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے حدیث منقول ہے، آپؑ نے فرمایا: جو شخص ہمیشہ واجب اور مستحب نمازوں میں سورۂ قٓ کی تلاوت کرتا رہے گا اللہ اس کی روزی میں وسعت پیدا کر دے گا اور اس کا نامۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دے گا اور قیامت کے دن اس کا حساب آسان کر دے گا۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سورہ کو بہت اہمیت دیتے تھے، یہاں تک کہ ہر جمعہ کے دن نمازِ جمعہ کے خطبہ میں اس سورہ کی تلاوت فرماتے تھے۔

ooo

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ① بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ

فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ ② ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ

ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ ③ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ

وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ④ بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَهُمْ فِيْٓ

اَمْرٍ مَّرِيْجٍ ⑤ اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا

وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ⑥ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا

رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ⑦ تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰى

لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ⑧ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ

جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ ⑨ وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ ⑩

رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۙ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۭ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ ⑪

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّاَصْحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُوْدُ ⑫ وَعَادٌ

وَّفِرْعَوْنُ وَاِخْوَانُ لُوْطٍ ⑬ وَّاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ۭ كُلٌّ

كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ ﴿۱۴﴾ اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ؕ بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۱۵﴾

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن ورحیم ہے

ق، قرآن مجید کی قسم! بلکہ انھیں اس بات پر تعجب ہوا کہ خود انھی میں سے ایک ڈرانے والا ان کے پاس آیا تو کافر کہنے لگے: یہ تو ایک عجیب چیز ہے۔ کیا جب ہم مر کر خاک ہو جائیں گے تو پھر زندہ کیے جائیں گے، یہ واپسی تو بہت ہی بعید ہے۔ لیکن ہم اس بات کو جانتے ہیں کہ زمین ان کے جسم سے کچھ کم کرتی ہے اور ہمارے پاس وہ کتاب ہے جس میں ہر چیز محفوظ ہے۔ بلکہ جب حق ان کے پاس آیا تو انھوں نے اس کی تکذیب کی لہٰذا اب وہ ایک اُلجھن میں مبتلا ہیں۔

کیا ان لوگوں نے اپنے اُوپر آسمان کی طرف نہیں دیکھا کہ ہم نے انھیں کس طرح بنایا اور زینت دی اور اس میں کوئی شگاف نہیں ہے اور اس زمین کو ہم نے ہی پھیلایا اور اس میں بڑے بڑے پہاڑ ڈال دیے ہیں اور اس میں ہر قسم کے خوش نما جوڑے اُگا دیے تا کہ (اللہ کی طرف) رجوع کرنے والے ہر بندے کے لیے بصیرت اور بیداری کا ذریعہ ہو۔

اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی نازل کیا جس سے ہم نے باغات اور کاٹے جانے والے اُگائے اور کھجوروں کے بلند و بالا درخت جن کے پھل ایک دوسرے پر تہ بہ تہ لگے ہوتے ہیں۔

اور یہ سب کچھ بندوں کی روزی کے لیے ہے اور ہم نے اس سے مُردہ زمین کو زندگی بخشی۔ جی ہاں، مُردوں کا زندہ کرنا بھی کچھ اس طرح ہے۔ ان سے قبل نوحؑ کی قوم اور اصحاب الرس اور قومِ ثمود نے تکذیب کی ہے۔ اور اس طرح قومِ عادؑ اور فرعون اور قومِ لوط نے بھی۔

اور اَیکہ والے اور قومِ تبع نے بھی سب نے رسولوں کو جھٹلایا تو پھر ان پر میرا عذاب لازم ہو گیا۔ کیا ہم پہلی تخلیق سے عاجز آ گئے تھے؟ بلکہ یہ لوگ نئی تخلیق کے بارے میں شک میں پڑے ہوئے ہیں"۔

ق، والقرآن المجید؟

قٓ، "قرآن مجید کی قسم"۔

تفسیر قمی میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ "قاف" ایک وسیع و عریض پہاڑ ہے جس نے دنیا کو گھیر رکھا ہے جس کے پیچھے یاجوج و ماجوج رہتے ہیں۔

اصولِ کافی میں ایک روایت ہے کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے جناب سُلیم بن قیس ہلالی سے فرمایا: اے میرے بیٹے! کفر کی چار بنیادیں ہیں: ① فسق ② غلو ③ شک ④ شبہ۔

پھر آپؑ نے فرمایا: غلو کی چار شاخیں ہیں:

① بہت دُور کی سوچ و فکر اور پھر اس میں لڑنا جھگڑنا

② حق سے انحراف

③ بدبختی

④ جس نے ٹال مٹول سے کام لیا وہ حق کو نہیں پا سکتا اور وہ ٹامک ٹوئیاں مارتا رہتا ہے اور حیران و سرگردان رہتا ہے۔

تفسیر قمی میں ایک روایت منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: آسمان سبز رنگ کے پانی کی وجہ سے سبز تھا اور زمین میٹھے پانی کے رنگ کی وجہ سے غبار آلود تھی۔ وہ دونوں اس طرح بنے ہوئے تھے کہ ان میں دروازے نہیں تھے۔ آسمان میں بارش کی وجہ سے سوراخ ہوئے اور زمین میں نباتات کی وجہ سے سوراخ ہوئے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَوَ لَمْ یَرَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا (سورۂ انبیاء: ۳۰)

"کیا کفار اس بات پر توجہ نہیں دیتے کہ یہ آسمان اور زمین باہم ملے ہوئے تھے۔ پھر ہم نے انھیں جدا کر دیا ہے"۔

وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ ۙ (ق:۹)

"اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی نازل کیا اور اس کے ذریعہ باغات اور دانوں کو اُگایا جنھیں کاٹ لیا جاتا ہے"۔

اس آیت کی تفسیر میں اُصول کافی میں روایت ہے کہ زمین کے اندر کوئی ایسا پانی نہیں ہے جو آسمان کے پانی کے ساتھ مخلوط نہ ہو۔

اُصول کافی میں ایک اور روایت حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے جناب آدمؑ کو زمین کی طرف اُتارا۔ اس وقت آسمان اس طرح جڑا ہوا تھا کہ اُس سے کوئی بارش نازل نہیں ہوتی تھی اور زمین میں سے کوئی انگوری پیدا نہیں ہوتی تھی۔ جس وقت آدمؑ نے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے آسمان کو حکم دیا تو بادل پیدا ہوئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں برسنے کا حکم دیا تو وہ خوب جم کر برسے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا تو اُس سے درخت پیدا ہوئے اور درختوں پر پھل لگے اور دریا بہنے لگے۔ پس یہ آسمان کا رتق اور فتق تھا۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّاَصْحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُوْدُ ۙ﴿۱۲﴾

"ان سے قبل قومِ نوحؑ اور اصحاب الرس اور قومِ ثمود نے بھی اپنے پیغمبروں کی تکذیب کی"۔

اُصول کافی میں ہے کہ کسی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں پوچھا: آپؑ نے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ ہاتھوں میں سے ایک کو دوسرے کے ساتھ مس کیا اور فرمایا: عورتیں عورتوں کے ساتھ (چپٹی کھیلتی تھیں)۔

مجمع البیان کی روایت کے مطابق جس قوم نے سب سے پہلے اس گناہِ سحق کا آغاز کیا وہ قوم رس کی عورتیں تھیں۔

وَّاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ۭ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ ﴿۱۴﴾

"اور اصحاب الایکہ اور قومِ تبع ان میں سے ہر ایک نے اللہ کے بھیجے ہوئے پیغمبروں کی تکذیب کی اور عذاب کا وعدہ ان کے بارے میں پورا ہوا"۔

عیون الاخبار میں ایک طولانی روایت ہے۔ جناب امیر علیہ السلام سے سوال کیا گیا: تبع کو تبع کیوں کہا گیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: وہ ایک کاتب تھا اور کتابت کرتا تھا۔ وہ اپنے بادشاہ کے لیے لکھتا تھا۔ ایک دفعہ جب اُس نے لکھنا چاہا تو سرنامے میں لکھا: "میں شروع کرتا ہوں اللہ کے نام کے ساتھ جس نے صبح اور شام کو خلق فرمایا"۔

بادشاہ نے اُسے کہا: تم لکھو! ''میں شروع کرتا ہوں گرج وکڑک کے بادشاہ کے نام تو اُس نے کہا: میں جب بھی لکھوں گا تو اپنے اللہ کے نام سے لکھوں گا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی اس نیکی کی وجہ سے اُسی سلطنت کا بادشاہ بنادیا تو لوگوں نے اس کی اتباع کی۔ اس وجہ سے ان بادشاہوں کے سلسلہ کا نام تبع مشہور ہوا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک روایت ہے کہ اُس تبع نے کہا: عنقریب مکہ سے ایک نبی مبعوث ہوگا جو یثرب کی طرف ہجرت کرے گا۔ اُس نے یمن سے لوگوں کو بھی اکٹھا کیا کہ وہ ان کی مدد کرے گا۔ اس کے چند ایک اشعار بھی نقل ہوئے ہیں:

شهدت على احمد انه رسول من الله بارى النسم

فلو مدّ عمرى الى عمره بكنت وزيراً له وابن عم

وكنت عذاباً على المشركين اسقيهم كاس حتف وغم

''میں گواہی دیتا ہوں احمد اللہ کے رسولؐ ہیں۔ وہ اللہ جو کائنات کو پیدا کرنے والا ہے۔ اگر میں زندہ رہا اور اُنھیں پالیا تو میں ان کا اور ان کے چچازاد بھائی کا وزیر بنوں گا۔ میں مشرکین پر اللہ کا عذاب ثابت ہوں گا اور میں اُنھیں ذلت کی موت سے ہم کنار کروں گا''۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ تبع بادشاہ نے اوس وخزرج سے کہا: اسی مقام (یثرب) میں رہ جاؤ یہاں آخری نبیؐ نے خروج کرنا ہے۔ اگر میں نے اُنھیں پالیا، ان کی خدمت کروں گا اور ان کے ساتھ خروج کروں گا۔

اللہ تخلیق پر عاجز نہیں ہے

اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ۚ بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۱۵﴾

''کیا ہم پہلی تخلیق سے عاجز آگئے ہیں لیکن وہ (ان تمام روشن دلائل کے باوجود) پھر بھی نئی تخلیق میں شک رکھتے ہیں''۔

حضرت امام باقر علیہ السلام سے جابر نے پوچھا: اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ...... الخ کی تفسیر کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اے جابر! اس آیت کی تاویل یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اس عالم کو فنا کرے گا اور جنت والوں کو جنت میں اور جہنم والوں کو جہنم میں بھیجے گا تو پھر اللہ تعالیٰ ایک نئے عالم کی تخلیق کرے گا، جو اس عالم کا غیر ہوگا اور ایک

نئی مخلوق خلق فرمائے گا جو نر اور مادہ کی صفات سے متصف ہوں گے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور اُس کو ایک مانیں گے۔ ان کے لیے اس زمین کے علاوہ ایک اور زمین خلق فرمائے گا جو انھیں اُوپر اُٹھائے رکھے گی۔ آسمان خلق فرمائے گا جو اس آسمان کا غیر ہوگا اور جو ان پر سایہ کرے گا۔ یہ سب کچھ اس لیے ہوگا کہ کوئی یہ خیال نہ کر سکے کہ اللہ نے صرف یہ عالم خلق کیا اور اس کے علاوہ کسی دوسرے عالم کی تخلیق پر قادر نہیں ہے، یا یہ کہ صرف بشر کے خلق کرنے پر قادر تھا۔ اس کے علاوہ وہ قدرت نہیں رکھتا۔ جی ہاں! اللہ تعالیٰ نے ہزاروں عالم خلق فرمائے اور ہزاروں آدم پیدا کیے۔ تم ان تمام عوالم میں سے آخری عالم میں ہو۔

اللہ اپنے بندے کے بہت زیادہ قریب ہے

اُصولِ کافی میں محمد بن مسلم سے روایت منقول ہے کہ ابوحنیفہ حضرت امام صادق علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا: میں نے آپ کے بیٹے جناب موسیٰ کاظم علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے اور لوگ ان کے سامنے سے گزر رہے تھے اور انھوں نے ان گزرنے والوں کو نہ روکا۔

یہ سن کر امام علیہ السلام نے جناب موسیٰ کاظم علیہ السلام کو بلایا اور فرمایا: ابوحنیفہ کہتا ہے: آپؑ نماز پڑھ رہے تھے اور لوگ آپؑ کے سامنے سے گزر رہے تھے۔ آپؑ نے گزرنے والوں کو نہیں روکا۔ آخر کیوں؟

جناب موسیٰ کاظم علیہ السلام نے عرض کیا: ابا جان! میں جس کے لیے نماز پڑھ رہا تھا وہ گزرنے والوں کی نسبت میرے زیادہ قریب ہے۔ اُس نے اپنے قرآن میں فرمایا ہے:

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ﴿۱۶﴾ (قٓ:۱۶)

''ہم اس کی شہ رگ سے اس کے زیادہ قریب ہیں''۔

جب امام علیہ السلام نے اپنے فرزند کا یہ جواب سنا تو انھیں اپنے سینے سے چمٹا لیا اور فرمایا: میرے ماں باپ آپؑ پر قربان ہوں اے وہ جسے رازوں کا خزانہ عطا کیا گیا ہے۔

انسان پر نگران فرشتے

جناب ابن طاوسؒ نے اپنی کتاب سعد السعود میں ایک روایت نقل کی ہے: عثمان بن عفان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: یہ فرمائیں کہ ایک آدمی پر کتنے فرشتے مقرر ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: ایک فرشتے تمھارے دائیں طرف تیری نیکیوں پر مامور ہے اور ایک فرشتہ تمھارے بائیں طرف مامور ہے جب تو نیکی کرتا ہے تو وہ اپنے رجسٹر میں دس نیکیاں لکھتا ہے۔ جب تو کوئی بُرا کام کرتا ہے تو وہ فرشتہ جو تیرے بائیں طرف ہے دائیں طرف والے فرشتے سے کہتا ہے: کیا میں اس کی بُرائی لکھوں تو وہ کہتا ہے کہ ابھی نہ لکھو شاید یہ توبہ کر لے اور اللہ سے معافی مانگ لے؟

آپؑ نے فرمایا: دو فرشتے تیرے آگے اور دو پیچھے مقرر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن میں فرمایا:

لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ (سورۂ رعد: ۱۱)

"اس کے آگے اس کے پیچھے اس کے لیے نگہبان فرشتے مقرر ہیں"۔

اور ایک فرشتہ تیری پیشانی پر مامور ہے۔ جب تو اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے تو وہ تجھے بلند کرتا ہے اور جب تو اللہ کے مقابلے میں اکڑتا ہے تو وہ تجھے ذلیل و رُسوا کرتا ہے۔ دو فرشتے تیرے دونوں ہونٹوں پر مامور ہیں۔ جب تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتا ہے تو اُسے لکھتے ہیں اور ایک فرشتہ تیرے دہن پر مامور ہے۔

دو فرشتے تیری آنکھوں پر مامور ہیں تو یہ کُل دس فرشتے ہیں جو آدمی پر مقرر ہیں۔ رات کے فرشتے اور ہیں، دن کے اور ہیں۔ اس طرح سے بیس فرشتے ہوئے جو آدمی پر نگران ہیں۔ لیکن ابلیس انسان پر دن کو مامور ہوتا ہے اور اس کی اولاد رات کو اُسے اپنے گھیرے میں لیتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ۝

"جب انسان کے ساتھ رہنے والے دونوں فرشتے دائیں اور بائیں طرف سے اس کے اعمال کو لکھتے ہیں"۔

جناب ابن طاؤسؒ نے اپنی اس کتاب سعد السعود میں ایک اور روایت نقل کی ہے۔ جب صبح کی نماز کا وقت ہوتا ہے تو دن والے فرشتے آدمی پر اُترتے ہیں تو رات والے آسمان کی طرف چلے جاتے ہیں۔ جب سورج غروب کرتا ہے تو رات والے فرشتے اپنے دیوان سمیت آدمی کے پاس آجاتے ہیں اور دن والے فرشتے اپنے دیوان سمیت آسمان کی طرف چلے جاتے ہیں۔ یہ سلسلہ انسان کی موت تک جاری رہتا ہے۔ جب انسان پر موت آتی ہے اور مرنے والا نیک آدمی ہوتا ہے تو وہ اُسے کہتے ہیں: ہماری طرف سے اللہ تجھے جزائے خیر عطا کرے۔ ہم نے آپ کے تمام اعمال کو خیر پر پایا ہے اور جو کچھ تو

نے کہا ہے اور ہم نے سنا ہے وہ سب حسنی تھا اور ہم نے تجھے بہترین نیک مجلس میں دیکھا۔

اگر مرنے والا گناہ گار ہے تو وہ دونوں اُس سے کہتے ہیں: اللہ تجھے ایک بُرے انسان کی سزا دے تو ہمیشہ ہمیں اذیت دیتا تھا۔ تو نے کتنے بُرے اعمال کیے ہیں۔ ہم نے تیرے کتنے اقوال سنے ہیں جو بُرے تھے اور بُری مجلسوں میں ہم نے تجھے حاضر پایا ہے۔ ہم نے تجھے ناپسند کیا اور تجھ پر ہم گواہ ہیں اور تیرے رب کے حضور تیرے خلاف گواہی دیں گے۔

اُصولِ کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے حدیث منقول ہے کوئی ایسا دل نہیں ہے جس کے دو کان نہ ہوں۔ ایک کان پر ہدایت و رُشد کرنے والا فرشتہ مامور ہے اور دوسرے کان پر فتنہ و فساد کی طرف لے جانے والا شیطان بیٹھا ہے۔ ان میں سے ایک حکم دیتا ہے اور دوسرا روکتا ہے۔ شیطان بُرائیوں کا حکم دیتا ہے اور فرشتہ اُسے بُرائیوں سے روکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ۝ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ۝

"دو لکھنے والے (کراماً کاتبین) جو اس کے دائیں بائیں بیٹھے ہیں لکھ لیتے ہیں، انسان کوئی بات زبان سے نہیں نکالتا مگر اس کے پاس ہی ایک نگران فرشتہ اپنے کام کو انجام دینے کے لیے آمادہ ہوتا ہے"۔

اسحاق بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے، آپؑ نے فرمایا:

جب دو مومن راز کی بات کرنے کے لیے بیٹھتے ہیں تو یہ محافظ فرشتے ایک دوسرے سے کہتے ہیں: اب ہمیں ان سے دُور چلے جانا چاہیے شاید کہ ان کی کوئی راز کی بات ہو اور اللہ تعالیٰ نے ان کے راز پر پردہ ڈالا ہے۔ راوی کہتا ہے: میں نے امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ۝

آپ علیہ السلام نے فرمایا: اے اسحاق! اگر محافظ فرشتے ان کی بات کو نہیں سن رہے ہوتے لیکن جو رازوں سے آگاہ و آشنا ہے وہ سنتا بھی ہے اور دیکھتا بھی ہے۔

انس بن مالک سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے پر دو فرشتے مقرر فرمائے ہیں جو اُس کے اعمال کو لکھتے ہیں: جب وہ فوت ہو جاتا ہے تو وہ دونوں فرشتے کہتے ہیں: اے پروردگار! تو نے اس کی روح کو قبض کر لیا ہے۔ اب ہم کدھر جائیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے آسمان ملائکہ سے بھرپور ہیں۔ وہ میری عبادت کرتے ہیں۔ میری زمین میری مخلوق سے بھری پڑی ہے۔ وہ میری اطاعت کر رہے ہیں۔ اب تم دونوں اس کی قبر پر جاؤ اور میری تسبیح و تکبیر و تہلیل کرو اور اس کا ثواب میرے اس بندے کے لیے لکھو۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚ وَنَحْنُ
اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ﴿۱۶﴾ اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ
الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ﴿۱۷﴾ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ
رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ﴿۱۸﴾ وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ
مِنْهُ تَحِيْدُ ﴿۱۹﴾ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ﴿۲۰﴾
وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ ﴿۲۱﴾ لَقَدْ كُنْتَ فِيْ
غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ
حَدِيْدٌ ﴿۲۲﴾ وَقَالَ قَرِيْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ ﴿۲۳﴾ؕ اَلْقِيَا فِيْ
جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۲۴﴾ۙ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيْبِ ﴿۲۵﴾ۙ الَّذِيْ
جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِيٰهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ ﴿۲۶﴾ قَالَ
قَرِيْنُهٗ رَبَّنَا مَاۤ اَطْغَيْتُهٗ وَلٰكِنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ ﴿۲۷﴾ قَالَ لَا
تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ ﴿۲۸﴾ مَا يُبَدَّلُ
الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَاۤ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۲۹﴾ؒ يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ
هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ﴿۳۰﴾

”ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور ہم اس کے نفس میں اُٹھنے والے وسوسوں کو جانتے ہیں کہ

ہم رگ گردن سے بھی اس کے زیادہ قریب ہیں۔ (انھیں وہ وقت یاد دلا دیجیے) جس وقت اعمال کو وصول کرنے والے دو فرشتے اس کے دائیں اور بائیں طرف بیٹھ کر وصول کرتے رہتے ہیں۔

انسان کوئی بات اپنی زبان سے نہیں نکالتا مگر یہ کہ اس کے پاس ایک نگران تیار رہتا ہے اور موت کی غشی ایک حقیقت کی صورت میں آ گئی۔ یہ وہی چیز ہے جس سے تو بھاگا کرتا تھا۔ اور صُور پھونکا جائے گا۔ یہ وہی دن ہے جس سے ڈرایا گیا تھا اور ہر شخص ہانکنے والے فرشتے اور ایک گواہی دینے والے فرشتے کے ساتھ حاضر ہوگا۔

بے شک تو اس چیز سے غفلت میں تھا چنانچہ ہم نے تجھ سے تیرا پردہ ہٹا دیا ہے لہٰذا آج تیری نظر بہت تیز ہوگئی ہے اور اس کا ہم نشین فرشتہ کہے گا: یہ ہے اس کا نامۂ اعمال جو میرے پاس حاضر اور تیار ہے۔

اس وقت خدا کی طرف سے حکم ہوگا، ہر عناد رکھنے والے کافر کو دوزخ میں ڈال دو۔ خیر کو روکنے والے اور حد کو پھلانگنے والے اور شکوک و شبہات میں رہنے والے کو۔ جو اس کے ساتھ کسی دوسرے کو معبود سمجھتا تھا پس تم دونوں اسے شدید عذاب میں ڈال دو۔ اس کا ہم نشین شیطان کہے گا: ہمارے پروردگار میں نے اُسے سرکشی پر آمادہ نہیں کیا تھا بلکہ یہ خود گمراہی میں دُور دُور تک چلا گیا تھا۔

اللہ فرمائے گا: میرے پاس لڑائی جھگڑا نہ کرو۔ میں نے تو پہلے ہی تم پر اتمامِ حجت کر دیا ہے۔ میری بات تبدیل نہیں ہوتی اور نہ ہی میں اپنے بندوں پر ستم کرنے والا ہوں۔ جب ہم جہنم سے پوچھیں گے کیا تو بھر گئی ہے اور وہ کہے گی: کیا کچھ اور ہے؟“

وَجَآءَتۡ سَكۡرَةُ الۡمَوۡتِ بِالۡحَقِّ ؕ ذٰلِكَ مَا كُنۡتَ مِنۡهُ تَحِيۡدُ ﴿۱۹﴾

”اور موت کی غشی ایک حقیقتِ صورت میں آ گئی۔ یہ وہی چیز ہے جس سے تو بھاگا کرتا تھا“۔

وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ ۝

"اور ہر شخص ہانکنے والے فرشتے اور ایک گواہی دینے والے فرشتے کے ساتھ حاضر ہوگا"۔

نہج البلاغہ میں ہے کہ ہر نفس کے ساتھ ہانکنے والا فرشتہ اور گواہ موجود ہے جو ہانکنے والا فرشتہ ہے وہ اُسے میدانِ حشر کی طرف ہانک کر لے جائے گا اور پھر اس کے اعمال کی گواہی دے گا۔

من لا یحضرہ الفقیہ میں روایت موجود ہے: حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: کوئی ایسا دن بنو آدم پر نہیں گزرتا کہ وہ اُسے خطاب کرتا ہے: انا یوم جدید وانا علیك شهید "میں ایک نیا دن ہوں اور تم پر گواہ ہوں تو مجھ میں اچھے کام کر، میں قیامت کے دن تجھ پر گواہی دوں گا"۔ تو آج کے بعد کبھی بھی دوبارہ نہیں دیکھے گا۔

اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ۝

"اس وقت خدا کی طرف سے حکم ہوگا: ہر عناد رکھنے والے کافر کو دوزخ میں ڈال دو"۔

بعض مفسرین نے اس روایت کو نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو جمع کرے گا تو میں اور اے علیؑ! تو عرش کے دائیں طرف اکٹھے ہوں گے تو پھر اللہ تعالیٰ تجھے اور ایک قوم کو خطاب فرمائے گا اور ان کو جو تم سے بہت زیادہ بغض رکھتے ہیں یا انھوں نے آپ کی بہت زیادہ تکذیب کی تھی کہ جہنم میں ڈالا جائے گا۔

علیؑ قسیم النار والجنّۃ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک طولانی حدیث منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم اللہ سے سوال کرو تو مجھے وسیلہ بنا کر سوال کرو، مجھ پر صلوات پڑھو اور اس ذات کی توصیف بیان کرو۔

یہ حدیث ایک طولانی حدیث ہے۔ اس کے آخر میں ہے کہ قیامت کے دن میرے پاس دو فرشتے آئیں گے: ان میں سے ایک رضوان جو جنت کا خازن ہوگا اور دوسرا جہنم کا خازن ہوگا۔ رضوانِ جنت میرے پاس آئے گا اور مجھے سلام کرے گا۔ میں اُسے اس کے سلام کا جواب دوں گا اور اُسے کہوں گا: اے حسین ترین اور بہترین خوشبو والے فرشتے! تم کون ہو؟ تو وہ کہے گا: میں رضوانِ جنت ہوں۔ مجھے میرے رب نے حکم دیا ہے کہ میں آپؐ کے پاس آؤں اور جنت کی چابیاں آپؐ کے حوالے کروں۔ یہ چابیاں ہیں اور مجھ سے لے لیجیے۔ پس میں اُسے کہوں گا: میں نے انھیں اپنے رب کی

طرف سے قبول کرلیا ہے۔ اُس نے جو انعامات مجھ پر کیے ہیں میں اس پر اس کی حمد کرتا ہوں۔ یہ چابیاں میرے برادر علی بن ابی طالبؑ کے حوالے کردو۔ وہ چابیاں علی بن ابی طالبؑ کے حوالے کرے گا۔ پھر وہ چلا جائے گا اور داروغۂ جہنم فرشتہ میرے قریب آئے گا، مجھے سلام کرے گا اور کہے گا:

اے اللہ کے حبیبؐ! آپؐ پر میرا سلام۔ میں اس کے سلام کا جواب دوں گا اور کہوں گا: اے خوف و دہشت سے بھرپور چہرے والے فرشتے تم کون ہو؟ تو وہ کہے گا: میں جہنم کا داروغہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں جہنم کی چابیاں آپ کے حوالے کردوں۔ تو اس وقت میں کہوں گا: میں نے اپنے پروردگار کی طرف سے یہ چابیاں قبول کرلی ہیں۔ اس کے احسانات وانعامات پر اس کی حمد کرتا ہوں۔ یہ چابیاں علی بن ابی طالبؑ کے حوالے کردو۔ وہ چابیاں علیؑ کے حوالے کرکے چلا جائے گا۔ پس علیؑ کے پاس جنت اور جہنم کی چابیاں آجائیں گی۔ علیؑ جہنم کے کنارے پر جائیں گے اور اس کی زمام اپنے ہاتھ میں لیں گے تو اس وقت جہنم زور سے چیخے گی۔ اس کی حرارت میں شدت آجائے گی اور اس کے شعلے بھڑکنے لگیں گے۔ اس وقت امام علیؑ جہنم سے کہیں گے: یہ میرا دشمن ہے، اسے لے لو۔ اس دن جہنم علی بن ابی طالبؑ کی اس طرح اطاعت کرے گی، جس طرح کوئی غلام اپنے آقا کی اطاعت کرتا ہے۔ جب آپؑ چاہیں گے دائیں طرف جا تو دائیں طرف جائے گی، جب چاہیں گے کہ بائیں طرف جا تو بائیں طرف چلی جائے گی۔ اس دن جہنم صرف آپؑ کے حکم کی تعمیل کرے گی۔ یہی وجہ ہے، جس کی بنا پر امام علی علیہ السلام کو جنت اور جہنم کا 'قسیم' کہا گیا ہے۔

تفسیر مجمع البیان اور امالی شیخ الطائفہ میں ابوسعید خدری سے روایت ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ مجھے اور علی بن ابی طالبؑ سے فرمائے گا: جو تم دونوں سے محبت کرتا تھا، اُسے جنت میں داخل کرو اور جو تم سے بغض رکھتا تھا اُسے جہنم بھیج دو۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: اَلْقِيَا فِي جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ سے مراد یہی ہے۔

يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ۝

"جب ہم جہنم سے پوچھیں گے کیا تو بھر گئی ہے اور وہ کہے گی: کیا کچھ اور ہے؟"

تفسیر قمی میں اس آیت کی تفسیر میں کہا گیا ہے: هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ سے مراد استفہام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جہنم سے وعدہ فرمایا: تجھے میں اپنے دشمنوں سے بھر دوں گا۔

جب اُسے بھر دیا جائے گا تو اس پر سوال کیا جائے گا: کیا تو بھر گئی ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ اب تجھے مزید ضرورت

نہیں ہے۔

راوی کہتا ہے: جنت بھی کہے گی: اے پروردگار! تو نے جہنم سے وعدہ کیا تھا کہ اُسے بھر دوں گا اب تو نے اس سے اپنے وعدے کو پورا کر دیا ہے تو نے مجھ سے بھی وعدہ کیا تھا لیکن ابھی تک مجھے اپنے دوستوں سے نہیں بھرا۔

راوی کہتا ہے: اس دن اللہ تعالیٰ ایک مخلوق پیدا فرمائے گا، جس کے ذریعے جنت کو بھر دے گا۔

حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنھوں نے دنیا کے غم وھم کو بھی نہیں دیکھا اور انھیں جنت بھی مل گئی۔

تفسیر مجمع البیان میں حدیث منقول ہے کہ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ کی تفسیر میں آیا ہے: اس کی وسعت میں اضافہ کردیا جائے کہ جس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں آیا ہے کہ فتح مکہ کے دن آپؐ سے کہا گیا: کیا آپؐ اپنے گھر تشریف نہیں لے جائیں گے تو اس وقت آپؐ نے فرمایا تھا: کیا عقیل نے ہمارے لیے کوئی گھر چھوڑا ہے (کیونکہ جناب عقیل نے ہجرت کے بعد جب تمام بنو ہاشم مدینہ چلے گئے تھے تو بنو ہاشم کے گھروں کو بیچ ڈالا تھا۔ اسی بنا پر معنی یہ ہوا کہ اب کوئی باقی گنجائش رہ گئی ہے۔

وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ﴿۳۱﴾ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ ﴿۳۲﴾ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ ﴿۳۳﴾ ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ﴿۳۴﴾ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ ﴿۳۵﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ ؕ هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ ﴿۳۶﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ﴿۳۷﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ

سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ۝۳۸ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ۝۳۹ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ۝۴۰ وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ۝۴۱ يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ۝۴۲ اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ ۝۴۳ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ۭ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ۝۴۴ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۣ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ۝۴۵

"اور جنت متقیوں کے قریب کر دی جائے گی وہ دُور نہ ہوگی۔ یہ وہی ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ یہ ہر اُس شخص کے لیے جو توبہ کرنے والا اور (اللہ کے حدود کی) محافظت کرنے والا ہو۔

وہ جو بغیر دیکھے خدائے رحمٰن سے ڈرتا ہو اور توبہ و انابہ سے بھرپور دل کے ساتھ اس کے حضور میں حاضر ہو۔ تم اس جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ آج کا دن ہمیشگی کا دن ہے۔ جو کچھ وہ چاہیں گے وہاں ان کے لیے حاضر ہوگا اور ہمارے پاس نعمات بھی ہیں۔

ہم نے اُن سے قبل کتنی ایسی اقوام کو ہلاک کیا جو ان سے زیادہ طاقتور تھیں۔ پس وہ شہر بہ شہر پھرے، کیا کوئی فرار کی جگہ ہے؟ اس میں ہر صاحب عقل کے لیے یقیناً عبرت ہے، جو کان لگا کر سنے اور اس کا دل حاضر رہے"۔

ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کو چھے دن میں خلق کیا ہے اور ان کی تخلیق میں ہمیں کوئی تھکاوٹ محسوس نہیں ہوئی۔ جو باتیں وہ کرتے ہیں اس پر آپ صبر کو اختیار کریں اور طلوع آفتاب سے قبل اور اس کے غروب ہونے سے قبل اپنے پروردگار کی ثنا کے ساتھ تسبیح کریں۔

اور رات کے وقت بھی اور سجدوں کے بعد بھی اس کی تسبیح کیجیے۔ اور کان لگا کر سنیے اور جس دن منادی قریب سے پکارے گا۔ وہ دن کہ جس میں سبھی لوگ قیامت کی چیخ کو حقیقی صورت میں سُن لیں گے، وہی دن خروج کا دن ہے۔

یقیناً ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ اس دن زمین ان کے اُوپر سے پھٹ پڑے گی اور وہ قبروں سے تیزی کے ساتھ باہر نکلیں گے اور یہ جمع کر لینا ہمارے لیے آسان ہے۔

وہ جو کچھ کہہ رہے ہیں ہم اُس سے اچھی طرح آگاہ ہیں اور آپ ان پر زبردستی کرنے والے نہیں ہیں۔ پس آپ اُس سے قرآن کے ذریعے اس شخص کو نصیحت کریں جو ہمارے عذاب سے ڈرتا ہے۔

وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ۝۳۱

"اور جنت متقیوں کے قریب کردی جائے گی وہ دُور نہ ہوگی"۔

تفسیر قمی میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا گیا ہے: جنت کو نوری صورت میں مزین کر دیا جائے گا۔

عوالی اللئالی میں روایت ہے: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت مکہ کے بعد مدینہ میں داخل ہوئے تو آپؐ نے لوگوں سے فرمایا: صلہ رحمی کرو، ضرورت مندوں کو کھانا کھلاؤ، نماز تہجد پڑھو۔ اس وقت جب لوگ سو رہے ہوں تو ان اعمال کے ذریعے سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔

لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ ۝۳۵

"جو کچھ وہ چاہیں گے وہاں ان کے لیے حاضر ہوگا اور ہمارے پاس نعمات بھی ہیں"۔

إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ ﴿۳۷﴾

"اس میں ہر صاحب عقل کے لیے یقیناً عبرت ہے جو کان لگا کر سنے اور اس کا دل حاضر ہے"۔

معانی الاخبار میں ہے: جناب امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا: قرآن مجید میں میرے مخصوص نام ہیں۔ اس سے ڈرتے رہنا کہ کہیں تم گمراہ نہ ہو جاؤ۔ صاحب قلب میں ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن میں فرمایا ہے: إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ ......الخ

اصول کافی میں ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ہشام سے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے: إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ، اس آیت میں قلب سے مراد عقل ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ۖ وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُغُوبٍ ﴿۳۸﴾

"ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کو چھے دن میں خلق کیا ہے اور ان کی تخلیق میں ہمیں کوئی تھکاوٹ محسوس نہیں ہوتی"۔

آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان موجودات کی تخلیق

شیخ مفید نے اپنی کتاب روضۃ الواعظین میں یہ روایت نقل کی ہے کہ یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے، انھوں نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق کے بارے میں سوالات کیے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے زمین کو سوموار اور منگل کے دن خلق کیا اور پہاڑوں اور ان کے اندر جو موجودات ہیں انھیں بدھ کے دن خلق فرمایا اور چوتھے دن تمام اشجار و پانی اور باقی تمام چیزوں کو خلق فرمایا اور پانچویں دن آسمانوں کو اور جمعہ کے دن تمام ستاروں، آفتاب و ماہتاب اور تمام ملائکہ کو خلق فرمایا۔ یہودیوں نے آپؐ سے کہا: پھر اللہ نے کیا کیا؟ آپؐ نے فرمایا: ثم استوی علی العرش۔ یہودیوں نے کہا: اس کے بعد اللہ نے آرام کیا؟ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غضب ناک ہوئے تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ ......الخ

کتاب علل الشرائع میں ایک روایت منقول ہے: یزید بن سلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: آپؐ یہ فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نے کس دن کائنات کو خلق فرمایا؟ تو آپؐ نے فرمایا: سوموار کے دن خلق فرمایا۔ اس نے کہا: اس دن کا نام "احد" کیوں رکھا گیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: کیونکہ یہ دن واحد ہے اور محدود ہے۔ اس نے کہا: یوم اثنین کو "اثنین" کیوں کہا گیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ اس لیے کہ وہ دنیا کا دوسرا دن ہے۔ اس نے کہا: ثلثہ کیوں کہا گیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: کیونکہ وہ دنیا کا تیسرا دن ہے۔ اس نے کہا: اربعہ کیوں کہا گیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اس لیے کیونکہ وہ دنیا کا چوتھا دن ہے۔ اس نے خمیس کے بارے میں پوچھا: آپؑ نے فرمایا: وہ اس لیے کہ وہ دنیا کا پانچواں دن ہے اور یہ دن انیس کا دن ہے اس دن اس پر لعنت کی گئی۔ اس دن جناب ادریس نبی علیہ السلام کو آسمان کی طرف اُٹھایا گیا۔

اس آدمی نے آپؑ سے جمعہ کے دن کے بارے میں پوچھا: آپؑ نے فرمایا: اس دن لوگوں کو جمع کیا جائے گا۔ یہی دن مشہود ہے وہ شاہد بھی ہے اور مشہود بھی ہے۔ اس نے ہفتہ کے دن کے بارے میں پوچھا۔ آپؑ نے فرمایا: یہ ساتواں دن ہے اس لیے اللہ نے قرآن میں فرمایا: وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ......

یوم اُحد سے یوم جمعہ تک چھے دن بنتے ہیں۔ ہفتہ کے دن کو معطل قرار دیا گیا ہے۔ یہ سن کر انھوں نے کہا: اے محمدؐ! جو کچھ آپؑ نے فرمایا ہے سچ فرمایا ہے۔

فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ﴿۳۹﴾

"جو باتیں وہ کرتے ہیں اس پر آپ صبر کو اختیار کریں اور طلوع آفتاب سے قبل اور اس کے غروب ہونے سے قبل پروردگار کی ثنا کے ساتھ تسبیح کریں"۔

تفسیر قمی میں حفص بن غیاث سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

تم پر تمام اُمور میں صبر کرنا لازم ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا تو انھیں حکم دیا کہ وہ صبر اور نرمی سے کام لیں۔ آپؐ نے مصائب و آلام پر صبر کیا لیکن آپؐ تنگ دل ہو کر رہ گئے تو اللہ تعالیٰ نے اُن پر اپنا یہ فرمان نازل فرمایا:

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ﴿۹۷﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۹۸﴾ (سورۂ حجر: ۹۷-۹۸)

"تحقیق ہم جانتے ہیں کہ یہ جو کچھ کر رہے ہیں اس سے آپ یقیناً دل تنگ ہو رہے ہیں۔ تو آپؐ اپنے پروردگار کی حمد سے اس کی تسبیح کرو اور سجدہ کرنے والوں میں ہو جاؤ۔ پھر ان لوگوں نے آپؐ کو جھٹلایا اور آپ کو تنگ کیا اور آپ محزون ہوئے تو پھر اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر یہ آیت اُتاری۔

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

يَجْحَدُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰى اَتٰهُمْ نَصْرُنَا ۚ (سورۂ انعام:۳۳-۳۴)

"ہمیں علم ہے کہ ان کی باتیں یقیناً آپ کے لیے رنج کا باعث ہیں۔ پس یہ صرف آپ کی تکذیب نہیں کرتے بلکہ یہ ظالم لوگ درحقیقت اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں اور آپ سے قبل بھی بہت سے رسول جھٹلائے جاتے رہے۔ تکذیب و ایذا پر صبر کرتے رہے یہاں تک کہ انھیں ہماری مدد پہنچ گئی"۔

بعد ازیں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اُوپر صبر کو لازم کر دیا۔ آپؐ نے فرمایا: میں اپنی ذات اپنے اہل وعیال اور اپنی عزت کے لیے صبر سے کام لوں گا لیکن اللہ کے ذکر پر صبر نہیں ہوسکتا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر یہ آیات نازل فرمائیں:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ﴿۳۸﴾ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ ......الخ

"ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کو چھے دن میں خلق کیا ہے اور ان کی تخلیق میں ہمیں کوئی تھکاوٹ محسوس نہیں ہوئی۔ جو باتیں وہ کرتے ہیں اس پر آپ صبر کو اختیار کریں......الخ۔

ان آیات کے بعد پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام احوال میں صبر کو اپنا لیا۔

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ﴿۳۹﴾

"طلوع آفتاب سے قبل اور اس کے غروب ہونے سے قبل اپنے پروردگار کی ثنا کے ساتھ تسبیح کریں"۔

مجمع البیان میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا: جب تم صبح کرو اور شام کرو تو دس مرتبہ ان کلمات کو پڑھو:

لا اله الا الله وحده لا شريك له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير

زمین کا چیخنا اور چلانا

کتاب خصال صدوق میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: زمین تین کاموں کے کرنے سے بارگاہِ پروردگار

ملے سونے سے۔

کرو۔ یہ وقت
جس میں اللہ

جائے۔

سُورَۃُ الذّٰرِیٰتِ

سورۃ الذاریات مکیۃ آیاتھا ۶۰ رکوعاتھا ۳

"سورۂ ذاریات مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی ساٹھ آیات اور تین رکوع ہیں"۔

يَجْحَدُوْنَ ۝ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ (سورۂ انعام:۳۳-۳۴)

"ہمیں علم ہے کہ ان کی باتیں یقیناً آپ کے لیے رنج کا باعث ہیں۔ پس یہ صرف آپ کی تکذیب نہیں کرتے بلکہ یہ ظالم لوگ درحقیقت اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں اور آپ سے قبل بھی بہت سے رسول جھٹلائے جاتے رہے۔ تکذیب و ایذا پر صبر کرتے رہے یہاں تک کہ انھیں ہماری مدد پہنچ گئی"۔

بعد ازیں پیغمبر اکرم ﷺ نے اپنے اُوپر صبر کو لازم کر دیا۔ آپؐ نے فرمایا: میں اپنی ذات اپنے اہل وعیال اور اپنی عزت کے لیے صبر سے کام لوں گا لیکن اللہ کے ذکر پر صبر نہیں ہوسکتا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر یہ آیات نازل فرمائیں:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ۝ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ ......الخ

"ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کو چھے دن میں خلق کیا ہے اور ان کی تخلیق میں ہمیں کوئی تھکاوٹ محسوس نہیں ہوئی۔ جو باتیں وہ کرتے ہیں اس پر آپ صبر کو اختیار کریں......الخ۔

ان آیات کے بعد پیغمبر اسلام ﷺ نے تمام احوال میں صبر کو اپنا لیا۔

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ۝

"طلوعِ آفتاب سے قبل اور اُس کے غروب ہونے سے قبل اپنے پروردگار کی ثنا کے ساتھ تسبیح کریں"۔

مجمع البیان میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا: جب تم صبح کرو اور شام کرو تو دس مرتبہ اِن کلمات کو پڑھو:

لا الٰه الا الله وحدهٗ لا شريك له الملك وله الحمد وهو علٰى كُل شيءٍ قدير

زمین کا چیخنا اور چلاّنا

کتاب خصال صدوق میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زمین تین کاموں کے کرنے سے بارگاہِ پروردگار

میں فریاد کرتی ہے: ① خونِ ناحق کے کرنے سے ② زنا کے غسل کے پانی کے گرنے سے ③ طلوع فجر سے پہلے سونے سے۔

حصولِ رزق کی بہترین ساعت

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا: رزق کو طلوع فجر اور طلوعِ شمس کے درمیان طلب کرو۔ یہ وقت رزق کی طلب و تلاش کا بہترین وقت ہے۔ انسان سارے دن کی مشقت سے بچ جاتا ہے۔ یہ وہ ساعت ہے جس میں اللہ اپنے بندوں میں رزق تقسیم کرتا ہے۔

وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ۝

"اور رات کے وقت بھی اور سجدوں کے بعد بھی اس کی تسبیح کرو"۔

اُصولِ کافی، تفسیر قمی میں اس آیت کریمہ کی تفسیر میں یہ منقول ہے: نمازِ مغرب کے بعد چار رکعت نماز پڑھی جائے۔

قیامت کے دن کی چیخ و پکار سے سب زندہ ہو جائیں گے

وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ۝

"غور کان لگا کر سنیے اور جس دن منادی قریب سے پکارے گا"۔

تفسیر قمی کی روایت کے مطابق حضرت قائم عجل اللہ فرجہٗ اور آپؑ کے والد بزرگوار کے نام کی ندا دی جائے گی۔

يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ۝

"وہ دن کہ جس میں سبھی لوگ قیامت کی چیخ کو حقیقی صورت میں سن لیں گے وہی دن خروج کا دن ہے"۔

صاحبِ تفسیر قمی نے نقل کیا ہے: اس "صیحہ" سے مراد حضرت قائمؑ کی آواز ہے۔ یومِ خروج سے مراد یومِ رجعت ہے۔

جس دن زمین پھٹ پڑے گی

يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ۭ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ۝

"اس دن زمین ان کے اُوپر سے پھٹ پڑے گی اور وہ قبروں سے تیزی کے ساتھ باہر نکلیں گے اور یہ جمع کر لینا ہمارے لیے آسان ہے"۔

حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امام علی علیہ السلام سے فرمایا:

اے علیؑ! اللہ تعالیٰ سے مَیں نے پانچ خصوصیات کا سوال کیا اور اللہ نے مجھے عطا کر دی ہیں۔ ان میں سے جو پہلی خصوصیت میں نے اپنے رب سے مانگی وہ یہ ہے کہ جب قیامت کا دن برپا ہو اور سب سے پہلے میں اپنی قبر سے باہر آؤں اور میرے سر سے مٹی جھاڑنے والے علیؑ ہوں۔ اے علیؑ! تم میرے ساتھ ہو گے۔

تہذیب الاحکام میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے حدیث منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

کوئی نبی یا وصی اپنی وفات کے بعد زمین میں تیس دن سے زیادہ نہیں رہتے۔ تیس دن کے بعد ان کی روح اور ان کے جسم کو آسمان کی طرف اُٹھا لیا جاتا ہے۔ ان پر دُور و نزدیک سے سلام پہنچتے رہتے ہیں اور وہ سب کچھ سنتے رہتے ہیں۔

سُوْرَةُ الذّٰرِيٰتِ

سورة الذاريات مكية آياتها ٦٠ ركوعاتها ٣

"سورۂ ذاریات مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی ساٹھ آیات اور تین رکوع ہیں"۔

سورۂ ذاریات کے مطالب

اس سورہ میں بحث کا محور معاد اور مومنین و کفار کی جزا و سزا سے مربوط ہے لیکن اس میں دوسرے عنوانات کے تحت بھی بحث کی گئی ہے۔ اس سورہ کے مباحث پانچ محوروں کے گرد گردش کرتے ہیں:

۱۔ معاد و قیامت اور اس کے متعلقات۔
۲۔ توحید و نظامِ آفرینش میں الٰہی آیات کا بیان۔
۳۔ فرشتوں کی وہ داستان جب وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مہمان بن کر آئے تھے۔
۴۔ جناب موسیٰ و قوم عاد و ثمود اور قومِ نوحؑ کی داستانوں کی طرف مختصر اشارہ جات اور مجرمین کو انتباہ۔
۵۔ آخر میں ان اقوام کا ذکر ہے جو ہٹ دھرم تھیں اور انبیاء سے مبارزہ کرنے والی تھیں اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تسلی کے لیے آیات جن میں آپ کو استقامت کی دعوت دی گئی ہے۔

تلاوت کے فضائل

کتاب ثواب الاعمال میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

جو شخص دن یا رات کے وقت سورۂ ذاریات کی تلاوت کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کی زندگی کے حالات اور معیشت کی اصلاح کرے گا۔ اس کی روزی میں وسعت پیدا کرے گا اور اس کی قبر کو ایسے چراغ سے منور کردے گا جو قیامت کے دن تک چمکتا رہے گا۔

تفسیر مجمع البیان میں حدیث منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی سورۂ ذاریات کی تلاوت کرے گا تو اس کے نامۂ اعمال میں اس دنیا میں جتنی ہوائیں چلیں گی ہر ایک کے بدلے میں دس نیکیاں لکھی جائیں گی۔

○○○

کتاب من لا یحضرہ الفقیہ میں روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا "پھر ان فرشتوں کی قسم جو اُمور کی تقسیم کرتے ہیں" سے مراد وہ فرشتے ہیں جو طلوع صبح سے طلوع آفتاب کے درمیان بنو آدم میں رزق تقسیم کرتے ہیں۔ اس دوران جو سو جاتا ہے تو اس کا رزق بھی سو جاتا ہے۔

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ۝

"قسم ہے مختلف شکلوں والے آسمان کی"۔

حسین بن خالد نے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: اس آیت کی تفسیر کیا ہے؟

آپ نے فرمایا: زمین والا آسمان مختلف شکلیں رکھنے والا ہے۔

میں نے عرض کیا: کس صورت میں؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: رفع السماء بغیر عمد ترونھا؟

آپ نے فرمایا: سبحان اللہ کیا خدا نے فرمایا ہے: بغیر عمد ترونھا۔

میں نے عرض کیا: جی ہاں!

آپ نے فرمایا: ترونھا نہیں ہے بلکہ ہے لا ترونھا۔

میں نے عرض کیا: اللہ مجھے آپ کا فدیہ بنائے، ایسا کیسے ہوسکتا ہے؟ اس وقت آپ نے اپنی بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو پھیلایا۔ پھر اس پر دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو رکھا۔ آپ نے فرمایا: یہ ہے قریب کی دنیا اور یہ ہے زمین سے قریب والا آسمان اس کے اُوپر قبہ ہے اور دوسری زمین ہے اور اس کے اُوپر اس کا قریبی آسمان ہے اور اس کے اُوپر قبہ ہے اور اس پر تیسری زمین ہے اور اُس کے اُوپر تیسرا آسمان ہے اور اس کے اُوپر قبہ ہے اور چوتھی زمین، تیسرے آسمان پر ہے۔ اس طرح چوتھا آسمان ہے اس کے اُوپر قبہ ہے، اور پانچویں زمین چوتھے آسمان پر ہے۔ پھر پانچواں آسمان ہے۔ اس کے اُوپر قبہ ہے اور چھٹی زمین پانچویں آسمان کے اُوپر ہے۔ اس کے اُوپر چھٹا آسمان ہے اور چھٹے آسمان کے اُوپر قبہ ہے اور ساتویں زمین چھٹے آسمان کے اُوپر ہے اور پھر اس کے اُوپر زمین ہے اور اس پر ساتواں آسمان ہے اور اللہ کا عرش ساتویں آسمان کے اُوپر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا (سورۂ ملک:۳)

"جس نے سات آسمان اُوپر تلے بناڈالے"۔

سورۂ ذاریات کے مطالب

اس سورہ میں بحث کا محور معاد اور مومنین و کفار کی جزا و سزا سے مربوط ہے لیکن اس میں دوسرے عنوانات کے تحت بھی بحث کی گئی ہے۔ اس سورہ کے مباحث پانچ محوروں کے گرد گردش کرتے ہیں:

① معاد و قیامت اور اس کے متعلقات۔
② توحید و نظامِ آفرینش میں الٰہی آیات کا بیان۔
③ فرشتوں کی وہ داستان جب وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مہمان بن کر آئے تھے۔
④ جناب موسیٰ و قوم عاد و ثمود اور قوم نوح کی داستانوں کی طرف مختصر اشارہ جات اور مجرمین کو انتباہ۔
⑤ آخر میں ان اقوام کا ذکر ہے جو ہٹ دھرم تھیں اور انبیاء سے مبارزہ کرنے والی تھیں اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تسلی کے لیے آیات جن میں آپ کو استقامت کی دعوت دی گئی ہے۔

تلاوت کے فضائل

کتاب ثواب الاعمال میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

جو شخص دن یا رات کے وقت سورۂ ذاریات کی تلاوت کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کی زندگی کے حالات اور معیشت کی اصلاح کرے گا۔ اس کی روزی میں وسعت پیدا کرے گا اور اس کی قبر کو ایسے چراغ سے منور کر دے گا جو قیامت کے دن تک چمکتا رہے گا۔

تفسیر مجمع البیان میں حدیث منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی سورۂ ذاریات کی تلاوت کرے گا تو اس کے نامۂ اعمال میں اس دنیا میں جتنی ہوائیں چلیں گی ہر ایک کے بدلے میں دس نیکیاں لکھی جائیں گی۔

○○○

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَالذّٰرِيٰتِ ذَرۡوًا ۙ‏ ﴿۱﴾ فَالۡحٰمِلٰتِ وِقۡرًا ۙ‏ ﴿۲﴾ فَالۡجٰرِيٰتِ يُسۡرًا ۙ‏ ﴿۳﴾ فَالۡمُقَسِّمٰتِ اَمۡرًا ۙ‏ ﴿۴﴾ اِنَّمَا تُوۡعَدُوۡنَ لَصَادِقٌ ۙ‏ ﴿۵﴾ وَّاِنَّ الدِّيۡنَ لَوَاقِعٌ ؕ‏ ﴿۶﴾ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الۡحُـبُكِ ۙ‏ ﴿۷﴾ اِنَّكُمۡ لَفِىۡ قَوۡلٍ مُّخۡتَلِفٍ ۙ‏ ﴿۸﴾ يُّؤۡفَكُ عَنۡهُ مَنۡ اُفِكَ ؕ‏ ﴿۹﴾ قُتِلَ الۡخَـرّٰصُوۡنَ ۙ‏ ﴿۱۰﴾ الَّذِيۡنَ هُمۡ فِىۡ غَمۡرَةٍ سَاهُوۡنَ ۙ‏ ﴿۱۱﴾ يَسۡـئَلُوۡنَ اَيَّانَ يَوۡمُ الدِّيۡنِ ؕ‏ ﴿۱۲﴾ يَوۡمَ هُمۡ عَلَى النَّارِ يُفۡتَنُوۡنَ‏ ﴿۱۳﴾ ذُوۡقُوۡا فِتۡنَتَكُمۡ ؕ هٰذَا الَّذِىۡ كُنۡتُمۡ بِهٖ تَسۡتَعۡجِلُوۡنَ‏ ﴿۱۴﴾ اِنَّ الۡمُتَّقِيۡنَ فِىۡ جَنّٰتٍ وَّعُيُوۡنٍ ۙ‏ ﴿۱۵﴾

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن و رحیم ہے

"قسم ہے ان ہواؤں کی جو بادلوں کو چلاتی ہیں۔ پھر ان بادلوں کی قسم جو بوجھ اُٹھاتے ہیں۔ پھر ان کشتیوں کی قسم، جو آسانی کے ساتھ چلتی ہیں۔ پھر ان فرشتوں کی قسم جو اُمور کو تقسیم کرتے ہیں۔ جی ہاں! ان سب کی قسم، جس بات کا آپ سے وعدہ کیا گیا ہے وہ یقیناً سچا ہے۔ اور یومِ جزا ضرور واقع ہو کر رہے گا۔ قسم ہے مختلف شکلوں والے آسمان کی۔ آخرت کے بارے میں تمھاری بات ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ اس (قرآن) سے وہی برگشتہ ہوتا

ہے جو حق سے پھرا ہوا ہے۔ قیاس وگمان سے حکم لگانے والے مارے گئے۔ جو جہالت میں ڈوبے ہوئے اور غفلت میں مدہوش ہیں۔ وہ سوال کرتے ہیں کہ روزِ جزا کب آئے گا۔ جس دن یہ لوگ آگ پر تپائے جائیں گے۔ اپنے فتنے کا مزہ چکھو۔ یہ وہی چیز ہے جس کے لیے تم جلدی کر رہے ہو۔ البتہ اہلِ تقویٰ یقیناً باغوں اور چشموں میں ہوں گے"۔

ہواؤں، بادلوں، کشتیوں اور فرشتوں کی قسم

وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ۝

"قسم ہے ان ہواؤں کی جو بادلوں کو چلاتی ہیں"۔

تفسیر قمی میں اس آیت کے ذیل میں نقل کیا گیا ہے کہ ابن الکواء نے ایک دن حضرت امام علی علیہ السلام سے ان آیات کی تفسیر پوچھی۔ اس نے آپؑ کے حضور کہا:

وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: ہوائیں۔

اس نے عرض کیا: فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا

آپؑ نے فرمایا: بادل۔

اس نے عرض کیا: فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا

آپؑ نے فرمایا: کشتیاں۔

اُس نے عرض کیا: فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا

آپؑ نے فرمایا: فرشتے۔ ان سب کی قسم کھائی گئی ہے اور اس کی خبر۔ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ۝ وَّاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ ۝ ہے یعنی ہر صورت میں جزا دی جائے گی۔

تفسیر مجمع البیان میں روایت نقل ہوئی ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ اللہ کے علاوہ کسی اور کی قسم اُٹھائے۔ اللہ تعالیٰ پاک و پاکیزہ ہے۔ وہ اپنی مخلوق میں سے جس کی چاہے قسم اُٹھا سکتا ہے۔

کتاب من لا یحضرہ الفقیہ میں روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ''پھر ان فرشتوں کی قسم جو اُمور کی تقسیم کرتے ہیں'' سے مراد وہ فرشتے ہیں جو طلوع صبح سے طلوع آفتاب کے درمیان بنو آدم میں رزق تقسیم کرتے ہیں۔ اس دوران جو سو جاتا ہے تو اس کا رزق بھی سو جاتا ہے۔

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ۝

''قسم ہے مختلف شکلوں والے آسمان کی''۔

حسین بن خالد نے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: اس آیت کی تفسیر کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: زمین والا آسمان مختلف شکلیں رکھنے والا ہے۔

میں نے عرض کیا: کس صورت میں؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: رفع السماء بغیر عمد ترونها؟

آپؑ نے فرمایا: سبحان اللہ کیا خدا نے فرمایا ہے: بغیر عمد ترونها۔

میں نے عرض کیا: جی ہاں!

آپؑ نے فرمایا: ترونها نہیں ہے بلکہ ہے لا ترونها۔

میں نے عرض کیا: اللہ مجھے آپؑ کا فدیہ بنائے، ایسا کیسے ہوسکتا ہے؟ اس وقت آپؑ نے اپنی بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو پھیلایا۔ پھر اس پر دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو رکھا۔ آپؑ نے فرمایا: یہ ہے قریب کی دنیا اور یہ ہے زمین سے قریب والا آسمان اس کے اُوپر قبہ ہے اور دوسری زمین ہے اور اس کے اُوپر اس کا قریبی آسمان ہے اور اس کے اُوپر قبہ ہے اور اس پر تیسری زمین ہے اور اُس کے اُوپر تیسرا آسمان ہے اور اس کے اُوپر قبہ ہے اور چوتھی زمین، تیسرے آسمان پر ہے۔ اس طرح چوتھا آسمان ہے اس کے اُوپر قبہ ہے، اور پانچویں زمین چوتھے آسمان پر ہے۔ پھر پانچواں آسمان ہے۔ اس کے اُوپر قبہ ہے اور چھٹی زمین پانچویں آسمان کے اُوپر ہے۔ اس کے اُوپر چھٹا آسمان ہے اور چھٹے آسمان کے اُوپر قبہ ہے اور ساتویں زمین چھٹے آسمان کے اُوپر ہے اور پھر اس کے اُوپر زمین ہے اور اس پر ساتواں آسمان ہے اور اللہ کا عرش ساتویں آسمان کے اُوپر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا (سورۂ ملک:۳)

''جس نے سات آسمان اُوپر تلے بنا ڈالے''۔

وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ (سورۂ طلاق:۱۲)

''انھی کی طرح زمین کو بھی اس کا حکم ان کے درمیان اُترتا ہے''۔

اور صاحب الامر اللہ کے رسولؐ ہیں اور ان کے بعد ان کے وصی ہیں جو اس کی سرزمین پر قائم ہیں۔ امر آخری آسمان سے ان نیچے والے آسمانوں اور زمین کی طرف نازل ہوتا ہے''۔

میں نے عرض کیا: کیا ہمارے نیچے صرف ایک زمین ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں! ہمارے نیچے صرف ایک زمین ہے باقی چھے اُوپر ہیں۔

صاحب تفسیر مجمع البیان نے ذَاتِ الْحُبُكِ کا معنی کیا ہے: ''خوبصورت راستوں والا''۔

اِنَّكُمْ لَفِیْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ﴿۸﴾

''آخرت کے بارے میں تمھاری بات ایک دوسرے سے مختلف ہے''۔

یُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ ﴿۹﴾

''اس قرآن سے وہی برگشتہ ہوتا ہے جو حق سے پھرا ہوا ہے''۔

تفسیر قمی میں اس آیت کے ضمن میں روایت نقل کی گئی ہے کہ یہ اُمت حضرت امام علی علیہ السلام کی ولایت میں اختلاف کرے گی جو حضرت امام علی علیہ السلام کی ولایت پر قائم رہا وہ جنت میں داخل ہوگا، اور جس نے امام علیہ السلام کی ولایت سے اختلاف کیا، وہ جہنم میں داخل ہوگا۔

آیت مبارکہ یُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ سے مراد ہے کہ جو لوگ ولایت حضرت امام علی علیہ السلام سے منحرف ہوتے ہیں وہ جنت سے بھی روگرداں ہوتے ہیں۔

اٰخِذِیْنَ مَاۤ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِیْنَ ﴿۱۶﴾ كَانُوْا قَلِیْلًا مِّنَ الَّیْلِ مَا یَهْجَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَفِیْۤ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآىِٕلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴿۱۹﴾ وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ ﴿۲۰﴾ وَفِیْۤ اَنْفُسِكُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۲۱﴾

وَ فِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ۝۲۲ فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ۝۲۳ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ۝۲۴ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ۝۲۵ فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ۝۲۶ فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ۝۲۷ فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ ؕ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ۝۲۸ فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ ۝۲۹ قَالُوْا كَذٰلِكِ ۙ قَالَ رَبُّكِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ۝۳۰

"اور جو کچھ ان کا رب انھیں دے گا وہ اُسے خوشی و مسرت سے لے رہے ہوں گے۔ وہ اس دن کی آمد سے قبل نیکوکار تھے۔ وہ راتوں کو کم سوتے تھے۔ پھر رات کے پچھلے پہروں میں استغفار کیا کرتے تھے اور ان کے اموال میں سائل اور محروم کے لیے ایک حق تھا۔ زمین میں یقین لانے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔

اور خود تمھارے وجود کے اندر (بھی نشانیاں ہیں) کیا تم دیکھتے نہیں؟ تمھاری روزی آسمان میں ہے اور وہ جس کا تمھیں وعدہ دیا جاتا ہے۔ پس قسم ہے آسمان اور زمین کے رب کی کہ یہ مطلب حق ہے جس طرح کہ تم گفتگو کرتے ہو۔

کیا آپؐ کے پاس ابراہیمؑ کے معزز مہمانوں کی داستان بھی پہنچی۔ جب وہ اُن کے پاس آئے تو کہا: آپ پر سلام، اس نے کہا: تم پر بھی سلام، تم لوگوں کو پہچانا نہیں ہے۔ پھر وہ خاموشی کے

ساتھ اپنے گھر والوں کے پاس گیا اور ایک موٹا تازہ بچھڑا لاکر مہمانوں کے سامنے پیش کیا۔ اور اس کو ان کے پاس رکھ دیا۔ اُس نے ان سے کہا: آپ اسے کھاتے نہیں؟ پھر وہ اپنے دل میں ان سے ڈرا۔ انھوں نے کہا: ڈرو نہیں ہم تیرے پروردگار کے رسول ہیں۔ پھر اُسے ایک ذی علم لڑکے کی پیدائش کی خوشخبری دی۔

اس دوران اس کی بیوی آگے بڑھی حالانکہ وہ (خوشی اور تعجب سے) چلا رہی تھی اور اُس نے اپنا منہ پیٹ لیا اور کہا حالانکہ میں ایک بانجھ بڑھیا ہوں۔ انھوں نے کہا: تیرے رب نے اس طرح کہا ہے اور وہ حکیم و دانا ہے"۔

سحر خیزوں کا اجر

كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ۝

"وہ راتوں کو کم سوتے تھے"۔

وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ۝

"اور پھر رات کے پچھلے پہروں میں استغفار کیا کرتے تھے"۔

تفسیر قمی میں روایت کی گئی ہے کہ محمد بن مسلم نے کہا: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا: ہر آدمی رات کو تین دفعہ بیدار ہوتا ہے۔ اگر وہ نہیں اُٹھتا تو شیطان اُس کے دونوں کانوں میں پیشاب کر دیتا ہے۔

راوی کہتا ہے: میں نے آپؑ سے اللہ کے اس فرمان کے بارے میں پوچھا: كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ۝ "کہ وہ راتوں کو کم سوتے تھے"۔ آپؑ نے فرمایا: بہت کم راتیں ان سے فوت ہوتی تھیں، جن میں وہ عبادت کے لیے نہ اُٹھتے ہوں۔

وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ "اور وہ رات کے پچھلے پہروں میں استغفار کیا کرتے تھے" کی تفسیر میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: وہ نماز شب کے وتر میں ستر مرتبہ استغفار کرتے تھے۔

تہذیب الاحکام میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے آیت کریمہ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ کی تفسیر کے بارے میں مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا: جب وہ لوگ سوتے ہیں، سونے کے دوران پہلو بدلتے ہیں تو کہتے ہیں: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ۔

وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآىِٕلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴿۱۹﴾

''اور ان کے اموال میں سائل اور محروم کا حق تھا''۔

صاحب تفسیر قمی نے کہا ہے: ''سائل سے مراد وہ جو سوال کر کے اپنی گزراوقات کرے اور محروم سے مراد وہ جو بسیار کوشش کے کچھ نہ کما سکے''۔

وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ﴿۲۰﴾

''زمین میں یقین لانے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں''۔

وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۲۱﴾

''اور خود تمھارے وجود کے اندر (بھی نشانیاں) ہیں کیا تم دیکھتے نہیں؟

اللہ کی نشانیاں تمھارے وجود کے اندر ہیں، کیا تم اس میں غور نہیں کرتے؟

زیر بحث آیات میں ان نشانیوں کے بارے میں جو زمین کے اندر ہیں اور خود انسان کے وجود کے اندر ہیں، ان کے متعلق گفتگو ہو رہی ہے۔ ان نشانیوں سے واضح کیا جا رہا ہے کہ قیامت ایک ایسی حقیقت ہے جو ہر طرح سے ثابت ہے۔ اس سے انکار کی گنجائش ہی نہیں ہے۔

صاحب تفسیر قمی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے: اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق میں اس کی آیات موجود ہیں۔ شاعر کا قول ہے:

وفی کل شیءٍ له آية

تدلّ علٰی انه واحد

''کائنات کی ہر شے میں اس کی آیات موجود ہیں اور یہ بات دلالت کرتی ہے کہ وہ ایک ہے''۔

اس نے اس آیت کریمہ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ''اور خود تمھارے وجود کے اندر بھی نشانیاں ہیں کیا تم دیکھتے نہیں'' کی تفسیر میں لکھا ہے: اللہ نے تمھیں سننے والا، دیکھنے والا پیدا کیا ہے۔ کبھی تم غصے میں ہوتے ہو اور کبھی تم خوش ہوتے ہو۔ کبھی تم بھوکے ہوتے ہو اور کبھی تم سیر ہوتے ہو۔ یہ تمام حالات اللہ کی آیات ہیں جو تمھارے وجود کے اندر ہیں۔

اُصول کافی میں ایک روایت نقل کی گئی ہے کہ ایک زندیق نے حضرت امام رضاؑ سے پوچھا: مجھے بتایئے کہ خدا اگر ہے تو کہاں ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جب میں نے اپنے جسم میں غور کیا اور دیکھا کہ میں اپنے جسم میں اس کے طول و عرض میں نہ کمی کرسکتا ہوں اور نہ زیادتی۔ نہ اس کو نقصان دے سکتا ہوں اور نہ اس کے لیے قواعد جاری کرسکتا ہوں۔ تو مجھے پتا چلتا ہے کہ اس عمارت کا کوئی بانی ہے تو میں اس کی ذات کا اقرار کرتا ہوں۔ علاوہ ازیں آسمان پر اس کی قدرت کے نظارے دیکھتا ہوں، وہ ہے جو بادلوں کو پیدا کرتا ہے اور ہواؤں کو اِدھر سے اُدھر گردش دیتا ہے۔ وہی ہے جو سورج، چاند، ستاروں وغیرہ کو چلاتا ہے۔ وہ سب اس کی قدرت و صنعت گری کی آیات ہیں۔ ان تمام اشیاء سے مجھے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا خالق ان تمام اشیاء پر قدرتِ کاملہ رکھتا ہے۔

کتابِ خصال میں روایت ہے کہ حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: ایک آدمی امیرالمومنین علیہ السلام کے سامنے کھڑا ہوگیا اور عرض کیا: یاامیرالمومنینؑ! آپؑ نے اپنے رب کو کیسے پہچانا؟ آپؑ نے فرمایا: میں نے اپنے رب کو ارادوں کے ٹوٹنے سے پہچانا۔ جب میں ارادہ کرتا ہوں تو میری ذات اور میرے ارادے کے درمیان کوئی نئی صورت حائل ہوجاتی ہے۔ میں ارادہ کرتا ہوں لیکن قضا میرے عزم کی مخالف ہوجاتی ہے تو میں اس منزل پر پہنچ جاتا ہوں کہ اس کائنات اور میرے جسم کا مدبر کوئی اور ہے۔

رزق آسمان سے نازل ہوتا ہے

حضرت امام حسن علیہ السلام سے ایک طولانی حدیث میں آیا ہے، جب آپؑ سے بادشاہِ روم نے مخلوق کے ارزاق کے بارے میں سوال کیا تھا تو آپؑ نے فرمایا: مخلوق کا رزق چوتھے آسمان سے نازل ہوتا ہے اور وہ ایک مقدار کے مطابق نازل ہوتا ہے اور ایک مقدار کے مطابق پھیلتا ہے۔

کتاب علل الشرائع میں روایت ہے: حضرت امیرالمومنین امام علی علیہ السلام کا فرمان ہے: جب تم میں سے کوئی آدمی نماز سے فارغ ہوتو اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کرے اور اپنے لیے دعا مانگے۔

یہ سن کر ابن سبا نے عرض کیا: یاامیرالمومنینؑ! کیا اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود نہیں ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں! وہ ہر جگہ موجود ہے۔ اُس نے کہا: جب اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے تو پھر ہاتھوں کو آسمان کی طرف کیوں بلند کیا جائے؟

آپؑ نے فرمایا: کیا تم نے قرآنِ مجید کی یہ آیت نہیں پڑھی:

وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ۝

"تمھاری روزی آسمان میں ہے اور وہ جس کا تمھیں وعدہ دیا جاتا ہے"۔

جب اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ رزق آسمان سے نازل ہوتا ہے اور رزق کی جگہ آسمان ہے تو پھر رزق کہاں سے طلب کیا جائے اور اللہ تعالیٰ نے رزق کے نزول کا جو وعدہ کیا ہے وہ آسمان سے کیا ہے کہ تمھارا رزق آسمان سے نازل ہوگا۔

کتاب خصال صدوق میں ہے کہ حضرت امام علی علیہ السلام نے فرمایا: برتنوں کو دھو کر رکھنا اور صحن کو صاف رکھنے سے رزق میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔

صحیفہ سجادیہ میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی دُعائے رزق ہے۔ آپؑ اس وقت یہ دعا پڑھتے تھے، جب رزق میں تنگی پیدا ہو جاتی تھی۔ آپؑ فرماتے ہیں:

"اے پروردگار! تو نے اپنی وحی کے ذریعے جو واضح اور صاف وعدہ فرمایا ہے اور اپنی کتاب میں اس کے ساتھ قسم بھی کھائی ہے۔ اسے اس روزی کے اہتمام سے جس کا تو ضامن ہے، سبکدوشی کا سبب قرار دے اور جس روزی کا تو نے ذمہ لیا ہے اس کی مشغولیتوں سے علیحدگی کا وسیلہ بنا دے۔ چنانچہ تو نے فرمایا ہے اور تیرا قول حق اور بہت سچا ہے اور تو نے قسم کھائی ہے اور تیری قسم سچی اور پوری ہونے والی ہے کہ تمھاری روزی اور وہ کہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے آسمان میں ہے پھر تیرا ارشاد ہے:

فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ أَنَّكُمْ تَنطِقُونَ ۝

"پس قسم ہے آسمان اور زمین کے رب کی کہ یہ مطلب حق ہے کہ جس طرح تم گفتگو کرتے ہو"۔

ارشاد مفید میں ایک طولانی حدیث ہے حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: رزق کو طلب کرو کیونکہ یہ طلب پر مشتمل ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے، آپؑ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس نے میرے جد بزرگوار محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت پر مبعوث فرمایا: خداوند تعالیٰ انسان کو اس کی مروت و شخصیت کے مطابق روزی دیتا ہے اور پروردگار کی مدد شدت بلا اور حادثہ کی مناسبت سے ہوتی ہے۔

ایک اور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے: رزق اللہ کی طرف سے مقرر شدہ ہے۔ حریص کا حرص اُسے جلب نہیں کرتا اور نہ ہی لوگوں کی ناپسندیدگی اُسے روکتی ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس ایک آدمی آیا۔ اُس نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپؑ پر قربان جائیں مجھے

نصیحت فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ نے تیرے رزق کی کفالت اپنے ذمہ لی ہے تو یہ حد سے زیادہ بھاگ دوڑ کیسی۔ اگر رزق مقسوم ومقدر سے ہے تو پھر یہ حرص کیسا؟

ایک اور حدیث میں آپؑ ہی سے منقول ہے: لوگوں کو تکلیف و آزار پہنچانے سے رُکنا اور جھگڑے ختم کرنے سے روزی میں اضافہ ہوتا ہے۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین کا رزق وہاں رکھ دیا ہے جہاں کا گمان بھی نہیں۔ جب بندہ رزق کو نہیں پا رہا ہوتا تو وہ کثرت کے ساتھ دعائیں مانگنے لگتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: توحید نصف دین ہے اور روزی کو راہِ خدا میں خرچ کرنے کے ذریعہ سے اپنے ہاں اُتارو۔

فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ۭ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۭ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ۝

''پھر وہ اپنے دل میں اُن سے ڈرا۔ انھوں نے کہا: ڈرو نہیں ہم تیرے پروردگار کے رسول ہیں۔
پھر اُسے ایک ذی علم لڑکے کی پیدائش کی خوشخبری دی''۔

جنابِ ابراہیمؑ کے مہمان

اُصولِ کافی میں ایک طولانی حدیث موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے چار فرشتوں کو قومِ لوطؑ کی ہلاکت کے لیے بھیجا۔ وہ جبرئیلؑ ومیکائیلؑ واسرافیلؑ اور کروبیل صلوات اللہ علیہم تھے۔ وہ حضرت ابراہیمؑ کے پاس اس صورت میں آئے۔ آپؑ کو سلام کیا لیکن جنابِ ابراہیمؑ انھیں نہ پہچان سکے۔ چونکہ آپ مہمان نواز تھے۔ آپؑ نے ان کے لیے فوراً ایک بچھڑا بھونا اور ان کے سامنے رکھ دیا۔ اسی دوران آپؑ نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ اُس بچھڑے کی طرف کھانے کے لیے نہیں بڑھ رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اس حالت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا: فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً

آپؑ نے دل میں خوف محسوس کیا۔ جب جنابِ جبرئیلؑ نے آپؑ کی یہ حالت دیکھی تو اپنا عمامہ اُتارا۔ جنابِ ابراہیمؑ نے پہچان لیا اور فرمایا: کیا آپؑ ہیں۔ جنابِ جبرئیلؑ نے کہا: جی ہاں! میں جبرئیل ہوں۔ اس دوران جنابِ سارہ آپؑ کی زوجہ کا وہاں سے گزر ہوا تو جنابِ جبرئیلؑ نے انھیں جنابِ اسحاقؑ کی ولادت کی خوشخبری دی اور یہ بھی کہا: ان کی اولاد میں سے یعقوب ہوں گے۔ جو کچھ جنابِ سارہؑ نے فرمایا: پھر اُسے جو جواب دیا گیا، وہ قرآنِ مجید میں موجود ہے۔

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ۝ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ۝ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ ۝ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ۝ فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ وَتَرَكْنَا فِيْهَآ اٰيَةً لِّلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۝ وَفِيْ مُوْسٰٓى اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝ فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ وَقَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ۝ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيْمٌ ۝ وَفِيْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ ۝ مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ ۝ وَفِيْ ثَمُوْدَ اِذْ قِيْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰى حِيْنٍ ۝ فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِيَامٍ وَّمَا كَانُوْا مُنْتَصِرِيْنَ ۝

"جناب ابراہیمؑ نے فرمایا: اے فرستادگانِ الٰہی! آپ کو کون سا اہم کام درپیش ہے۔ انھوں نے کہا: ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں تاکہ ان پر پکی ہوئی مٹی کے پتھروں کی بارش کر دیں۔

ایسے پتھر جو آپ کے رب کے ہاں حد سے تجاوز کرنے والوں کے لیے نشان زدہ ہیں۔ پھر ہم نے ان سب لوگوں کو جو مومن تھے اُس بستی سے نکال لیا اور ہم نے اس میں ایک گھر

کے سوا مسلمانوں کا کوئی گھر نہ پایا۔ اس کے بعد ہم نے وہاں بس ایک علامت ان لوگوں کے لیے چھوڑ دی جو دردناک عذاب سے خوفزدہ ہوتے ہیں۔

اور تمھارے لیے علامت ہے موسیٰؑ کے قصے میں، جب ہم نے اُسے واضح دلیل کے ساتھ فرعون کی طرف بھیجا لیکن وہ اپنے تمام وجود کے ساتھ اس سے رُوگردانی کرلی اور وہ بولا یہ آدمی یا تو جادوگر ہے یا دیوانہ ہے۔

آخرکار ہم نے اُسے اور اُس کے لشکروں کو اپنی گرفت میں لے لیا اور سب کو سمندر میں پھینک دیا اور وہ ملامت زدہ ہوکر رہ گیا۔ اور اسی طرح تمھارے لیے نشانی ہے قومِ عاد میں جبکہ ہم نے اُن پر ایک ایسی تندوتیز آندھی بھیجی۔ وہ جس چیز پر بھی گزر گئی اُسے بوسیدہ کرکے رکھ دیا۔

قومِ ثمود کی داستان میں بھی ایک عبرت ہے، جب اُن سے کہا گیا کہ ایک خاص وقت تک فائدہ اُٹھالو۔ انھوں نے اپنے رب کے حکم سے سرتابی کی۔ آخرکار ان کے دیکھتے دیکھتے ایک اچانک آنے والے عذاب نے انھیں آلیا۔ پھر نہ اُن میں اُٹھنے کی طاقت رہی اور نہ وہ اپنا دفاع کرسکتے تھے"۔

گذشتہ اقوام کی تاریخ میں یہ سب عبرت کے درس ہیں

فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿۳۶﴾

"ہم نے اس میں ایک گھر کے سوا مسلمانوں کا کوئی گھر نہ پایا"۔

کتاب علل الشرائع میں ایک روایت میں ہے کہ ابوبصیرؒ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: میں آپؑ پر قربان جاؤں کیا قومِ لوطؑ کے تمام افراد بدکار تھے؟

آپؑ نے فرمایا: ہاں! سب ایسے تھے لیکن سوائے ایک گھر کے، کیا تو نے قرآن مجید کی یہ آیت نہیں سنی:

فَأَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيهَا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝

"پھر ہم نے اِن سب لوگوں کو جو مومن تھے اُس بستی سے نکال دیا اور ہم نے اس میں ایک گھر کے سوا مسلمانوں کا کوئی گھر نہ پایا"۔

قومِ لوطؑ کی ہلاکت کے اسباب

ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب جبرئیل امینؑ سے پوچھا: قومِ لوطؑ کی ہلاکت کے اسباب کیا تھے؟

جناب جبرئیلؑ نے عرض کیا: قومِ لوطؑ گاؤں میں رہتے تھے۔ وہ پیشاب پاخانے کے بعد اپنے آپ کو نہیں دھوتے تھے۔ غسلِ جنابت نہیں کرتے تھے، سخت بخیل تھے۔ مہمان کو کھانا نہیں کھلاتے تھے۔ حضرت لوطؑ نے ان میں اپنی زندگی کے تیس سال گزارے۔ آپؑ باہر سے انھیں تبلیغ کرنے کے لیے آئے تھے۔ آپؑ اس قوم کے فرد نہیں تھے اور نہ آپؑ کا اس قوم میں خاندان تھا اور نہ قبیلہ۔ آپ نے انھیں اللہ کی طرف دعوت دی اور ان برائیوں سے انھیں روکا۔ آپؑ نے انھیں اللہ کی اطاعت کی ترغیب دی لیکن انھوں نے آپؑ کی بات کو تسلیم نہ کیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے انھیں معذب کرنے کا ارادہ فرمایا تو ان کی طرف انذار کرنے والے اپنے رسول بھیجے لیکن جب انھوں نے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف فرشتے بھیجے کہ مومنین کو ان بستیوں سے نکال لیں تو فرشتوں نے ان بستیوں میں صرف ایک گھر مسلمانوں کا پایا اور انھیں اس گھر سے نکال لیا۔

خداوند تعالیٰ نے طلوعِ فجر کے وقت جناب جبرئیلؑ سے فرمایا: اے جبرئیلؑ! قومِ لوطؑ پر عذاب حتمی ہو چکا ہے۔ اب قومِ لوطؑ کے قریہ اور اس کے اردگرد کی آبادی پر اُترو اور انھیں زمین کے ساتوں طبق سمیت اُٹھاؤ اور آسمان کی طرف لے آؤ۔ جب تک میرا حکم نہ آئے اس وقت تک انھیں تھامے رکھو اور میرے نبی لوطؑ کے گھر کو آنے جانے والوں کے لیے بطور عبرت رہنے دو۔

جناب جبرئیلؑ نے کہا: میں ان ظالمین پر اُترا۔ پہلے میں نے اپنا دایاں پَر ان پر مارا پھر بایاں، اے محمدؐ! سوائے جناب لوطؑ کے گھر کے انھیں زمین کے ساتوں طبقات کے ساتھ اُٹھایا اور انھیں فضا میں اس بلندی پر لے آیا کہ جہاں سے اہلِ آسمان ان کے مرغوں کی اذانوں کی آواز اور ان کے کتوں کے بھونکنے کی آواز سننے لگے۔

جس وقت سورج طلوع ہوا تو عرش سے آواز آئی: اے جبرئیلؑ! اب اس بستی کو اُلٹ دو۔ میں نے اُسے زمین کی

طرف اُلٹا کر پھینک دیا یہاں تک کہ وہ تہ و بالا ہو کر رہ گئے۔

وَفِي عَادٍ إِذْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيحَ الْعَقِيمَ ۝

"اور اس طرح تمہارے لیے نشانی ہے قوم عاد میں جب کہ ہم نے ان پر ایسی تند و تیز آندھی بھیجی"۔

خداوند تعالیٰ نے فرمایا: قوم عاد کی داستان میں بھی ایک آیت و عبرت ہے جب کہ ہم نے ان پر عقیم اور بغیر بارش کے طوفان بھیجا۔

اس آیت کی تفسیر میں من لا یحضرہ الفقیہ میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آج تک جب بھی ہوا چلی تو ایک خاص پیمانے کے ساتھ چلی، سوائے قوم عاد کے اور جو ہوا قوم عاد پر چلی اور اُسے ہلاک کر کے رکھ دیا تھا تو وہ بھی سوئی کے سوراخ کے برابر اپنے خزانے سے خارج ہوئی تھی۔

اسی مضمون کی ایک اور روایت حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے: آپؑ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے پاس ہواؤں کے بھی لشکر ہیں۔ جو معصیت کرتا ہے تو اُسے ان کے ذریعے عذاب دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: الرِّيحَ الْعَقِيمَ۔ اس سے مراد وہ ہوا ہے جس میں بارش نہ ہو۔ ہوا کی چار اقسام ہیں اور یہ ملائکہ کے نام ہیں:

① شمال ② جنوب ③ صبا ④ دبور۔ ہر ہوا پر ایک فرشتہ مقرر ہے۔

حضرت امام علی علیہ السلام کا فرمان ہے: ہوا کی پانچ قسمیں ہیں۔ ان میں ایک ہوا "عقیم" ہے۔ اس کے شر سے اللہ کی پناہ مانگو۔

تفسیر قمی میں ایک روایت ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

وہ ہوا جو عقیم ہے وہ ساتویں زمین کے نیچے سے نکلتی ہے۔ یہ ہوا آج تک باہر نہیں نکلی سوائے قوم عاد کی ہلاکت کے۔ جب اللہ تعالیٰ قوم عاد پر غضب ناک ہوا تو اُس نے ہوا کے خازنوں کو حکم دیا: ایک انگوٹھی کے دائرے کے برابر ہوا کو اس قوم پر خارج کرو۔ لیکن ہوا غضب ناک ہوگئی اور وہ ایک بیل کے ناک کے برابر ہوگئی تو اُس وقت ہوا پر مامور فرشتوں نے بارگاہ ربوبیت میں فریاد بلند کی کہ ہوا نے ہمارے امر سے انکار کر دیا ہے۔ ہمیں خوف ہے تیری مخلوق میں سے وہ بھی مارے جائیں گے جنھوں نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے جناب جبرئیل کو بھیجا تو اُس نے اپنا پر مار کر اُسے روک دیا اور فرمایا: تو اتنا باہر آ جتنا تجھے حکم دیا گیا ہے۔ اس سے قوم عاد ساری کی ساری ہلاک ہو کر رہ گئی۔

وَقَوْمَ نُوحٍ مِّنْ قَبْلُ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ ﴿٤٦﴾ وَالسَّمَاءَ
بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ ﴿٤٧﴾ وَالْأَرْضَ فَرَشْنَاهَا فَنِعْمَ
الْمَاهِدُونَ ﴿٤٨﴾ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ
تَذَكَّرُونَ ﴿٤٩﴾ فَفِرُّوا إِلَى اللَّهِ ۖ إِنِّي لَكُمْ مِنْهُ نَذِيرٌ مُبِينٌ ﴿٥٠﴾ وَلَا
تَجْعَلُوا مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ ۖ إِنِّي لَكُمْ مِنْهُ نَذِيرٌ مُبِينٌ ﴿٥١﴾ كَذَٰلِكَ
مَا أَتَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا قَالُوا سَاحِرٌ أَوْ
مَجْنُونٌ ﴿٥٢﴾ أَتَوَاصَوْا بِهِ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ ﴿٥٣﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ
فَمَا أَنْتَ بِمَلُومٍ ﴿٥٤﴾ وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٥٥﴾
وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴿٥٦﴾ مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ
مِنْ رِزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَنْ يُطْعِمُونِ ﴿٥٧﴾ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو
الْقُوَّةِ الْمَتِينُ ﴿٥٨﴾ فَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذَنُوبًا مِثْلَ ذَنُوبِ
أَصْحَابِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُونِ ﴿٥٩﴾ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ يَوْمِهِمُ
الَّذِي يُوعَدُونَ ﴿٦٠﴾

"اور اس طرح ہم نے اُن سے قبل قومِ نوحؑ کو ہلاک کیا تھا کیونکہ وہ فاسق لوگ تھے۔ ہم
نے آسمان کو اپنی طاقت کے ساتھ بنایا اور ہمیشہ اُسے وسیع کرتے رہتے ہیں۔ زمین کو ہم

نے ہی بچھایا ہے اور ہم کیا ہی اچھے پھیلانے والے ہیں۔

اور ہر چیز کے ہم نے جوڑے بنائے ہیں شاید کہ تم اس سے سبق حاصل کرو۔ پس تم خدا ہی کی طرف دوڑو۔ میں اس کی طرف سے تمھارے لیے صاف صاف صورت میں خبردار کرنے والا ہوں۔ یونہی ایسا ہوتا رہا ہے کہ ان سے پہلے کی اقوام کے پاس بھی کوئی رسول نہیں آیا جسے انھوں نے یہ نہ کہا ہو کہ یہ ساحر ہے یا مجنون۔ کیا ان سب، نے آپس میں کوئی سمجھوتہ کرلیا ہے؟ نہیں بلکہ وہ ایک سرکش قوم تھی۔

پس اے نبیؐ! ان سے اپنا رُخ پھیر لو اور تو ہرگز لائقِ سلامت نہیں ہے۔ البتہ انھیں نصیحت کرتے رہو کیونکہ نصیحت ایمان لانے والوں کے لیے نفع مند ہے۔ میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا نہیں کیا مگر اس لیے کہ وہ میری بندگی کریں۔

میں اُن سے کوئی رزق نہیں چاہتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھانا کھلائیں۔ اللہ تو خود ہی رزق دینے والا ہے اور بڑی طاقت والا ہے۔ پس جن لوگوں نے ظلم کیا ہے ان کے حصے کا بھی ویسا ہی عذاب تیار ہے جیسا انھی جیسے لوگوں کو ان کے حصے کا مل چکا ہے۔ اس بنا پر یہ جلدی نہ کریں۔ تباہی ہے کفر کرنے والوں کے لیے اُس روز جس کا انھیں خوف دلایا جا رہا ہے"۔

ہم ہمیشہ آسمان کو وسیع کرتے رہتے ہیں

وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ۞

"ہم نے آسمان کو اپنی طاقت کے ساتھ بنایا ہے اور ہمیشہ اُسے وسیع کرتے رہتے ہیں"۔

یہ آیت عالمِ آفرینش میں خداوند تعالیٰ کی آیات کی عظمت کو پیش کرتی ہیں۔

اُصولِ کافی کتابِ توحید میں محمد بن مسلمؒ سے روایت منقول ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے اس قول يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ (سورۂ ص: ۷۵۔ "خدا نے فرمایا: اے ابلیس! جس چیز کو میں نے اپنی خاص قدرت سے پیدا کیا) میں "ید" سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: عربی زبان میں قوت اور نعمت معنٰی میں ید کو استعمال کیا جاتا ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:
وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُدَ ذَا الْاَيْدِ (سورۂ ص:۱۷) "ہمارے اس بندے داؤدؑ کو یاد کرو جو طاقت وقوت والے تھے"۔
ایک اور آیت میں فرمایا: وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ (سورۂ ذاریات:۴۷) "یعنی ہم نے آسمان کو اپنی قوت کے ساتھ بنایا ہے"۔
ایک دوسرے مقام پر فرمایا: وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ (سورۂ مجادلہ:۲۲) "ہم نے انھیں روح کے ذریعے طاقت دی"۔
کلام عرب میں یہ بھی استعمال ہوا ہے: لفلانٍ عندی یدبیضا۔
ایک اور حدیث میں حضرت امام علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام نے اس معنٰی کی طرف اشارہ کیا ہے:
"اس نے دنیا جہان کی اشیاء کو ایک دوسرے کی ضد پیدا کیا ہے تاکہ واضح ہو جائے کہ اس کے لیے کوئی ضد نہیں ہے اور انھیں ایک دوسرے کا قرین قرار دیا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس کا کوئی قرین نہیں ہے۔ نور کو ظلمت کی ضد، خشکی کو تری کی ضد، سختی کو نرمی کی ضد اور سردی کو گرمی کی ضد قرار دیا۔ اس کے باوجود ان اشیاء کو جو ایک دوسرے کی ضد ہیں، جمع کر دیا تاکہ یہ جدائی جدا کرنے والے پر دلیل ہو اور یہ پیوستگی ملانے والے پر دلیل ہو۔
اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝
"اور ہر چیز کے ہم نے جوڑے بنائے ہیں شاید کہ تم اس سے سبق حاصل کرو"۔
اللہ تعالیٰ نے قبل اور بعد میں فرق رکھا ہے تاکہ یہ جانا جاسکے کہ اس کا قبل ہے اور نہ بعد۔
کتاب من لا یحضرہ الفقیہ میں آیا ہے کہ حضرت زید شہید نے اپنے والد بزرگوار حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے پوچھا: بابا جان! اللہ تعالیٰ کو کسی جگہ سے متصف کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟
آپؑ نے فرمایا: نہیں وہ ذات اس صفت سے بلند و بالا ہے۔
جناب زید کہتے ہیں: میں نے پھر سوال کیا: جب جناب موسیٰؑ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا تھا: ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ پھر اس کا معنٰی کیا ہوگا؟
آپؑ نے فرمایا: اس کا معنٰی وہی ہے جو جناب ابراہیمؑ کے اس قول کا معنٰی ہے: اِنِّيْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ۝ (سورۂ صفات: ۹۹) کہ "میں اپنے پروردگار کی طرف جانے والا ہوں وہ عنقریب میری ہدایت فرمائے گا" اور جو معنٰی

جناب موسیٰ کے اس قول کا ہے وہی معنی اس قول کا ہے۔ آپ نے کہا تھا: وَ عَجِلْتُ اِلَیْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى (سورۂ طہٰ:۸۴)
"میں اس لیے جلدی میں ہوں تا کہ تو راضی ہو جا"۔

امن وامان کی جگہ کی طرف رُخ کرو

فَفِرُّوْۤا اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنِّیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۝
"پس تم خدا ہی کی طرف دوڑو میں اس کی طرف سے تمھارے لیے صاف صاف صورت میں خبردار کرنے والا ہوں"۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنے سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا: کعبۃ اللہ کا حج کرو اور اے میرے بیٹے! کعبہ اللہ کا گھر ہے جس نے بیت اللہ کا حج کیا تو اُس نے اللہ کا قصد کیا اور مساجد اللہ کے گھر ہیں جس نے ان کی طرف کوشش کی تو اُس نے اللہ کی طرف کوشش کی اور اس کا قصد کیا۔

وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ۝
"میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا نہیں کیا مگر اس لیے کہ وہ میری بندگی کریں"۔

انسان کی زندگی کا اہم ترین سوال کہ وہ کیوں پیدا کیا گیا؟ اس کی خلقت کا مقصد کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے انسان کے اس سوال کا جواب دیا ہے کہ اس کی زندگی کا مقصد صرف اور صرف اللہ کی عبادت ہے۔

کتاب علل الشرائع میں ہے کہ حضرت امام حسین بن علی علیہ السلام اپنے ساتھیوں کے پاس تشریف لائے اور فرمایا:
اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن میں فرمایا ہے: اُس نے اپنے بندوں کو نہیں پیدا کیا مگر اس لیے کہ وہ اس کو جانیں، پس جب تم اُسے پہچان لو تو اس کی عبادت کرو۔ جب صرف اس کی عبادت کرنے لگو تو اس کے غیر کی عبادت سے بے نیاز ہو جاؤ۔

اس وقت ایک آدمی نے آپ کی خدمت میں عرض کیا: اے فرزندِ رسولؐ! میرے والدین آپ پر قربان ہو جائیں اللہ کی معرفت کیا ہے؟

آپ نے فرمایا: ہر زمانے کی امامت کی معرفت اللہ کی معرفت ہے۔ امامؑ کی اطاعت واجب ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِیْنُ ۝
"اللہ تو خود ہی رزق دینے والا ہے اور بڑی طاقت والا ہے"۔

خداوند تعالیٰ کی ذات غنیِ مطلق ہے

رزق دینے والا اللہ ہے۔ انسان سراپا محتاج ہے۔ اُسے ہر وقت اس کی احتیاج رہتی ہے۔ صحیفۂ سجادیہ میں حضرت امام سجاد علیہ السلام کی مشہور و معروف دعا ہے کہ جس میں آپؑ فرماتے ہیں:

"اے اللہ! میں پورے خلوص کے ساتھ دوسروں سے منہ موڑ کر تجھ سے لو لگائے ہوئے ہوں اور ہمہ تن تیری طرف متوجہ ہوں اور اُس شخص سے جو خود تیری عطا و بخشش کا محتاج ہے، منہ پھیر لیا ہے اور اس شخص سے جو تیرے فضل و احسان سے بے نیاز نہیں ہے، سوال کا رُخ موڑ لیا ہے اور اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ محتاج کا محتاج سے مانگنا سراسر سمجھ بوجھ کی سبکی اور عقل کی گمراہی ہے کیونکہ اے میرے اللہ! میں نے بہت سے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جو تجھے چھوڑ کر دوسروں کے ذریعہ عزت کے طلب گار ہوئے ہیں تو وہ ذلیل و رُسوا ہوئے، اور دوسروں سے نعمت و دولت کے خواہش مند ہوئے تو فقیر و نادار ہی رہے اور بلندی کا قصد کیا تو پستی میں جا گرے۔ لہٰذا ان جیسوں کو دیکھنے سے ایک دُور اندیش کی دُور اندیشی بالکل برمحل ہے کہ عبرت کے نتیجہ میں اُسے توفیق حاصل ہوئی ہے اور اُس کے صحیح انتخاب نے اُسے سیدھا راستہ دکھایا۔ جب حقیقت یہی ہے تو پھر اے میرے مالک! تو ہی میرے سوال کا مرجع ہے، نہ وہ جس سے سوال کیا جاتا ہے، اور تو ہی میرا حاجت روا ہے اور نہ وہ جس سے حاجت طلب کی جاتی ہے"۔

یہ حقیقت ہے کہ خداوند تعالیٰ کی ذات ہی انسان کے لیے مرجع ہے لیکن اُس نے رزق کے حصول کے لیے کچھ شرائط بھی مقرر فرمائی ہیں کہ اپنی طرف سے سعی کرو اور پھر اللہ سے طلب کرو تو وہ ضرور انسان کی حوائج پوری فرماتا ہے۔

علی بن عبدالعزیز روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: عمر بن مسلم نے یہ کیا کر رکھا ہے؟

میں نے عرض کیا: وہ آج کل تجارت کو چھوڑ کر عبادت میں مصروف ہو گیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: افسوس ہے کیا اُسے یہ معلوم نہیں ہے کہ جو طلب نہیں کرتا تو اس کی دعا بھی قبول نہیں ہوتی۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی ایک مجلس میں علاء بن کامل آیا اور عرض کیا: آپؑ اللہ سے میرے لیے دعا مانگیں کہ اللہ تعالیٰ میری بدحالی ختم کرے اور رزق عطا فرمائے۔

آپؑ نے فرمایا: میں تیرے لیے دعا نہیں کروں گا۔ اللہ تعالیٰ سے رزق اس طرح طلب کر جس طریقے سے اُس نے

حکم دیا ہے۔

آلِ سام کے غلام عبدالاعلیٰ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ میری مدینہ کے راستے پر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ اس دن شدید گرمی تھی۔ میں نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان جاؤں آپؑ کا اللہ کے حضور کتنا بڑا مقام ہے۔ پھر آپؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرابت رکھتے ہیں۔ آپؑ نے اپنے آپؑ کو سخت مشقت میں ڈال رکھا ہے۔ دیکھئے کتنی گرمی ہے اور آپؑ اس گرمی میں کام میں مصروف ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: اے عبدالاعلیٰ! میں رزق کی طلب میں گھر سے نکلا ہوں تا کہ مجھے تم جیسے لوگوں کی ضرورت نہ پڑے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک روایت منقول ہے، آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ تو میرا بہترین عبد ہے، ایسا کیوں نہیں ہوسکتا کہ تو بیت المال میں سے اپنا رزق حاصل نہ کرے اور تو اپنے ہاتھ سے کما کر کیوں نہیں رزق حاصل کرتا؟ اس وحی کے بعد جناب داؤدؑ چالیس دن تک روتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے لوہے پر وحی فرمائی کہ میرے عبد داؤدؑ پر نرم ہوجا۔ لوہا آپؑ پر نرم ہوگیا۔ آپؑ سارا دن ایک زرہ تیار کرتے اور اُسے ایک ہزار درہم میں بیچ دیتے تھے۔ آپؑ نے اس طرح تین سو ساٹھ زرہیں تیار کیں اور انھیں تین لاکھ ساٹھ ہزار درہم میں بیچا۔ اس طرح آپؑ بیت المال سے بے نیاز ہوگئے۔

سُوْرَةُ الطُّوْرِ

سورة الطور مكية آياتها ۴۹ وركوعاتها ۲

''سورۂ طور مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی اُنچاس آیات اور دو رکوع ہیں''۔

سورۂ طور کے مطالب

اس سورہ کے مضامین کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

① اس سورہ کی پہلی آیات قسموں سے شروع ہوتی ہیں اور ان میں قیامت کی نشانیوں، جہنم کی آگ، اور کفار کی سزاؤں کے بارے میں بحث ہے۔

② اس سورہ کا دوسرا حصہ بہشت کی نعمات اور قیامت کے دن کے ان عطیات کا تذکرہ ہے جو پرہیزگاروں کے انتظار میں ہیں۔

③ اس سورہ کا تیسرا حصہ پیغمبر اسلام ﷺ کی نبوت کے بارے میں بحث کرتا ہے اور ان تہمتوں کا جواب ہے جو دشمنوں نے آپؐ پر لگائی تھیں۔

④ چوتھے حصہ میں توحید پر گفتگو ہے۔

⑤ آخر میں پیغمبر گرامی ﷺ کو صبر و استقامت اور پروردگار کی تسبیح وحمد کے احکام اور خدا کی طرف سے حمایت کے وعدے کے ساتھ گزشتہ مباحث کا خاتمہ ہے۔

سورۂ طور کی تلاوت کا ثواب

کتاب ثواب الاعمال میں ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص سورۂ طور کی تلاوت فرمائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو دنیا اور آخرت کی تمام اچھائیوں سے نوازے گا۔

مجمع البیان میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے، آپؐ نے فرمایا: جو شخص سورۂ طور کی تلاوت کرے تو اللہ تعالیٰ پر اس کا حق ہے کہ وہ اُسے عذاب سے محفوظ رکھے اور اُسے اپنی جنت کی نعمتوں سے بہرہ ور کرے۔

○○○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالطُّوْرِ ۝١ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۝٢ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ۝٣ وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ۝٤ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ۝٥ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ۝٦ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۝٧ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ۝٨ يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ۝٩ وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ۝١٠ فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝١١ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ ۝١٢ يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ۝١٣ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ۝١٤ اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ۝١٥ اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ ۭ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝١٦

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن ورحیم ہے

”قسم ہے طور کی، اور ایسی واضح اور کھلی کتاب کی جو رقیق جلد میں تحریر کی گئی ہے، اور بیت المعمور کی قسم! اور بلند و بالا چھت کی قسم! اور موجزن سمندر کی، کہ تیرے رب کا عذاب ہر صورت واقع ہونے والا ہے جسے کوئی دفع کرنے والا نہیں۔ وہ اُس روز واقع ہوگا، جب آسمان بُری طرح ہل رہا ہوگا اور پہاڑ اپنی جگہ سے اُڑے اُڑے پھریں گے۔

تباہی ہے اس دن ان تکذیب کرنے والوں کے لیے، جو آج لہو ولعب کے طور پر حجت بازیوں میں لگے ہوئے ہیں، جس دن اُنھیں دھکے دے دے کر جہنم کی طرف دھکیلا جائے گا۔ اُس وقت ان سے کہا جائے گا کہ یہ وہی آگ ہے، جس کا تم انکار کرتے تھے۔ اب بتاؤ یہ جادو ہے یا تم دیکھتے ہی نہیں ہو؟ جاؤ اب اور اس میں جلتے رہو، تم صبر کرو یا نہ کرو، تمھارے لیے برابر ہے، تمھیں ویسا ہی بدلہ دیا جارہا ہے جس طرح تم عمل کررہے تھے"۔

طور

طور کے اصل معنٰی پہاڑ کے ہیں۔ یہ وہ خاص پہاڑ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے جناب موسٰی علیہ السلام کو نبوت عطا فرمائی تھی۔

"کتاب مسطور" ایسی کتاب جو واضح اور کھلی ہو جو رقیق جلد یا جھلی کی شکل میں تیار کی گئی ہو۔ زمانہ قدیم میں کاغذ نہیں ملتا تھا تو لوگ کھال پر لکھتے تھے۔ یہ کھال خاص طور پر لکھنے کے لیے بنائی جاتی تھی۔ اصطلاح میں اُسے رَق کہا جاتا تھا۔

مہج الدعوات میں جناب ابن طاؤسؒ نے ایک دُعا نقل کی ہے جو حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام سے مروی ہے:

الحمد للّٰه الذی خلق النور وانزل النور علی الطور فی کتاب مسطور فی رق منشور بقدر مقدور علی نبی محبور

"تمام تعریفیں اس ذات کے لیے ہیں جس نے نور کو خلق فرمایا اور نور کو طور پر کھلی کتاب میں نازل کیا۔ ایسی کتاب جو رقیق جلد میں لکھی ہوئی ہے اندازوں کے مطابق ایسے نبی پر جو......؟؟

وَالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ

تفسیر قمی میں بیت المعمور کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ چوتھے آسمان میں ہے۔ جس میں ہر دن ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں جو پھر کبھی واپس نہیں آئیں گے۔

تفسیر مجمع البیان میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت منقول ہے آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے عرش کے نیچے چار ستون بنائے اور انھیں بیت المعمور قرار دیا۔ ملائکہ سے فرمایا: اس کا طواف کرو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو زمین کی طرف بھیجا کہ وہاں اس کی شکل وصورت ومقدار کا گھر بناؤ اور جو زمین میں ہے، اس کے لیے حکم جاری فرمایا: اس کا طواف کرو۔

زہری نے اپنے اسناد کے ساتھ ایک حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بیت المعمور چوتھے آسمان میں ہے اور چوتھے آسمان میں ایک نہر ہے کہ جس کا نام "الحیوان" ہے۔ اس میں روزانہ جناب جبرئیلؑ داخل ہوتے ہیں تو سورج طلوع کرتا ہے۔ جب وہ نکلتے ہیں تو سورج غروب کرتا ہے۔ اس سے ستر ہزار قطرے جاری ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: انھیں حکم دیا جاتا ہے کہ وہ بیت المعمور کی طرف آئیں تو وہ وہاں نماز پڑھتے ہیں۔ پھر وہ وہاں سے واپس نہیں آتے۔

تفسیر قمی میں ایک حدیث نقل کی گئی ہے: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج پر تشریف لے گئے تو آپؐ نے جناب جبرئیلؑ سے پوچھا: اے جبرئیلؑ! یہ ساتویں آسمان پر بیت المعمور کے دروازے پر اللہ کے جوار میں کون تشریف فرما ہے؟ جناب جبرئیلؑ نے عرض کیا: یہ آپؐ کے جد بزرگوار حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

تفسیر عیاشی میں آیا ہے: بیت المعمور ساتویں آسمان پر ہے اور کعبہ کے محاذ میں ہے۔

اُصولِ کافی میں ایک روایت ہے جو داؤد بن کثیر رقی سے منقول ہے، اس نے کہا: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے حضور عرض کیا: رسولؐ اللہ پر سلام کے کیا معنٰی ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جب اپنے نبی اور اُس کے وصی اور اس کی بیٹی اور اُس کے دونوں بیٹوں کو اور تمام آئمہ کو خلق فرمایا تو ان کے پیروکاروں کو بھی پیدا کیا تو ان سے میثاق لیا کہ وہ صبر کریں گے اور دوسروں کو صبر کی تلقین کریں گے اور ایک دوسرے سے مربوط رہیں گے اور اللہ کا تقویٰ اختیار کریں گے اور اُن سے وعدہ فرمایا کہ ارضِ مبارکہ اور حرمِ امن ان کے حوالے کیا جائے گا اور اس میں بیت المعمور کو اُتارا جائے گا۔ اور سقف مرفوع ان کے لیے ظاہر کیا جائے گا اور انھیں ان کے دشمن سے محفوظ کر دیا جائے گا اور زمین کو اللہ تعالیٰ سلامتی سے بدل دے گا اور جو کچھ اس کے اندر ہوگا، وہ بھی ان کے لیے سلامتی والا ہوگا۔ اس میں کوئی پریشانی نہ ہوگی۔ اس میں دشمن کا کوئی جھگڑا نہ ہوگا اور اس میں وہ کچھ ہوگا، جو انھیں محبوب ہوگا تو اللہ کے رسولؐ نے تمام آئمہ اور ان کے ماننے والوں سے میثاق لیا۔

وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ۝۵

"اور بلند و بالا چھت کی قسم"۔

ایک روایت کے مطابق بلند و بالا چھت سے مراد آسمان ہے جو زمین پر ایک خیمے کی طرح چھایا ہوا نظر آیا ہے۔ یہاں یہ لفظ پورے عالمِ بالا کے لیے استعمال ہوا ہے۔

مجمع البیان میں ایک روایت حضرت امام علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: سقف مرفوع آسمان ہے۔

صرف تمھارے اعمال میں تمھاری جزا ہے

وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ۝۶

"اور موجزن سمندر کی قسم!"

تفسیر قمی کی روایت کے مطابق وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ سے مراد ہے: ایسا سمندر جو قیامت کے دن موجزن ہوگا۔ جو آگ سے بھرا ہوا ہوگا۔

لیکن بحر مسجور بھڑکتا ہوا اور یہ موجزن سمندر کہاں ہے؟ بعض مفسرین نے لکھا ہے: اس سے مراد ہمارے کرۂ ارض کے سمندر ہیں جو قیامت کے قریب بھڑک اٹھیں گے اور پھر پھٹ جائیں گے جس طرح کہ سورۂ تکویر اور سورۂ انفطار میں آیا ہے کہ جب یہ دریا پھٹ جائیں گے۔ تفسیر عیاشی میں جو حدیث حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ قارون کو بحر مسجور میں عذاب ہو رہا ہے۔

یہ دونوں تفسیریں ایک دوسرے کی نفی نہیں کرتیں بلکہ تائید کرتی ہیں۔

الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ ۝۱۲

"جو آج لہو ولعب کے طور پر حجت بازیوں میں لگے ہوئے ہیں"۔

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے بارے میں فرما رہا ہے، جو بے دلیل باتوں کے ساتھ اپنے مقصد تک پہنچنے کے لیے کسی جھوٹ اور تہمت سے بھی انکار نہیں کرتے اور غلط باتوں کے بھنور میں پھنسے ہوئے ہیں۔

يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ۝۱۳

"جس دن انھیں دھکے دے دے کر جہنم کی طرف دھکیلا جائے گا"۔

اس آیت میں دوبارہ مکذبین کی داستان دہرائی جارہی ہے کہ انھیں نہایت سختی کے ساتھ جہنم کی طرف دھکیلا جائے گا۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ ۝۱۷ فٰكِهِيْنَ بِمَاۤ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۚ وَوَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝۱۸ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـئًۢا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۱۹ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ

عِينٍ ﴿۲۰﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ ۚ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ ﴿۲۱﴾ وَأَمْدَدْنَاهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَلَحْمٍ مِمَّا يَشْتَهُونَ ﴿۲۲﴾ يَتَنَازَعُونَ فِيهَا كَأْسًا لَا لَغْوٌ فِيهَا وَلَا تَأْثِيمٌ ﴿۲۳﴾ وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَهُمْ كَأَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَكْنُونٌ ﴿۲۴﴾ وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ﴿۲۵﴾ قَالُوا إِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِي أَهْلِنَا مُشْفِقِينَ ﴿۲۶﴾ فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا وَوَقَانَا عَذَابَ السَّمُومِ ﴿۲۷﴾ إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوهُ ۖ إِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيمُ ﴿۲۸﴾ فَذَكِّرْ فَمَا أَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَلَا مَجْنُونٍ ﴿۲۹﴾ أَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ نَتَرَبَّصُ بِهِ رَيْبَ الْمَنُونِ ﴿۳۰﴾ قُلْ تَرَبَّصُوا فَإِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُتَرَبِّصِينَ ﴿۳۱﴾ أَمْ تَأْمُرُهُمْ أَحْلَامُهُمْ بِهَٰذَا ۚ أَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ ﴿۳۲﴾

"متقی لوگ وہاں جنت کے باغوں اور نعمتوں میں ہوں گے۔ وہ اُن چیزوں سے لطف لے رہے ہوں گے جو اُن کا رب انھیں دے گا اور ان کا رب انھیں دوزخ کے عذاب سے بچا لے گا۔

(انھیں کہا جائے گا) کھاؤ اور پیو مزے سے اپنے ان اعمال کی جزا میں جو تم انجام دیتے رہ ہو۔ وہ آمنے سامنے قطاروں میں بچھائے گئے تختوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے اور

ہم ان کی تزویج خوب صورت آنکھوں والی حوروں سے کریں گے۔

جو لوگ ایمان لائے ہیں اور ان کی اولاد نے بھی ایمان قبول کیا تو ہم ان کی اولاد کو جنت میں ان کے ساتھ ملا دیں گے اور ان کے عمل میں سے کسی چیز کی کمی نہیں کریں گے اور ہر شخص اپنے اعمال کے ہاتھوں گروی ہے۔

ہم ان کو ہر طرح کے پھل اور گوشت جن کی وہ خواہش کریں گے۔ ان کے اختیار میں دے دیں گے۔ وہاں وہ ایک دوسرے سے شراب کے جام لے رہے ہوں گے، جس میں نہ کوئی یاوہ گوئی ہوگی اور نہ بے ہودگی۔ اور ان کی خدمت میں ہمیشہ ان کے اردگرد نوجوان لڑکے خدمت کے لیے دوڑتے پھر رہے ہوں گے۔ وہ ایسے دکھائی دیتے ہیں جیسے صدف میں مروارید ہوں۔

یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے سے (ماضی کے بارے میں) حالات پوچھیں گے۔ یہ کہیں گے کہ ہم اپنے گھر والوں کے درمیان خوف و ہراس میں تھے۔ آخرکار اللہ نے ہم پر اپنا فضل فرمایا اور ہمیں ہلاک کرنے والے عذاب سے محفوظ رکھا۔

ہم اپنی پہلی زندگی میں اُسی سے دعائیں مانگتے تھے، وہ واقعی بڑا ہی محسن اور رحیم ہے۔ پس اے نبیؐ! تم نصیحت کرتے رہو کیونکہ تم اپنے رب کے فضل سے نہ کاہن ہو اور نہ مجنون۔ کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ شخص شاعر ہے، ہم گردشِ ایام کا انتظار کر رہے ہیں۔

کہہ دو اچھا تم انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔ کیا ان کی عقلیں انھیں ایسی ہی باتوں کا حکم دیتی ہیں یا یہ حقیقت میں عناد میں حد سے گزرے ہوئے لوگ ہیں"۔

ہر شخص اپنے اعمال کے عوض میں گروی ہے

ان گزشتہ مباحث کے بعد ان آیات میں ان لوگوں کی بات ہو رہی ہے جو اللہ کے مقرب بندے اور اس کے انعامات کے حق دار ہیں۔ اس لیے فرمایا: پرہیزگار جنت کے باغات میں فراواں نعمتوں میں ہوں گے۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَمَاۤ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ ؕ كُلُّ امْرِئٍۭ بِمَا كَسَبَ رَهِیْنٌ ﴿۲۱﴾

"جو لوگ ایمان لائے ہیں اور ان کی اولاد نے بھی ایمان قبول کیا تو ہم ان کی اولاد کو جنت میں ان کے ساتھ ملا دیں گے اور ان کے عمل میں سے کسی چیز کی کمی نہیں کریں گے اور ہر شخص اپنے اعمال کے ہاتھوں گروی ہے"۔

اُصولِ کافی کی روایت کے مطابق حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اس آیت کے وہ لوگ مصداق ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت امام علی علیہ السلام اور ان کی اولاد میں سے جو آئمہ طاہرینؑ اور اوصیاء ہیں، پر ایمان لائے۔

یہ بھی ایک بہت بڑی نعمت ہے کہ انسان اپنی صاحبِ ایمان اولاد کو جنت میں اپنے پاس رکھے اور ان سے مانوسیت کی بنا پر لذت حاصل کرے۔ روایت کے مطابق ایسے افراد اگر عمل کے لحاظ سے کچھ تقصیرات رکھتے ہوں گے تو اللہ ان کے نیک آباء و اجداد کے اکرام میں انھیں ان کے ساتھ ملحق کر دے گا۔

تفسیر قمی میں روایت ہے: وہ خورد سال بچے جو مومنین کی اولاد ہوں گے، وہ اپنی موت کے بعد حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کی زیرِ نگرانی تربیت حاصل کرتے ہیں۔ قیامت کے دن انھیں ان کے والدین کو ہدیہ کر دیا جائے گا۔

روایات یہی بتاتی ہیں کہ اہلِ ایمان کی اولاد جنت میں ان کے ساتھ ہوگی۔ اس طرح ان کے لطف میں اور اضافہ ہوگا۔

محمد بن مسلم کہتے ہیں: میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام صادق علیہ السلام سے سنا کہ انھوں نے فرمایا: حضرت امام حسین علیہ السلام کو ان کی شہادت کے بعد تین خصوصیات ملیں:

① امامت کو ان کی ذُرّیت میں رکھ دیا گیا۔

② ان کی تربت میں شفا رکھ دی گئی۔

③ اور دعا کی قبولیت ان کے قبہ کے نیچے رکھ دی گئی۔

وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ یَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ قَالُوْۤا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِیْۤ اَهْلِنَا مُشْفِقِیْنَ ﴿۲۶﴾

"یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے سے (ماضی کے بارے میں) حالات پوچھیں گے اور کہیں گے کہ ہم اپنے گھر والوں کے درمیان خوف و ہراس میں تھے"۔

ہم ان دنوں خوف زدہ تھے اور آج امن و امان میں ہیں

اہل جنت ایک دوسرے سے کہیں گے: ہمیں اس زندگی میں ہمیشہ یہ کھٹکا رہتا تھا کہ ہماری اولاد اور گھر والے غلط راستے پر چل پڑیں گے۔ اس طرح اللہ کے عذاب کا شکار ہو جائیں گے اور نہ معلوم ہمارا انجام کیا ہوگا؟ اللہ نے ہم پر احسان فرمایا اور ہمیں عذاب سموم سے بچا لیا۔ ہم پہلی زندگی میں بھی اسی سے دعا مانگا کرتے تھے کیونکہ وہی احسان کرنے والا ہے اور اب بھی اُسی سے دعا کریں گے، وہی قبول کرنے والا ہے۔ اُن کے اِن الفاظ کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کی شکل میں پیش کیا ہے:
فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾ ......الخ ”آخر کار اللہ نے ہم پر اپنا فضل فرمایا اور ہمیں ہلاک کرنے والے عذاب سے محفوظ رکھا“۔

اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿۳۲﴾

”کیا ان کی عقلیں انہیں ایسی ہی باتوں کا حکم دیتی ہیں یا یہ حقیقت میں حد سے گزرے ہوئے لوگ ہیں“۔

تفسیر قمی میں منقول ہے کہ دنیا میں قریش سے عقل و فہم میں بڑھ کر کوئی نہ تھا۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۳﴾ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ
اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ﴿۳۴﴾ اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ
الْخٰلِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ ﴿۳۶﴾
اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَۜيْطِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ اَمْ لَهُمْ
سُلَّمٌ يَّسْتَمِعُوْنَ فِيْهِ ۚ فَلْيَاْتِ مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۸﴾ اَمْ
لَهُ الْبَنٰتُ وَلَكُمُ الْبَنُوْنَ ﴿۳۹﴾ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ
مُّثْقَلُوْنَ ﴿۴۰﴾ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿۴۱﴾ اَمْ يُرِيْدُوْنَ
كَيْدًا ۭ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ ﴿۴۲﴾ اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ ۭ

سُبۡحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشۡرِکُوۡنَ ﴿۴۳﴾ وَ اِنۡ یَّرَوۡا کِسۡفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا یَّقُوۡلُوۡا سَحَابٌ مَّرۡکُوۡمٌ ﴿۴۴﴾ فَذَرۡہُمۡ حَتّٰی یُلٰقُوۡا یَوۡمَہُمُ الَّذِیۡ فِیۡہِ یُصۡعَقُوۡنَ ﴿ۙ۴۵﴾ یَوۡمَ لَا یُغۡنِیۡ عَنۡہُمۡ کَیۡدُہُمۡ شَیۡئًا وَّ لَا ہُمۡ یُنۡصَرُوۡنَ ﴿ؕ۴۶﴾ وَ اِنَّ لِلَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا عَذَابًا دُوۡنَ ذٰلِکَ وَ لٰکِنَّ اَکۡثَرَہُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۴۷﴾ وَ اصۡبِرۡ لِحُکۡمِ رَبِّکَ فَاِنَّکَ بِاَعۡیُنِنَا وَ سَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّکَ حِیۡنَ تَقُوۡمُ ﴿ۙ۴۸﴾ وَ مِنَ الَّیۡلِ فَسَبِّحۡہُ وَ اِدۡبَارَ النُّجُوۡمِ ﴿۴۹﴾

"کیا یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس نے یہ قرآن خود گھڑ لیا ہے لیکن بات یہ ہے کہ یہ ایمان نہیں لانا چاہتے۔ اگر وہ اپنے اس قول میں سچے ہیں تو وہ بھی اس قسم کا کلام لے آئیں۔ کیا یہ لوگ کسی خالق کے بغیر پیدا کیے گئے ہیں؟ یا یہ خود ہی اپنے خالق ہیں؟ یا پھر زمین اور آسمانوں کو انھوں نے پیدا کیا ہے؟ لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ یقین نہیں رکھتے۔

کیا تیرے پروردگار کے خزانے ان کے پاس ہیں یا اُن پر اِنھی کا حکم چلتا ہے۔ کیا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے جس کے اُوپر چڑھ کر عالمِ بالا کی باتوں کو سن لیتے ہیں۔ ان میں سے جو بھی کوئی یہ دعویٰ رکھتا ہو تو وہ کوئی کھلی دلیل لے آئے۔ کیا اللہ کے لیے تو بیٹیاں ہیں اور تم لوگوں کے لیے بیٹے ہیں؟

کیا تم اُن لوگوں سے کوئی اجر کا مطالبہ کرتے ہو جس کے بھاری بوجھ کے نیچے دب جاتے ہیں۔ کیا ان کے پاس غیب کے حقائق کا علم ہے جسے وہ لکھ لیتے ہیں؟ کیا یہ کوئی چال چلنا

چاہتے ہیں؟ لیکن وہ اچھی طرح سے جان لیں کہ وہ ان شیطانی منصوبوں کے جال میں خود ہی گرفتار ہوں گے۔

کیا اللہ کے علاوہ یہ کوئی اور معبود رکھتے ہیں؟ خدا پاک ہے اُس شرک سے جو یہ لوگ کررہے ہیں۔ یہ لوگ اس قدر ہٹ دھرم ہیں کہ آسمان کے ٹکڑے بھی گرتے ہوئے دیکھ لیں تو کہیں گے کہ یہ تہ بہ تہ بادل ہے۔

پس اے نبیؐ! انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیجیے یہاں تک کہ ان کی اپنی موت کے دن سے ملاقات ہوجائے۔ جس دن نہ ان کی اپنی کوئی چال ان کے کام آئے گی اور نہ کوئی ان کی مدد کرے گا۔ اور اس سے پہلے بھی ظالموں کے لیے عذاب ہے لیکن ان میں سے اکثر جانتے نہیں ہیں۔

اے نبیؐ! اپنے پروردگار کے حکم کی تبلیغ کے راستہ میں صبر سے کام لو کیونکہ آپ ہماری حفاظت میں ہو۔ رات میں بھی اس کی تسبیح کرو اور ستارے جب پلٹتے ہیں اس وقت بھی"۔

اللہ کے ہاں بیٹیاں اور تمھارے ہاں بیٹے؟

کیا اللہ کے لیے تو بیٹیاں ہیں اور تم لوگوں کے لیے بیٹے ہیں۔ یہ بات تو صاف اور واضح ہے کہ لڑکا اور لڑکی انسانی اقدار کے لحاظ سے آپس میں کوئی فرق نہیں رکھتے۔ یہ آیت ان لوگوں کے باطل عقیدے کے خلاف بطور استدلال پیش کی گئی ہے۔ قریشِ مکہ کا نظریہ تھا کہ ملائکہ اللہ کی بیٹیاں ہیں۔

وَاِنۡ یَّرَوۡا کِسۡفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا یَّقُوۡلُوۡا سَحَابٌ مَّرۡکُوۡمٌ ۝

"یہ لوگ اس قدر ہٹ دھرم ہیں کہ یہ لوگ آسمان کے ٹکڑے بھی گرتے ہوئے دیکھ لیں تو کہیں گے کہ یہ تہ بہ تہ بادل ہے"۔

اس آیت کی تفسیر میں تہذیب الاحکام میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی کسی زوجہ کے ہاں رات گزاری تو اس رات چاند کو گرہن لگ گیا تھا۔ آپؐ نے جو کچھ

عمل زوجیت کرنا تھا وہ نہ کیا۔ آپؐ کی اس زوجہ نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہو جائیں آپؐ میرے قریب اس لیے نہیں آئے کہ آپؐ مجھ پر ناراض ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: افسوس ہے چاند کو گرہن لگ گیا تھا۔ میں نے پسند نہیں کیا کہ اس وقت لذت حاصل کروں۔

اللہ کی تسبیح و تقدیس

وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ ﴿۴۹﴾

"رات میں بھی اس کی تسبیح کرو اور ستارے جب پلٹتے ہیں اس وقت بھی"۔

خداوند تعالیٰ سے راز و نیاز اور اس کی عبادت و بندگی اور اس کی تسبیح و تقدیس انسان کے آرام و سکون کا باعث ہے۔
اللہ تعالیٰ نے پہلے صبر کا حکم فرمایا اور اس کے بعد فرمایا: جس وقت تو سحر کے وقت عبادت اور نماز شب کے لیے اُٹھے، جس وقت نماز واجب کی ادائیگی کے لیے تو نیند سے اُٹھے اور جب بھی تو کسی محفل سے رخصت ہونا چاہے اس کی تسبیح و تحمید بیان کر۔

حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: ادبار سجود سے مراد ہے کہ مغرب کی نماز کے بعد چار رکعتوں کا پڑھنا اور ادبار نجوم سے مراد صبح کی نماز سے قبل دو رکعت نماز پڑھنا۔

تفسیر مجمع البیان میں ایک روایت حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو تین مرتبہ اُٹھتے تھے اور آسمان کی طرف نگاہ کرتے تھے اور سورہ آل عمران کی پانچ آیات تلاوت فرماتے تھے۔

سُوۡرَةُ النَّجۡمِ

سورۃ النجم مکّیة آیاتها ۶۲ و رکوعاتها ۳

”سورۂ نجم مکّہ میں نازل ہوئی۔ اس کی باسٹھ آیات اور تین رکوع ہیں“۔

سورۂ نجم کے مطالب ومضامین

بعض مفسرین کے اقوال کے مطابق یہ سورہ وہ پہلا سورہ ہے جسے حضرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دعوت کے اعلان کے بعد ظاہر و باہر صورت میں حرم مکہ میں بلند آواز سے تلاوت کیا۔ مشرکین نے اُسے سنا اور مومنین کے ساتھ سجدہ کیا۔

یہ سورہ درج ذیل مضامین پر مشتمل ہے:

١. خداوند تعالیٰ نے اس سورہ میں حلفیہ طور پر بیان دیا ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے قول وفعل کے طور پر معصوم ہیں۔
٢. اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصنیف نہیں ہے۔
٣. پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معراج کا مقدس تذکرہ۔
٤. دین اسلام کے ان بنیادی احکام کا تذکرہ جن کا تذکرہ نزولِ قرآن سے صدیوں پہلے آسمانی صحیفوں میں آچکا ہے۔
٥. دو کمان یا اس سے بھی کم فاصلہ کا بیان۔
٦. مشرکین کے تصوراتی اصنام کی بے حقیقی کا بیان۔
٧. مشرکین کے باطل عقیدہ کی تردید کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں۔
٨. گناہانِ کبیرہ وصغیرہ کا بیان۔
٩. ہر شخص اپنے اعمال کے لیے جواب دہ ہے۔ کوئی کسی کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا۔
١٠. ہر شخص کو اس کی سعی کا پھل ملتا ہے۔

⑪ اُمورِ تکوینیہ خدا کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔

⑫ گزشتہ اقوام کی دردناک داستانوں کی طرف اشارہ جات۔

⑬ عظمت کلام اللہ کا بیان۔

⑭ پروردگار کی عبادت اور سجدہ کے حکم کے ساتھ سورہ کا اختتام

سورۂ نجم کی تلاوت کے فضائل

کتاب ثواب الاعمال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت منقول ہے: جو شخص سورۂ نجم کو ہر دن اور ہر رات تلاوت کرے گا وہ لوگوں کے درمیان ایک قابلِ تعریف اور ہر دلعزیز شخص سمجھا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اُسے بخش دے گا۔

تفسیر مجمع البیان میں ایک حدیث نقل کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص سورۂ نجم کو پڑھے گا اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی تعداد کے برابر جنھوں نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کی تھی یا آپ کا انکار کیا تھا، دس نیکیاں عطا کرے گا۔

کتابِ خصال صدوق میں آیا ہے کہ وہ سورتیں جو عزائم ہیں وہ چار ہیں:

① اقراء باسم ربك الذی خلق

② النجم

③ وتنزيل سجدہ

④ وحم سجدہ

○○○

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَالنَّجۡمِ اِذَا هَوٰی ﴿۱﴾ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمۡ وَمَا غَوٰی ﴿۲﴾ وَمَا يَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰی ﴿۳﴾ اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡیٌ يُّوۡحٰی ﴿۴﴾ عَلَّمَهٗ شَدِيۡدُ الۡقُوٰی ﴿۵﴾ ذُوۡ مِرَّةٍ ؕ فَاسۡتَوٰی ﴿۶﴾ وَهُوَ بِالۡاُفُقِ الۡاَعۡلٰی ﴿۷﴾ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ﴿۸﴾ فَكَانَ قَابَ قَوۡسَيۡنِ اَوۡ اَدۡنٰی ﴿۹﴾ فَاَوۡحٰۤی اِلٰی عَبۡدِهٖ مَاۤ اَوۡحٰی ﴿۱۰﴾ مَا كَذَبَ الۡفُؤَادُ مَا رَاٰی ﴿۱۱﴾ اَفَتُمٰرُوۡنَهٗ عَلٰی مَا يَرٰی ﴿۱۲﴾ وَلَقَدۡ رَاٰهُ نَزۡلَةً اُخۡرٰی ﴿۱۳﴾ عِنۡدَ سِدۡرَةِ الۡمُنۡتَهٰی ﴿۱۴﴾ عِنۡدَهَا جَنَّةُ الۡمَاۡوٰی ﴿۱۵﴾ اِذۡ يَغۡشَی السِّدۡرَةَ مَا يَغۡشٰی ﴿۱۶﴾

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن و رحیم ہے

”قسم ہے تارے کی جب کہ وہ ٹوٹا۔ نہ تو تمہارا ساتھی بھٹکا ہے اور نہ بہکا ہے۔ وہ اپنی خواہشِ نفس سے بات نہیں کرتا۔ جو کچھ بھی وہ کہتا ہے وہ تو صرف وحی ہوتی ہے جو اس پر نازل کی جاتی ہے۔

اُسے شدید طاقت والے نے تعلیم دی ہے، جو بہت بڑا صاحبِ حکمت ہے۔ پھر (اپنی شکل میں) کھڑا ہوا۔ جب کہ وہ آسمان کے بلندترین کنارہ پر تھے۔ پھر وہ قریب آئے اور مزید قریب آئے۔

یہاں تک کہ دو کمانوں کے مساوی یا اس سے کچھ کم فاصلہ رہ گیا۔

پس اللہ نے اپنے بندے پر وحی کی جو وحی کی۔ جو کچھ (نظروں نے) دیکھا اُسے دل نے نہیں

جھٹلایا۔ اب کیا تم اُس چیز پر اُس سے جھگڑا کرتے ہو جسے وہ آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ اور انھوں نے پھر ایک مرتبہ اُسے دیکھا۔ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا۔ جہاں قریب ہی جنت الماویٰ ہے۔ جب کہ سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا"۔

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ ۝

"قسم ہے تارے کی جب وہ ٹوٹا ہوا"۔

امالی شیخ صدوق، تفسیر قمی اور باقی بہت سے مفسرین نے اس روایت کو نقل کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی طبیعت ناساز ہوئی۔ آپؐ مریض ہوئے اور اسی مرض میں آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس دنیا سے اُٹھا لیا تھا۔ آپؐ کے اہلِ خانہ اور اصحاب آپؐ کے پاس جمع ہوئے اور آپؐ کی خدمت میں عرض کیا: یارسولؐ اللہ! اگر آپؐ اس دنیا سے چلے جائیں تو آپؐ ہمیں یہ بتا دیں کہ آپؐ کے بعد آپؐ کا قائم مقام کون ہوگا؟ آپؐ نے ان کی بات سن کر انھیں کوئی جواب نہ دیا۔ جب تیسرا دن ہوا تو پھر دوبارہ آپؐ کے پاس یہ لوگ اکٹھے ہوئے اور عرض کیا: اگر آپؐ اس دنیا سے چلے گئے تو یہ بتائیں آپ کا قائم مقام کون ہوگا؟ تو آپؐ نے فرمایا: کل صبح ایک تارہ آسمان سے اُترے گا اور وہ میرے اصحاب میں سے جس کے گھر میں اُترے گا وہی میرے بعد میرا خلیفہ ہے۔ اور یہ جان لو! تم میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو یہ خواہش نہ رکھتا ہو۔

جب چوتھا دن ہوا تو ان میں سے ہر آدمی اپنے حجرے میں بیٹھا اور تارے کے اُترنے کا انتظار کرنے لگا۔ جس وقت تارا آسمان سے ٹوٹا تو اس کی روشنی نے دنیا کی روشنی کو ڈھانپ لیا اور وہ حضرت امام علی علیہ السلام کے گھر اُتر پڑا۔ یہ دیکھ کر قوم کو سخت غصہ آیا اور کہہ اُٹھے: بخدا! یہ آدمی اس کی محبت میں بُری طرح سے گرفتار ہے اور جو بات بھی کرتا ہے تو اپنے بھائی کی محبت میں بات کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُس وقت اپنا یہ قرآن اُتار دیا:

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ ۝ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ ۝ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۝

"قسم ہے تارے کی جب وہ ٹوٹا۔ نہ تمھارا ساتھی بھٹکا ہے نہ بہکا۔ وہ اپنی خواہشِ نفس سے بات نہیں کرتا۔ وہ جو کچھ بھی کہتا ہے وہ تو صرف وحی ہوتی ہے"۔

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ ۝

"نہ تو تمھارا ساتھی بھٹکا ہے اور نہ بہکا ہے"۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت منقول ہے کہ جب غدیر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امام علی علیہ السلام کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا تھا تو ابلیس ملعون نے اپنے لشکر میں ایک زوردار چیخ ماری تھی۔ اس کی اس چیخ کو سن کر اس کے تمام چیلے جا ہے وہ جہاں کہیں بھی تھے وہ فوراً اس کے پاس پہنچ گئے اور اُس سے پوچھا: اے ہمارے آقا! کیا ہوا ہے؟ آج تک ہم نے ایسی وحشت ناک چیخ نہیں سنی اُس نے کہا: آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ کام کر دیا ہے۔ اگر یہ کام پایۂ تکمیل تک پہنچ گیا تو دنیا میں کوئی آدمی گناہ گار نہ رہے گا۔ انھوں نے مل کر کہا: اے ہمارے آقا! تو پھر آپ کس لیے ہیں؟ اپنا ہاتھ دکھائیں۔ پھر کیا ہوا کہ اِدھر اُمت مسلمہ کے منافقین نے کہنا شروع کر دیا کہ ارے یہ اپنی خواہشات کی بنیاد پر بات کرتا ہے اور اُن میں سے ایک دوسرے سے کہنے لگا: کیا تو نے اس کی آنکھوں کو نہیں دیکھا کہ وہ اُس کے سر میں گھوم رہی ہیں گویا کہ وہ مجنون ہے؟ پھر ابلیس نے ایک چیخ ماری جس میں خوشی کا اظہار تھا پھر اس کے تمام چیلے اکٹھے ہو گئے۔ اُس نے ان سے کہا: کہ جو کچھ میں نے اس سے قبل آدمؑ کے ساتھ کیا تھا، اُسے تم جانتے ہو؟ انھوں نے کہا: ہاں! ہم جانتے ہیں۔ شیطان نے کہا: میں نے آدمؑ کو دھوکا دیا تھا تو اُس نے عہد توڑ ڈالا تھا لیکن اپنے رب کا انکار نہ کیا تھا اِدھر اُنھیں دیکھیے کہ انھوں نے عہد بھی توڑا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کا انکار بھی کر دیا ہے۔

اُصولِ کافی میں ایک اور روایت جو حضرت امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا: جو میری حدیث ہے وہ میرے بابا کی حدیث ہے اور جو میرے بابا کی حدیث ہے وہ میرے دادا کی حدیث ہے اور جو میرے دادا کی حدیث ہے وہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی حدیث ہے اور جو حضرت امام حسین علیہ السلام کی حدیث ہے وہ حضرت امام حسن علیہ السلام کی حدیث ہے اور جو حضرت امام حسن علیہ السلام کی حدیث ہے وہ حضرت امام علی علیہ السلام کی حدیث ہے اور جو حضرت امام علی علیہ السلام کی حدیث ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے وہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝ ذُوْ مِرَّةٍ ؕ فَاسْتَوٰى ۝

"اُسے شدید طاقت والے نے تعلیم دی ہے جو بہت بڑا صاحبِ حکمت ہے پھر (اپنی شکل) میں کھڑا ہوا"۔

صاحبِ تفسیر قمی نے ان آیات کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ شدید القویٰ سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ ذُوْ مِرَّةٍ ؕ فَاسْتَوٰى یعنی رسول اللہؐ ہیں۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام کا فرمان ہے: خداوند تعالیٰ نے جب کسی نبی کو بھیجا تو اس کے ساتھ ایک صاحبِ قدرت و

طاقت، دانا وحکیم بھی بھیجا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلٰى "جبکہ وہ آسمان کے بلند ترین کنارہ پر تھے" یعنی رسولؐ اللہ آسمان کے بلند ترین کنارہ پر تھے۔ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى یعنی رسولؐ اللہ اپنے رب کے قریب ہوئے۔ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝

قاب قوسین کی تعبیر انتہائی قرب اور نزدیکی سے کنایہ ہے۔ مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی نعمات اور اس کی رحمت کے بہت زیادہ قریب ہوگئے تھے بلکہ اس سے بھی بہت زیادہ قریب۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک روایت منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام مخلوق میں سب سے زیادہ اللہ سے قرب نصیب ہوا۔ آپؐ اللہ کے بہت زیادہ قریب ہوئے تھے۔ جب آپؐ معراج کے سفر پر تھے تو جناب جبرئیلؑ نے آپ سے کہا تھا: اے محمدؐ! آگے بڑھیے۔ آپؐ نے ان مقامات کو اپنے پاؤں تلے روندا ہے کہ یہاں نہ کوئی ملکِ مقرب آیا اور نہ نبی مرسل۔ یہ آپؐ کی منزلت وعظمت ہے کہ جس کی وجہ سے آپؐ کو وہ مقام ومرتبہ ملا۔

روایت میں ہے: اگر آپ کی روح مقدس اور نفسِ شریف اس عظیم الشان مقام پر آنے کی قابلیت نہ رکھتا تو آپ یہاں نہ پہنچ سکتے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝

کتاب علل الشرائع میں آیا ہے کہ ثابت بن دینار نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے حضور عرض کیا: کیا اللہ تعالیٰ کو مکان سے متصف کیا جاسکتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں، وہ ذات لامکان ہے۔

میں نے عرض کیا: اگر بات یہ ہے تو پھر اللہ نے اپنے نبی کو معراج کیوں کرائی؟

آپؑ نے فرمایا: اس لیے کہ آپ کو آسمانوں کے ملکوت دکھائے جائیں۔ علاوہ ازیں انھیں کائنات کے عجائبات دکھائے جائیں۔

آپؑ نے فرمایا: رسولؐ اللہ دورانِ معراج حجابِ نور کے قریب ہوگئے تھے۔ آپؐ نے وہاں نیچے زمین کے ملکوت بھی دیکھے اور وہ بھی آپؐ کو بہت قریب سے دکھائی دے رہے تھے۔ جس طرح کمان کے دو کنارے ایک دوسرے کے قریب ہوجاتے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج نصیب ہوا تو آپؐ اللہ تعالیٰ سے اتنا زیادہ قریب ہوئے تھے جتنا کمان کے دو کنارے بلکہ اس سے بھی زیادہ اور آپؐ کے سامنے نور سے حجابات کو اُٹھا دیا گیا تھا۔

جناب عبداللہ ابن عباس کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب میں معراج پر گیا تو میں اپنے پروردگار کے قریب ہو گیا تھا۔ یہاں تک کہ میرے اور میرے رب کے درمیان کمان کے دو کناروں کا فاصلہ رہ گیا تھا بلکہ اس سے بھی زیادہ میں قریب ہو گیا تھا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پوچھا: اے محمدؐ! تجھے میری مخلوق میں سے سب سے زیادہ محبت کس سے ہے؟ میں نے عرض کیا: مجھے سب سے زیادہ محبت علیؑ سے ہے۔

اُصول کافی میں ایک روایت ہے کہ ابوبصیرؒ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: میں آپؑ پر قربان جاؤں رسولؐ اللہ کو کتنی مرتبہ معراج نصیب ہوئی؟ آپؑ نے فرمایا:

دو دفعہ دورانِ سفرِ معراج جبرئیلؑ ایک منزل پر ٹھہر گئے اور اُس نے آپؐ سے کہا: آپؐ آگے تشریف لے جایئے۔ آپؐ اس مقام پر کھڑے ہیں، جہاں نہ کوئی فرشتہ آیا اور نہ کوئی نبی۔ تیرا پروردگار آپؐ پر درود وسلام بھیج رہا ہے۔

آپؐ نے فرمایا: اے جبرئیلؑ! وہ کس طرح درود بھیج رہا ہے؟

جبرئیلؑ نے عرض کیا: وہ فرما رہا ہے: سبوح قدوس انا رب الملائکة والروح سبقت رحمتي غضبي۔

''پاک و پاکیزہ ہے وہ ذات اور میں ملائکہ اور روح کا پروردگار ہوں۔ میری رحمت میرے غضب پر سبقت رکھتی ہے''۔

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللھم عفوك عفوك۔ اور پھر آپ کو وہ مقام ملا جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝

حضرت ابوبصیرؒ نے امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: قربان جاؤں قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں نورِ عظمت کا دیدار کیا کہ جتنا اللہ چاہتا تھا تو اُس وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمدؐ! آپؐ نے عرض کیا: اے میرے پروردگار! میں حاضر ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تیرے بعد تیرا جانشین کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا: میرا رب خوب جانتا ہے۔ پروردگار نے فرمایا: تیرے بعد تیرا جانشین علی بن ابی طالبؑ ہے، جو امیر المومنین اور قائد غر المحجلین ہے۔

ابوبصیرؒ کہتا ہے: بعد ازیں امام علیہ السلام نے فرمایا: اے ابوبصیرؒ بخدا امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کو یہ خلافت زمین سے نہیں ملی بلکہ آسمان سے ملی ہے۔

مجمع البیان میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝ کہ اس سے دو ہاتھ بلکہ اس سے کم فاصلہ مراد ہے۔

کتاب بصائر الدرجات میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت منقول ہے: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی کی منزلت نصیب ہوئی تو اس وقت آپؐ کے سامنے اصحاب الیمین اور اصحاب الشمال کے صحیفے لائے گئے تو آپؐ نے اصحاب الیمین کا صحیفہ اپنے دائیں ہاتھ میں لیا اور اُسے کھولا اور اُسے دیکھا تو اس میں اہل جنت کے اسماء تھے اور ان کے آباء واجداد کے نام تھے۔ پھر اس صحیفے کو لپیٹا اور اُسے اپنے دائیں ہاتھ میں رکھا اور دوسرا صحیفہ اصحاب الشمال کا کھولا تو اس میں اہل جہنم کے نام تھے اور ان کے آباء واجداد کے نام تھے اور ان کے قبائل کے نام تھے۔ جب آپؐ واپس زمین کی طرف تشریف لائے تو وہ دونوں صحیفے آپؐ کے پاس تھے آپؐ نے انھیں حضرت امام علی بن ابی طالب علیہ السلام کے حوالے کر دیا۔

احتجاج طبرسی میں روایت ہے کہ جس میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنا نسب بتاتے ہوئے فرمایا:

انا ابن من علی فاستعلٰی

مجاز سدرۃ المنتھٰی فکان من ربہ

قاب قوسین او ادنٰی

"میں اُس کا سپوت ہوں، جس نے بلندیوں کو اپنے پاؤں سے روند اور اُس نے سدرۃ المنتھٰی کو عبور کیا اور قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی کی منزل پر پہنچے"۔

حضرت امام حسین علیہ السلام سے منقول ہے کہ اہل شام میں سے ایک یہودی امام امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور عرض کیا: حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے اللہ نے ہواؤں کو مسخر کر دیا تھا۔ وہ صبح کو لے کر شام تک انھیں اُٹھا کر چلتیں اور ایک ماہ کی مسافت طے کرتیں۔

آپؑ نے فرمایا: ہاں تمھاری یہ بات ٹھیک ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے جو اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمایا وہ اس سے کہیں زیادہ افضل و بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ جب انھیں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا تو آپؐ نے ایک ماہ کی مسافت کا سفر چند ساعات میں طے کیا۔ جب آپؐ کو آسمانوں کے ملکوت کی طرف لے جایا گیا تو آپؐ نے پچاسی ہزار سال کا سفر ایک تہائی رات میں طے کیا اور آپؐ ساق عرش تک پہنچے۔ آپؐ کو سبز رنگ کی زفرف پر جنت میں لایا گیا۔ آپؐ کی بصارت کو نور نے ڈھانپ لیا۔ پس آپؐ نے اپنے پروردگار کی عظمت کو اپنے دل کے ذریعے دیکھا۔ انھیں اپنی آنکھوں کے ساتھ نہ دیکھا۔ پس آپؐ کو قاب قوسین بلکہ اس سے بھی قریب کی منزل ملی۔

اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی طرف وحی فرمائی جو سورۂ بقرہ میں ہے:

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۸۴﴾ (سورۂ بقرہ: ۲۸۴)

"جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ کے لیے ہے۔ جو کچھ تم اپنے نفوس میں ظاہر کرتے ہو یا چھپاتے ہو اللہ اُس کا تم سے حساب لے گا جس کو چاہے گا معاف کردے گا اور جس کو چاہے گا اُسے عذاب دے گا اور اللہ ہی ہر چیز پر قادر ہے"۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو تمام انبیاء اور ان کی اُمتوں پر پیش کیا لیکن اس کے ثقل کی وجہ سے انھوں نے قبول نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس کو پیش کیا تو آپؐ نے اُسے قبول کیا اور آپؐ نے اپنی اُمت پر پیش کیا تو انھوں نے بھی اُسے قبول کیا۔

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ﴿۱۱﴾

"جو کچھ نظروں نے دیکھا اُسے دل نے نہیں جھٹلایا"۔

تفسیر قمی میں روایت منقول ہے: فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى کی تشریح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کے ساتھ اپنی قدرت کاملہ کے ساتھ وحی فرمائی۔ اس مقام پر اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان وحی کے لیے جناب جبرئیلؑ واسطہ نہیں تھے۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس خصوصی اور بالمشافہ وحی کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی کہ علیؑ مومنین کے امیر ہیں اور قائد غرالمحجلین ہیں اور آخری نبی کے پہلے خلیفہ ہیں۔

یہ سن کر کچھ لوگوں نے اس بات کی مخالفت کی۔ انھوں نے کہا: کیا وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ہے؟ اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ سے فرمایا: اے میرے رسولؐ! ان سے کہہ دیجیے: مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى پھر ان کی باتوں کو رد کر دیا گیا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ﴿۱۲﴾

"اب تم کیا اس چیز پر جھگڑا کرتے ہو جسے وہ آنکھوں سے دیکھتا ہے"۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں کے لیے اپنا خلیفہ نصب کروں۔ پس میں ان سے کہتا ہوں: هذا وليكم من بعدی، "یہ میرے بعد تمھارے آقا و مولا ہیں"۔ ان کی مثال کشتی جیسی ہے جس طرح کشتی

غرق ہونے سے بچاتی ہے، یہ تمھیں ہلاکت سے بچائیں گے، جو اس میں داخل ہوا، وہ نجات پا گیا اور جو اس سے نکل گیا وہ غرق ہوگیا۔

بقول مؤلف بزرگوار کہ اس فرمانِ خداوندی فَاَوۡحٰۤی اِلٰی عَبۡدِہٖ مَاۤ اَوۡحٰی ﴿۱۰﴾ کی تفسیر میں جتنی روایات نقل کی ہیں۔ اُصولِ کافی، بصائر الدرجات اور الاحتجاج سے لی ہیں۔ مزید تفصیل کے لیے ان کتب کی طرف رجوع فرمائیں۔

مجمع البیان میں ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ مَا کَذَبَ الۡفُؤَادُ مَا رَاٰی کا معنی ومفہوم یہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو اپنے دل کے ساتھ دیکھا۔ ایک اور روایت جو حضرت محمد بن حنفیہ، حضرت ابوذر اور ابوسعید خدری سے مروی ہے: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس آیت کریمہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا: میں نے نور دیکھا تھا۔

ابوعالیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا: کیا آپؐ نے معراج کی رات اپنے رب کا دیدار کیا تھا؟ آپؐ نے فرمایا: میں نے وہاں ایک نہر دیکھی اور اس نہر کی دوسری طرف حجاب دیکھا اور اس حجاب کے پیچھے نور دیکھا۔ اس کے علاوہ میں نے اور کچھ نہیں دیکھا۔

اُصولِ کافی میں صفوان بن یحییٰ سے روایت ہے کہ ابوقرہ محدث نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے حلال وحرام اور دوسرے احکام کے بارے میں سوالات کیے۔ بعدازیں اُس نے اس آیت کریمہ وَلَقَدۡ رَاٰہُ نَزۡلَۃً اُخۡرٰی ﴿۱۳﴾ ("اور انھوں نے پھر ایک مرتبہ اُسے دیکھا") کے بارے میں استفسار کیا۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: اس کے بعد والی آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آپؐ نے وہاں کیا دیکھا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: مَا کَذَبَ الۡفُؤَادُ مَا رَاٰی یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں نے دیکھا جس کو دیکھا تو اُس کے دل نے اُسے نہیں جھٹلایا۔ جو کچھ آپؐ نے دیکھا آپؐ نے اس کے بارے میں بتا دیا۔

قرآن مجید میں ہے: لَقَدۡ رَاٰی مِنۡ اٰیٰتِ رَبِّہِ الۡکُبۡرٰی "اس نے اپنے رب کی چند عظیم آیات کو دیکھا"۔ اللہ کی جو آیات ہیں وہ اللہ کی غیر ہیں۔

اُصولِ کافی کتابِ توحید میں ایک روایت منقول ہے: محمد بن فضیل کہتے ہیں: میں نے امام ابوالحسن علیہ السلام سے استفسار کیا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا تھا؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں! دیکھا تھا لیکن دل کی نگاہوں سے۔ کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا: مَا کَذَبَ

الْفُؤَادُ مَا رَاٰی ⑪ انھوں نے آنکھوں کے ساتھ نہیں دیکھا بلکہ اس کا دیدار دل کے ساتھ کیا تھا۔

کتاب علل الشرائع میں حبیب سجستانی سے روایت ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اے حبیب! اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا:

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی ⑬ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی ⑭ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰی ⑮

''اور انھوں نے پھر ایک مرتبہ اُسے دیکھا۔ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا، جہاں قریب ہی جنت ماویٰ ہے''۔

حضرت جبرئیلؑ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سفر معراج میں ساتھ دیا۔ آپؑ آسمانوں کے سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے۔ جس وقت ''سدرہ'' کی حدود شروع ہوئیں تو جبرئیلؑ کے قدم رُک گئے اور عرض کیا: اے محمدؐ! میری منزل ختم، میں ان حدود سے آگے نہیں جاسکتا۔ اللہ نے مجھے یہاں تک کی اجازت دی ہے اور آگے جانے کی مجھ میں قدرت ہی نہیں ہے لیکن آپ آگے بڑھیے اور سدرہ کی طرف چلیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سدرہ کی طرف بڑھے اور جناب جبرئیلؑ پیچھے رہ گئے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا: سدرۃ المنتہیٰ کو سدرۃ المنتہیٰ کا نام اس لیے دیا گیا ہے کہ یہاں بندوں کے اعمال پہنچتے ہیں، محافظین ملائکہ انھیں یہاں لے آتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں عرش کے نیچے اور اس کے اردگرد نیچے ٹہنیاں دیکھیں تو وہاں پروردگار نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے نور کی تجلی کا دیدار کرایا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل کو طاقت و توانائی عطا کی اور ان کی بصیرت کو توانا کیا اور آپؐ نے اللہ کی آیات کا نظارہ کیا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی ⑬ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی ⑭ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰی ⑮

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں اپنے پروردگار کی آیات کبریٰ دیکھیں۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: سدرہ کی ضخامت دنیا کے سو سال کی مسافت کے برابر ہے اور اس کا ایک پتہ تمام دنیا کو ڈھانپنے کی وسعت رکھتا ہے۔

وہ آسمانوں میں محمود ہیں

ایک شامی یہودی نے جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: جناب موسیٰؑ اللہ کے حضور طور پر مناجات

فرماتے تھے۔

حضرت امام علی علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں! جو منزلت جناب موسیٰ کو حاصل تھی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی حاصل تھی لیکن آپ کا مقام اُن سے بڑھ کر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سدرۃ المنتہیٰ پر آپ پر وحی فرمائی۔ آسمانوں میں ان کا مقام محمود ہے اور منتہاء عرش پر ان کا ذکر جاری و ساری ہے۔

تفسیر قمی میں احمد بن محمد بن ابی نصر سے روایت منقول ہے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے مجھے فرمایا:

اے احمد! تمھارے اور ہشام بن حکم کے اصحاب کے درمیان توحید کے بارے میں کیا اختلاف ہے؟

میں نے عرض کیا: میں قربان جاؤں، ہم یہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو جوان کی شکل میں دیکھا لیکن ہشام توحید کے لیے جسم نہیں مانتا۔

آپؑ نے فرمایا: اے احمد! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج پر تشریف لے گئے اور جب آپ سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے تو حجابات میں سوئی کے سوراخ کے برابر ان میں سوراخ کیا گیا اور آپؑ نے اس سوراخ میں سے اپنے رب کے نور کی عظمت کا دیدار کیا جتنا کہ اللہ نے چاہا۔ اور تم لوگ اس سے شبیہ مراد لیتے ہو، ایسے عقیدے کو چھوڑ دو۔ اس سے تمھیں کوئی بڑا فائدہ نہیں ہوگا۔

سدرۃ المنتہیٰ کے ایک پتے کے نیچے ایک پوری اُمت آسکتی ہے

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب میں سدرۃ المنتہیٰ پہنچا تو میں نے دیکھا کہ اس کے ایک پتے کی اتنی وسعت ہے کہ اس کے سائے نے ایک اُمت کو گھیر رکھا تھا اور میں اس وقت قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی کی منزلت پر تھا۔

جلالِ ربی

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے: جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے تو جبرئیلؑ کے قدم رُک گئے۔ اُس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا آپ مجھے اس مقام پر چھوڑ دیں گے؟ اُس نے عرض کیا: آپؐ آگے بڑھیے۔ بخدا! آپؐ وہاں پہنچ گئے ہیں جہاں اللہ کی مخلوق میں سے آپؐ سے پہلے کوئی نہیں پہنچا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے وہاں اپنے پروردگار کا نور دیکھا تو اس وقت میرے اور نورِ ربانی کے درمیانی سبحہ حائل ہوگیا۔

راوی کہتا ہے کہ آپؑ پر قربان جاؤں سبحہ سے کیا مراد ہے؟
آپؑ نے اپنے چہرے سے زمین کی طرف اشارہ کیا اور ہاتھ سے آسمان کی طرف اور وہ فرما رہے تھے:
جلالِ ربی، جلالِ ربی، جلالِ ربی۔ "میرے رب کا جلال، میرے رب کا جلال، میرے رب کا جلال"۔

ساتویں آسمان پر دیکھا

تفسیر قمی میں روایت ہے کہ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ﴿۱۳﴾ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى "یعنی یہ جو آپؐ نے دوسری دفعہ دیکھا اور سدرۃ المنتہیٰ کے قریب دیکھا یعنی ساتویں آسمان پر دیکھا"۔
عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ﴿۱۴﴾ "سدرۃ المنتہیٰ کے پاس"۔

حضرت امام علی علیہ السلام کا نام چار مقامات پر

حضرت امام علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت کرتے ہوئے مجھ سے فرمایا: اے علیؑ! میں نے تیرا نام چار مقامات پر اپنے نام کے ساتھ ملا ہوا دیکھا ہے۔ ایک اس وقت جب میں معراج کے موقع پر بیت المقدس پہنچا تو آسمان کی فضا میں لکھا ہوا تھا:

لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ ایدتہ بوزیرہ ونصرتہ بوزیرہ۔

میں نے جبرئیل امینؑ سے کہا: میرا وزیر کون ہے؟ حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا: حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام۔
دوسری مرتبہ جب میں سدرۃ المنتہیٰ کے پاس پہنچا تو میں نے وہاں لکھا ہوا دیکھا:

انا اللّٰہ لا الٰہ انا وحدی محمد صفوتی من خلقی ایدتہ بوزیرہ ونصرتہ بوزیرہ

میں نے حضرت جبرئیلؑ سے پوچھا: میرا وزیر کون ہے؟ حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا: حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام۔
تیسری مرتبہ جب میں سدرۃ المنتہیٰ سے گزر کر عرش رب العالمین کے پاس پہنچا تو لکھا ہوا تھا:

انا اللّٰہ لا الٰہ الا انا وحدی وحبیبی ایدتہ بوزیرہ ونصرتہ بوزیرہ

میں نے حضرت جبرئیلؑ سے پوچھا: میرا وزیر کون ہے؟ حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا: علی بن ابی طالب علیہ السلام۔ چوتھی مرتبہ جب میں نے سر اٹھا کر عرش کے درمیان دیکھا تو وہاں لکھا ہوا تھا:

انا اللّٰہ لا الٰہ انا وحدی محمد عبدی ورسولی ایدتہ بوزیرہ ونصرتہ بوزیرہ

''میں اللہ ہوں اور اکیلا ہوں، محمدؐ میرے عبد ہیں، میں نے ان کی مدد اور نصرت اور تائید اس کے وزیر علیؑ سے کی''۔

جنت ماویٰ کیا ہے؟

عِنۡدَهَا جَنَّةُ الۡمَاۡوٰى ؕ﴿۱۵﴾

''جنت ماویٰ کے پاس''۔

جناب بلالؓ سے روایت منقول ہے: راوی کہتا ہے: میں نے بلال سے کہا: اللہ آپ پر رحم کرے، مہربانی فرمائیں میں ایک فقیر ہوں۔ اُس نے کہا: اے غلام! آپ نے مجھے مختلف قسم کی تکالیف میں ڈالا ہے۔ جنت کا باب اعظم وہ ہے جس میں اللہ کے صالح بندے داخل ہوں گے۔ اور وہ زاہد اور پرہیزگار لوگ ہوں گے اور وہ لوگ داخل ہوں گے جو اللہ کی طرف رغبت رکھنے والے ہوں گے۔

راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ جب وہ جنت میں داخل ہوں گے تو کیا کریں گے؟

اُس نے کہا: وہ جنت کی صاف وشفاف دو نہروں میں یاقوت کے سفینوں پر سوار ہوں گے۔ اس میں ملائکہ ہوں گے، ان پر گہرے سبز رنگ کے لباس ہوں گے۔

میں نے عرض کیا: اللہ آپ پر رحم کرے کیا نور کا رنگ بھی سبز ہوگا؟

آپ نے فرمایا: ان کے کپڑے سبز رنگ کے ہوں گے لیکن ان میں جو نور ہوگا وہ نور رب العالمین کا نور ہوگا۔

میں نے کہا: اس نہر کا نام کیا ہے؟

آپ نے فرمایا: جنت الماویٰ۔

جنت اور آلِ محمد علیہم السلام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب مجھے آسمان کی طرف لے جایا گیا اور میں سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ سدرہ کے ایک پتے نے دنیا کو اپنے سایے کی لپیٹ میں لیا ہوا ہے اور اس کے ہر پتے پر ایک فرشتہ ہے جو تسبیح بیان کر رہا ہے۔ ان فرشتوں کے منہ سے موتی اور یاقوت خارج ہو رہے تھے۔ جونہی وہ موتی اور یاقوت باہر آتے تو ان سے ان پر موکل فرشتے باہر آتے جو انھیں نور کے سمندر میں ڈال دیتے۔ پھر وہ ہر جمعہ کی رات انھیں سدرۃ المنتہیٰ کی طرف نکالتے ہیں۔

جب ان کی نظر مجھ پر پڑی تو انھوں نے مجھے مرحبا کہا اور کہا: اے محمدؐ! مرحبا۔ اُس وقت میں نے سدرہ کی ہوا کا اضطراب اور جنت کے دروازوں کی کھٹکھٹاہٹ محسوس کی۔ اُس وقت آواز آئی: آپؐ کی آمد پر وہ اپنی مسرت اور فرحت کا اظہار کر رہے ہیں۔ اُس وقت میں نے جنت کی آواز سنی جو ندا دے رہی تھی کہ وہ علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ اور حسینؑ کے دیدار کے شوق میں تڑپ رہی ہے۔

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ﴿۱۷﴾ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ﴿۱۸﴾ اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ﴿۱۹﴾ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ﴿۲۰﴾ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ﴿۲۱﴾ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ﴿۲۲﴾ اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى ﴿۲۳﴾ اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰى ﴿۲۴﴾ فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْاُوْلٰى ﴿۲۵﴾ وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا اِلَّا مِنْ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى ﴿۲۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى ﴿۲۷﴾ وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ﴿۲۸﴾ فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى ۙ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ۭ اِنَّ رَبَّكَ

هُوَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ ضَلَّ عَنۡ سَبِيۡلِهٖ ۙ وَهُوَ اَعۡلَمُ بِمَنِ اهۡتَدٰى ﴿۳۰﴾
وَلِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ ۙ لِيَجۡزِىَ الَّذِيۡنَ اَسَآءُوۡا
بِمَا عَمِلُوۡا وَيَجۡزِىَ الَّذِيۡنَ اَحۡسَنُوۡا بِالۡحُسۡنٰى ﴿۳۱﴾ اَلَّذِيۡنَ يَجۡتَنِبُوۡنَ
كَبٰٓئِرَ الۡاِثۡمِ وَالۡفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الۡمَغۡفِرَةِ ؕ
هُوَ اَعۡلَمُ بِكُمۡ اِذۡ اَنۡشَاَكُمۡ مِّنَ الۡاَرۡضِ وَاِذۡ اَنۡتُمۡ اَجِنَّةٌ فِىۡ
بُطُوۡنِ اُمَّهٰتِكُمۡ ۚ فَلَا تُزَكُّوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ ؕ هُوَ اَعۡلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ﴿۳۲﴾

"نہ اس کی آنکھ چندھیائی اور نہ ہی سرکشی کی۔ اُس نے اپنے رب کی عظیم نشانیاں دیکھیں۔ اب ذرا مجھے بتاؤ تم نے کبھی اس لات اور اس عُزّیٰ اور منات جو ان میں سے تیسرا ہے (خدا کی بیٹیاں ہیں) کیا تمھارے لیے بیٹے ہیں اور خدا کے لیے بیٹیاں ہیں؟ تو اس صورت میں یہ تقسیم عادلانہ نہیں ہے؟

یہ تو بس چند نام ہیں جو تم نے اور تمھارے آباء واجداد نے رکھ لیے ہیں۔ اللہ نے ان کے لیے کوئی دلیل نازل نہیں کی ہے۔ وہ صرف وہم وگمان کے پیچھے چلے جارہے ہیں حالانکہ ان کے پروردگار کی طرف سے ان کے پاس ہدایت آچکی ہے۔

کیا انسان جو آرزو رکھے اس کے لیے وہی حق ہے؟ حالانکہ دنیا اور آخرت کا مالک تو اللہ ہے۔ اور کتنے ہی آسمانوں میں فرشتے موجود ہیں۔ ان کی شفاعت کچھ بھی فائدہ نہیں دے سکتی۔ مگر اس کے بعد کہ اللہ جس کے لیے چاہے اس سے راضی ہوکر اجازت دے دے۔ مگر جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ فرشتوں کو خدا کی بیٹی کا نام دیتے ہیں۔ حالانکہ انھیں

اس بات کا کوئی علم حاصل نہیں ہے۔ وہ محض بے بنیاد گمان کی پیروی کرتے ہیں اور گمان حق کی جگہ کچھ بھی کام نہیں دے سکتا۔

پس اے نبیؐ! جو ہمارے ذکر سے منہ موڑتا ہے اور دنیاوی زندگی کے سوا جسے کچھ مطلوب نہیں ہے اُس سے منہ موڑ لو۔ یہ ان کی آگاہی کی آخری حد ہے۔ یہ بات تیرا رب ہی بہتر جانتا ہے کہ اس کے راستے سے کون بھٹک گیا ہے اور کون ہدایت یافتہ ہے۔

اور جو کچھ آسمانوں میں ہے وہ اور جو کچھ زمین میں ہے وہ اللہ ہی کے لیے ہے تاکہ بُرائی کرنے والوں کو ان کے بُرے اعمال کا بدلہ دے اور نیک لوگوں کو ان کے نیک اعمال کے لیے اجر عطا کرے۔ جو بڑے بڑے گناہوں اور بُرے اعمال سے سوائے صغیرہ کے پرہیز کرتے ہیں تیرے رب کی مغفرت وسیع ہے۔ وہ تمھاری نسبت سب سے زیادہ باخبر ہے۔ اس وقت سے جب اس نے تمھیں زمین سے خلق کیا اور جس وقت تم اپنی ماؤں کے شکموں میں ابھی جنین ہی تھے۔ پس تم خودستائی سے کام نہ لو کیونکہ وہ بہتر جانتا ہے کہ واقعی متقی کون ہے؟

رب کی عظیم نشانیاں

لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ⑱

"اس نے اپنے رب کی عظیم نشانیاں دیکھیں"۔

اُصولِ کافی کتاب توحید میں آیا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبرئیل امینؑ کو اپنی اصلی صورت میں دو دفعہ دیکھا جب کہ آپؐ کے علاوہ کسی نبیؑ نے آپ کو اصلی صورت میں نہیں دیکھا۔ کیونکہ جبرئیلؑ اپنی خلقت میں عظیم ہیں اور وہ روحانیوں میں سے ہیں جن کی خلقت اور صفت کو سوائے خدا کے کوئی اور نہیں جان سکتا۔

حضرت امام علی علیہ السلام سات مقامات پر

تفسیر قمی میں ابوبردہ اسلمی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امام علی علیہ السلام سے یہ فرماتے ہوئے سنا: اے علیؑ! اللہ تعالیٰ نے تجھے میرے ساتھ سات مقامات پر اکٹھے رکھا ہے۔ پہلا مقام جب مجھے معراج پر لے جایا گیا

اور میں آسمان پر پہنچا تو جناب جبرئیلؑ نے مجھ سے کہا: آپؐ کے برادر کہاں ہیں؟ میں نے جواب دیا: میں انھیں زمین پر اپنے پیچھے چھوڑ آیا ہوں۔ جناب جبرئیلؑ نے کہا: آپؐ اللہ کے حضور دعا مانگیں تاکہ وہ آپؐ کے پاس آجائیں۔ جب میں نے اللہ کے حضور دعا کی تو میں نے اپنے پاس آپؐ کی مثال دیکھی۔

دوسرا مقام وہ ہے، جب اللہ تعالیٰ نے مجھے دوسری مرتبہ معراج کرایا تو جناب جبرئیلؑ نے پوچھا: آپؐ کے بھائی کہاں ہیں؟ میں نے کہا: میں انھیں اپنے پیچھے چھوڑ آیا ہوں۔ اُس نے مجھے کہا: آپؐ اللہ سے دعا مانگیں وہ آپؐ کے پاس آجائیں۔ پس جب میں نے دعا مانگی تو آپؐ کی مثال اپنے پاس موجود پائی۔ المختصر ساتواں مقام وہ ہے جب میں معراج پر تھا اور اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاءؑ کو اکٹھا کیا اور میں نے اُنھیں نماز پڑھائی تو آپ کی مثال میرے پیچھے تھی۔

علیؑ، اللہ کی بڑی آیت

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: جناب امیرالمومنین امام علی علیہ السلام نے فرمایا: اللہ عزوجل کی مجھ سے بڑی اور آیتیں نہیں ہیں۔

علیؑ، محبوبِ رسولؐ

امالی شیخ الطائفہ میں روایت ہے: جناب ابن عباسؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب میں معراج پر گیا اور اپنے رب کے قریب ہوا حتیٰ کہ میرے اور اس کے درمیان قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى کا فاصلہ تھا تو میرے رب نے فرمایا: اے محمدؐ! آپؐ سب سے زیادہ کس سے محبت کرتے ہیں؟ میں نے بارگاہِ ربوبیت میں عرض کیا: میں علیؑ سے محبت کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ادھر توجہ کرو۔ جب میں نے اپنے بائیں دیکھا تو میرے پہلو میں علی بن ابی طالبؑ کی مثال تھی۔

اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ۝

"اب ذرا مجھے بتاؤ کبھی اس لات وعزیٰ کو تم نے دیکھا"۔

وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ۝

"اور منات جو ان میں سے تیسرا ہے"۔

تفسیر قمی میں علی بن ابراہیم نے ان دو آیتوں کی تفسیر میں لکھا ہے: "اللات" مرد کا نام ہے اور "عزیٰ" عورت کا نام ہے۔ اور مناۃ الثالثۃ الاخریٰ جو حرم سے باہر چھ میل کے فاصلے پر تھا۔

عیون الاخبار میں حدیث قدسی منقول ہے: یہ قائمؑ جو میرے حلال کو حلال کرے گا اور میرے حرام کو حرام کرے گا اور وہ میرے اعداء سے انتقام لے گا، اور وہ میرے اولیا کے لیے راحت وچین ہے۔ اور وہ وہ ہے جس سے تیرے ماننے والوں کے دلوں کو سکون ملے گا، وہ ظالمین وکافرین کا صفایا کردے گا......الخ۔

اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓىِٕرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ فَلَا تُزَكُّوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى۠

''جو بڑے بڑے گناہوں اور بُرے اعمال سے سوائے صغیرہ کے پرہیز کرتے ہیں۔ تیرے رب کی مغفرت وسیع ہے۔ وہ تمھاری نسبت سب سے زیادہ باخبر ہے۔ اس وقت سے جب اس نے تمھیں زمین سے خلق کیا اور جس وقت تم اپنی ماؤں کے شکموں میں ابھی جنین ہی تھے۔ پس تم خودستائی سے کام نہ لو کیونکہ وہ بہتر جانتا ہے کہ واقعی متقی کون ہے؟

گناہانِ کبیرہ

حضرت امام علی رضا علیہ السلام فرماتے ہیں: میں نے اپنے والد بزرگوار سے سنا کہ عمرو بن عبید بصری حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے حضور آیا۔ اس نے سلام کیا اور آپؑ کے سامنے بیٹھ گیا اور یہی آیت کریمہ اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ ......پڑھی۔ پڑھتے پڑھتے رُک گیا۔

امام علیہ السلام نے پوچھا: کس چیز نے تجھے روک دیا ہے؟

اس نے عرض کیا: میں چاہتا ہوں کہ کتاب اللہ کے مطابق کبائر کتنے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: اے عمرو! گناہانِ کبیرہ میں سب سے بڑا گناہ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ (سورۂ نساء: ۴۸)

''بے شک اللہ اُسے معاف نہیں کرے گا جو اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے''۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ ۖ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ۝

"جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کیا اللہ اس پر جنت کو حرام کردے گا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور ظالمین کا کوئی مددگار نہیں ہے"۔ (سورۂ مائدہ:۷۲)

بعد ازیں اللہ کی رحمت و روح سے مایوسی گناہِ کبیرہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا:

وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝ (سورۂ یوسف:۸۷)

"اللہ کی روح و رحمت سے مایوس نہ ہوئیے، اللہ کی رحمت اور روح سے وہ مایوس نہیں ہوتا مگر وہ جو اپنے آپ کو اللہ کے مکر سے محفوظ سمجھے"۔ اس کے بعد اللہ کے مکر و منصوبوں سے اپنے آپ کو محفوظ سمجھنا گناہِ کبیرہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ (سورۂ اعراف:۹۹)

اور انھی گناہانِ کبیرہ میں سے عاق والدین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عاق کو جبارًا شقیاً کے نام سے یاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَّبَرًّۢا بِوَالِدَتِيْ ۡ وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا ۝ (سورۂ مریم:۳۲)

"اور مجھ کو اپنی والدہ کا فرماں بردار بنایا اور (الحمدللہ کہ) مجھ کو سرکش نافرمان نہیں بنایا"۔

قتلِ عمد گناہانِ کبیرہ میں سے ہے

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاۗؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا ......الخ (سورۂ نساء:۹۳)

"جس نے جان بوجھ کر کسی مومن کو قتل کیا اس کی سزا جہنم ہے وہ اس میں ہمیشہ رہے گا"۔

باعفت عورتوں پر الزام لگانا

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۳﴾ (سورۂ نور:۲۳)

''اور جو لوگ بے خبر پاک دامن مومنہ عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں لعنت ہے اور ان کے لیے عذابِ عظیم ہے''۔

مالِ یتیم کا کھانا ظلم ہے

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَأْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ۠ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ﴿۱۰﴾ (سورۂ نساء:۱۰)

''اور جو لوگ ناحق یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں بس آگ بھرتے ہیں اور وہ جلد ہی جہنم کی بھڑکتی آگ میں تپائے جائیں گے''۔

میدانِ جنگ سے فرار کرنا

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ۠ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶﴾ (سورۂ انفال:۱۶)

''اور جس نے اپنی اس روز پیٹھ پھیری مگر یہ کہ جنگی چال کے طور پر یا کسی فوجی دستے سے جا ملنے کے لیے تو کوئی حرج نہیں ورنہ وہ اللہ کے غضب میں گرفتار ہوگا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا اور وہ بہت بُری جگہ ہے''۔

سود خوری گناہانِ کبیرہ میں سے ہے

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ

''جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ بس اس شخص کی طرح اُٹھیں گے جسے شیطان نے چھو کر حواس باختہ کیا ہو''۔ (سورۂ بقرہ:۲۷۵)

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوۤا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ (سورۂ بقرہ:۲۷۸،۲۷۹)

''اے ایمان والو! اللہ کا خوف کرو اور جو سود (لوگوں کے ذمے) باقی ہے اُسے چھوڑ دو اگر تم مومن ہو۔ اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو خدا اور اُس کے رسولؐ سے لڑنے کے لیے تیار رہو''۔

جادو گناہانِ کبیرہ میں سے ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

- وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ (سورۂ بقرہ:۱۰۲)

''اور یقیناً انھیں علم ہے کہ جس نے یہ سودا کیا اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں''۔

زنا گناہِ کبیرہ ہے

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۝ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ۝ (سورۂ فرقان:۶۸،۶۹)

''اور جو ایسا کام کرے گا وہ اپنے گناہ میں مبتلا ہوگا۔ قیامت کے دن اس کا عذاب دگنا ہو جائے گا، اُسے اُس عذاب میں ذلت کے ساتھ ہمیشہ رہنا ہوگا''۔

جھوٹی قسم گناہِ کبیرہ میں سے ہے

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ

"بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کو تھوڑی قیمت پر بیچ ڈالتے ہیں ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے"۔ (سورہ آل عمران:۷۷)

چوری اور خیانت گناہانِ کبیرہ میں سے ہے

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ (سورہ آل عمران:۱۶۱)

"اور جو کوئی خیانت کرتا ہے وہ قیامت کے دن اپنی خیانت کی ہوئی چیز کو (اللہ کے سامنے) حاضر کرے گا"۔

زکوٰۃ مفروضہ سے انکار

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ۭ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۝ (سورۂ توبہ:۳۵)

"جب وہ مال آتشِ جہنم میں تپایا جائے گا اور اُسی سے اس کی پیشانیاں اور پہلو اور پشتیں داغی جائیں گی اور (اُن سے کہا جائے گا) یہ ہے وہ مال جو تم نے اپنے لیے ذخیرہ کر رکھا تھا لہٰذا اب اُسے چکھو جسے تم جمع کیا کرتے تھے"۔

جھوٹی شہادت اور شہادت کو چھپانا دونوں گناہانِ کبیرہ میں سے ہیں

ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ۭ (سورۂ بقرہ:۲۸۳)

"اور جو شہادت چھپاتا ہے اس کا دل گناہ گار ہوتا ہے"۔

شراب خوری گناہِ کبیرہ ہے

اللہ تعالیٰ نے شراب خوری کو بتوں کی عبادت کے مساوی قرار دیا اور اس طرح جان بوجھ کر نماز کا ترک کرنا اور وہ چیز

جو اللہ نے فرض کی ہے۔ (کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے جان بوجھ کر نماز کو ترک کیا تو وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے ذمہ سے بری ہے"۔

عہد کا توڑنا بھی گناہانِ کبیرہ میں سے ہے۔ قطع رحمی کرنا گناہانِ کبیرہ میں سے ہے

اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۲۵﴾ (سورۂ رعد:۲۵)

"ایسے ہی لوگوں پر لعنت ہے اور ان کے لیے ٹھکانا ہی برا ہوگا"۔

امام علیہ السلام فرماتے ہیں: یہ سن کر عمرو بن عبید فوراً مجلس سے نکلا اور گریہ و بکا کرتے ہوئے چلا رہا تھا: وہ ہلاک ہوا جس نے تفسیر بالرائے کی اور وہ بھی ہلاک ہوا جس نے فضیلت اور علم میں اے آلِ محمدؐ تم سے جھگڑا کیا"۔

اُصولِ کافی میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: فواحش سے مراد زنا اور چوری ہے۔ اور اللمم سے مراد یہ ہے کہ آدمی گناہ کرے اور اللہ سے معافی مانگ لے۔

کتاب ثواب الاعمال میں عباد بن کثیر سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے حضور عرض کیا: گناہانِ کبیرہ کتنے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: ہر وہ کام گناہِ کبیرہ ہے جس کے فاعل کے لیے جہنم کی آگ کا وعدہ کیا گیا ہے۔

خودستائی سے پرہیز کرو وہ تمھیں خوب جانتا ہے

فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ﴿۳۲﴾ (سورۂ نجم:۳۲)

"پس تم خودستائی سے کام نہ لو کیونکہ وہ بہتر جانتا ہے کہ واقعی متقی کون ہے؟"

خودستائی قبیح اور ناپسندیدہ کام ہے۔ اس ناپسندیدہ عمل کا حقیقی سرچشمہ اپنے آپ کو نہ پہچاننا ہے۔ اس لیے اللہ کے بندے ہمیشہ خدائی وظائف اور ذمہ داریوں کے مقابلے میں اپنی کوتاہی کے معترف رہتے تھے اور لوگوں کو خودستائی اور اپنے اعمال کو بڑا سمجھنے سے منع کیا کرتے تھے۔

کتاب الاحتجاج طبرسی میں ایک حدیث بیان ہوئی ہے: ایک یہودی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپؐ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور آپ کی طرف تیز تیز نظروں سے دیکھنے لگا۔

آپؐ نے فرمایا: اے یہودی! تیرا کوئی کام ہے؟

اُس نے کہا: آپؐ یہ بتائیں آپؐ افضل ہیں یا جنابِ موسیٰؑ! اللہ تعالیٰ نے ان سے کلام کیا، ان کے لیے دریا میں راستے بنائے، ان پر بادل سایہ کرتا تھا۔

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک انسان کے لیے اچھا نہیں ہے کہ وہ اپنی تعریف خود کرے لیکن تیرے جواب میں یہ کہوں گا: جب جنابِ آدمؑ سے ترکِ اولیٰ ہوا تھا تو انھوں نے دعا مانگی تھی:

اللهم انی اسئلك بحق محمد وآل محمد لما غفرت لی

"اے میرے اللہ! مجھے محمدؐ و آلِ محمدؐ کے وسیلہ سے معاف فرما"۔

اللہ تعالیٰ نے اُنھیں معاف فرما دیا تھا۔ جب حضرت نوح علیہ السلام اپنی کشتی پر سوار ہوئے تھے اور انھیں غرق ہونے کا خوف ہوا تو انھوں نے اللہ سے دعا مانگی:

اللهم انی اسئلك بحق محمد وآلِ محمد لما انجیتنی من الغرق

"اے میرے اللہ! محمدؐ و آلِ محمدؐ کا واسطہ مجھے غرق ہونے سے نجات عطا فرما"۔

اللہ تعالیٰ نے انھیں نجات عطا فرمائی تھی۔

جس وقت جنابِ ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالا جا رہا تھا تو انھوں نے فرمایا تھا:

اللهم انی اسئلك بحق محمدؐ و آلِ محمدؐ لما انجیتنی منها

"اے میرے اللہ! محمدؐ و آلِ محمدؐ کا واسطہ مجھے اس مصیبت سے نجات عطا فرما"۔

اللہ تعالیٰ نے ان پر آگ کو گلزار کر دیا تھا۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا پھینکا تھا تو انھوں نے اپنے دل میں خوف محسوس کیا تھا تو اللہ کے حضور دعا مانگی تھی:

اللهم انی اسئلك بحق محمدؐ و آلِ محمدؐ لما آمنتنی

"اے میرے اللہ! تجھے محمدؐ و آلِ محمدؐ کا واسطہ مجھے غلبہ عطا کرنا"۔

تو اللہ تعالیٰ نے انھیں فرمایا تھا:

لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى "خوف زدہ مت ہوئیے آپ ہی غالب رہیں گے"۔

آپؐ نے فرمایا: اے یہودی! اگر جنابِ موسیٰؑ مجھے پالیں اور مجھ پر اور میری نبوت پر ایمان نہ لائیں تو انھیں ان کا

ایمان کوئی فائدہ نہیں دے گا اور نہ انھیں نبوت فائدہ دے گی۔

آپؑ نے فرمایا: اے یہودی! یہ بھی سن لے، مہدیؑ میری اولاد میں سے ہے۔ جب وہ ظہور کرے گا تو جناب عیسیٰ اس کی نصرت کے لیے آسمان سے نازل ہوں گے اور وہ انھیں آگے بڑھائیں گے اور ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے"۔

حضرت امام علی علیہ السلام نے فرمایا: اگر یہ بات نہ ہوتی کہ خدا نے خودستائی سے منع کیا ہے تو بیان کرنے والا بہت سے ایسے فضائل کو شمار کرتا ہے جن سے آگاہ مومنین کے دل آشنا ہیں اور سننے والوں کے کانوں کو ان کے سننے سے انکار نہیں ہے۔①

تفسیر عیاشی میں آیا ہے کہ سفیان نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا: آدمی کے لیے خودستائی کس صورت میں جائز ہے؟

آپ نے فرمایا: بعض ضرورتوں کی بنا پر اپنی تعریف ضروری ہوجاتی ہے۔اس کے بعد آپؑ نے فرمایا: کیا تو نے جناب یوسف علیہ السلام کا یہ قول نہیں سنا: اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآىِٕنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ ﴿۵۵﴾ (سورۂ یوسف:۵۵)"وہ انھیں ملک کا خزانہ دار بنائے کیونکہ میں ایک آگاہ اور صاحب علم نگہبان ہوں"۔

اور دوسرا خدا کے عظیم پیغمبر جناب صالح علیہ السلام نے فرمایا تھا: وَ اَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِیْنٌ ﴿۶۸﴾ (سورۂ اعراف:۶۸)"میں تمھارے لیے امین خیر خواہ ہوں"۔

اَفَرَءَیْتَ الَّذِیْ تَوَلّٰی ﴿۳۳﴾ وَ اَعْطٰی قَلِیْلًا وَّ اَكْدٰی ﴿۳۴﴾ اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَیْبِ فَهُوَ یَرٰی ﴿۳۵﴾ اَمْ لَمْ یُنَبَّاْ بِمَا فِیْ صُحُفِ مُوْسٰی ﴿۳۶﴾ وَ اِبْرٰهِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰۤی ﴿۳۷﴾ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ﴿۳۸﴾ وَ اَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ﴿۳۹﴾ وَ اَنَّ سَعْیَهٗ سَوْفَ یُرٰی ﴿۴۰﴾ ثُمَّ یُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰی ﴿۴۱﴾ وَ اَنَّ اِلٰی رَبِّكَ الْمُنْتَهٰی ﴿۴۲﴾ وَ اَنَّهٗ هُوَ

① امام امیر المومنین علی علیہ السلام نے اپنے اس خط میں یہ جملے لکھے تھے جو آپؑ نے معاویہ کے جواب میں بھیجے تھے۔ (مکتوب نمبر ۲۸)

أَضْحَكَ وَأَبْكَىٰ ﴿٤٣﴾ وَأَنَّهُ هُوَ أَمَاتَ وَأَحْيَا ﴿٤٤﴾ وَأَنَّهُ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ ﴿٤٥﴾ مِن نُّطْفَةٍ إِذَا تُمْنَىٰ ﴿٤٦﴾ وَأَنَّ عَلَيْهِ النَّشْأَةَ الْأُخْرَىٰ ﴿٤٧﴾ وَأَنَّهُ هُوَ أَغْنَىٰ وَأَقْنَىٰ ﴿٤٨﴾

"اے نبیؐ! کیا تم نے اُس شخص کو دیکھا ہے جو خدا کے راستہ سے پھر گیا۔ اور تھوڑا سا دیا اور باقی کو روک دیا۔ کیا اُس کے پاس علمِ غیب ہے کہ اُس نے یہ دیکھ لیا ہے کہ دوسرے اس کے گناہوں کو اپنے اُوپر لے سکتے ہیں۔

کیا اُسے ان باتوں کی خبر نہیں پہنچی جو موسیٰؑ کے صحیفوں میں ہے اور اس طرح ابراہیمؑ کے صحیفوں میں جس نے وفا کا حق ادا کر دیا ہے اور یہ کہ کوئی بوجھ اُٹھانے والا دوسرے کا بوجھ اپنے کندھے پر نہیں لے گا۔

اور یہ کہ انسان کے لیے کچھ نہیں ہے مگر وہ جس کی اُس نے کوشش کی ہے۔ اور یہ کہ اس کی کوشش عنقریب دیکھی جائے گی اور اس کو پوری جزا دی جائے گی۔ اور یہ کہ آخر کار تیرے پروردگار ہی کے پاس پہنچنا ہے اور وہی ہے جو ہنساتا بھی ہے اور رُلاتا بھی ہے۔

اور وہی ہے جو مارتا ہے اور زندہ کرتا ہے اور کہ اُس نے نر اور مادہ کا جوڑا تخلیق کیا اس نطفہ سے جب وہ نکلتا ہے (اور رحم میں گرتا ہے) اور یہ کہ دوسری زندگی ایجاد کرنا اُسی کے ذمہ ہے۔ اور یہ کہ وہی ہے جو بے نیاز کرتا ہے اور باقی رہنے والا سامان عطا کرتا ہے"۔

ہر شخص اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے

گذشتہ آیات میں یہ گفتگو کی گئی ہے کہ انسان کو بُرے اعمال کی وجہ سے سزا دی جائے گی۔ بعض اوقات اذہان میں یہ تصور پیدا ہو جاتا ہے کہ اس کے گناہوں کا بوجھ کوئی اور اُٹھالے گا۔ اس تصور کی نفی کے لیے اللہ تعالیٰ نے پیغام دیا ہے:

اَفَرَءَيْتَ الَّذِىْ تَوَلّٰى ۝

"اے نبیؐ! کیا تم نے اس شخص کو دیکھا ہے جو خدا کے راستہ سے پھر گیا"۔

تفسیر مجمع البیان میں یہ واقعہ نقل کیا گیا ہے، جسے ابن عباسؓ، سدی وکلبی اور دوسرے بہت سے مفسرین نے نقل کیا ہے۔ یہ سات آیات حضرت عثمان بن عفان کے بارے میں نازل ہوئیں۔ اس کے پاس بہت زیادہ مال و دولت تھی اور وہ اپنے مال میں سے خرچ کیا کرتا تھا۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح اس کا رضاعی بھائی تھا۔ اُس نے کہا: یہ تم کیا کر رہے ہو اگر تمھارا یہ سلسلہ رہا تو تمھارے پاس مال میں سے کچھ بھی باقی نہ رہے گا۔

حضرت عثمان نے اُسے کہا: میں نے بہت سے گناہ کیے ہیں اس لیے میں چاہتا ہوں، اس ذریعے سے میری مغفرت ہو جائے۔ یہ سن کر عبداللہ نے اُسے کہا: اگر تو اپنی سواری کا اُونٹ اس کے ساز و سامان سمیت میرے حوالے کر دے تو میں تیرے سارے گناہ اپنی گردن پر لینے کو تیار ہوں۔

حضرت عثمان نے اس کے کہنے پر عمل کیا اور اس معاہدہ پر گواہ بھی قائم کیے اور بعدازیں اُس نے اللہ کی راہ میں انفاق کرنا چھوڑ دیا تو اس کے بارے میں مندرجہ بالا آیات نازل ہوئیں: "کہ تم نے اُحد کے دن مرکز کو ترک کر دیا اور بہت کم دیا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ۝ "اور عنقریب اس کی کوشش دیکھی جائے گی"۔

وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِىْ وَفّٰٓى ۝

"اور اس طرح ابراہیمؑ کے صحیفوں میں جس نے وفا کا حق ادا کر دیا"۔

کتاب علل الشرائع میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت منقول ہے: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شان میں یہ آیت کریمہ وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِىْ وَفّٰٓى اس لیے نازل فرمائی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام صبح و شام یہ دعا پڑھتے تھے:

اصبحت وربی محمود ، اصبحت لا شرك به شيئًا ولا ادعوا مع الله الهاً آخر ولا اتخذ من دونه وليا

"اپنے رب محمود کی قسم! میں نے صبح کی اور اس حال میں صبح کی کہ کسی کو اللہ کا شریک قرار نہیں دیا اور اللہ کے سوا کسی اور معبود کو نہیں پکارا اور اس کے سوا کسی دوسرے کو اپنا ولی نہیں بنایا۔ اسی بنا پر ان کا نام "عبدالشکور" مشہور ہو گیا۔

وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۝

"اور یہ کہ انسان کے لیے کچھ نہیں ہے مگر وہ جس کی اُس نے کوشش کی ہے"۔

یہ وہ اُصولِ فطرت ہے کہ جو ہر شعبۂ حیات میں کارفرما ہے۔ جو جس قدر محنت کرے گا وہ اس قدر اس کا ثمر پائے گا لیکن بعض کم فہم لوگوں نے اس آیت سے یہ استنباط کیا ہے کہ کسی شخص کے کسی عمل کا ثواب دوسرے شخص کو نہیں پہنچ سکتا بلکہ ہر شخص کو وہی ملتا ہے جو وہ خود کرتا ہے تو ایسے لوگوں کی خدمت میں التماس ہے کہ اگر ایسی بات ہے تو پھر قرآن میں مرنے والے اہلِ ایمان کے لیے دعائے مغفرت کا حکم کیوں آیا ہے؟ اس مضمون کی چند ایک روایات پیش کی جاتی ہیں۔

اُصولِ کافی میں روایت ہے کہ اسحاق بن عمار نے معصوم سے پوچھا: ایک آدمی حج کرتا ہے وہ اپنے حج، عمرہ، یا اپنے طواف کو اپنے کسی ایسے عزیز کو بخش دیتا ہے جو کسی دوسرے شہر میں ہے تو کیا اس صورت میں اس کے اپنے ثواب میں کمی آجاتی ہوگی؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ تمام ثواب اس کے کرنے والے کو ملتا ہے بلکہ اصل سے بھی بڑھ کر ملتا ہے اور جس کو یہ بخش رہا ہے اُسے بھی ملتا ہے۔

راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: اگر کوئی مر گیا ہو تو اُسے بھی یہ ثواب ملتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: اُس بھی ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت کرتا ہے، اگر وہ تنگی میں ہے تو اس کے لیے وسعت پیدا کر دیتا ہے۔

راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: اگر مرنے والا ناصبی ہو تو اُسے فائدہ ہوتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: ہاں! اس کے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے۔

چند ایک اور روایات جو حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہیں، جن کا ماحصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سر مبارک آسمان کی طرف بلند کیا اور مسکرا دیا۔ آپؐ کی خدمت اقدس میں عرض کیا گیا: یارسولؐ اللہ! ہم نے آپؐ کو آسمان کی طرف اپنے سر کو بلند کرتے ہوئے دیکھا اور پھر آپؐ نے مسکرا دیا۔ اس کی وجہ کیا ہے؟

آپؐ نے فرمایا: مجھے ان دو فرشتوں پر تعجب ہوا کہ وہ آسمان سے زمین کی طرف آئے تاکہ ایک عبد صالح مومن کی طرف جائیں، جو اپنے مصلّٰی پر نمازیں پڑھتا ہے تاکہ اس کے دن رات کے اعمال کو لکھیں۔ جب وہ وہاں گئے تو اُسے اپنے مصلّے پر نہ پایا تو دونوں آسمان کی طرف چلے گئے اور وہاں جا کر بارگاہِ ایزدی میں عرض کیا: ہم اس مومن صالح کی طرف گئے جہاں وہ تیری بندگی کرتا تھا تاکہ اس کے اعمال کو لکھیں لیکن اُسے وہاں نہ پایا۔ جب ہم نے اس کو پایا تو وہ مریض تھا۔ اُس وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے اس بندے کے دن رات کے اعمال کو اس طرح لکھو جس طرح تم اس کے زمانۂ صحت میں

لکھتے تھے، جب تک کہ وہ مریض ہے کیونکہ مجھ پر لازم ہے کہ اس کا اجر لکھوں جب تک وہ مریض ہے۔

تفسیر قمی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک روایت منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب مومن پر بڑھاپا چھا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ اس کے اعمال اس طرح لکھو جس طرح وہ اپنی جوانی میں بجالاتا تھا۔

اُصول کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

تمھیں کیا ہوگیا ہے کہ تم اپنے والدین کے ساتھ نیکی کرو چاہے وہ زندہ ہیں یا مرگئے ہیں کہ ان کے لیے نمازیں پڑھو۔ ان کی طرف سے صدقہ دو، حج کرو اور روزے رکھو۔ جب کوئی ان کے لیے ایسا کرے گا تو اس جیسا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں بھی لکھا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی نیکی اور اجر میں اضافہ کر دیتا ہے۔

کتاب من لا یحضرہ الفقیہ میں روایت ہے کہ عمر بن یزید کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا: کیا مُردہ کے لیے نماز پڑھی جاسکتی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں! پڑھی جاسکتی ہے۔ اگر وہ تنگی میں ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے وسعت پیدا کردے گا۔ جب اس مرنے والے کے لیے نماز پڑھی جاتی ہے تو اُسے کہا جاتا ہے: اللہ تعالیٰ نے تیری تنگی کو اس نماز کی وجہ سے دُور کردیا ہے، جو تیرے فلاں بھائی نے تیرے لیے پڑھی ہے۔

راوی کہتا ہے: میں نے امام علیہ السلام کے حضور عرض کیا: کیا میں دو آدمیوں کو دو رکعتوں میں شریک کرسکتا ہوں؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں! ایسا کرسکتے ہو۔ پھر فرمایا: جب میت کے لیے رحم کی دعا کی جاتی ہے یا اس کے لیے استغفار کیا جاتا ہے تو وہ اس طرح خوش ہوجاتا ہے جس طرح ایک زندہ انسان ہدیے سے خوش ہوتا ہے"۔

وَاَنَّ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَهٰی ﴿۴۲﴾

"اور یہ کہ آخرکار تیرے پروردگار ہی کے پاس پہنچنا ہے"۔

تمام اُمور کی اِنتہا اُسی تک ہے

تمام حساب وکتاب اور جزا وسزا اُسی کے دستِ قدرت میں ہے۔ بعض روایات میں اس آیت کی تفسیر میں آیا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

اذا انتھی الکلام الی اللہ فامسکوا

"جس وقت گفتگو خدا کی ذات تک پہنچ جائے تو خاموش ہوجاؤ"۔

ان فرامین کا ماحاصل یہ ہے کہ زیادہ قیل وقال اور اس کی حقیقت تک رسائی کے سلسلہ میں اذہان کو نہ لڑاؤ۔

تفسیر قمی میں ایک روایت منقول ہے جس میں کہا گیا ہے: جب کلام اللہ تک پہنچ جائے تو پھر رُک جاؤ۔ عرش کے نیچے کی ہر بات کرسکتے ہو لیکن عرش کے اُوپر کی بات نہیں کرسکتے ہو"۔

وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى ۝ "اور وہی ہے جو ہنساتا بھی ہے اور رُلاتا بھی ہے"۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں آیا ہے: اس سے مراد یہ ہے کہ آسمان کا رونا بارش ہے اور زمین کا ہنسنا نباتات کی روئیدگی ہے۔

شاعر کا قول ہے:

کل یوم باقحوان جدید
تضحك الارض من بکأ السماء

"ہر دن باقحوان[1] جدید سے جدید تر ہے۔ آسمان کے رونے سے زمین ہنستی ہے"۔

مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى ۝

"اُس نطفہ سے جب وہ نکلتا ہے اور رحم میں گرتا ہے"۔

الاحتجاج طبرسی میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے روایت ہے: عبداللہ بن صوریا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور عرض کیا: یہ فرمائیں کہ بعض اوقات نطفہ سے بچہ پیدا ہوتا ہے اور بعض اوقات پیدا نہیں ہوتا؟

آپ نے فرمایا: جب نطفہ زرد رنگ کا ہوتا ہے تو اُس سے ولادت نہیں ہوتی۔ جب صاف و شفاف ہوتا ہے تو اُس سے ولادت ہوتی ہے۔

وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَاَقْنٰى ۝

"اور یہ کہ وہی ہے جو بے نیاز کرتا ہے اور باقی رہنے والا سامان عطا کرتا ہے"۔

اللہ تعالیٰ کی ذات والاصفات انسان کی موجودہ ضروریات کو پورا کرتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ دوسرے املاک بھی عطا کرتا ہے جو انسانی زندگی میں اس کا ساتھ دیتی ہیں۔

---

① ایک قسم کا پودا ہے جس کے سفید رنگ کے پھول ہوتے ہیں۔ اُسے بابونہ بھی کہا جاتا ہے۔

وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰی ﴿۴۹﴾ وَاَنَّهٗۤ اَهْلَكَ عَادَا الْاُوْلٰی ﴿۵۰﴾ وَثَمُوْدَا۠ فَمَاۤ اَبْقٰی ﴿۵۱﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَاَطْغٰی ﴿۵۲﴾ وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰی ﴿۵۳﴾ فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰی ﴿۵۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰی ﴿۵۵﴾ هٰذَا نَذِیْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰی ﴿۵۶﴾ اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ﴿۵۷﴾ لَیْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ ﴿۵۸﴾ اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِیْثِ تَعْجَبُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ﴿۶۱﴾ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ﴿۶۲﴾

"اور یہ کہ وہی ہے جو ستارہ شعریٰ کا رب ہے۔ اور یہ کہ اُس نے عاد اُولیٰ کو ہلاک کیا۔ اور اِسی طرح قومِ ثمود کو اور ان میں سے پھر کسی کو نہ چھوڑا۔ اور اس سے قبل قومِ نوحؑ کو (ہلاک کیا) کیونکہ وہ سب سے زیادہ ظالم اور سرکش تھے۔ اور اُوندھی گرنے والی بستیوں کو گرا دیا۔ پھر چھا دیا اُن پر جو چھا دیا۔ پھر تو اپنے رب کی کن کن نعمتوں پر شک کرتا ہے؟ یہ (پیغمبرؐ) بھی گزشتہ انتباہ کرنے والوں کی طرح انتباہ کرنے والا ہے۔ آنے والی ساعت قریب آ گئی ہے۔ اللہ کے سوا اُسے دُور کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ کیا تم اس کلام پر تعجب کرتے ہو؟ اور تم ہنستے ہو اور روتے نہیں ہو۔ اور تم ہمیشہ غفلت اور لغویات میں زندگی بسر کرتے ہو۔ اب جب کہ اس طرح ہے تو تم سب اللہ کے لیے سجدہ کرو اور اس کی عبادت کرو۔"

ستارہ شعریٰ

وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰی ﴿۴۹﴾ "اور یہ کہ وہی ہے جو ستارہ شعریٰ کا رب ہے"۔

یہ ستارہ آسمان کے ستاروں میں زیادہ چمکنے والا ستارہ ہے اور شعریٰ یمانی کے نام کے ساتھ مشہور ہے۔ کیونکہ یہ جنوب کی سمت میں ظاہر ہوتا ہے اور یمن جزیرۂ عرب کے جنوب میں واقع ہے۔ لہٰذا انھوں نے اس کو یہ نام دیا ہے۔ عربوں کا ایک گروہ قبیلۂ خزاعہ اس کی پرستش کرتا تھا۔ رات کے آخر میں طلوع کرتا ہے۔ (مزید تفصیلات کے لیے مفصل کتب کی طرف رجوع کریں)

وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى ﴿۵۳﴾ "اور اُوندھی گرنے والی بستیوں کو گرا دیا"۔

آیت کا ظاہر اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ مجرمین کی آبادیوں کو آسمان کی طرف پھینک دیا گیا اور پھر سرنگوں کر کے زمین پر پٹخ دیا گیا۔

مفسرین نے المؤتفکہ ایسی آبادیاں جو درہم برہم کر دی گئی ہوں۔

تفسیر قمی میں آیا ہے: موتفکہ سے مراد شہر بصرہ ہے۔ دلیل یہ ہے کہ امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام نے اسے اپنے کلام میں موتفکہ کا نام دیا ہے، اور جناب امیر علیہ السلام کا کلام ہمارے لیے اس امر پر دلیل ہے۔

آپؑ نے فرمایا: یا اھل البصرة و یااھل الموتفکة یاجند المرئة واتباع البھمة

"اے اہل بصرہ! اے زیر وزبر شدہ زمین کے رہنے والو! اے عورت کے لشکر! اے اُونٹ کے پیروکارو! جب وہ بلبلایا تو تم آگے بڑھے، جب وہ زخمی ہوا تو تم بھاگ کھڑے ہوئے"۔

هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى ﴿۵۶﴾

"یہ پیغمبرؐ بھی گذشتہ انتباہ کرنے والوں کی طرح انتباہ کرنے والا ہے"۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر کے لیے علی بن ابراہیم نے علی بن معمر کی روایت نقل کی ہے۔ اُس نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا، انھوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر پوچھی تو آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے عالم ذر میں جب پہلی دفعہ اپنی مخلوق پیدا کی تو ان کی صفیں لگائیں۔ اُس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ آپؐ نے ان سب کو اللہ کی دعوت دی تو کچھ لوگوں نے دعوت قبول کی اور کچھ نے انکار کیا۔

اس لیے اللہ نے فرمایا: هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذر اوّل میں انھیں دعوت توحید دی۔

اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ﴿۵۷﴾ "آنے والی ساعت قریب آ گئی ہے"۔

اس ساعت سے مراد قیامت ہے جو بہت قریب ہے۔

سُورَۃ الْقَمَرِ

سورة القمر مكية آياتها ٥٥ وركوعاتها ٣

''سورۂ قمر مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی پچپن آیات اور تین رکوع ہیں''۔

سورۂ قمر کے مضامین

① اس میں قرب قیامت کا ذکر ہے۔

② شق القمر کے معجزہ کا تذکرہ ہے۔

③ کفار مکہ کو تنبیہ کی گئی ہے۔

④ جب حجت تمام ہو جاتی ہے تو انبیاء کا فریضہ تبلیغ ادا ہو جاتا ہے۔

⑤ قیامت کے ابتدائی ہیبت ناک منظر کی بحث۔

⑥ اقوام سابقہ کے عبرت ناک حالات کا اجمالی تذکرہ۔

⑦ جناب نوحؑ کی کشتی کا ستاروں کے سہارے چلنے کے بجائے الٰہی اشاروں پر چلنا۔

⑧ زمانہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کفار و مشرکین کو انتباہ۔

⑨ اگر اللہ چاہے تو آنکھ جھپکنے سے قبل قیامت قائم کر سکتا ہے۔

⑩ اعمال نامہ کا تذکرہ۔

⑪ نصیحت حاصل کرنے کے لیے قرآن آسان ہے۔

⑫ پرہیزگاروں کے لیے خوش خبری۔

سورۂ قمر کی تلاوت کا ثواب

کتاب ثواب الاعمال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے: جو شخص سورۂ قمر کی تلاوت کرے گا تو جب اللہ تعالیٰ اُسے قبر سے نکالے گا تو وہ جنت کی ناقہ پر سوار ہوگا، جنت کی طرف آئے گا۔

تفسیر مجمع البیان میں ابن ابی کعب سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص سورۂ قمر کی ہر رات تلاوت کرے گا جب وہ قیامت کے دن محشور ہوگا تو اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا ہوگا۔ اور جس نے ہر رات اس کی تلاوت کی تو اس کے درجات اس سے زیادہ ہوں گے، جب وہ قیامت کے دن محشور ہوگا تو اس کے چہرے کی روشنی تمام مخلوق پر برتر ہوگی۔

ooo

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۞ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۞ وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ۞ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ ۞ حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ۞ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ۞ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۞ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ؕ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ۞ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ ۞ فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ۞ فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ۞ وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ۞ وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ۞ تَجْرِيْ بِاَعْيُنِنَا ۚ جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ۞ وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰيَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۞ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ۞

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن و رحیم ہے

''قیامت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا۔ مگر ان لوگوں کی صورت حال یہ ہے کہ خواہ کوئی نشانی دیکھ لیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں یہ تو چلتا ہوا جادو ہے۔ انھوں نے اس کو بھی جھٹلا دیا اور اپنی خواہشات کی پیروی کی اور ہر معاملہ استقرار پانے والا ہے۔

ان لوگوں کے سامنے وہ حالات آ چکے ہیں جو (کفر سے) باز رہنے کے لیے کافی ہیں۔ جن میں کافی سامانِ عبرت ہے لیکن تنبیہات ان کے لیے فائدہ مند نہ رہیں۔ پس آپ بھی ان سے رُخ پھیر لیجیے جس دن پکارنے والا ایک شدید ترین ناگوار چیز کی طرف بلائے گا۔

وہ اپنی قبروں سے اپنی نگاہیں نیچی کر کے نکل پڑیں گے گویا وہ بکھری ہوئی ٹڈیاں ہیں۔ پکارنے والے کی طرف دوڑے جا رہے ہوں گے اس وقت کافر لوگ کہیں گے یہ بڑا کٹھن دن ہے۔

ان سے قبل قومِ نوحؑ نے بھی جھٹلایا تھا۔ انھوں نے ہمارے بندے کو جھوٹا قرار دیا اور کہنے لگا: یہ دیوانہ ہے اور وہ (جنات کی) طرف سے جھڑکا گیا ہے۔ پس نوحؑ نے اپنے پروردگار کو پکارا: ''میں مغلوب ہو چکا تو ان سے انتقام لے''۔

پھر ہم نے موسلا دھار بارش سے آسمان کے دروازے کھول دیے۔ اور زمین کو پھاڑ کر ہم نے چشمے جاری کر دیے اور یہ سارا پانی اس کام کو پورا کرنے کے لیے مل گیا جو مقدر ہو چکا تھا۔ اور ہم نے (نوحؑ) کو تختوں اور کیلوں والی (کشتی) پر سوار کیا۔ جو ہماری نگرانی میں چل رہی تھی اور یہ بدلہ اس شخص کی وجہ سے تھا، جس کی قدر کو نہیں پہچانا گیا تھا۔ اور ہم نے اُس کشتی کو ایک نشانی بنا کر چھوڑ دیا تو کیا کوئی نصیحت قبول کرنے والا ہے؟

تو اب دیکھ لو کہ میرا عذاب اور میری تنبیہات کیسی رہیں۔

چاند شق ہوگیا

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ①۔

"قیامت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا"۔

جناب ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ مشرکین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اکٹھے ہوئے اور کہنے لگے: اگر آپؐ سچے ہیں تو چاند کے دو ٹکڑے کردیں"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر میں یہ کردوں تو ایمان لاؤ گے؟

اُنھوں نے کہا: جی ہاں! چودھویں کا چاند پوری آب و تاب کے ساتھ کائنات پر چھایا ہوا تھا۔ تو اللہ کے رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پروردگار کے حضور دعا مانگی:

"اے پروردگار! جو کچھ یہ لوگ چاہتے ہیں وہی عطا فرما!" فوراً چاند دو ٹکڑے ہوکر رہ گیا۔ ایک ٹکڑا سامنے والے پہاڑ کی طرف اور دوسرا دوسری طرف نظر آیا۔ اس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں سے فرماتے جاتے تھے: "اُدھر دیکھو اُدھر دیکھو۔

حدیث شق القمر کو صحابہ کی ایک بہت بڑی جماعت نے بیان کیا ہے۔ عبداللہ مسعود، انس بن مالک، حذیفہ بن یمان، ابن عمر، جبیر بن مطعم، ابن عباس اور عبداللہ بن عمران سب نے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

تفسیر قمی میں اس آیت کی تفسیر کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ، یعنی قیامت قریب آ گئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد قیامت ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبوت و رسالت کا سلسلہ ختم ہوگیا ہے۔

وَانْشَقَّ الْقَمَرُ قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: اپنی رسالت کی کوئی نشانی دکھائیں۔ آپؐ نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی۔ چاند دو ٹکڑوں میں تقسیم ہوگیا۔ ان تمام لوگوں نے اس منظر کا نظارہ کیا۔ پھر چاند اپنی اصلی حالت میں آ گیا۔

ان مشرکین نے کہا: ھذا سحر مستمر "یہ تو چلتا ہوا جادو ہے"۔

ارشاد مفید میں ابوبصیر سے روایت ہے: جب قائم آل محمد علیہ السلام قیام فرمائیں گے تو وہ کوفہ کی طرف جائیں گے اور وہاں کی چار مساجد کو گرا دیں گے۔ رُوئے زمین پر کوئی ایسی مسجد نہیں ہوگی جس کے کنگرے و مینار ہوں گے بلکہ آپؑ ان کنگروں اور میناروں کو گرا دیں گے، راستہ وسیع کردیں گے، راستوں کی تمام رکاوٹوں کو چاہے وہ جس صورت میں ہوگی دُور

کردیں گے۔ دروازوں کے چھجے اور پرنالے جو راستے کی طرف ہوں گے انھیں ہٹا دیں گے اور ہر بدعت کو زائل اور ہر سنت کو قائم کر کے رہیں گے۔ قسطنطنیہ، چین اور دیلم کے کوہستانی علاقے فتح کرلیں گے اور آپؑ اسی عالم میں سات سال رہیں گے۔ جس کا ہر سال تمھارے ان سالوں میں سے دس سال کے برابر ہوگا۔ پھر اللہ جو چاہے گا وہی کرے گا۔

میں نے آپؑ کے حضور عرض کیا: میں آپؑ پر قربان جاؤں سال کس طرح طویل ہو جائیں گے؟

آپؑ نے فرمایا: خدا آسمان کو سست رفتاری اور کم حرکت کرنے کا حکم دے گا تو اس سے دن اور سال طویل ہو جائیں گے۔

راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: اگر آسمان میں کوئی تبدیلی پیدا ہو جائے تو اس سے اس کا نظام فاسد نہیں ہو جائے گا؟

آپؑ نے فرمایا: یہ زندیقوں اور منکرین خدا کی بات ہے لیکن مسلمان ایسا نہیں کہہ سکتے حالانکہ اللہ نے اپنے نبیؐ کے لیے چاند کو دو ٹکڑے کیا۔ آپؐ اور آپؐ سے قبل یوشع بن نون کے لیے سورج کو پلٹایا گیا۔ نیز قیامت کے طویل ہونے کی خبر دی گئی ہے کہ وہاں کا ایک دن ہزار سال کے برابر ہے کہ جنھیں تم شمار کرتے ہو۔

وہ دن جس دن سب قبروں سے باہر نکلیں گے

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ إِلَىٰ شَيْءٍ نُّكُرٍ ۝

”پس آپؐ بھی اُن سے رُخ پھیر لیجیے جس دن پکارنے والا ایک شدید ترین ناگوار چیز کی طرف بلائے گا“۔

اُصول کافی میں ثویر بن ابی فاختہ کی روایت ہے: مسجد نبویؐ میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام لوگوں سے گفتگو فرما رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ اپنے تمام بندوں کو ان کی قبور سے اُٹھائے گا، اللہ کا نور انھیں ہانک کر میدان محشر کی طرف لے جائے گا۔ آخرکار وہ جمع ہوں گے تو لوگوں کی اتنی کثرت ہو جائے گی کہ سانس لینا دشوار ہو جائے گا۔ ان کا پسینہ بہہ رہا ہوگا۔ ان کے نالے و فریادیں بلند ہوں گی، چیخ و پکار کا سماں بندھ چکا ہوگا۔ اللہ کی طرف سے ندا دی جائے گی: خاموش ہو جاؤ اور جبار بادشاہ کی منادی سنو۔ تمام اہل محشر اسی آواز کو سنیں گے۔ اس وقت ان کی آوازیں دھیمی پڑ جائیں گی۔ اُن کی آنکھوں میں خوف ہوگا۔ ان کے دل ہیبت سے کانپ رہے ہوں گے۔ وہ اپنے سروں کو اُٹھائیں گے اور پکارنے والے کی آواز کی طرف متوجہ ہوں گے تو اُس وقت کافر کہے گا: هَٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ۔

اے میرے رب میری مدد فرما

فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّىۡ مَغۡلُوۡبٌ فَانۡتَصِرۡ ۝

"پس نوحؑ نے اپنے پروردگار کو پکارا، میں مغلوب ہو چکا ہوں تو ان سے انتقام لے"۔

تفسیر قمی میں اس آیت کے ضمن میں علی بن ابراہیم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم میں ساڑھے نو سو سال گزارے اور آپؑ نے انھیں رات دن علانیہ اور خفیہ تبلیغ کی لیکن وہ ٹس سے مَس نہ ہوئے تو بارگاہِ ربوبیت میں عرض کی: رَبَّهٗٓ اَنِّىۡ مَغۡلُوۡبٌ فَانۡتَصِرۡ ۝

الاحتجاج طبرسی سے روایت ہے کہ امام علی علیہ السلام سے پوچھا گیا: آپؑ نے اپنے سیاسی حریفوں سے جنگ کیوں نہ کی جس طرح کہ آپؑ نے معاویہ، طلحہ اور زبیر سے جنگ کی تھی؟

آپؑ نے فرمایا: میرے پاس چھ نبیوں کا اُسوہ ہے انھی میں سے ایک جناب نوحؑ ہیں۔ انھوں نے فرمایا تھا: رَبَّهٗٓ اَنِّىۡ مَغۡلُوۡبٌ فَانۡتَصِرۡ ۝ اگر کہنے والا یہ کہے کہ انھوں نے بغیر خوف کے اس طرح کہا تو اس نے کفر کیا۔ پس نبی کا وصی تو ان سے بھی زیادہ عذر رکھتا ہے۔

طوفانِ نوحؑ

تفسیر قمی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت منقول ہے: جس وقت اللہ تعالیٰ نے قومِ نوحؑ کی ہلاکت کا ارادہ فرمایا تو اچانک جلتے ہوئے تنور سے پانی اُبلنے لگا۔ اس عورت کی چیخیں نکل گئیں۔ فوراً جناب نوحؑ وہاں آئے اور انھوں نے پانی کے اُبلنے کی جگہ کو مٹی سے بند کر دیا۔ جب تمام حیوانات کشتی میں داخل ہو گئے تو آپؑ اس تنور کے پاس آئے اور اُسے کھول دیا اور پانی اُبلنے لگا۔ سورج کو گہن لگ گیا اور آسمان سے موسلا دھار بارش برسنے لگی۔ زمین سے چشمے اُبلنے لگے۔

اسی کیفیت کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ان الفاظ میں بیان فرمایا:

فَفَتَحۡنَآ اَبۡوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنۡهَمِرٍ ۝ۖ وَّفَجَّرۡنَا الۡاَرۡضَ عُيُوۡنًا فَالۡتَقَى الۡمَآءُ عَلٰٓى اَمۡرٍ قَدۡ قُدِرَ ۝ۚ وَحَمَلۡنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلۡوَاحٍ وَّدُسُرٍ ۝ۙ

"اور پھر ہم نے موسلا دھار بارش سے آسمان کے دروازے کھول دیے اور زمین کو پھاڑ کر چشمے جاری کر دیے اور یہ سارا پانی اس کام کو پورا کرنے کے لیے مل گیا جو مقدر ہو چکا تھا اور ہم نے نوحؑ

الذِّکْرُ عَلَیْهِ مِنْ بَیْنِنَا بَلْ هُوَ کَذَّابٌ اَشِرٌ ﴿۲۵﴾ سَیَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْکَذَّابُ الْاَشِرُ ﴿۲۶﴾ اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ﴿۲۷﴾ وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَیْنَهُمْ ۚ کُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ﴿۲۸﴾ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰی فَعَقَرَ ﴿۲۹﴾ فَکَیْفَ کَانَ عَذَابِیْ وَنُذُرِ ﴿۳۰﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ صَیْحَةً وَّاحِدَةً فَکَانُوْا کَهَشِیْمِ الْمُحْتَظِرِ ﴿۳۱﴾ وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ ﴿۳۲﴾

”ہم نے اس قرآن کو وعظ ونصیحت کے لیے آسان بنا دیا ہے تو کیا کوئی ہے جو نصیحت کو قبول کرے۔ قومِ عاد نے اپنے (نبیؑ) کی تکذیب کی۔ بتاؤ میرا عذاب اور میری تنبیہات کیسی تھیں۔

ایک منحوس اور لمبے دن میں ہم نے ان کی طرف ایک طوفانی ہوا چلائی۔ جو لوگوں کو جڑ سے اُکھڑے ہوئے کھجور کے تنوں کی طرح اپنی جگہ سے اُٹھا کر پھینک رہی تھی۔

پس اب بتاؤ میرا عذاب اور میری تنبیہات کیسی تھیں؟

ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا ہے تو کیا کوئی ہے جو نصیحت کو قبول کرے؟

قومِ ثمود نے بھی تنبیہ کرنے والوں کو جھٹلایا۔ اور انھوں نے کہا: کیا ہم اپنے جیسے ایک بشر کی پیروی کریں؟ اگر ہم ایسا کریں گے تو ہم جنون اور گمراہی کا شکار ہوں گے۔ کیا ہمارے درمیان صرف اس شخص پر یہ ذکر نازل کیا گیا؟ نہیں وہ بہت ہی جھوٹا اور ہوس کا شکار ہے۔

لیکن کل انھیں معلوم ہو جائے گا بڑا جھوٹا اور ہوس کا شکار کون ہے؟ ہم ناقہ کو ان کی آزمائش کے لیے بھیجنے والے ہیں تو ان کے انجام کا انتظار کیجیے اور صبر کیجیے۔ اور انھیں بتا دیجیے کہ بستی

اے میرے رب میری مدد فرما

فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنِّیۡ مَغۡلُوۡبٌ فَانۡتَصِرۡ ۝۱۰

"پس نوحؑ نے اپنے پروردگار کو پکارا، میں مغلوب ہو چکا ہوں تو ان سے انتقام لے"۔

تفسیر قمی میں اس آیت کے ضمن میں علی بن ابراہیم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم میں ساڑھے نو سو سال گزارے اور آپؑ نے انھیں رات دن علانیہ اور خفیہ تبلیغ کی لیکن وہ ٹس سے مَس نہ ہوئے تو بارگاہِ ربوبیت میں عرض کی: رَبَّهٗۤ اَنِّیۡ مَغۡلُوۡبٌ فَانۡتَصِرۡ ۝۱۰

الاحتجاج طبرسی سے روایت ہے کہ امام علی علیہ السلام سے پوچھا گیا: آپؑ نے اپنے سیاسی حریفوں سے جنگ کیوں نہ کی جس طرح کہ آپؑ نے معاویہ، طلحہ اور زبیر سے جنگ کی تھی؟

آپؑ نے فرمایا: میرے پاس چھے نبیوں کا اُسوہ ہے انھی میں سے ایک جناب نوحؑ ہیں۔ انھوں نے فرمایا تھا: رَبَّهٗۤ اَنِّیۡ مَغۡلُوۡبٌ فَانۡتَصِرۡ ۝۱۰ اگر کہنے والا یہ کہے کہ انھوں نے بغیر خوف کے اس طرح کہا تو اس نے کفر کیا۔ پس نبی کا وصی تو ان سے بھی زیادہ عذر رکھتا ہے۔

طوفانِ نوحؑ

تفسیر قمی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت منقول ہے: جس وقت اللہ تعالیٰ نے قومِ نوحؑ کی ہلاکت کا ارادہ فرمایا تو اچانک جلتے ہوئے تنور سے پانی اُبلنے لگا۔ اس عورت کی چیخیں نکل گئیں۔ فوراً جنابِ نوحؑ وہاں آئے اور انھوں نے پانی کے اُبلنے کی جگہ کو مٹی سے بند کر دیا۔ جب تمام حیوانات کشتی میں داخل ہو گئے تو آپؑ اس تنور کے پاس آئے اور اُسے کھول دیا اور پانی اُبلنے لگا۔ سورج کو گہن لگ گیا اور آسمان سے موسلا دھار بارش برسنے لگی۔ زمین سے چشمے اُبلنے لگے۔ اسی کیفیت کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ان الفاظ میں بیان فرمایا:

فَفَتَحۡنَاۤ اَبۡوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنۡهَمِرٍ ۝۱۱ وَّ فَجَّرۡنَا الۡاَرۡضَ عُیُوۡنًا فَالۡتَقَی الۡمَآءُ عَلٰۤی اَمۡرٍ قَدۡ قُدِرَ ۝۱۲ وَ حَمَلۡنٰهُ عَلٰی ذَاتِ اَلۡوَاحٍ وَّ دُسُرٍ ۝۱۳

"اور پھر ہم نے موسلا دھار بارش سے آسمان کے دروازے کھول دیے اور زمین کو پھاڑ کر چشمے جاری کر دیے اور یہ سارا پانی اس کام کو پورا کرنے کے لیے مل گیا جو مقدر ہو چکا تھا اور ہم نے نوحؑ

کو تختوں اور کیلوں والی کشتی پر سوار کیا"۔

اُصول کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے حدیث مروی ہے کہ جناب نوحؑ نے طوفان کے زمانے میں تمام پانیوں کو بلایا۔ کائنات کے تمام پانیوں نے ان کی آواز پر لبیک کہا، سوائے دو پانیوں کے ایک کبریت اور دوسرے کڑوے پانی نے انکار کیا تو پیغمبرؐ نے ان دونوں پر لعنت کی۔

ابوسعید عقیصا تیمی کا کہنا ہے: میرا امام حسن اور امام حسین علیہما السلام سے گزر ہوا۔ انھوں نے مجھ سے پوچھا: تم کہاں جا رہے ہو؟ میں نے عرض کیا: پانی کی طرف جا رہا ہوں۔ انھوں نے کہا: اس پانی کا کیا فائدہ ہے؟ میں نے کہا: اُسے پیوں گا، اس سے اسہال آجائیں گے اور جسم ہلکا ہو جائے گا۔

یہ سن کر انھوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے جس چیز پر لعنت بھیجی ہو اس میں شفا نہیں ہوتی۔ میں نے عرض کیا: وہ کیسے؟ انھوں نے فرمایا: جس وقت اللہ تعالیٰ قوم نوحؑ پر غضب ناک ہوا تو آسمان کے دروازے ان پر کھول دیے اور آسمان ان پر ٹوٹ کر برسا۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کی طرف بھی وحی کی۔ تمام پانیوں نے لبیک کہی، سوائے اس کڑوے پانی کے۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر لعنت کی اس لیے اسے کھارا اور کڑوا بنا دیا۔

تفسیر قمی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

آسمان سے بارش کا ایک قطرہ جو زمین پر آتا ہے، وہ شمار میں بھی ہوتا ہے اور اس کا وزن بھی اللہ کے ہاں معلوم ہے لیکن طوفانِ نوحؑ کے وقت آسمان سے جو بارشیں ہوئیں تو وہ شمار سے بھی باہر تھیں۔

تفسیر قمی میں ایک اور روایت موجود ہے کہ جناب امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

جب حضرت نوح علیہ السلام اپنی کشتی بنا کر فارغ ہوئے تو اس قوم کی ہلاکت کے زمانے کی علامت یہ تھی کہ تنور سے پانی اُبلنے لگا۔ جب تنور سے پانی اُبلا تو عورت نے انھیں بتایا کہ تنور سے پانی اُبل رہا ہے۔ آپؑ اُٹھے اور اُسے بند کر دیا اور آپؑ نے انسانوں اور حیوانوں اور جس کو داخل کرنا چاہتے تھے، اپنی کشتی میں داخل کیا اور جس کو خارج کرنا چاہتے تھے اُسے خارج کیا۔ پھر اس تنور کے پاس گئے اور پانی کو کھول دیا۔ پھر طوفانِ نوحؑ کا آغاز ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ۝ "پھر ہم نے موسلا دھار بارش سے آسمان کے دروازے کھول دیے"۔ ادھر زمین سے چشمے اُبل پڑے۔ فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ۝ وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ۝ "پس یہ سارا پانی اس کام کو پورا کرنے کے لیے مل گیا جو مقدر ہو چکا تھا، اور ہم نے نوحؑ کو تختوں اور کیلوں والی

(کشتی) پر سوار کیا"۔

کتاب الاحتجاج طبرسی میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت منقول ہے: ایک یہودی جس کا تعلق شام سے تھا، جناب امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے پاس آیا اور کہا: حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ سے دعا مانگی تھی تو آسمان سے موسلا دھار بارشیں نازل ہوئی تھیں۔

اس کے جواب میں حضرت امام علی علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں! تمھاری بات ٹھیک ہے لیکن ان کی دعا غضب کے لیے تھی۔ جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا مانگی تھی تو رحمت کے لیے مانگی تھی اور ان کے لیے بھی آسمان سے موسلا دھار بارش نازل ہوئی تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تھی تو مدینہ والے جمعہ کے دن آپؐ کے پاس آئے اور انھوں نے آپؐ کے حضور عرض کیا:

یارسولؐ اللہ! ایک عرصہ سے بارش بند ہے، عود زرد پڑ گئی ہے، درختوں سے پتے گر چکے ہیں۔ اُس وقت آپؐ نے آسمان کی طرف اپنے ہاتھ بلند کیے۔ اچانک بادل نمودار ہو گئے حالانکہ کہیں بادل دکھائی تک بھی نہیں دے رہے تھے۔ موسلا دھار بارش برسی۔ اللہ نے پورے علاقے کو سیراب کر دیا۔ وادیاں پانی سے بھر گئیں۔ ہر طرف جل تھل ہو گیا۔ ہفتہ برابر بارش برستی رہی۔ اگلے جمعہ لوگ پھر آپؐ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسولؐ اللہ! ہمارے مکان گر گئے ہیں، ہماری سواریاں اور سفر رُک گئے ہیں۔ یہ سن کر آپؐ مسکرانے لگے تو اُس وقت آپؐ نے فرمایا: آدم کتنا جلد باز ہے۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۱۷﴾ كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِىْ وَنُذُرِ ﴿۱۸﴾ اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِىْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ﴿۱۹﴾ تَنْزِعُ النَّاسَ ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ﴿۲۰﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِىْ وَنُذُرِ ﴿۲۱﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۲۲﴾ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ ﴿۲۳﴾ فَقَالُوْۤا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِذًا لَّفِىْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ﴿۲۴﴾ ءَاُلْقِىَ

الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ أَشِرٌ ﴿۲۵﴾ سَيَعْلَمُونَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْأَشِرُ ﴿۲۶﴾ إِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ﴿۲۷﴾ وَنَبِّئْهُمْ أَنَّ الْمَاءَ قِسْمَةٌ بَيْنَهُمْ ۚ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ﴿۲۸﴾ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطَىٰ فَعَقَرَ ﴿۲۹﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿۳۰﴾ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَاحِدَةً فَكَانُوا كَهَشِيمِ الْمُحْتَظِرِ ﴿۳۱﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ﴿۳۲﴾

''ہم نے اس قرآن کو وعظ و نصیحت کے لیے آسان بنا دیا ہے تو کیا کوئی ہے جو نصیحت کو قبول کرے۔قومِ عاد نے اپنے (نبیؑ) کی تکذیب کی۔ بتاؤ میرا عذاب اور میری تنبیہات کیسی تھیں۔

ایک منحوس اور لمبے دن میں ہم نے ان کی طرف ایک طوفانی ہوا چلائی۔ جو لوگوں کو جڑ سے اُکھڑے ہوئے کھجور کے تنوں کی طرح اپنی جگہ سے اُٹھا کر پھینک رہی تھی۔

پس اب بتاؤ میرا عذاب اور میری تنبیہات کیسی تھیں؟

ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا ہے تو کیا کوئی ہے جو نصیحت کو قبول کرے؟ قومِ ثمود نے بھی تنبیہ کرنے والوں کو جھٹلایا۔اور انھوں نے کہا: کیا ہم اپنے جیسے ایک بشر کی پیروی کریں؟ اگر ہم ایسا کریں گے تو ہم جنون اور گمراہی کا شکار ہوں گے۔ کیا ہمارے درمیان صرف اس شخص پر یہ ذکر نازل کیا گیا؟ نہیں وہ بہت ہی جھوٹا اور ہوس کا شکار ہے۔ لیکن کل انھیں معلوم ہو جائے گا بڑا جھوٹا اور ہوس کا شکار کون ہے؟ ہم ناقہ کو ان کی آزمائش کے لیے بھیجنے والے ہیں تو ان کے انجام کا انتظار کیجیے اور صبر کیجیے۔اور انھیں بتا دیجیے کہ بستی

کا پانی ان کے درمیان تقسیم ہوگا اور ہر ایک کو اپنے مقرر وقت پر حاضر ہونا چاہیے۔
انھوں نے اپنے ایک ساتھی کو بلایا اور اُسے (ہتھیار) دیا۔ پس اس نے (ناقہ) کی کونچیں
کاٹ دیں۔ پس بتاؤ میرا عذاب اور میری تنبیہات کیسی تھیں؟
ہم نے ان کی طرف ایک زوردار چیخ بھیجی جس کے بعد وہ سب باڑے والے کے سوکھے
ہوئے چورچور بھوسے کی مانند ہوگئے۔ ہم نے قرآن کو وعظ و نصیحت کے لیے آسان کر دیا
ہے۔ پس کوئی ہے جو نصیحت قبول کرے"۔

قومِ عاد کی سرگزشت

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿۱۸﴾

"قومِ عاد نے اپنے نبیؑ کی تکذیب کی تو بتاؤ میرا عذاب اور میری تنبیہات کیسی تھیں؟"

اُصولِ کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت منقول ہے: جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کے عذاب کا ارادہ کرتا ہے اور یہ بھی کہ اسے کس قسم کا عذاب دیا جائے تو اس فرشتے کی طرف وحی کرتا ہے جو ہوا کی اس نوع پر مؤکل ہوتا ہے۔ وہ فرشتہ غضب ناک ہوکر اُس ہوا کو حکم دیتا ہے اور ہر ہوا کا اپنا اپنا نام ہے۔ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا:

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿۱۸﴾ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ﴿۱۹﴾

"قومِ عاد نے اپنے (نبی) کی تکذیب کی تو بتاؤ میرا عذاب اور میری تنبیہات کیسی تھیں۔ ایک منحوس
اور لمبے دن میں ہم نے ان کی طرف ایک طوفانی ہوا چلائی"۔

روضۂ کافی میں ابوبصیر سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اِن آیاتِ کریمہ کی تفسیر پوچھی:

كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِالنُّذُرِ ﴿۲۳﴾ فَقَالُوا أَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهُ إِنَّا إِذًا لَّفِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ ﴿۲۴﴾
أَأُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِن بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ أَشِرٌ ﴿۲۵﴾

"قومِ ثمود نے بھی تنبیہ کرنے والوں کو جھٹلایا اور انھوں نے کہا: ہم اپنے جیسے ایک بشر کی پیروی
کریں۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو ہم جنون اور گمراہی کا شکار ہوں گے۔ کیا ہمارے درمیان صرف

اس شخص پر یہ ذکر نازل کیا گیا ہے؟ نہیں وہ بہت ہی جھوٹا اور ہوس کا شکار ہے"۔

آپؑ نے ان آیات کی تفسیر میں فرمایا: قوم صالح نے جناب صالحؑ کو جھٹلایا۔ اللہ تعالیٰ کسی قوم کو اس وقت تک ہلاک نہیں کرتا، جب تک ان کی طرف کوئی نبی نہ بھیجے تا کہ اتمامِ حجت ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے جناب صالحؑ کو اس قوم کی طرف نبی بنا کر بھیجا لیکن انھوں نے آپؑ کی دعوت پر لبیک نہ کہا اور انھوں نے تکبر کیا اور پیغمبرؑ کے سامنے اکڑ گئے۔ انھوں نے پیغمبرؑ سے کہا: وہ اُس وقت تک تم پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ تو اس سخت چٹان سے ناقہ کو نہ نکالے۔ وہ اس چٹان کو مقدس خیال کرتے تھے اور اس کی عبادت کرتے تھے اور ہر سال وہاں قربانی کرتے تھے۔

انھوں نے کہا: جب جناب صالحؑ نے اللہ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے مطالبے کو پورا کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؑ پر وحی فرمائی: اے صالحؑ! ان لوگوں سے کہہ دیجیے کہ ایک دن ناقہ پانی پیئے گی اور دوسرے دن تم پانی استعمال کرو گے۔ جس دن ناقہ پانی پیتی تھی اُس دن بستی والے سب ناقہ کا دودھ دوہتے تھے۔ اس دن ہر چھوٹا بڑا دودھ پیتا تھا اور دوسرے دن وہ سب پانی پیتے تھے۔ اُس دن ناقہ پانی نہیں پیتی تھی۔ اس طرح ان کا کام چلتا رہا جب تک اللہ نے چاہا، پھر انھوں نے تکبر کرنا شروع کر دیا اور سبھی اکٹھے ہو گئے اور ایک دوسرے سے کہا: اس ناقہ کو ذبح کر دو اور اس سے اپنی جان چھڑاؤ۔ یہ کیا ہے کہ ایک دن ہم پانی پئیں اور دوسرے دن وہ سارا پانی پی جائے۔ ہمیں یہ منظور نہیں ہے۔ تو پھر اُنھوں نے اپنی اس میٹنگ میں اعلان کیا کہ کون ہے جو اِسے ذبح کر ڈالے؟ ہم اُسے منہ مانگا انعام دیں گے؟ ان میں سے ایک آدمی اُٹھا جس کا رنگ سرخ و زرد تھا، جس کی آنکھیں نیلی تھیں اور ولد الزنا تھا۔ جس کے باپ کا کسی کو کوئی علم نہ تھا، جس کا نام قدار تھا جو بدبختی میں سب سے آگے بڑھا ہوا تھا۔ جب ناقہ پانی پینے کے لیے گئی اور پانی پی کر واپس آئی تو اس نے اس پر تلوار کی ضرب لگائی پھر دوسری ضرب لگائی اور اُسے قتل کر ڈالا اور وہ گر پڑی۔ اس کا بچہ بھاگ گیا اور پہاڑی پر چڑھ گیا اور تین دفعہ اپنی آواز بلند کی۔ پھر قومِ صالحؑ ناقۂ صالحؑ پر ٹوٹ پڑی اور اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور اس کا گوشت آپس میں تقسیم کر لیا۔ اس کا گوشت ہر چھوٹے اور بڑے نے کھایا۔

جب جناب صالحؑ نے ان کی یہ حرکت دیکھی تو ان کے پاس آئے اور انھیں کہا: اے میری قوم! تم نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی۔ اس وقت نبیؑ کو وحی ہوئی کہ تیری قوم نے سرکشی کی ہے اور بغاوت کی ہے اور ناقہؑ کو قتل کر ڈالا ہے اور اللہ نے ناقہؑ کو حجت بنا کر ان کی طرف بھیجا تھا حالانکہ وہ ان کے لیے کسی نقصان کا باعث نہ تھی اور اس میں ان کے لیے فائدہ ہی فائدہ تھا۔ اب انھیں کہہ دو تین دن تک میرا عذاب ان پر پہنچ جائے گا۔ اگر وہ توبہ کر لیں تو ان کی توبہ قبول کر لی جائے گی اور

عذاب روک دیا جائے گا۔ اگر انھوں نے توبہ نہ کی تو تیسرے دن میرا عذاب ان پر پہنچ جائے گا۔ جناب صالحؑ ان کے پاس آئے اور انھیں کہا: میں تمھارے پروردگار کا رسول ہوں اور وہ فرما رہا ہے: اگر تم توبہ کرلو اور معافی مانگ لو تو تمھاری توبہ قبول کی جاتی ہے۔

جب جناب صالحؑ نے یہ فرمایا تو وہ سرکش قوم کہنے لگی: اے صالحؑ! اگر تو صادق ہے تو جس عذاب کی بات کر رہا ہے وہ لے آ۔ اس وقت آپؑ نے فرمایا: اے میری قوم! کل جب تم صبح اٹھو گے تو تمھارے چہرے زرد ہوں گے۔ دوسرے دن تمھارے چہرے سرخ ہوں گے۔ تیسرے دن پھر تمھارے چہرے سیاہ ہوجائیں گے۔ جب انھوں نے پہلے دن کی صبح کی تو ان کے چہرے زرد تھے۔ وہ ایک دوسرے کے پاس گئے اور کہنے لگے: جو کچھ صالحؑ نے کہا تھا اُسی طرح ہوگیا ہے۔ وہ لوگ جو سرکش تھے جو انھوں نے کہا: ہم صالحؑ کی بات قطعاً نہیں سنیں گے ان کی بات ہرگز قبول نہیں کریں گے۔ جب دوسرا دن ہوا تو اُن کے چہرے سرخ ہوگئے تھے۔ بعض لوگ دوسرے ساتھیوں کے پاس گئے اور کہنے لگے: صالحؑ کی یہ دوسری بات بھی سچ ثابت ہوئی ہے۔ قوم کے سرکشوں نے کہا: اگر ہم سب کے سب ہلاک بھی ہوجائیں تو اس بات کی پرواہ نہیں ہے، صالحؑ کی بات نہیں مانیں گے۔

تیسرے دن ان کے چہرے سیاہ ہوگئے تھے۔ انھوں نے ایک دوسرے کو کہا: اب تیسری بات، صالحؑ کی وہ بھی سچ ثابت ہوگئی ہے تو اُس وقت قوم کے سرکشوں نے کہا: جس عذاب کی بات صالحؑ نے کی ہے وہ لے آئے۔ جب آدھی رات ہوئی تو جناب جبرئیلؑ آئے۔ اس نے ان پر چیخ ماری جس سے ان کے کان پھٹ گئے، ان کے قلوب بھی پھٹ گئے، ان کے جگر نے بھی کام کرنا چھوڑ دیا، تیسرے دن انھیں اپنی موت کا یقین ہوگیا۔ انھوں نے اپنے آپ کو حنوط کیا، کفن پہنے۔ جب اللہ کا عذاب ان پر آیا تو پلک جھپکتے ہی سارے مرگئے اور نہ ان کا کوئی چھوٹا بچا اور نہ بڑا، سبھی مارے گئے۔ ان کا مکمل صفایا ہوکر رہ گیا۔ پھر اللہ نے ان پر آسمان سے آگ بھیجی۔ جس نے اُنھیں جلا کر راکھ کر دیا۔

اکثر قوموں نے الٰہی رہبروں کا انکار کیا

بصائر الدرجات میں جعفر بن ہارون زیات سے روایت منقول ہے: میں کعبہ کے طواف میں مصروف تھا کہ اس دوران حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو دیکھا۔ میرے دل میں یہ بات آئی کہ یہ تو امام ہیں، لوگوں کو چاہیے تھا کہ وہ ان کی پیروی کرتے۔ کچھ اس طرح سوچ رہا تھا کہ اچانک امام علیہ السلام نے اپنا ہاتھ میرے کاندھے پر لگایا اور فرمایا: میری طرف

توجہ کرو۔ آپؑ نے قرآن مجید کی آیت پڑھی:

فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ﴿۲۴﴾

پس انھوں نے کہا: کیا ہم اپنے جیسے ایک بشر کی پیروی کریں؟ اگر ہم ایسا کریں گے تو ہم جنون اور گمراہی کا شکار ہوں گے۔

انھوں نے اپنے ایک ساتھی کو پکارا

فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ ﴿۲۹﴾

"انھوں نے اپنے ساتھی کو بلایا اور اُسے ہتھیار دیا۔ پس اس نے (ناقہ کی) کونچیں کاٹ ڈالیں"۔

تفسیر قمی میں اس آیت کی تفسیر میں یہ نقل کیا گیا ہے: ان کے ساتھی سے مراد قُدار ہے جس نے ناقۂ صالحؑ کی کونچیں کاٹی تھیں۔ كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ ﴿۳۱﴾ آسمانی چیخ کے بعد وہ اس طرح ہوگئے جیسے خشک اور روندی ہوئی گھاس، جس کو گڈریا اپنے جانوروں کے لیے اپنے باڑہ میں جمع کرتا ہے۔

قومِ لوطؑ کا عذاب سخت ترین تھا

اُصولِ کافی میں علی بن ابراہیم سے روایت منقول ہے جس میں قومِ لوطؑ کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ ملائکہ قومِ لوطؑ کی طرف آئے۔ قومِ لوط کے افراد نے جنابِ لوطؑ کے گھر داخل ہونا چاہا اور انھوں نے جنابِ لوطؑ کی بات نہ مانی۔ جنابِ جبرئیلؑ نے ان پر چیخ بلند کی اور جنابِ لوطؑ سے کہا: انھیں چھوڑیے، آنے دیجیے جب وہ داخل ہوگئے تو بعض مفسرین کے مطابق جنابِ جبرئیلؑ نے اپنے شہپر ان سرکشوں کی آنکھوں پر مارے تو وہ اندھے ہوگئے۔

ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ۔ "اور آخرکار صبح کے وقت ایک دائمی عذاب ان پر آ پہنچا"۔

تمام وصیوں کی تکذیب کی گئی

اُصولِ کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے اس قول: كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا کہ "انھوں نے ہماری تمام آیات کی تکذیب کی، میں جو آیات کا تذکرہ ہے اس سے مراد اوصیاء اللہ ہیں، جن کی اقوام نے ہمیشہ تکذیب کی۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ بِالنُّذُرِ ﴿۳۳﴾ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا إِلَّا آلَ
لُوطٍ ۖ نَجَّيْنَاهُمْ بِسَحَرٍ ﴿۳۴﴾ نِعْمَةً مِنْ عِنْدِنَا ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي مَنْ
شَكَرَ ﴿۳۵﴾ وَلَقَدْ أَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ﴿۳۶﴾ وَلَقَدْ
رَاوَدُوهُ عَنْ ضَيْفِهِ فَطَمَسْنَا أَعْيُنَهُمْ فَذُوقُوا عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿۳۷﴾
وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُسْتَقِرٌّ ﴿۳۸﴾ فَذُوقُوا عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿۳۹﴾
وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ﴿۴۰﴾ وَلَقَدْ جَاءَ آلَ
فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ﴿۴۱﴾ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كُلِّهَا فَأَخَذْنَاهُمْ أَخْذَ عَزِيزٍ
مُقْتَدِرٍ ﴿۴۲﴾ أَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِنْ أُولَٰئِكُمْ أَمْ لَكُمْ بَرَاءَةٌ فِي
الزُّبُرِ ﴿۴۳﴾ أَمْ يَقُولُونَ نَحْنُ جَمِيعٌ مُنْتَصِرٌ ﴿۴۴﴾ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ
وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ ﴿۴۵﴾ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَىٰ
وَأَمَرُّ ﴿۴۶﴾ إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ ﴿۴۷﴾ يَوْمَ يُسْحَبُونَ فِي
النَّارِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ ﴿۴۸﴾ إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ
بِقَدَرٍ ﴿۴۹﴾ وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ﴿۵۰﴾ وَلَقَدْ
أَهْلَكْنَا أَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ﴿۵۱﴾ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي
الزُّبُرِ ﴿۵۲﴾ وَكُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُسْتَطَرٌ ﴿۵۳﴾ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ
وَنَهَرٍ ﴿۵۴﴾ فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُقْتَدِرٍ ﴿۵۵﴾

"جناب لوطؑ کی قوم نے بھی تنبیہ کرنے والوں کی تکذیب کی تو ہم نے اُن پر سنگریزے برسانے والی ہوا بھیج دی سوائے آلِ لوطؑ کے جنھیں ہم نے سحر کے وقت نجات دی۔ ہم ایسی جزا دیتے ہیں ہر اُس شخص کو جو شکر گزار ہوتا ہے۔ لوطؑ نے اپنی قوم کو ہماری گرفت سے ڈرایا مگر وہ ساری تنبیہات کو مشکوک جان کر جھگڑتے رہے۔

پھر اُنھوں نے لوطؑ کے مہمانوں کو اپنے قبضہ میں لینے کی کوشش کی لیکن ہم نے ان کی آنکھیں مٹا دیں، لو اب میرے عذاب اور تخویف کا مزہ چکھو۔ اور آخر کار صبح کے وقت ایک دائمی عذاب ان پر آ پہنچا۔ اب چکھو میرے عذاب اور تنبیہات کا ذائقہ۔

ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا ہے، پس کوئی ہے جو نصیحت کو قبول کرے۔ فرعون کی قوم کے پاس بھی تخویف کرنے والے آئے۔ اُنھوں نے ہماری تمام نشانیوں کو جھٹلایا۔ ہم نے اُنھیں کچھ اس طرح سے پکڑا جس طرح ایک غالب آنے والا طاقتور پکڑتا ہے۔

کیا تمھارے کفار ان سے بہتر ہیں؟ یا پھر تمھارے لیے آسمانی کتب میں معافی کا پروانہ لکھا ہوا ہے؟ یا یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایسی جماعت ہیں جو فاتح و کامیاب ہے۔ لیکن انھیں جان لینا چاہیے کہ ان کی جماعت عنقریب شکست کھا جائے گی اور پشت پھیر کر بھاگیں گے۔

ان کے وعدے کا وقت قیامت ہے اور قیامت کا عذاب زیادہ ہولناک اور تلخ ہے۔ مجرم لوگ یقیناً گمراہی اور آگ کے شعلوں میں ہیں۔ جس دن وہ منہ کے بل آگ میں گرائے جائیں گے (تو ان سے کہا جائے گا) آگ کا مزہ چکھو۔

ہم نے ہر شے کو ایک مقدار میں پیدا کیا ہے۔ اور ہمارا امر بس ایک ہی ہوتا ہے پلک جھپکنے کی طرح۔ ہم نے ان لوگوں کو جو تمھاری طرح تھے، کو ہلاک کیا ہے۔ کیا کوئی ہے جو نصیحت حاصل کرے؟۔ اور جو کام انھوں نے کیا ہے وہ سب نامۂ اعمال میں درج ہے۔

ہر چھوٹی اور بڑی بات (اس میں) درج ہے۔ پرہیزگار جنت کے باغات اور نہروں میں ہوں گے۔ سچی عزت کی جگہ بہت بڑے ذی اقتدار بادشاہ کی بارگاہ میں۔

فرقہ قدریہ کا انجام

يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ۗ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ۞

"جس دن وہ منہ کے بل آگ میں گرائے جائیں گے (تو ان سے کہا جائے گا) آگ کا مزہ چکھو"۔

جبریوں کے افراط کے مقابلہ میں اس کے برعکس ایک گروہ جو تفریط کا شکار ہے انھیں قدری یا مفوضہ کہا گیا ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ ان کے اعمال ان کے اپنے اختیار میں ہیں۔ خدا تو ان کے کاموں میں داخل نہیں ہے۔ اس طرح انھوں نے الٰہی حاکمیت کی حدود کو محدود کر دیا ہے۔ خود کو مستقل خیال کیا ہے اور شرک کو اپنایا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے انھیں اس اُمت کا مجوسی قرار دیا۔ یہ آیت ان کی مذمت میں نازل ہوئی۔

کتاب ثواب الاعمال میں روایت نقل کی گئی ہے حضرت امام علی علیہ السلام نے ان کے بارے میں فرمایا: قدریوں کی اَرواح کو صبح و شام آگ پر پیش کیا جاتا ہے۔ قیامت تک وہ اس طرح اللہ کے عذاب میں رہیں گے۔ جب قیامت قائم ہوگی تو انھیں جہنمیوں کے ساتھ مختلف عذابوں میں ڈالا جائے گا۔ اس وقت وہ کہیں گے: اے ہمارے پروردگار! تو نے ہمارے لیے خصوصی عذاب بھی تیار کیا ہے اور عمومی عذاب بھی۔ اس وقت ان کے لیے ندا آئے گی:

ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ۞ اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ۞

"آگ کا مزہ چکھو، ہم نے ہر شے کو ایک مقدار میں پیدا کیا ہے"۔

مقامِ صدق ذی اقتدار بادشاہ کی بارگاہ میں

فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ۞

"سچی عزت کی جگہ بڑے ذی اقتدار بادشاہ کی بارگاہ میں ہے"۔

مصباح الشریعہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: قیامت کے دن صاحبانِ تقویٰ کو جنت کے عالیشان درجات حاصل ہوں گے اور وہ وہاں پاک و پاکیزہ زندگی بسر کریں گے اور انھیں وہاں دائمی آرام و سکون حاصل ہوگا۔

سُورَةُ الرَّحْمٰنِ

سورة الرحمٰن مكّية آياتها ٧٨ وركوعاتها ٣

''سورۂ رحمٰن مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی اٹھہتر آیات اور تین رکوع ہیں''۔

سورۂ رحمٰن کے مضامین

اس سورہ میں کلی طور پر اللہ تعالیٰ کی مختلف مادی و معنوی نعمتوں کو بیان کیا گیا ہے۔ اس سورہ کا نام الرحمٰن رکھا گیا اور الرحمٰن اللہ تعالیٰ کا اسم مبارک ہے اور اس کی رحمت واسعہ بیان کرتا ہے۔

اس سورہ کے مضامین کو چند حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

۱. اس سورہ کے پہلے حصہ میں خدا کی عظیم نعمتوں، خلقت، تعلیم و تربیت و حساب و کتاب، انسان کے رفاہی مسائل و ذرائع اور اس کی جسمانی اور روحانی غذاؤں کے بارے میں مفصل گفتگو ہے۔
۲. جن و انس کی تخلیق کی وضاحت۔
۳. زمین و آسمان میں جتنی خدائی آیات ہیں، ان کا بیان۔
۴. اُخروی نعمات کی تفصیلات۔

اس سورہ کے پانچویں اور آخری حصہ میں مجرم لوگوں کے انجام کی طرف ایک مختصر اشارہ موجود ہے۔ ان کی دردناک سزا کا تذکرہ ہے۔ اس سورہ میں جنت کی نعمات کی تفصیل و تشریح اتنی وسعت کے ساتھ ہے کہ جس سے اہل ایمان کے قلوب خوشی و مسرت سے باغ باغ ہو جاتے ہیں۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک حدیث منقول ہے: آپؐ نے فرمایا:

لکل شي عروس و عروس القرآن سورة الرحمٰن جل ذکره

"ہر چیز کے لیے عروس ہے اور عروس القرآن میں سورۂ رحمٰن ہے"۔

تلاوت کی فضیلت

کتاب الاعمال میں ایک حدیث جو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

سورۂ رحمٰن کی تلاوت اور اس کے ساتھ قیام کو ہرگز نہ چھوڑنا کیونکہ یہ سورہ منافقین کے قلوب میں ہرگز نہیں ٹھہرتا۔

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سورہ کو ایک انسان کی شکل عطا کرے گا جو نہایت حسین وجمیل ہوگا اور جس سے عمدہ خوشبو آ رہی ہوگی۔ پھر وہ ایک ایسی جگہ قیام کرے گا کہ خداوند تعالیٰ کے معنوی طور پر بہت قریب ہوگا۔ خداوند تعالیٰ اِس سورہ سے پوچھے گا: دنیاوی زندگی میں کون سا شخص تیرے مضامین کے ساتھ قیام پذیر ہوتا تھا اور ہمیشہ تیری تلاوت کرتا تھا؟ وہ سورہ جواب میں کہے گا: پروردگار! وہ فلاں فلاں تیرے بندے ہیں تو اُس وقت ان افراد کے چہرے خوشی سے چمک اُٹھیں گے۔ اب خدا اُن سے مخاطب ہوکر کہے گا: تم جس جس کی مغفرت چاہتے ہو اس کی سفارش کرسکتے ہو۔ وہ اس وقت اپنی آرزو کے مطابق لوگوں کی بخشش کی سفارش کریں گے۔ اُس سے کہا جائے گا کہ تو جنت میں داخل ہوجا، اور جہاں چاہتا ہے سکونت اختیار کرے۔

ایک اور حدیث حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے:

جو شخص سورۂ رحمٰن کی تلاوت کرے اور جب وہ آیت فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پڑھے تو کہے: اے خداوندا! میں تیری کسی نعمت کا انکار نہیں کرتا۔ اگر وہ رات کو تلاوت کرے اور اسی رات انتقال کرجائے تو وہ شہید قرار پائے گا۔ اسی طرح اگر وہ دن کو تلاوت کرے اور وہ اسی دن انتقال کرجائے تو بھی شہید قرار پائے گا۔ اسی طرح اگر وہ دن کو تلاوت کرے اور وہ اسی دن انتقال کرجائے تو بھی شہید قرار پائے گا۔

تفسیر مجمع البیان میں حدیث نقل کی گئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص سورۂ رحمٰن کو پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کی نعمتوں کی شکرگزاری کا حق کہ جو اُسے عطا کی گئی ہیں خود ادا کرے گا۔

جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سورۂ رحمٰن کی تلاوت فرماتے تھے تو سامعین خاموش رہتے تھے اور کچھ نہ بولتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جن تم لوگوں سے جواب دینے میں احسن ہیں کیونکہ میں جب ان پر سورۂ رحمٰن پڑھتا ہوں، جب کہتا ہوں فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ تو وہ اس کے جواب میں کہتے ہیں: الا ولا شیء من الاء ربنا نکذب، "نہیں اے ہمارے رب! ہم تیری کسی نعمت کا انکار نہیں کرتے"۔

○○○

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلرَّحۡمٰنُ ۙ﴿۱﴾ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ ؕ﴿۲﴾ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ ۙ﴿۳﴾ عَلَّمَہُ الۡبَیَانَ ﴿۴﴾ اَلشَّمۡسُ وَ الۡقَمَرُ بِحُسۡبَانٍ ۪﴿۵﴾ وَّ النَّجۡمُ وَ الشَّجَرُ یَسۡجُدٰنِ ﴿۶﴾ وَ السَّمَآءَ رَفَعَہَا وَ وَضَعَ الۡمِیۡزَانَ ۙ﴿۷﴾ اَلَّا تَطۡغَوۡا فِی الۡمِیۡزَانِ ﴿۸﴾ وَ اَقِیۡمُوا الۡوَزۡنَ بِالۡقِسۡطِ وَ لَا تُخۡسِرُوا الۡمِیۡزَانَ ﴿۹﴾ وَ الۡاَرۡضَ وَضَعَہَا لِلۡاَنَامِ ﴿ۙ۱۰﴾ فِیۡہَا فَاکِہَۃٌ ۪ۙ وَّ النَّخۡلُ ذَاتُ الۡاَکۡمَامِ ﴿ۖ۱۱﴾ وَ الۡحَبُّ ذُو الۡعَصۡفِ وَ الرَّیۡحَانُ ﴿ۚ۱۲﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۱۳﴾ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ صَلۡصَالٍ کَالۡفَخَّارِ ﴿ۙ۱۴﴾ وَ خَلَقَ الۡجَآنَّ مِنۡ مَّارِجٍ مِّنۡ نَّارٍ ﴿ۚ۱۵﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۱۶﴾

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن و رحیم ہے

"رحمٰن نے قرآن کی تعلیم دی۔ اسی نے انسان کو خلق کیا۔ اُسی نے انسان کو بولنے کا طریقہ سکھایا۔ سورج اور چاند ایک حساب کے تحت گردش کرتے ہیں اور ستارے اور شجر اُسے سجدہ کرتے ہیں۔ اُس نے آسمان کو بلند اور (اس میں) قانون رکھا تا کہ تم میزان میں خلل نہ ڈالو۔

وزن کو انصاف کی بنیاد پر قائم کرو اور میزان میں کمی نہ کرو۔ اور زمین کو اُسی نے تمام مخلوقات کے لیے پیدا کیا۔ اور اُس میں ہر قسم کے کثرت کے ساتھ لذیذ پھل ہیں اور خوشے والے کھجور کے درخت ہیں، اور مختلف قسم کے غلے ہیں جن میں بھوسا بھی ہوتا ہے اور خوشبودار پھول ہیں۔ پس (اے جن و انس) تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ اُس نے انسان کو ٹھیکری کی مانند خشک گارے سے بنایا۔ اور جنوں کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا۔ پس (اے جن و انس) تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے"۔

تفسیر

اَلرَّحۡمٰنُ ۙ﴿۱﴾ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ ؕ﴿۲﴾

تفسیر قمی میں روایت منقول ہے: خداوند تعالیٰ کا فرمان جو سورۂ فرقان میں ہے:

وَ اِذَا قِیۡلَ لَهُمُ اسۡجُدُوۡا لِلرَّحۡمٰنِ قَالُوۡا وَ مَا الرَّحۡمٰنُ

"جب انھیں کہا جاتا ہے کہ رحمٰن کا سجدہ کرو تو وہ کہتے ہیں: رحمٰن کون ہے؟

اُن کے جواب میں کہا گیا ہے:

اَلرَّحۡمٰنُ ۙ﴿۱﴾ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ ؕ﴿۲﴾ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ ۙ﴿۳﴾ عَلَّمَهُ الۡبَیَانَ ﴿۴﴾

"رحمٰن نے قرآن کی تعلیم دی، اسی نے انسان کو خلق کیا۔ اُسی نے انسان کو بولنے کا طریقہ سکھایا"۔

تفسیر مجمع البیان میں مروی ہے: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: البیان اسم اعظم ہے جس کے ذریعے ہر چیز کو جانا گیا ہے۔

تفسیر قمی میں حضرت امام ابوالحسن رضا علیہ السلام سے روایت منقول ہے کہ آپؑ نے ان آیات کریمہ کی تفسیر فرماتے ہوئے کہا: اَلرَّحۡمٰنُ ۙ﴿۱﴾ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ ؕ﴿۲﴾ کا معنی یہ ہے کہ اللّٰہ علم محمداً القرآن "اللہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن کی تعلیم دی"۔

راوی کہتا ہے: میں نے امام علیہ السلام سے پوچھا: خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس آیت کریمہ میں "انسان" سے مراد امیر المومنین جناب امام علی علیہ السلام ہیں۔

وہ کہتا ہے: میں نے عَلَّمَهُ الْبَيَانَ کے بارے میں پوچھا۔

آپؑ نے فرمایا: اُس بیان کی تعلیم دی جس کی تمام انسانوں کو ضرورت ہے۔

میں نے آپؑ سے اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ کی تفسیر پوچھی تو آپؑ نے فرمایا: امام علی علیہ السلام کے سیاسی حریفوں کے بارے میں ہے جو معذب ہوں گے۔

میں نے عرض کیا: کیا سورج اور چاند معذب ہوں گے؟

آپؑ نے فرمایا: بات اور ہے جس کو سمجھو۔ سورج اور چاند تو اللہ کی آیات ہیں جو اس کے حکم سے جاری وساری ہیں اور وہ دونوں اُس کے مطیع ہیں۔ ان دونوں کی روشنی اللہ کے عرش کے نور سے ہے اور ان دونوں کی گرمی جہنم کی آگ کی وجہ سے ہے۔ قیامت کے روز ان کی روشنی عرش کی طرف چلی جائے گی اور ان کی گرمی جہنم کی طرف چلی جائے گی۔ کیا لوگوں کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سورج اور چاند دونوں نور ہیں اور ان کا نور نار سے ہے؟

راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: جی ہاں!

آپؑ نے فرمایا: لوگوں کا یہ قول تم نے سنا ہے؟ کہ فلاں اور فلاں اس اُمت کے سورج ہیں؟ اور وہ دونوں......

راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا: وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: النجم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اللہ نے ایک اور مقام پر انھیں "النجم" پکارا ہے۔ (وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى)۔ اور ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

وَعَلٰمٰتٍ ۚ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝ (سورۂ نحل:۱۶)

"اور بہت سے لوگ ستارہ سے بھی راہ معلوم کرتے ہیں"۔

علامات اوصیاء اللہ ہیں اور النجم رسولؐ اللہ ہیں۔

میں نے يَسْجُدٰنِ وہ دونوں اس کی عبادت کرتے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ کا یہ قول وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ تو یہاں "السماء" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے بلندی اور رفعت عطا کی اور "المیزان" امام علی علیہ السلام ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کا خلیفہ بنایا۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے کہا: اَلَّا تَطْغَوْا فِى الْمِيْزَانِ "تاکہ تم میزان میں خلل نہ ڈالو"۔

آپؑ نے فرمایا: امامِ وقت کی معصیت نہ کرو۔

میں نے آپؑ کے حضور وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ کی تلاوت کی تو آپؑ نے فرمایا: "امام عادل کی اطاعت کرو"۔

میں نے کہا: وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: امام حق کا حق نہ مارو۔

میں نے عرض کیا: وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ کی تفسیر کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ "اس میں لوگوں کے لیے ہر قسم کے کثرت کے ساتھ پھل ہیں اور خوشے والے کھجور کے درخت ہیں"۔

آپؑ نے فرمایا: کھجور کا پھل شگوفے میں بڑا ہوتا ہے۔ پھر وہاں سے باہر آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ مختلف قسم کے اناج میں بھوسا ہوتا ہے اور خوشبودار پھول ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: حب سے مراد گندم، جو اور دوسرے دانے ہیں۔

"عصف" سے مراد انجیر ہے۔ "الریحان" جس کو اس سے کھایا جاتا ہے۔

وہ سات عظیم ہستیاں

کتاب خصال میں روایت ہے کہ حضرت امام علی علیہ السلام نے فرمایا: ان باصفا آدمیوں کے لیے زمین خلق کی گئی ہے۔ ان کے صدقے اہلِ زمین کو رزق اور بارش ملتا ہے اور انہی کے صدقے بارش ہوتی ہے۔ وہ یہ ہیں: ابوذر، سلیمان، مقداد، عمار، حذیفہ اور عبداللہ بن مسعود۔

حضرت امام علی علیہ السلام نے فرمایا: جب میں نے حضرت زہراؑ کا جنازہ پڑھا تو یہ سب لوگ جنازہ میں حاضر تھے۔

اسلام میں رہبانیت نہیں

اُصولِ کافی میں روایت ہے: جب عاصم بن زیاد نے گھربار اور کام کاج کو چھوڑ چھاڑ کر علیحدگی اختیار کرلی تو اس کے بھائی ربیع بن زیاد نے حضرت امام علی علیہ السلام کی بارگاہ میں اس کی شکایت کی کہ اس کے اس فعل سے اس کی بیوی پریشان ہے، اس کی اولاد حیران و سرگردان ہو کر رہ گئی ہے۔

آپؑ نے فرمایا: اُسے میرے پاس لے آؤ۔ جب اُسے آپؑ کے پاس لایا گیا تو آپؑ نے غضب ناک ہو کر اس کی طرف دیکھا اور فرمایا: تجھے اپنی اہلیہ سے حیا نہیں آتی اور تجھے اپنی اولاد پر رحم نہیں آتا۔ یہ تو نے کیا کر رکھا ہے۔ کیا تو نے سنا

کہ اللہ نے پاک و پاکیزہ اشیاء تجھ پر حلال کر رکھی ہیں اور اس کا فرمان ہے: وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ﴿۱۰﴾ فِيْهَا فَاكِهَةٌ ۙ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ﴿۱۱﴾ "اور زمین کو اپنی تمام مخلوقات کے لیے پیدا کیا اور اس میں ہر قسم کے کثرت کے ساتھ لذیذ پھل ہیں اور خوشے والے کھجور کے درخت ہیں"۔

اللہ کی عظیم الشان نعمتوں میں سے جناب رسول اکرمؐ اور جناب امام علیؑ سب سے عظیم ہیں

تفسیر قمی میں روایت ہے کہ جب معصوم علیہ السلام سے فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ کے مطالب پوچھے گئے تو آپؑ نے فرمایا: یہ خطاب جنوں اور انسانوں کو ہے۔ جہاں اس آیت میں تمام نعمات کی بات کی گئی ہے وہاں ان دو خاص نعمتوں کی بھی بات کی گئی ہے کہ وہ دو عظیم الشان نعمتیں محمدؐ اور علیؑ ہیں، یعنی جہاں تم اللہ کی کسی نعمت کا انکار نہیں کر سکتے تو وہاں اس کائنات کی سب سے عظیم نعمات کا انکار بھی نہیں کر سکتے۔

رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ﴿۱۷﴾ ۚ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۸﴾ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ﴿۱۹﴾ ۙ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ﴿۲۰﴾ ۚ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۱﴾ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ﴿۲۲﴾ ۚ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۳﴾ وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿۲۴﴾ ۚ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۵﴾ ع كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿۲۶﴾ ۚ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿۲۷﴾ ۚ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۸﴾ يَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ﴿۲۹﴾ ۚ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۰﴾ سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ﴿۳۱﴾ ۚ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۲﴾

”وہ دونوں مشرقوں اور مغربوں کا رب ہے۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ اس نے دو سمندروں کو جاری کیا کہ باہم مل جائیں۔ پھر بھی ان کے درمیان ایک آڑ ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کرتے۔

پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ ان دونوں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں؟ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ اور یہ جہاز اسی کے ہیں جو سمندر میں پہاڑوں کی طرح بلند ہیں۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

ہر چیز جو اس زمین پر ہے وہ فنا ہونے والی ہے، اور صرف تیرے رب کی صاحب عزت و جلال کی ذات باقی رہنے والی ہے۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ زمین اور آسمان میں جو بھی ہیں سب اپنی حوائج اسی سے مانگ رہے ہیں اور وہ ہر روز نئی شان میں ہے۔

پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ اے (میری زمین پر) بوجھ بننے والو! ہم عنقریب تمہاری (جزا و سزا) کی طرف مکمل توجہ دینے والے ہیں۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

مشرق و مغرب کا رب اللہ ہے

رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ﴿۱۷﴾

”وہ دونوں مشرقوں اور مغربوں کا رب ہے“۔

بعض مفسرین نے یہاں دو مشرقوں اور دو مغربوں کی تفسیر سورج کے طلوع و غروب اور چاند کے طلوع و غروب کے اعتبار سے کی ہے اور اسے گذشتہ آیت (اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ) کے مطابق سمجھے ہیں۔

بعض اسلامی روایات میں بھی ان کی طرف اشارہ ہوا ہے۔ حضرت امام علی علیہ السلام کی ایک حدیث جو الاحتجاج طبری میں منقول ہوئی ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

فان مشرق الشتا على حدة ومشرق الصيف على حدة اما تعرف ذلك من قرب الشمس وبعدها

"سردیوں کے آغاز کا مشرق اور ہے اور گرمیوں کے آغاز کا مشرق اور ہے۔ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ سورج ان دو موسموں میں قریب و دُور ہوتا ہے۔ گرمیوں کے موسم میں آسمان پر سورج کے آنے اور سردیوں کے موسم میں اس کے نیچے چلے جانے کی طرف اشارہ ہے"۔

لولو والمرجان

یحییٰ بن عطار کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ﴿۱۹﴾ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ﴿۲۰﴾ کے بارے میں سنا۔

آپؑ نے فرمایا: علیؑ و فاطمہؑ دو عمیق سمندر ہیں جو ایک دوسرے کے حقوق سے تجاوز نہیں کرتے۔

يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ﴿۲۲﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: حسنؑ اور حسینؑ لولو والمرجان ہیں۔

ایک اور روایت میں اس آیت کی تفسیر میں نقل کیا گیا ہے کہ لولو اور مرجان آسمان اور سمندر سے خارج ہوتے ہیں۔ جب بارش ہوتی ہے تو سمندر میں سیپیاں اپنا منہ کھول دیتی ہیں تو ان کے منہ میں بارش کے قطرات ٹپکتے ہیں تو چھوٹے قطرہ سے چھوٹا موتی پیدا ہوتا ہے اور بڑے قطرہ سے بڑا موتی بنتا ہے۔

ہر چیز کو فنا ہے

ایک حدیث جو حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے عیون اخبار میں نقل ہوئی ہے۔ راوی کہتا ہے: میں نے آپؑ کے حضور عرض کیا: اے فرزندِ رسولؐ! یہ کہا گیا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ کہنے کا ثواب ایسے ہے جیسے اللہ کے چہرہ پر نگاہ کی ہو؟

آپؑ نے فرمایا: اے ابوصلت! جس نے اللہ کو چہرے کے ساتھ متصف کیا تو اس نے کفر کیا۔ انبیاء اور اس کے اوصیاء وجہ اللہ ہیں۔ انہی کو دیکھ کر انسان اللہ اور اس کے دین کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿۲۶﴾ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿۲۷﴾

اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا: كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ

پس اللہ کے نبیوں اور اس کے رسولوں اور اوصیاؤں کی زیارت کرنے سے قیامت کے دن اہلِ ایمان کو عظیم درجات

حاصل ہوں گے۔ اس لیے رسولؐ اللہ نے فرمایا:

من ابغض اهل بيتي وعترتي لم يرني ولم اره يوم القيامة

"جس نے میرے اہلِ بیتؑ سے بغض رکھا تو اُس نے نہ مجھے یہاں دیکھا ہے اور نہ وہ قیامت کے دن مجھے دیکھ سکے گا"۔

ہم ہی اللہ کی حجت ہیں

کتاب مناقب شہر آشوب میں روایت نقل ہوئی ہے: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ کی تفسیر میں فرمایا: نحن وجه الله "ہم ہی اللہ کی حجت ہیں"۔

بدیع بھی اللہ ہے اور مُعید بھی اللہ ہے

شیخ الطائفہ کی مصباح میں روایت ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام کی دعا میں یہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں:

یابدیع البدائع ومعیدها بعد فنائها بقدرته

"اے وہ ذات جو عجائب وغرائب کا خالق ہے اور تمام کائنات کے فنا کے بعد پھر اُسے قدرتِ کاملہ سے پہلی شکل دینے والا تو ہے"۔

وہ ہر وقت ایک نئی شان میں ہے

تفسیر قمی میں آیا ہے: معصوم علیہ السلام سے اس آیت کریمہ يَسْئَلُهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ کی تفسیر پوچھی گئی تو آپؑ نے فرمایا: وہ ہر دن زندہ کرتا ہے، موت دیتا ہے، رزق عطا کرتا ہے۔ کسی کے رزق میں اضافہ کرتا ہے اور کسی کا کم کر دیتا ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں ابودرداء سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے اس قول كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ کے بارے میں فرمایا:

"یہ اس کی شان ہے کہ وہ گناہوں کو معاف کرتا ہے، مشکلات کو دُور کرتا ہے۔ ایک قوم کو اُٹھا دیتا ہے اور دوسری قوم کو قدرت دے دیتا ہے"۔

دو بھاری چیزیں

سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ﴿۳۱﴾

"اے میری زمین پر بوجھ بننے والو! ہم عنقریب تمھاری (جزاوسزا) کی طرف مکمل توجہ دینے والے ہیں"۔

تفسیر قمی میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس آیت کی تلاوت کے بعد فرمایا: نحن و کتاب اللّٰہ۔ دو بھاری چیزیں ہم اہلِ بیتؑ اور کتاب اللہ ہیں کیونکہ ہمارے پاس دلیل رسولؐ اللہ کی حدیث۔ ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

انی تارك فيكم الثقلين كتاب الله وعترتی اهل بيتی

"میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑے جارہا ہوں ایک اللہ کی کتاب اور دوسری اپنی عترت اہلِ بیتؑ"۔

خطبہ غدیر سے اقتباس

کتاب الاحتجاج طبرسی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت منقول ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبۂ غدیر میں فرمایا: لوگو! میں قیامت تک کے لیے امامت کے منصب کو اپنی آل میں امانت اور وراثت قرار دے رہا ہوں اور یقیناً جس امر کی تبلیغ کے لیے مجھے مامور کیا گیا تھا، اُسے میں نے سب تک پہنچا دیا تاکہ قیامِ قیامت تک تمام افراد اُمت کے لیے خواہ وہ حاضر ہوں یا غائب ہوں، موجود ہوں یا غیر موجود، پیدا ہو چکے ہوں یا پیدا نہ ہوئے ہوں، یہ ایک حجت بن جائے حالانکہ مجھے معلوم ہے کہ خلافت کے مقدس منصب کو چھین کر ملوکیت میں تبدیل کردیا جائے گا۔ اس قسم کا اقدام کرنے والوں اور ان کے ہم نواؤں پر خدا نے نفرین کی ہے اور وہ قرآنِ مجید میں فرماتا ہے:

"ہم عنقریب تم دونوں گروہوں کو آگ کے لپکتے ہوئے شعلوں اور دھوئیں کے بادلوں کی زد میں لیں گے پھر تم ایسے بے بس ہوگے کہ یہ عذاب تمھارے روکے نہیں رُک سکے گا"۔

اِلٰہی مرغ اور اس کی اذان

عیونِ الاخبار میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی مخلوق میں سے ایک مرغ ہے، جس کے پاؤں تحت الثریٰ میں ہیں اور اُس کی کلغی عرش کے قریب ہے۔ جب رات کے دو حصّے گزرتے ہیں اور تیسرا حصّہ آتا ہے تو وہ بلند آواز کے ساتھ اللہ کی پاکیزگی بیان کرتا ہے۔ اس کی آواز کو جن وانس کے بغیر ساری کائنات سنتی ہے۔ اس لیے دنیا کے مرغ بھی اذانیں دینے لگتے ہیں۔

وجہ تخلیق جن وانس

حضرت امام علی علیہ السلام نے فرمایا: خداوند تعالیٰ نے جب اپنی مخلوق کی تخلیق کا ارادہ فرمایا تو اس انداز میں ثقلین سے جنوں اور انسانوں کو پیدا فرمایا، تاکہ اس کی ربوبیت جانی جاسکے اور ان کی اطاعت کو دیکھا جاسکے کہ اس کی مخلوق اس کی کتنی اطاعت کرتی ہے۔

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ۚ﴿۳۳﴾
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۴﴾ يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ۙ
وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ۚ﴿۳۵﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۶﴾ فَاِذَا
انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ۚ﴿۳۷﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا
تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۸﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْـَٔلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖۤ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ ۚ﴿۳۹﴾
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۰﴾ يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ
فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ ۚ﴿۴۱﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا
تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۲﴾ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ۘ﴿۴۳﴾ يَطُوْفُوْنَ
بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ۚ﴿۴۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۵﴾ وَلِمَنْ
خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۚ﴿۴۶﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۙ﴿۴۷﴾
ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ۚ﴿۴۸﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۹﴾

''اے گروہ جن وانس! اگر تم آسمانوں اور زمین کی سرحدوں سے نکلنے کی طاقت رکھتے ہو تو نکل جاؤ، نہیں نکل سکتے اس کے لیے بے پناہ طاقت چاہیے۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

تم پر آگ کے شعلے اور دھواں چھوڑ دیا جائے گا، جس کا تم مقابلہ نہ کر سکو گے۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ اُس وقت جب آسمان پھٹ جائے گا اور لال چمڑے کی طرح سرخ ہو جائے گا۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ پھر اُس دن کسی انسان سے اور کسی جن سے اُس کے گناہ کے بارے میں پوچھنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

وہاں مجرم اپنے چہروں سے خود بخود پہچانے جائیں گے۔ پھر انھیں ان کی پیشانیوں اور پیروں سے پکڑ کر گھسیٹا جائے گا۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ یہ وہی دوزخ ہے اور کھولتے ہوئے سخت گرم پانی کے درمیان گردش کرتے رہیں گے۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

اور جو شخص اپنے رب کے حضور پیش ہونے کا خوف رکھتا ہو، اس کے لیے دو باغ ہیں۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ یہ دونوں باغ ہرے بھرے گھنے شاخوں والے ہوں گے۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

تفسیر آیات

إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَنْفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ......

''اگر تم طاقت رکھتے ہو تو آسمانوں کی سرحدوں سے آگے نکل جاؤ''۔

تفسیر مجمع البیان میں روایت ہے: جن وانس کو ایک طرف ملائکہ نے اپنے گھیرے میں لیا ہوا ہے اور دوسری طرف آگ کے گرم اور جلانے والے شعلوں اور تیرہ وتاریک دھوئیں نے گھیر رکھا ہے۔ ان پر تمام راستے بند ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ

نے قرآن میں فرمایا:

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ۭ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ﴿۳۳﴾

"اے گروہِ جن وانس! اگر تم آسمانوں اور زمین کی سرحدوں سے نکلنے کی طاقت رکھتے ہو تو نکل جاؤ۔ نہیں نکل سکتے اس کے لیے بے پناہ طاقت چاہیے"۔

اس ضمن میں مفسرین نے اس آیت کی مختلف تفسیریں کی ہیں۔ ایک حدیث جو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ قیامت کے دن اللہ تمام بندوں کو ایک ہی جگہ جمع کرے گا اور آسمانِ اوّل کے فرشتوں کو حکم دے گا کہ نیچے اُترو۔ وہ فرشتے جو روئے زمین پر بسنے والے جن وانس سے تعداد میں دگنے ہیں وہ نیچے اُتر آئیں گے۔ اس کے بعد دوسرے آسمان کے فرشتے بھی کہ جو اتنی تعداد میں ہیں، نیچے اُتر آئیں گے۔ اس طرح ساتوں آسمانوں کے فرشتے اُتر آئیں گے اور سات پردوں کی مانند جن وانس کا چاروں طرف سے احاطہ کرلیں گے۔

یہ وہی مقام ہے کہ منادی ندا دے گا: اے جن وانس! اگر تمھارے لیے ممکن ہے تو آسمانوں اور زمین کے اطراف سے نکل جاؤ۔ تم الٰہی طاقت کے بغیر ہرگز نہیں نکل سکتے اور تم یہاں دیکھ رہے ہو کہ ان اطراف کو سات عظیم گروہوں نے گھیر رکھا ہے۔

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْـَٔلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَاۗنٌّ ﴿۳۹﴾

"پھر اُسی دن کسی انسان سے اور کسی جن سے اُس کے گناہ کے بارے میں پوچھنے کی ضرورت نہ ہوگی"۔

تفسیر قمی میں ایک روایت منقول ہے کہ جب معصوم علیہ السلام سے پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا: وہ انسان اور جن جو جناب امیر المومنین امام علی علیہ السلام کے پیروکار ہیں اور ان کے اعداء سے بیزار ہیں اور اللہ کی ذات پر ایمان لانے والے اور اس کے حلال کو حلال اور اُس کے حرام کو حرام سمجھنے والے ہیں۔ اگر وہ اس دنیا میں گناہ میں ملوث ہوئے اور انھوں نے اپنے گناہوں سے توبہ نہ کی اور فوت ہوگئے تو عالمِ برزخ میں انھیں عذاب دیا جائے گا۔ اور جب وہ قیامت کے دن محشور ہوں گے تو ان کے نامۂ اعمال میں کوئی گناہ باقی نہ بچے گا۔ قیامت کے دن ان پر کوئی سوال نہیں ہوگا۔

گناہ گار اپنی پیشانیوں سے پہچانے جائیں گے

يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ ﴿۴۱﴾

"وہاں مجرم اپنے چہروں سے خود بخود پہچانے جائیں گے۔ پھر انھیں ان کی پیشانیوں اور پیروں سے پکڑ کر گھسیٹا جائے گا"۔

مفسرین نے اس آیت کریمہ کے ضمن میں لکھا ہے: قیامت کے دن مجرمین اپنے چہروں سے جانے جائیں گے کہ وہ مجرم ہیں لیکن اس ضمن کی روایت نقل ہوئی ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس آیت کے بارے میں اپنے ایک صحابی معاویہ دھنی سے پوچھا: لوگ اس آیت کی کیا تفسیر کرتے ہیں؟ راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا: لوگوں کا خیال ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مجرمین کو ان کی پیشانیوں سے پہچان لے گا تو ان کے لیے حکم جاری فرمائے گا کہ ان کی پیشانیوں سے پکڑو اور جہنم میں ڈال دو۔

یہ سن کر امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ کیا خداوند تعالیٰ اس امر کی احتیاج رکھتا ہے۔ وہ تو ان کا خالق ہے۔ خالق کو ان باتوں کی ضرورت نہیں ہے۔

میں نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان جاؤں! اصل بات کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اصل بات یہ ہے کہ جب قائم آل محمدؐ قیام فرمائیں گے تو خداوند تعالیٰ انھیں مجرمین کی شناخت کی علامات بتائے گا۔ وہ ان علامات کے ذریعے مجرمین کو پہچان لیں گے اور حکم دیں گے کہ ان کو پیشانیوں سے اور پاؤں سے پکڑو اور پھر انھیں تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو۔

جنت اور جہنم اللہ کی مخلوق ہیں

هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ۝ يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ۝

"یہ وہی دوزخ ہے جسے مجرم لوگ جھٹلاتے تھے۔ وہ دوزخ اور کھولتے ہوئے سخت گرم پانی کے درمیان گردش کرتے رہیں گے"۔

عیون الاخبار میں ایک روایت منقول ہے: راوی کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے پوچھا: اے فرزند رسولؐ اللہ! کیا جنت اور جہنم دونوں اللہ کی مخلوق ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں! جب معراج پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنت میں داخل ہوئے تھے اور جہنم کو دیکھا تھا۔ جب اس کے شعلے آسمان سے باتیں کر رہے تھے۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا: کچھ لوگوں کا کہنا ہے ان دونوں کے ایام ہیں جو مقدر ہیں جو مخلوق نہیں ہیں؟

یہ سن کر آپؑ نے فرمایا: ایسا نظریہ رکھنے والے نہ ہم سے ہیں اور نہ ہم اُن میں سے ہیں، جس نے جنت اور جہنم کے مخلوق ہونے کا انکار کیا تو اُس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ہماری تکذیب کی اور انھیں ہماری ولایت کا کوئی فائدہ نہ ہوگا اور وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ یُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ۞ یَطُوْفُوْنَ بَیْنَهَا وَ بَیْنَ حَمِیْمٍ اٰنٍ ۞

دو جنتیں خائفین کے انتظار میں

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۞

"اور جو شخص اپنے رب کے حضور پیش ہونے کا خوف رکھتا ہو اس کے لیے دو باغ ہیں"۔

داؤد رقی سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرمایا: جس شخص نے یہ جان لیا کہ وہ جو کچھ کہتا ہے اور جو کچھ کرتا ہے وہ اچھائی ہے یا بُرائی، اللہ کی اس پر نگاہ ہے تو ایسا انسان گناہوں سے بچ جاتا ہے اور یہ اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر فرمایا ہے:

وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ...... (سورۂ نازعات:۴۰)

"جو شخص اپنے پروردگار کے مقام سے ڈرے اور اپنے نفس کو خواہشات نفس سے روکے تو اس کے لیے جنت ہے"۔

من لا یحضرہ الفقیہ میں حدیث ہے: "جس کو شہوت فعل حرام پر اُکسائے اور اللہ کے خوف سے اس سے اجتناب کرے تو اللہ اس پر جہنم کی آگ کو حرام کر دیتا ہے، اور قیامت کے دن بھی وہ ہر خوف سے محفوظ رہے گا اور اُس نے اپنی کتاب میں جو وعدے کیے ہیں وہ پورا فرمائے گا"۔

دو اَمن اور دو خوف اکٹھے نہیں ہو سکتے

کتاب خصال میں حضرت امام حسن علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنی عزت و جلال کی قسم کھا کر کہا:

میں اپنے بندوں پر دو خوف اور دو امن ایک ساتھ اکٹھا نہیں کروں گا۔ جو شخص دنیا میں چین اور سکون کے ساتھ ہوگا تو آخرت میں اُسے خوف زدہ کروں گا۔ اگر وہ دنیا میں خوف زدہ رہے گا تو قیامت کے دن میں اُسے امن وراحت عطا کروں گا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: درجات تین ہیں: کفارات تین ہیں، اور باقیات تین ہیں اور نجات دینے والی چیزیں بھی تین ہیں۔ امام علیہ السلام نے اپنے سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا: نجات دینے والی چیزوں میں سے ایک چیز یہ ہے کہ بندہ خلوت اور جلوت میں اللہ کا خوف رکھے۔

فِيهِمَا عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ ﴿۵۰﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۱﴾ فِيهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ﴿۵۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۳﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى فُرُشٍۢ بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ؕ وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ﴿۵۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۵﴾ فِيهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ۙ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿۵۶﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۷﴾ كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ ﴿۵۸﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۹﴾ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ﴿۶۰﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۱﴾ وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ﴿۶۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۳﴾ مُدْهَآمَّتٰنِ ﴿۶۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۵﴾ فِيهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ﴿۶۶﴾

"ان دونوں (باغوں) میں مسلسل چشمے جاری ہیں۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ ان دونوں باغوں میں ہر میوے کی دو دو قسمیں موجود ہیں۔

پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ وہ ایسے فرشتوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے جن کے اُستر ریشمی ہوں گے اور ان دونوں باغوں کے میوے اِن کی دسترس میں ہوں گے۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

ان جنت کے باغوں میں ایسی حوریں ہیں جو سوائے اپنے شوہروں کے کسی اور سے محبت نہیں رکھتیں اور اس سے قبل کسی جن وانس نے انھیں مَس نہیں کیا۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ وہ یاقوت اور مرجان کی طرح ہیں۔

پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ کیا احسان کا بدلہ احسان کے علاوہ کچھ اور ہے۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ ان دو باغوں کے علاوہ دو اور باغ بھی ہیں۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

دونوں باغ گہرے سبز اور گھنے ہیں۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

ان دونوں باغوں میں دو چشمے جوش کی حالت میں ہیں"۔

دو اور حیران کن جنتیں

مُدۡهَآمَّتٰنِ ...... فِيۡهِمَا عَيۡنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ...... فِيۡهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخۡلٌ وَّرُمَّانٌ

"دونوں باغ گہرے سبز اور گھنے ہیں، ان دونوں باغوں میں دو چشمے جوش کی حالت میں ہیں، ان دونوں میں میوے اور کھجوریں اور انار ہیں"۔

کتاب سعد السعود میں جناب ابن طاؤسؒ نے ایک روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقداد کو حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کے پیروکاروں کے فضائل بتاتے ہوئے فرمایا: یہ حدیث بہت طویل ہے۔ اسے بطور خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو اُس وقت ان کا پروردگار ان سے کہے گا: اب تم اپنے پروردگار کی عطایا کو دیکھو جو تمھیں دے دیے گئے ہیں۔ تو اُنھیں اچانک بلند و بالا قُبے نظر آئیں گے اور محلات نظر آئیں گے جو اعلیٰ علیین میں ہیں، جو سرخ اور سبز، سفید اور زرد یاقوت سے بنائے گئے ہیں اور اُن سے نور کی شعاعیں بلند ہو رہی ہوں گی۔ اور پھر ان یاقوتی محلات میں

سبز سندس کے فرش لگے ہوئے ہوں گے۔ انھی کے بارے میں فرمایا گیا:

مُدۡهَآمَّتٰنِ ...... عَیۡنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ...... فِیۡهِمَا مِنۡ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوۡجٰنِ ﴿۵۲﴾

تفسیر مجمع البیان میں قٰصِرٰتُ الطَّرۡفِ کا معنی یہ لیا گیا ہے کہ "بہشت کی عورتوں نے اپنے شوہروں کے علاوہ کبھی کسی دوسرے مرد کو نہ دیکھا ہوگا اور نہ کسی دوسرے مرد سے محبت کی ہوگی۔ وہ دوشیزہ ہوں گی اور ہر لحاظ سے پاک و پاکیزہ ہوں گی۔

جناب ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ جنت والی بیوی اپنے شوہر سے کہے گی: مجھے پروردگار کی عزت کی قسم ہے کہ میں جنت میں تجھ سے بہتر کوئی چیز نہیں پاتی۔ سب تعریفیں اس ذات کے لیے ہیں کہ جس نے مجھے تیری بیوی بنایا اور تجھ کو میرا شوہر قرار دیا۔

نیکی کا بدلہ نیکی

هَلۡ جَزَآءُ الۡاِحۡسَانِ اِلَّا الۡاِحۡسَانُ ﴿۶۰﴾

"کیا احسان کا بدلہ احسان کے علاوہ کچھ اور ہے"۔

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت کریمہ پڑھی تو فرمایا: کیا تمھیں معلوم ہے کہ تمھارا پروردگار تم سے کیا کہنا چاہتا ہے؟

صحابہ کرام نے جواب دیا: اللہ اور اُس کا رسولؐ بہتر جانتا ہے۔

آپؐ نے فرمایا: تمھارا رب یہ فرما رہا ہے کہ جس نے میری توحید کا اقرار کیا تو اس کا انعام صرف اور صرف جنت ہے۔

چار باتوں سے بہت جلد سزا ملتی ہے

کتاب خصال میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

چار باتوں سے بہت جلد سزا ملتی ہے:

۱. تو نیکی کرے اور اس کا بدلہ بُرائی سے ملے۔
۲. تو زیادتی نہ کرے مگر تیرے ساتھ زیادتی ہو۔
۳. تو اپنے عہد کو پورا کرے اور دوسرا تجھ سے بے وفائی کرے۔
۴. تو صلہ رحمی کرے اور دوسرا قطع رحمی کرے۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٧﴾ فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ﴿٦٨﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٩﴾ فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ ﴿٧٠﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٧١﴾ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ ﴿٧٢﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٧٣﴾ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿٧٤﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٧٥﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ﴿٧٦﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٧٧﴾ تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿٧٨﴾

"پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ ان میں میوے کثرت کے ساتھ ہیں، کھجوریں اور انار ہیں۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ ان باغوں میں نیک سیرت اور خوبصورت بیویاں ہیں۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

وہ حوریں جو جنت کے خیموں میں مستور ہیں پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ وہ حوریں کہ جنھیں پہلے نہ کسی انسان نے مَس کیا ہوگا اور نہ کسی جن نے۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

وہ سبز قالینوں اور نفیس فرشوں پر تکیے لگائے ہوئے ہیں۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ آپ کے پروردگار کا نام بابرکت ہے جو صاحب جلالت و اکرام ہے۔

پھل بھی اللہ کی عظیم نعمت ہیں

فِيهِمَا فَاكِهَةٌ وَنَخْلٌ وَرُمَّانٌ ﴿٦٨﴾

"ان میں میوے کثرت کے ساتھ ہیں اور کھجوریں اور انار ہیں"۔

پانچ جنت کے میوے

اُصولِ کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت منقول ہے: دنیا کے پانچ پھل جنت کے پھل ہیں:

① املیسی انار (جو بہت میٹھا ہوتا ہے) ② سیب شامی ③ بہی ④ خرما مشان (کھجور کی ایک خاص قسم) ⑤ کھجور

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے، آپؑ نے فرمایا:

ما علی وجه الارض ثمرة كانت احب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من الرمان وكان واللہ اذا اكلهٗ لا يشركه فيها احد

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انار سے زیادہ روئے زمین کا کوئی پھل پسند نہیں تھا۔ آپؐ جب بھی انار تناول فرماتے تو اس میں کسی کو شریک نہ کرتے تھے"۔

جنت کی بیویوں کا دوبارہ تذکرہ

فِيهِنَّ خَيْرَاتٌ حِسَانٌ ﴿٧٠﴾

"ان باغوں میں نیک سیرت اور خوبصورت بیویاں ہیں"۔

مجمع البیان میں حضرت اُم سلمیٰؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت فرمائی اور فرمایا:

خَيْرَاتٌ حِسَانٌ سے مراد ایسی جنت کی عورتیں ہیں جن کے اخلاق پاک و پاکیزہ ہوں گے اور حُسن و جمال میں اپنی مثال آپ ہوں گی۔

من لا یحضرہ الفقیہ میں ایک روایت جو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

اس دنیا کی وہ عورتیں جنھوں نے پاک و پاکیزہ زندگی بسر کی تو وہ جنت میں جنت کی حوروں سے زیادہ خوبصورت ہوں گی۔

حُورٌ مَّقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ ﴿٧٢﴾ "وہ حوریں جو جنت کے خیموں میں مستور ہیں"۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شبِ معراج جب میں جنت میں ایک نہر سے گزرا وہ نہر مرجان کے قبہ سے نکل رہی تھی تو اُس سے آواز آئی: السلام علیک یارسولؐ اللہ! اُس وقت میں نے جبرئیلؑ سے پوچھا: یہ آواز کہاں سے آئی ہے؟ اُس نے کہا: یہ جنت کی حوروں کی آواز ہے۔ اُنھوں نے پروردگار سے آپ پر سلام کرنے کی اجازت لی ہے۔ اب اُنھیں اجازت ملی ہے تو وہ کہہ رہی ہیں:

نحن الخالدات فلا تموت ونحن الناعمات فلا نیاس ازواج رجال کرام

''ہم ہمیشہ رہنے والی ہیں، ہمارے پاس موت آنے والی نہیں ہے۔ ہم ہمیشہ جوان رہنے والیاں ہیں، ہم کریم مردوں کی بیویاں ہیں''۔

تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝

''آپ کے پروردگار کا نام بابرکت ہے جو صاحبِ جلالت واکرام ہے''۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اس آیت کے ضمن میں فرمایا:

نحن جلال اللّٰہ و کرامته الّتی اکرم اللّٰہ تبارك وتعالٰی العباد بطاعتنا ومحبتنا

''ہم ہی اللہ کا جلال اور اس کی کرامت ہیں۔ اللہ تعالٰی نے ہماری اطاعت اور محبت سے اپنے بندوں کو مکرم کیا''۔

سُورَةُ الْوَاقِعَةِ

سورة الواقعة مکّية آياتها ۹۶ وركوعاتها ۳

''سورۂ واقعہ مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی چھیانوے آیات اور تین رکوع ہیں''۔

سورۂ واقعہ کے مضامین

سورۂ واقعہ جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے قیامت اور اس کی خصوصیات کے مضامین پر مشتمل ہے۔ اس سورہ کے مضامین کو آٹھ حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱. قیامت کے واقعہ کا آغاز اور اس کے وحشت ناک مناظر۔
۲. انسانی تقسیم، انھیں تین حصوں میں تقسیم کردیا جائے گا۔
۳. مقربین کے انعامات۔
۴. اصحاب الیمین کے احوال۔
۵. اصحاب شمال کے عذاب کے تفصیلی احوال۔
۶. مسئلہ معاد پر مختلف دلائل۔
۷. حالت احتضار کی تصویر کشی۔
۸. مومنین کی جزاو ثواب اور کفار کے عذاب پر ایک اجمالی نظر۔

سورۂ واقعہ کی تلاوت کی فضیلت

کتاب ثواب الاعمال میں روایت منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص ہر شب جمعہ سورۂ واقعہ کی تلاوت کرے گا تو خدا اُسے دوست رکھتا ہے اور اُسے لوگوں کا محبوب بنا دیتا ہے اور وہ دنیا میں ہرگز ناراضی اور تکلیف نہیں دیکھتا۔ فقر و فاقہ اور آفات و بلیات سے محفوظ رہتا ہے اور اُس کا شمار امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے رفقا میں سے ہوگا اور یہ سورہ جناب امیر المومنینؑ کا سورہ ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک اور روایت منقول ہے کہ جسے جنت کا اشتیاق ہے تو وہ سورۂ واقعہ کی تلاوت کرے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: جو شخص ہر رات کو سونے سے قبل سورۂ واقعہ کی تلاوت کرے جب وہ اللہ سے ملاقات کرے گا تو اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح روشن ہوگا۔

مجمع البیان میں حدیث نقل ہوئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ہر رات سورۂ واقعہ کی تلاوت کرے اس کا نام غافلین میں نہیں لکھا جائے گا۔

جناب عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا: من قرء سورة الواقعة كل ليلة لم تصبه فاقة ابداً ”جو شخص ہر رات سورۂ واقعہ کی تلاوت کرے گا تو وہ کبھی افلاس کا شکار نہیں ہوگا“۔

کتاب خصال میں ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا: یارسول اللہ! آپ بہت جلد بوڑھے ہو گئے ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: پشتنی هود، والواقعة والمرسلات وعم يتساء لون ”مجھے سورۂ ہود، واقعہ، مرسلات اور عم یتساءلون نے بوڑھا کر دیا ہے“۔

اُصولِ کافی میں ایک روایت ہے کہ جب حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا وقتِ شہادت آیا تو آپ غش میں چلے گئے۔ جب افاقہ ہوا تو آپؑ نے سورۂ واقعہ کی تلاوت فرمائی اور سورۂ فتح کی تلاوت فرمائی اور پھر فرمایا: تمام تعریفیں اس ذات کے لیے ہیں، جس نے ہم سے جو وعدہ فرمایا اُسے پورا کر دکھایا۔ ہمیں اپنی زمین کے لیے حجت قرار دیا اور جنت میں ٹھکانا عطا کیا۔ پس عمل کرنے والوں کا اجر کتنا عظیم ہے۔ پھر آپ کی روح پرواز کر گئی۔ اس کے علاوہ آپؑ نے اور کچھ نہ فرمایا۔

پھوڑے پھنسیوں کا مجرب عمل

عیون اخبار الرضاؑ سے ایک روایت منقول ہے: علی بن نعمان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے حضور عرض کیا: مولا! میرے جسم پر پھوڑے پھنسیاں ہیں جس کی وجہ سے میں پریشان ہوں۔ میری درخواست ہے کہ مجھے ایسی چیز کی تعلیم فرمائیں جس کی وجہ سے مجھے ان سے نجات مل جائے۔

آپؑ نے فرمایا: ہر پھوڑے کے لیے سات جَو کے دانے لو اور ہر جَو کے دانے پر سات مرتبہ پڑھو:

إِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿١﴾ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ﴿٢﴾ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ﴿٣﴾ إِذَا رُجَّتِ الْأَرْضُ رَجًّا ﴿٤﴾ وَبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ﴿٥﴾ فَكَانَتْ هَبَاءً مُّنْبَثًّا ﴿٦﴾ (سورۂ واقعہ: ۱-۶)

پھر سات مرتبہ پڑھو:

وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنسِفُهَا رَبِّي نَسْفًا ۝ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ۝ لَّا تَرَىٰ فِيهَا عِوَجًا وَلَا أَمْتًا ۝ (سورۂ طٰہٰ: ۱۰۶،۱۰۷)

پھر ایک ایک جَو لے کر ایک ایک پھوڑے پر لگاؤ اور تمام جَو لے کر انھیں ایک نئے کپڑے میں باندھ لو اور اس کپڑے میں کوئی ایک پتھر بھی باندھ دو۔ پھر اس کپڑے کو کسی پرانے کنوئیں میں ڈال دو۔

راوی کہتا ہے: میں نے ایسا کیا اور جب میں نے ساتویں دن اپنے جسم کو دیکھا تو وہ میری ہتھیلی کی طرح بالکل صاف تھا۔ یہ عمل چاند کی آخری تاریخوں میں کرنا چاہیے۔

OOO

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِذَا وَقَعَتِ الۡوَاقِعَۃُ ۙ﴿۱﴾ لَیۡسَ لِوَقۡعَتِہَا کَاذِبَۃٌ ۘ﴿۲﴾ خَافِضَۃٌ رَّافِعَۃٌ ۙ﴿۳﴾ اِذَا رُجَّتِ الۡاَرۡضُ رَجًّا ۙ﴿۴﴾ وَّ بُسَّتِ الۡجِبَالُ بَسًّا ۙ﴿۵﴾ فَکَانَتۡ ہَبَآءً مُّنۡۢبَثًّا ۙ﴿۶﴾ وَّ کُنۡتُمۡ اَزۡوَاجًا ثَلٰثَۃً ؕ﴿۷﴾ فَاَصۡحٰبُ الۡمَیۡمَنَۃِ ۬ۙ مَاۤ اَصۡحٰبُ الۡمَیۡمَنَۃِ ؕ﴿۸﴾ وَ اَصۡحٰبُ الۡمَشۡـَٔمَۃِ ۬ۙ مَاۤ اَصۡحٰبُ الۡمَشۡـَٔمَۃِ ؕ﴿۹﴾ وَ السّٰبِقُوۡنَ السّٰبِقُوۡنَ ﴿ۚۙ۱۰﴾ اُولٰٓئِکَ الۡمُقَرَّبُوۡنَ ﴿ۚ۱۱﴾ فِیۡ جَنّٰتِ النَّعِیۡمِ ﴿۱۲﴾ ثُلَّۃٌ مِّنَ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿ۙ۱۳﴾ وَ قَلِیۡلٌ مِّنَ الۡاٰخِرِیۡنَ ﴿ؕ۱۴﴾ عَلٰی سُرُرٍ مَّوۡضُوۡنَۃٍ ﴿ۙ۱۵﴾ مُّتَّکِـِٕیۡنَ عَلَیۡہَا مُتَقٰبِلِیۡنَ ﴿۱۶﴾

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن و رحیم ہے

"جب قیامت کا واقعہ ہوگا، تو اُس کے وقوع کا کوئی انکار نہ کر سکے گا۔ وہ (واقعہ) تہ و بالا کرنے والا ہوگا۔ جس وقت زمین پوری طرح سے ہلا دی جائے گی۔ پہاڑ ریزہ ریزہ ہوجائیں گے اور غبار کی شکل میں منتشر ہوجائیں گے۔

اور تم تین گروہوں میں بٹ جاؤ گے۔ دائیں ہاتھ والے سو دائیں ہاتھ والوں کا کیا کہنا، اور بائیں ہاتھ والے تو بائیں ہاتھ والوں کا کیا پوچھنا، اور آگے بڑھ جانے والے تو آگے

والے ہیں۔ وہی تو مقرب لوگ ہیں۔ نعمتوں بھری جنتوں میں رہیں گے۔
بہت سے پہلی اُمتوں میں سے ہیں اور تھوڑے لوگ آخری اُمت میں سے۔ وہ مرصع تختوں پر،
ان پر تکیہ لگائے ہوئے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے"۔

عظیم ترین واقعہ

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۙ﴿۱﴾ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۘ﴿۲﴾

"جب قیامت کا واقعہ ہوگا تو اس کے وقوع کا کوئی انکار نہ کرسکے گا"۔

تفسیر قمی میں ان آیات کریمہ کی تفسیر کے ضمن میں لکھا گیا ہے کہ قیامت کا وقوع حق ہے۔ خَافِضَةٌ سے مراد اللہ کے دشمن ہیں جنہیں قیامت نیچا دکھائے گی۔ اور رَّافِعَةٌ سے مراد اللہ کے اولیاء ہیں۔ قیامت انہیں بلند و بالا کردے گی۔

اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا ۙ﴿۴﴾

"جس وقت زمین پوری طرح سے ہلا دی جائے گی"۔

جب زمین کو زلزلہ آئے گا اور اس کی ہر چیز دوسری چیز سے ٹکرائے گی:

وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ۙ﴿۵﴾

"پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے"۔

یعنی پہاڑ زمین سے اپنی جڑوں سمیت نکلیں گے۔

فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا ۙ﴿۶﴾

"اور غبار کی شکل میں منتشر ہو جائیں گے"۔

لفظ هَبَآءً کا معنیٰ ہے کہ جب سورج کی شعاع کسی سوراخ کے ذریعے اندھیرے کی جگہ داخل ہو جائے تو اس میں ذرات تیرتے ہوئے نظر آتے ہیں، یعنی بہت ہی چھوٹا غبار۔

تین گروہ

اُصولِ کافی میں جابر جعفی سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اے جابر! اللہ تعالیٰ نے تین قسم

کی مخلوق پیدا فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے:

وَّ كُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ۝ فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۝ وَاَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ ۝ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝

''اور تم تین گروہوں میں بٹ جاؤ گے۔ دائیں ہاتھ والے سو دائیں ہاتھ والوں کا کیا کہنا اور بائیں ہاتھ والے تو بائیں ہاتھ والوں کا کیا پوچھنا۔ اور آگے بڑھ جانے والے تو آگے ہیں وہی تو مقرب لوگ ہیں''۔

آپؑ نے فرمایا: ''سابقون'' اللہ کے رسولؐ ہیں اور خاصانِ خدا ہیں۔ اللہ نے اُن میں پانچ اَرواح بنائے ہیں اور روح القدس سے ان کی تائید کی گئی ہے جس سے انھوں نے اشیاء کی معرفت حاصل کی اور روح ایمان سے اُن کی تائید کی گئی کہ اس کے ذریعے اُنھیں خوفِ خدا حاصل ہوا، اور روح القوت سے ان کی تائید کی گئی۔ اس سے انھیں اللہ کی اطاعت کی قدرت حاصل ہوئی اور اہلِ ایمان اور اصحابِ میمنہ میں روح ایمان رکھا، جس سے ان کے قلوب میں اللہ کا خوف پیدا ہوا اور ان میں روح القوہ بھی رکھا، جس سے اُنھیں اللہ کی اطاعت کی قدرت نصیب ہوئی اور ان میں شہوت کی روح رکھی، جس سے اُنھیں اللہ کی اطاعت کی اشتہا ہوئی اور ان میں روح مدرج رکھی، جس کے ذریعے وہ لوگوں میں آتے اور جاتے رہتے ہیں۔

سب سے آگے بڑھ جانے والے

وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۝

''اور آگے بڑھ جانے والے تو آگے ہیں''۔

سابقون وہ لوگ ہیں جو نہ صرف ایمان میں پیش قدمی کرتے ہیں بلکہ انسانی صفات اخلاق میں بھی سبقت رکھتے ہیں اور وہ لوگوں کے لیے نمونۂ عمل ہیں۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان ہے:

''سابقون'' چار ہیں: ① ابن آدم مقتول ② مومن آلِ فرعون (اُمتِ موسیٰؑ) ③ حبیب (اُمتِ عیسیٰؑ) ④ علی بن ابی طالبؑ (اُمتِ محمدیہ)

امالی شیخ الطائفہ میں روایت منقول ہے کہ جناب ابن عباسؓ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرآن مجید کی

ان آیات وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ کے بارے میں سوال کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جبرئیل نے مجھے کہا ہے کہ اس آیت کے مصداق علیؑ اور اس کے پیرو ہیں جو جنت میں سب سے پہلے جائیں گے اور وہ اللہ کی کرامت کی وجہ سے مقرب ہوں گے"۔

جب منادی ندا دے گا

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اُس وقت منادی ندا دے گا: اللہ کے رسول محمد بن عبداللہ کے حواری کہاں ہیں؟ جنھوں نے نہ عہد توڑا اور آپ کی اطاعت میں زندگی بسر کی۔ اُس وقت جناب سلمان فارسیؓ، مقدادؓ، ابوذرؓ اُٹھیں گے۔

پھر ندا آئے گی: علی بن ابی طالبؑ، اللہ اور اس کے رسولؐ محمد بن عبداللہ کے پیرو کہاں ہیں؟ اس وقت عمرو بن الحمق خزاعی، محمد بن ابی بکر، میثم بن یحییٰ التمار (جو بنو اسد کے آزاد کردہ تھے) اور اُویس قرنی اُٹھیں گے۔

پھر ندا آئے گی: رسول اللہ ﷺ کے نواسے امام حسنؑ اور حضرت فاطمہ زہراؑ کے صحابی کہاں ہیں؟ اُس وقت سفیان بن لیلیٰ ہمدانی اور حذیفہ بن اسد غفاری اُٹھیں گے۔

پھر آسمان سے ندا آئے گی: حسینؑ بن علیؑ کے صحابی کہاں ہیں؟ وہ شہداء جنھوں نے آپؑ کے ساتھ شہادت پائی، وہ اُٹھیں گے۔

پھر ندا آئے گی: نواسۂ رسولؐ حضرت امام زین العابدینؑ کے صحابی کہاں ہیں؟ اُس وقت جبیر بن مطعم، یحییٰ بن اُم الطویل، ابوخالد الکابلی اور سعید بن میسب اُٹھیں گے۔

پھر منادی ندا دے گا کہ محمدؑ بن علیؑ اور جعفرؑ بن محمدؑ کے حواری کہاں ہیں؟ اس وقت عبداللہ بن شریک عامری، زرارہ بن اعین، بُرید بن معاویہ عجلی، محمد بن مسلم، ابوبصیر لیث بن بختری المرادی، عبداللہ بن ابی یعفور، عامر بن عبداللہ بن جذاعہ، حجر بن زائدہ اور حمران بن اعین اُٹھیں گے۔ پھر منادی آئمہ اہلِ بیتؑ کے ماننے والوں کا نام ان کے آئمہ کے نام سے پکارے گا اور وہ کہے گا: جی ہاں! یہ سب سابقون اور مقربین ہیں۔

سُباق خمسہ

خصال صدوق میں روایت ہے کہ حضرت امام علی بن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا:

پوری کائنات پر سبقت رکھنے والے پانچ ہیں: میں تمام عرب پر سبقت رکھنے والا ہوں۔ سلمان تمام فارس پر سبقت رکھنے والے ہیں۔ بلال حبشہ پر سبقت رکھنے والے ہیں اور خبابؓ نبط قبیلہ پر سبقت رکھنے والے ہیں۔

کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ میں حدیث ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

نحن السابقون السابقون ونحن الاخرون ''تمام سبقت رکھنے والوں پر ہم سبقت رکھنے والے ہیں اور آخرین میں سے بھی ہم ہیں''۔

سُلیم بن قیس ہلالی راوی ہیں: حضرت عثمان کے دورِ حکومت میں حضرت امام علی علیہ السلام نے مہاجرین وانصار کے ایک اجتماع سے خطاب کیا اور ان لوگوں کو قسم دے کر فرمایا:

کیا تمھیں معلوم ہے کہ یہ آیات وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ (التوبہ:۱۰۰) وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ﴿۱۰﴾ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۱۱﴾ کے بارے میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کس کے حق میں نازل ہوئیں تو آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنے انبیاء اور ان کے اوصیاء کے حق میں اُتارا، میں تمام نبیوں سے افضل ہوں اور علی بن ابی طالبؑ میرے وصی ہیں اور وہ تمام وصیوں سے افضل ہیں۔ سامعین میں سے ہر ایک نے کہا: جی ہاں! ایسا ہی ہے۔

اوّلین میں سے تین

جنابِ مفید کی کتاب روضۃ الواعظین میں روایت نقل کی گئی ہے: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ سے مراد حضرت ہابیل، مومن آلِ فرعون اور صاحبِ یٰسین ہیں اور قلیل من الآخرین سے مراد علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔

يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ﴿۱۷﴾ بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِيْقَ ۙ وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ﴿۱۸﴾ لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَحُوْرٌ عِيْنٌ ﴿۲۲﴾ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ﴿۲۳﴾ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا

لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا ﴿۲۵﴾ اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ﴿۲۶﴾ وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ﴿۲۷﴾ فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ﴿۲۸﴾ وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ﴿۲۹﴾ وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ﴿۳۰﴾ وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ ﴿۳۱﴾ وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ﴿۳۲﴾

"ان کے اردگرد تاابد رہنے والے لڑکے پھر رہے ہوں گے۔ اپنے (ہاتھوں میں) پیالے، کوزے اور صاف وشفاف شراب کے جام لیے ہوئے۔ لیکن وہ ایسی شراب ہوگی جس سے نہ سر کا درد ہوگا اور نہ ان کی عقل میں فتور آئے گا، اور ہر قسم کے میوے جنھیں وہ پسند کریں گے اور پرندوں کا گوشت جس کے وہ خواہش مند ہوں گے اور حسین آنکھوں والی حوریں ہوں گی جو چھپا کر رکھے گئے مروارید کی طرح (حسین) ہوں گی۔

یہ سب جزا ہے ان اعمال کی جو وہ کرتے رہے ہیں۔ وہاں نہ کوئی بے ہودہ بات سنیں گے اور نہ ہی گناہ کی کوئی بات۔ صرف اور صرف جسے وہ سنیں گے وہ سلام ہی سلام ہے، اور وہ دائیں ہاتھ والے تو دائیں ہاتھ والوں کا کیا کہنا، وہ بیری کے بے خار درختوں میں، اور کیلوں کے گچھوں، اور لمبے اور وسیع سائے میں، اور رواں دواں پانیوں، اور فراواں پھلوں میں ہوں گے"۔

جاودانی نوجوانان

يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ﴿۱۷﴾

"ان کے اردگرد تاابد رہنے والے لڑکے پھر رہے ہوں گے"۔

تفسیر مجمع البیان میں اس آیت کریمہ کی توضیح کرتے ہوئے کہا ہے: مفسرین نے الولدان میں اختلاف کیا ہے؟

ان میں سے حضرت علی علیہ السلام کا قول ہے کہ الولدان سے مراد اس دنیا کے وہ بچے ہیں جو بچپنے میں فوت ہو گئے۔ وہاں آخرت میں نہ تو ان کی نیکیاں ہوں گی کہ انھیں وہاں ثواب ملے اور نہ ان کی برائیاں ہوں گی کہ انھیں کوئی سزا ملے اس لیے انھیں یہی مقام عطا کیا جائے گا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ولدان کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا: اس سے مراد مشرکین کے بچے ہیں اور وہ جنت میں جنتیوں کی خدمت کریں گے۔

اہلِ جنت کے لیے پرندوں کے گوشت ہوں گے

وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ ﴿۲۱﴾

''اور پرندوں کے گوشت جس کے وہ خواہش مند ہوں گے''۔

اہلِ جنت جس قسم کی غذا چاہیں گے فوراً ان کے لیے حاضر کردی جائے گی۔

عبداللہ بن سنان کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: دنیا و آخرت کا سب سے بڑا کھانا کون سا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: گوشت۔ کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا: وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ ﴿۲۱﴾

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھی معروف حدیث ہے کہ آپؐ نے فرمایا: اللحم سید الطعام فی الدنیا والآخرۃ ''دنیا اور آخرت کا بڑا کھانا یا پسندیدہ ڈش گوشت ہے''۔

جنت میں صرف پسندیدہ باتیں ہوں گی

لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَّلَا تَأْثِيمًا ﴿۲۵﴾

''وہاں وہ نہ کوئی بے ہودہ بات سنیں گے اور نہ کوئی گناہ کی بات''۔

تفسیر قمی میں روایت منقول ہے کہ جنت میں اہلِ جنت نہ کوئی فحش بات سنیں گے اور نہ کوئی جھوٹی بات اور نہ وہاں غنا و موسیقی وغیرہ ہوگی۔

اصحاب الیمین کون ہیں؟

وَأَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۙ مَآ أَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ﴿۲۷﴾

''اور وہ دائیں ہاتھ والے تو دائیں ہاتھ والوں کا کیا کہنا''۔

تفسیر قمی کی روایت کے مطابق کہ جب معصومؑ سے پوچھا گیا: اس آیت کریمہ سے مراد کون ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: علی بن ابی طالبؑ اور اُن کے پیروکار۔

اُصول کافی میں روایت منقول ہے: حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے کسی آدمی نے اس آیت کریمہ کے بارے میں پوچھا:

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيٓ آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰٓ أَنْفُسِهِمْ ۚ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۖ قَالُوا بَلَىٰ (سورۂ اعراف:۱۷۲)

"اور جب آپؐ کے رب نے اولادِ آدمؑ کی پشتوں سے ان کی نسل کو نکالا تھا اور ان پر خود انھیں گواہ بنا کر (پوچھا تھا) کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں؟ سب نے کہا: ہاں! تو ہمارا رب ہے"۔

آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کچھ مٹی لی تھی اور اُسی سے جناب آدمؑ کو خلق فرمایا۔ اس مٹی پر اُس نے میٹھا پانی ڈالا اور بعدازیں اُسے چالیس دن کے لیے چھوڑ دیا۔ پھر چالیس دنوں کے بعد اس پر کھارا پانی ڈالا اور اُسے چالیس دن کے لیے چھوڑ دیا۔ جب وہ مٹی یک جان ہوگئی اور پھر اس کو اچھی طرح سے گوندھا تو پھر اس مٹی سے اَرواح ذر کی مانند دائیں بائیں نکلے۔ پھر انھیں حکم دیا کہ وہ سب آگ میں داخل ہوجائیں۔ جو دائیں طرف نکلے تھے وہ فوراً آگ میں داخل ہوگئے۔ اللہ نے ان پر اپنی آگ کو ٹھنڈا کر دیا تھا اور جو بائیں طرف نکلے تھے تو انھوں نے آگ میں داخل ہونے سے انکار کر دیا تھا۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت منقول ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ دیا اور دورانِ خطبہ اپنا دایاں ہاتھ بلند کیا اور اپنی ہتھیلی کو بند کیا اور فرمایا: اے لوگو! یہ بتاؤ میری مٹھی میں کیا ہے؟ انھوں نے کہا: اللہ اور اُس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: اس میں قیامت تک آنے والے اہلِ جنت اور ان کے آباء اور اُن کے قبائل کے نام ہیں۔ پھر آپؐ نے اپنا بایاں ہاتھ بلند کیا اور اپنی ہتھیلی بند کی اور فرمایا: بتاؤ اس میں کیا ہے؟ انھوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔

آپؐ نے فرمایا: اس میں قیامت تک آنے والے اہلِ دوزخ اور ان کے آباء اور ان کے قبائل کے نام ہیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کیا ہے اور اس کا فیصلہ حق ہے۔ اس طرح دو دفعہ فرمایا: ایک گروہ جنت میں جائے گا اور دوسرا فریق جہنم میں جائے گا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی ایک طولانی حدیث منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی علیہ السلام کے شیعہ اور اُس کے دشمن کی طینت کو خلق فرمایا۔ پھر آپس میں ملا دیا۔۔۔۔۔ تم لوگ دیکھو گے کہ علیؑ کا شیعہ نہ زانی ہوگا اور نہ وہ لواطت کرے گا اور نہ وہ حج، روزہ اور جہاد کو ترک کرے گا اور نہ وہ خائن ہوگا۔ اس سے کوئی گناہِ کبیرہ سرزد نہیں ہوگا اور جو علیؑ کا دشمن ہے اس سے ہر قسم کی بُرائی ہوگی اور وہ نہ نماز پر مداومت کرے گا اور نہ وہ روزہ، زکوٰۃ، حج اور جہاد کو ادا کرنے والا ہوگا۔ کیونکہ تمام نیکیاں

مومن کی طینت سے مربوط ہیں کیونکہ حسنات کا اکتساب اُسی سے ممکن ہے اور گناہوں سے بچنا بھی اُسی سے ممکن ہے۔

امام علی علیہ السلام اپنے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی کیوں پہنتے تھے؟

محمد بن ابی عمیر کی روایت ہے کہ میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے پوچھا: امام علی علیہ السلام اپنے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی کیوں پہنتے تھے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ اس لیے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے کیونکہ وہ بعد از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصحاب یمین کے امام تھے اور اللہ تعالیٰ نے اصحاب یمین کی اپنے قرآن میں مدح فرمائی ہے اور اصحاب شمال کی مذمت فرمائی ہے۔

وہ نعمات جو اصحاب یمین کو حاصل ہوں گی

فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ﴿۲۸﴾

"وہ بیری کے بے خار درختوں میں"۔

علی بن ابراہیم نے جو روایت نقل کی ہے اس میں ہے کہ جب اس آیت کریمہ کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: اصحاب یمین ایسے درختوں کے سائے میں ہوں گے، جن میں کانٹے نہیں ہوں گے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے قرآن مجید کی اس آیت کی قرأت فرمائی۔

وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ﴿۲۹﴾

"اور کیلوں کے گچھوں"۔

طلح ایک سبز، خوش رنگ اور خوشبودار درخت ہے۔ ایک گروہ کا قول ہے: وہ کیلے کا درخت ہے، جس کے چوڑے، سبز اور خوبصورت پتے ہوتے ہیں اور اس کا پھل خوش ذائقہ اور شیریں ہوتا ہے۔

لمبے سائے

وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ﴿۳۰﴾

"اور لمبے اور وسیع سائے ہیں"۔

ایک حدیث میں آیا ہے: جنت میں ایک درخت ہے اگر ایک سوار سو سال تک اس کے سائے میں چلتا رہے تو پھر بھی

اس کا سایہ ختم نہ ہوگا۔ اس لیے اللہ نے قرآن میں فرمایا: وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ﴿۳۰﴾ اصحاب یمین لمبے سایوں میں ہوں گے۔
ایک روایت میں ہے: جنت کے اوقات گرمیوں کی صبحوں کی مانند ہوں گے، نہ جس میں گرمی ہوگی اور نہ سردی۔

لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ﴿۳۳﴾ وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ﴿۳۴﴾ اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً﴿۳۵﴾ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا﴿۳۶﴾ عُرُبًا اَتْرَابًا﴿۳۷﴾ لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ﴿۳۸﴾ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ﴿۳۹﴾ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ﴿۴۰﴾ وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ﴿۴۱﴾ فِيْ سَمُوْمٍ وَّحَمِيْمٍ﴿۴۲﴾ وَّظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ﴿۴۳﴾ لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيْمٍ﴿۴۴﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ﴿۴۵﴾ وَكَانُوْا يُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ﴿۴۶﴾ وَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ ۙ اَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ﴿۴۷﴾ اَوَاٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ﴿۴۸﴾

"جو نہ ختم ہوتے ہیں اور نہ ممنوع ہیں، اور باوقار ہمسران (بیوی یا شوہر) ہم نے انھیں ایک نئے انداز سے تخلیق کیا ہے، اور ہم نے سب کو باکرہ بنایا۔ جو اپنے شوہروں کی ہم عمر اور شیدائی ہوں گی۔ یہ سب کچھ اصحاب یمین کے لیے ہے۔
جن کا ایک گروہ اگلوں میں سے ہوگا اور ایک گروہ پچھلوں میں سے ہوگا۔ رہے بائیں ہاتھ والے تو بائیں ہاتھ والوں کا کیا پوچھنا۔ وہ جلتی ہوا اور جلانے والے پانی میں، اور سیاہ دھوئیں کے سائے میں ہوں گے۔ جس میں نہ ٹھنڈ ہے اور نہ راحت۔
وہ اس سے قبل ناز پروردہ تھے، اور بڑے بڑے گناہوں پر اصرار کرتے تھے، اور کہتے تھے

کہ جب ہم مر جائیں گے، مٹی اور ہڈی بن گئے تو کیا پھر قبروں سے نکالے جائیں گے۔ یا
ہمارے اوّلین آباؤ اجداد بھی؟"

جنت کے پھل نہ ختم ہوں گے اور نہ ممنوع ہوں گے

لَّا مَقْطُوعَةٍ وَّلَا مَمْنُوعَةٍ ﴿۳۳﴾

"جو نہ ختم ہوتے ہیں اور نہ ممنوع ہیں"۔

روضۂ کافی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنت کے احوال پوچھے گئے تو آپؐ نے سب کچھ فرمایا۔ یہ حدیث ایک طولانی حدیث ہے اس کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: جنت کے پھل اہلِ جنت کے بالکل قریب ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوفُهَا تَذْلِيلًا ﴿۱۴﴾ (سورۂ دہر:۱۴)

"اور گھنے درختوں کے سائے ان پر جھکے ہوئے ہوں گے اور میووں کے گچھے ان کے بہت قریب ہر طرح اُن کے اختیار میں"۔

مومن ان ثمرات سے استفادہ کرے گا اور جو پھل چاہے گا اس کے سامنے حاضر ہوگا اور وہ پھل مومن سے خطاب کریں گے۔ اے اللہ کے ولی! اس سے قبل یہ پھل نوش جان کرو۔

احتجاج طبرسی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت منقول ہے: آپؑ کے حضور کسی نے عرض کیا: اہلِ جنت میں سے کوئی آدمی ایک پھل کھائے گا تو فوراً اس جیسا اور پھل وہیں پیدا ہو جائے گا۔ کیا واقعی ایسا ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں! جس طرح ایک دیے سے شعلہ لیا جاتا ہے اور اُس سے اور دیا لیا جاتا ہے تو اُس دیے کے شعلے میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوتا اور یہی حال ہے جنت کی نعمات کا۔ وہ ختم ہونے والی نہیں ہیں۔

اہلِ جنت کی ازواج گراں قدر اور ہمسر ہوں گی

وَّفُرُشٍ مَّرْفُوعَةٍ ﴿۳۴﴾

"اور باوقار ہمسران (شوہر یا بیوی)"۔

تفسیر قمی میں لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ (سورۂ زمر: ۲۰۔ "لیکن جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں، ان کے لیے بالاخانے ہیں جن کے اُوپر (مزید) بالاخانے بنے ہوئے ہیں") کے بارے میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت منقول ہے: حضرت امام علی علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا کہ یہ بالاخانے کس لیے بنائے گئے ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: اے علیؑ! اللہ تعالیٰ نے یہ بالاخانے اپنے اولیاء کے لیے بنائے ہیں اور یہ بالاخانے موتیوں، یاقوت اور زبرجد سے بنائے گئے ہیں اور ان کی چھت سونے سے بنائی گئی ہے اور اس میں جو نقوش بنائے گئے ہیں، وہ چاندی سے بنائے گئے ہیں۔ ہر بالاخانے کے ایک ہزار دروازے ہیں۔ ہر دروازہ سونے کا بنا ہوا ہے اور ہر دروازے پر ایک فرشتہ مقرر ہے اور اس میں بلند و بالا فرش ہیں۔

فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ﴿۳۶﴾ عُرُبًا اَتْرَابًا ﴿۳۷﴾

"ہم نے اُنھیں باکرہ بنایا ہے جو اپنے شوہروں کی ہم عمر اور شیدائی ہوں گی"۔

روایت میں آیا ہے: جنت کی حوریں عربی میں گفتگو کریں گی۔ اَتْرَابًا جنت کی حوریں، اہلِ جنت کی ہم سن ہوں گی۔ اصحاب یمین کے لیے ہوں گی یعنی اصحاب امام علیؑ کے لیے۔

ابوبصیر کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے حضور عرض کیا: اے فرزندِ رسولؐ! میں آپؐ پر قربان جاؤں، مجھے جنت کی طرف تشویق لائیے۔

آپؑ نے فرمایا: اے ابو محمد! جنت میں ایک نہر ہے جس کے دونوں کناروں پر نوجوان لڑکیاں اس طرح معلوم ہوں گی (جیسے سُنبل کے درخت اُگے ہوتے ہیں) جب کوئی مومن ان میں سے کسی کو پسند کرے گا تو وہ اس کے پاس آجائے گی اور اس کی جگہ ایک اور حور نہر کے کنارے سے نکل کر کھڑی ہو جائے گی۔

ابوبصیر کہتا ہے: میں آپؑ پر قربان جاؤں مزید بیان فرمائیے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ایک مومن جنت میں آٹھ سو باکرہ اور چار ہزار غیر باکرہ سے شادی کرے گا اور دو حور العین سے شادی کرے گا۔

راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: قربان جاؤں کیا آٹھ سو باکرہ سے تزویج کرے گا؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں! مومن جتنی حوریں چاہے گا اتنی اُسے مل جائیں گی۔

راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان جاؤں یہ فرمائیں: حورالعین کس چیز سے پیدا کی گئی ہیں؟
آپؑ نے فرمایا: جنت کی نورانی تربت سے ان کی تخلیق ہوئی ہے۔ ان کی پنڈلی کی چمک دمک ستر حلوں سے باہر دکھائی دے گی۔

ابوبصیر کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان جاؤں کیا وہ اہل جنت سے گفتگو کریں گی؟
آپؑ نے فرمایا: وہ ایسا میٹھا اور شیریں کلام کریں گی کہ اس جیسی گفتگو نہ سنی گئی ہوگی۔
راوی کہتا ہے: وہ کیا کہیں گی؟
آپؑ نے فرمایا: وہ پیار بھری آواز میں یہ ترانہ الاپیں گی:

حوروں کا ترانہ

نحن الخالدات فلا نموت
نحن الناعمات فلا بنؤس
نحن المقيمات فلا نظعن
نحن الراضيات فلا نسخط
طوبٰى لمن خلق لنا
وطوبٰى لمن خلقنا له
ونحن اللواتي
لو ان قرن احد
علق في جو السماء
لا نمشي نورة الابصار

"ہم ہمیشہ زندہ رہنے والی ہیں، ہم مرنے والی نہیں ہیں
ہم ہمیشہ جوان رہنے والی ہیں، ہم پر بڑھاپا آنے والا نہیں ہے
ہم ہمیشہ ساتھ رہنے والی ہیں، چھوڑ جانے والی نہیں ہیں

ہم ہمیشہ خوش رہنے والی ہیں، جھگڑا کرنے والی نہیں ہیں
خوش قسمت ہیں وہ جو ہمارے لیے پیدا کیے گئے"۔

جوامع الجامع میں ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب اُم سلمہؓ سے فرمایا:

هن اللواتي قبضن في دار الدنيا عجائز رمصا، شمطا خلقهن الله بعد الكبر فجعلهن عذارى

"یہ وہ عورتیں ہیں، جو اس دنیا میں فوت ہوئیں، بوڑھی پھونس، آنکھوں میں چیپڑ، سر کے بال سفید، اس بڑھاپے کے بعد اللہ تعالیٰ انھیں پھر سے باکرہ پیدا کرے گا"۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے:

يدخل اهل الجنة الجنة جرداً مردا بيضاً جعاداً مكحلين ابناء ثلث وثلثين

"اہلِ جنت جب جنت میں داخل ہوں گے تو ان کے جسم بالوں سے صاف ہوں گے، مَسیں بھیگ رہی ہوں گی مگر داڑھی نہ نکلی ہوگی، گورے چٹے ہوں گے، گٹھے ہوئے بدن ہوں گے، آنکھیں سرگیں ہوں گی، سب کی عمریں ۳۳ سال کی ہوں گی"۔

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۙ﴿۳۹﴾ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ۭ﴿۴۰﴾

"جن کا ایک گروہ اگلوں میں سے ہوگا اور ایک گروہ پچھلوں میں سے ہوگا"۔

تفسیر مجمع البیان میں روایت ہے: اس آیت سے مراد ایک جماعت گذشتہ اُمتوں میں سے ہے جو اس اُمت سے پہلے آئی ہیں اور ایک جماعت اس اُمت کے مومنین ہیں۔

مقاتل وعطا اور باقی بہت سے مفسرین نے یہی نقل کیا ہے لیکن مجاہد، ضحاک اور زجاج نے دو ثلث کی روایت کی ہے اور انھوں نے اس روایت کو لیا ہے جو جُمہر نے ابن عباسؓ سے لی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دو ثلث میری اُمت میں سے ہیں لیکن جو روایت قول اوّل کی تائید کرتی ہے وہ ابن مسعود کی روایت ہے۔

ابن مسعود کہتے ہیں: ایک رات ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس دیر تک باتیں کرتے رہے۔ پھر ہم اپنے گھروں کی طرف چلے گئے۔ جب صبح ہوئی اور واپس مسجد نبویؐ میں آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: گذشتہ رات مجھ پر انبیاءؑ کو پیش کیا گیا۔ میرے سامنے انبیاءؑ اپنے تابع دار اُمتیوں کے ساتھ پیش ہوئے۔ بعض نبی گزرتے تھے اور بعض نبیوں کے ساتھ

ایک جماعت تھی اور بعض نبیوں کے ساتھ صرف تین آدمی بھی تھے اور کچھ ایسے نبی بھی تھے جو اکیلے تھے، جن کے ساتھ اُمت کا کوئی فرد نہ تھا۔ جب حضرت موسیٰؑ کا گزر ہوا تو ان کے ساتھ بنواسرائیل کی بہت بڑی جماعت تھی۔ میں نے پوچھا: اے پروردگار! یہ کون ہیں؟ جواب ملا: یہ تمھارے بھائی موسیٰؑ بن عمران ہیں اور ان کے ساتھ اُن کے اطاعت گزار اُمت کے افراد ہیں۔ میں نے پوچھا: اے میرے اللہ! پھر میری اُمت کہاں ہے؟ فرمایا: اپنے دائیں طرف نیچے کی طرف دیکھو۔ میں نے دیکھا تو بہت بڑی جماعت نظر آئی۔ لوگوں کے اکثر چہرے چمک رہے تھے۔ پروردگار نے فرمایا: اب تو تم خوش ہو؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! میں خوش ہوں۔ پھر اللہ نے فرمایا: اپنے بائیں جانب کناروں کی طرف دیکھو۔ میں نے دیکھا تو وہاں بھی بے شمار لوگ تھے۔ پھر ندا آئی: اب تو تم راضی ہو گئے ہو۔ میں نے عرض کیا: جی ہاں! پھر اللہ نے فرمایا: سنو! ان کے ساتھ ستر ہزار اور لوگ ہیں جو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔

یہ سن کر حضرت عکاشہ کھڑے ہو گئے۔ یہ قبیلہ بنی اسد سے تعلق رکھتے تھے اور محصن کے بیٹے تھے۔ عرض کیا: یارسولؐ اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ مجھے انھی میں سے بنا دے۔ آپؐ نے اس کے لیے دعا فرمائی۔ پھر ایک اور شخص کھڑا ہوا اور کہا: میرے لیے بھی دعا فرمایئے۔ آپؐ نے فرمایا: عکاشہ تم پر سبقت لے گیا۔

پھر آپؐ نے فرمایا: اے لوگو! میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔ اگر تم سے ہو سکے تو تم ان ستر ہزار میں سے بنو جو بے حساب جنت میں داخل ہوں گے ورنہ کم سے کم دائیں جانب والوں میں سے ہو جاؤ۔ میں نے اکثر لوگوں کو دیکھا ہے کہ اپنے حال میں ہی لٹک جاتے ہیں۔

پھر فرمایا: مجھے اُمید ہے کہ تمام اہل جنت کی چوتھائی تعداد صرف تمھاری ہوگی۔ پس ہم نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا: مجھے اُمید ہے کہ تم تمام جنت کی تہائی ہوں گے۔ ہم نے پھر تکبیر بلند کی۔ پھر آپؐ نے فرمایا: سنو! جنت میں نصف تعداد تم لوگ ہو گے۔ ہم نے پھر تکبیر بلند کی۔ بعد ازیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی آیت ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ ﴿٣٩﴾ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْآخِرِينَ ﴿٤٠﴾ کی تلاوت فرمائی۔

اصحابِ شمال کون ہیں؟

وَأَصْحَابُ الشِّمَالِ مَا أَصْحَابُ الشِّمَالِ ﴿٤١﴾

"رہے بائیں ہاتھ والے تو بائیں ہاتھ والوں کا کیا پوچھنا"۔

تفسیر قمی میں آیا ہے: اصحاب شمال سے مراد وہ لوگ ہیں، جنھوں نے آل محمدؐ اور ان کے اصحاب سے عداوت رکھی وہ اصحاب شمال ہیں۔

فِیْ سَمُوْمٍ وَّ حَمِیْمٍ ﴿۴۲﴾

''وہ جلتی ہوا اور جلانے والے پانی ہیں''۔

معصومؑ نے فرمایا: ''سموم'' جہنم کی آگ کا نام ہے۔ ''حمیم'' ایسا پانی جو کھول رہا ہو، جوش میں ہو۔

وَّ ظِلٍّ مِّنْ یَّحْمُوْمٍ ﴿۴۳﴾

''اور سیاہ دھوئیں کے سائے میں ہوں گے''۔

ایسا دھواں جو بہت زیادہ سیاہ ہو اور جس میں جھلسا دینے والی گرمی ہو۔

لَّا بَارِدٍ وَّ لَا کَرِیْمٍ ﴿۴۴﴾

''جس میں نہ ٹھنڈ ہے اور نہ راحت''۔

یعنی ایسا پانی جس میں کوئی راحت کا سامان نہ ہو بلکہ اس میں عذاب ہی عذاب ہو۔

قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ ﴿۴۹﴾ لَمَجْمُوْعُوْنَ ۙ اِلٰی مِیْقَاتِ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۵۰﴾ ثُمَّ اِنَّکُمْ اَیُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُکَذِّبُوْنَ ﴿۵۱﴾ لَاٰکِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ﴿۵۲﴾ فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَشٰرِبُوْنَ عَلَیْهِ مِنَ الْحَمِیْمِ ﴿۵۴﴾ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِیْمِ ﴿۵۵﴾ هٰذَا نُزُلُهُمْ یَوْمَ الدِّیْنِ ﴿۵۶﴾ نَحْنُ خَلَقْنٰکُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ﴿۵۷﴾ اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ﴿۵۸﴾ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿۵۹﴾ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَیْنَکُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِیْنَ ﴿۶۰﴾ عَلٰۤی اَنْ نُّبَدِّلَ

اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۶۲﴾ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ﴿۶۳﴾ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ﴿۶۴﴾

"کہہ دیجیے کہ اولین و آخرین، سب کے سب ایک مقرر دن کے وقت جمع کیے جائیں گے۔ پھر تم اسے جھٹلانے والے گمراہ لوگو! یقیناً تھور کے درخت سے کھاؤ گے۔ اور اسی سے پیٹ بھرنے والے ہو۔ پھر اس پر گرم کھولتا ہوا پانی پینے والے ہو۔ پھر پیاسے اُونٹوں کی طرح 'پینے والے' ہو گے۔ یہ ہے قیامت کے دن ان کی ضیافت۔ ہم نے تمھیں پیدا کیا ہے، پھر تم یقین کیوں نہیں کرتے۔

اچھا پھر تم یہ بتاؤ جو پانی تم (رحم میں) ٹپکاتے ہو کیا اس (انسان) کو تم بناتے ہو یا اس کی تخلیق کرنے والے ہم ہیں۔ ہم ہی نے موت کو تمھارا مقدر بنایا ہے اور ہم عاجز نہیں ہیں کہ تمھاری صورتوں کو تبدیل کر کے تمھیں ایسی صورتوں میں پیدا کریں جنھیں تم نہیں پہچانتے۔

تمھیں یقینی طور پر پہلی دفعہ کی پیدائش تو معلوم ہی ہے، پھر تم عبرت حاصل کیوں نہیں کرتے۔

اچھا پھر یہ بتاؤ کہ تم جو کچھ کرتے ہو۔ اُسے تم ہی اُگاتے ہو یا ہم اُگانے والے ہیں؟"

مجرمین مسلسل عذاب میں ہوں گے

لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ﴿۵۲﴾ فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ ﴿۵۴﴾ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ ﴿۵۵﴾

"جہنمیوں کی غذا تھور کا درخت ہوگا، انھیں کھلایا جائے گا، جس سے ان کے پیٹ بوجھل ہو جائیں گے کیونکہ وہ جبراً ان کے حلق میں ٹھونسا جائے گا۔ پھر اس پر کھولتا ہوا پانی انھیں پینا ہوگا"۔

حدیث میں ہے: اگر زقوم کا قطرہ دنیا کے پانی میں ملا دیا جائے تو تمام دنیا والے آن واحد میں مر جائیں۔

تفسیر قمی کی روایت کے مطابق: اَلْھِیْم ایسا اُونٹ جس کو پیاس کی بیماری لگ گئی ہو۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے: جب پانی پیا جائے تو تین دفعہ سانس لے کر پیا جائے۔ ایک سانس میں پینا اچھا نہیں ہے کیونکہ یہ مکروہ ہے اور ایسا پینا ہیم کے مشابہ ہے۔

راوی کہتا ہے میں نے پوچھا: ہیم کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: چوپایہ ہے۔

هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿۵۶﴾

"یہ ہے قیامت کے دن ان کی ضیافت"۔

دوزخی چونکہ اللہ کے مجرم ہیں، وہ اللہ کے مہمان نہیں ہیں۔ یہ ان پر ایک قسم کا طنز ہے تاکہ وہ اندازہ لگالیں کہ ان کی پذیرائی کا یہ عالم ہے تو پھر ان کے عذاب کی کیا حالت ہوگی۔ ابھی ان کے عذاب کا آغاز ہوا چاہتا ہے"۔

ان دانوں کو زمین سے اُگانے والا خدا ہے

اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ﴿۶۳﴾ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ﴿۶۴﴾

"اچھا پھر یہ بتاؤ کہ تم جو کچھ بوتے ہو، اُسے تم ہی اُگاتے ہو یا ہم اُگانے والے ہیں"۔

زراعت کا اسلامی طریقہ

اُصولِ کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب تم زراعت کا ارادہ کرو تو اپنی مٹھی میں بیج اُٹھاؤ اور قبلہ رُخ ہوجاؤ اور ان آیات اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ﴿۶۳﴾ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ تک کی تین دفعہ تلاوت کرو۔ پھر تین مرتبہ کہو: زارع اللہ کی ذات ہے۔ پھر یہ دعا پڑھو:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ مُبَارَكاً وَّارْزُقْنَا فِيْهِ السَّلَامَةَ

"اے میرے اللہ! اسے مبارک بنا اور اس میں ہماری سلامتی کا رزق قرار دے"۔

پھر مٹھی کو کھولو اور دانوں کو زمین میں بو دو۔

سدیر سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا: ایک دفعہ بنواسرائیل جناب موسیٰؑ کے پاس گئے۔ انھوں نے کہا: آپؑ ہمارے لیے اللہ سے سوال کریں کہ جب ہم ارادہ کریں تو بارش برس پڑے اور

جب ہم چاہیں تو بارش بند ہو جائے۔ جناب موسیٰؑ نے اللہ سے دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: موسیٰ تمھاری دعا قبول ہے۔

جناب موسیٰؑ نے اپنی قوم کو خبر دی تو انھیں جو کچھ ملا اُسے زمین میں بو دیا۔ پھر انھوں نے بارش طلب کی اور خوب بارش ہوئی۔ اس طرح ان کا سلسلہ جاری رہا۔ جب چاہتے بارش ہو جاتی اور جب چاہتے تو رُک جاتی۔ تو ان کی کھیتیاں پہاڑ اور جنگل کی مانند ہو گئیں۔ انھوں نے اپنی فصلات کو کاٹا اور اُن سے دانے نکالنے کی کوشش کی لیکن انھیں حاصل کچھ نہ ہوا۔ پھر وہ جناب موسیٰؑ کے پاس آئے اور شکایت کی۔ جناب موسیٰؑ نے اللہ کے حضور سوال کیا: میری قوم نے یہ شکایت کی ہے کہ انھیں کچھ حاصل نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰؑ! میں نے بنواسرائیل کا رزق مقرر کر دیا تھا لیکن وہ اس پر راضی نہ ہوئے جو کچھ انھوں نے چاہا تھا تو اس کو میں نے قبول کر لیا تھا۔ اب انھوں نے دیکھ لیا ہے کہ انھیں کیا حاصل ہوا۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے: جب تم کوئی پودا لگانا چاہو تو ہر دانے پر پڑھو: سبحانہ الباعث الوارث۔ اگر اللہ نے چاہا تو نقصان نہیں ہوگا۔

مجمع البیان میں آیا ہے کہ تم یہ نہ کہو: زرعتُ بلکہ کہو: حرثتُ کیونکہ زارع اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ﴿۶۵﴾ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿۶۷﴾ اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ﴿۶۸﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ﴿۶۹﴾ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۰﴾ اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ ﴿۷۱﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِـُٔوْنَ ﴿۷۲﴾ نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ ﴿۷۳﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۷۴﴾ فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ﴿۷۵﴾ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ﴿۷۶﴾ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ﴿۷۷﴾ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ﴿۷۸﴾ لَّا

لَّا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ﴿۷۹﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۰﴾

"اگر ہم چاہیں تو اُسے ریزہ ریزہ کر ڈالیں اور تم حیرانی و پریشانی میں باتیں بناتے ہی رہ جاؤ۔ تو کیا ہم پر تاوان ہی پڑ گیا۔ بلکہ ہم بالکل بے نصیب ہی رہ گئے۔ اچھا پھر یہ بتاؤ کہ جو پانی تم پیتے ہو اُسے بادلوں سے کیا تم برساتے ہو یا اس کے برسانے والے ہم ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اُسے کڑوا بنا دیں۔ پھر تم شکرگزاری سے کیوں کام نہیں لیتے۔

اچھا ذرا یہ بھی بتاؤ کہ جو آگ تم روشن کرتے ہو؟ اس کے درخت کو تم نے پیدا کیا ہے یا ہم اُس کے پیدا کرنے والے ہیں؟ ہم نے ہی اُسے یاد دہانی کا ذریعہ اور ضرورت مندوں کے لیے سامانِ زیست بنایا ہے۔ پس اپنے ربِ عظیم کے نام کی تسبیح کرو۔

پس میں قسم کھاتا ہوں ستاروں کے (ڈوبنے کے) مقامات کی اور اگر تم سمجھو تو یہ بہت بڑی قسم ہے کہ یہ قرآن بڑی عزت والا ہے۔ جو ایک پوشیدہ کتاب کے اندر ہے۔ جسے صرف پاک لوگوں کے سوا کوئی نہیں چھو سکتا۔ یہ عالمین کے رب کی طرف سے نازل کردہ ہے"۔

یہ پانی اور آگ اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں

ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ﴿۶۹﴾

"اُسے بادلوں سے کیا تم برساتے ہو یا اُس کے برسانے والے ہم ہیں"۔

خداوند تعالیٰ نے اپنی پانی جیسی نعمت کا تذکرہ فرمایا ہے کہ دیکھو اس کا برسانا بھی میری قدرت میں ہے، کوئی ہے جو اُسے بادلوں سے اُتار کر لے آئے۔

تفسیر قمی میں ہے: پانی کو بادل سے نازل کیا۔

نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ ﴿۷۳﴾

"ہم نے ہی اُسے یاد دہانی کا ذریعہ اور ضرورت مندوں کے لیے سامانِ زیست بنایا ہے"۔

یعنی اس دنیا کی آگ تمھیں آخرت کی آگ کی یاد دلائے گی اور پھر اس آگ سے انسان اپنی ضرورتوں کو پورا کرتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے: یہ دنیا کی آگ دوزخ کی آگ کا سترھواں حصّہ ہے۔ پھر اسے دو مرتبہ پانی میں بجھایا گیا۔ پھر یہ استعمال کے قابل ہوئی۔ اگر ایسا نہ کیا جاتا تو کوئی بھی آدمی اس کو نہ بجھا سکتا۔

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ۝

"پس اپنے رب عظیم کے نام کی تسبیح کرو"۔

کتاب من لایحضرہ الفقیہ میں آیا ہے: جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اب رکوع میں یہی تسبیح پڑھو۔

ردِّ شمس

جویریہ بن مسہر سے روایت ہے کہ جب حضرت علی علیہ السلام کے لیے ردِّ شمس ہوا تھا تو آپؑ نے جویریہ سے فرمایا: اے جویریہ! اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے:

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ۝

میں نے اللہ تعالیٰ سے اس کے عظیم اسم کے توسّل سے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے میرے لیے سورج کو پلٹا دیا۔

فَلَآ أُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُومِ ۝

"پس میں قسم کھاتا ہوں ستاروں کے (ڈوبنے کے) مقامات کی"۔

تفسیر قمی میں روایت نقل ہوئی ہے: یہاں اس آیت میں لَا نفی کے معنی میں نہیں ہے بلکہ زائدہ ہے اور تاکید کے لیے آیا ہے، یعنی مجھے ستاروں کے مواقع کی قسم!

فِي كِتٰبٍ مَّكْنُونٍ ۝

"جو ایک پوشیدہ کتاب کے اندر ہے"۔

عبدالرحیم القصیر سے روایت ہے کہ جب میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نٓ وَالْقَلَمِ کے بارے میں پوچھا تو آپؑ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے قلم جنت کے درخت سے پیدا کیا اور اُس جنت کو خلد کہا گیا ہے۔ پھر جنت کی نہر سے کہا گیا: تو سیاہی

بن جا، تو وہ سیاہی بن گئی، اور برف سے بھی زیادہ سفید ہو گئی اور شہد سے زیادہ شیریں ہو گئی۔

پھر قلم سے فرمایا: تو لکھ! تو اُس نے کہا:

اے میرے رب! کیا لکھوں؟ اُسے کہا گیا: جو ہو چکا ہے اور جو ہونے والا ہے اُسے لکھ۔

قلم نے رقیق جلد پر لکھا، جو چاندی سے بھی زیادہ سفید تھی اور یاقوت سے بھی زیادہ شفاف تھی۔ پھر اُسے لپیٹ لیا گیا اور عرش کے رکن میں رکھ دیا گیا۔ پھر قلم کے منہ پر مہر لگا دی گئی تا کہ وہ کبھی بول نہ سکے یہی وہ کتاب مکنون ہے۔

سُورَةُ الحَدِيدِ

سورة الحدید مدینة آیاتها ۲۹ و رکوعاتها ۴

"سورۂ حدید مدینہ میں نازل ہوئی۔ اس کی انتیس آیات اور چار رکوع ہیں"۔

سورۂ حدید کے مضامین و مطالب

اس سورہ کی ابتدائی آیات میں توحید اور اس کی صفات کے بارے میں مدلل بحث ہے۔ اس سورہ کے دوسرے حصّہ میں قرآنِ مجید سے متعلق بحث ہے اور اس نورِ الٰہی کے بارے میں گفتگو ہے، جو شرک کی تاریکیوں میں چمکا۔ تیسرے حصّہ میں قیامت کے روز جو مومنین اور منافقین کی کیفیات ہوں گی، ان کو بیان کیا گیا ہے۔

چوتھے حصّہ میں قبولِ ایمان کی دعوت دی گئی ہے اور شرک سے دُور رہنے کی بات کی گئی ہے۔ اس حصّہ میں گذشتہ اقوام کے کافروں کے احوال موجود ہیں۔

پانچویں حصّہ میں انفاق فی سبیل اللہ کی تاکید کی گئی ہے۔

چھٹے حصّہ میں اجتماعی عدالت پر بحث کی گئی ہے۔

آخر میں رہبانیت کے مسئلہ کو کھول کر بیان کیا گیا ہے۔

سورۂ حدید کی تلاوت کی فضیلت

کتاب ثواب الاعمال میں منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

جو شخص نمازِ فریضہ میں ہمیشہ سورۂ حدید اور سورۂ مجادلہ پڑھا کرے تو اس کی موت تک اللہ اُسے کوئی سزا نہیں دے گا اور وہ اپنی ذات اور اپنے اہل و عیال میں کبھی کوئی بُرائی نہیں دیکھے گا۔

مجمع البیان میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جو آدمی سورۂ حدید کے پڑھنے کا معمول بنائے تو اُس کے لیے لکھ دیا جاتا ہے کہ وہ ان لوگوں میں سے ہے، جو اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے۔

ایک اور حدیث جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ آپؐ سونے سے قبل مسبّحات کی تلاوت فرماتے تھے۔

مسبّحات وہ سورتیں ہیں جو سبح اللہ یا یسبح اللہ سے شروع ہوتی ہیں اور وہ پانچ ہیں: سورۂ حدید، حشر، صف، جمعہ اور تغابن۔

آپؑ نے فرمایا: ان میں سے ایک ایسی آیت ہے، جو ہزار آیتوں سے افضل ہے۔

ایک اور حدیث حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

جو شخص مسبّحات کی تلاوت کرے گا تو وہ اس وقت تک دنیا سے نہیں اُٹھے گا جب تک حضرت مہدی علیہ السلام کا ظہور نہ ہو جائے۔ اگر وہ اس سے قبل اس دنیا سے چلا بھی گیا تو دوسرے جہان میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہمسایہ ہوگا۔

○○○

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۚ وَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ① لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۚ يُحۡىٖ وَيُمِيۡتُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ② هُوَ الۡاَوَّلُ وَالۡاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالۡبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمٌ ③ هُوَ الَّذِىۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ فِىۡ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسۡتَوٰى عَلَى الۡعَرۡشِ ؕ يَعۡلَمُ مَا يَلِجُ فِى الۡاَرۡضِ وَمَا يَخۡرُجُ مِنۡهَا وَمَا يَنۡزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعۡرُجُ فِيۡهَا ؕ وَهُوَ مَعَكُمۡ اَيۡنَ مَا كُنۡتُمۡ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرٌ ④ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرۡجَعُ الۡاُمُوۡرُ ⑤ يُوۡلِجُ الَّيۡلَ فِى النَّهَارِ وَيُوۡلِجُ النَّهَارَ فِى الَّيۡلِ ؕ وَهُوَ عَلِيۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ⑥ اٰمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَاَنۡفِقُوۡا مِمَّا جَعَلَكُمۡ مُّسۡتَخۡلَفِيۡنَ فِيۡهِ ؕ فَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ وَاَنۡفَقُوۡا لَهُمۡ اَجۡرٌ كَبِيۡرٌ ⑦ وَمَا لَكُمۡ لَا تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوۡلُ يَدۡعُوۡكُمۡ

لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۸﴾ هُوَ
الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖٓ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى
النُّوْرِ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹﴾ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا يَسْتَوِيْ
مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً
مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ
وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۰﴾ ع مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا
حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗٓ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ﴿۱۱﴾ ج يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ
وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ
الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ هُوَ
الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۲﴾ ج يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ
اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ
فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ؕ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ؕ بَاطِنُهٗ فِيْهِ
الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ﴿۱۳﴾ يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ
مَّعَكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ

وَغَرَّتْكُمُ الْأَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۱۴﴾ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ۭ هِيَ مَوْلٰىكُمْ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۵﴾ اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۱۶﴾

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن و رحیم ہے

"آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اللہ کی تسبیح کرتے ہیں اور وہ زبردست اور حکمت والا ہے۔ آسمانوں اور زمین کی سلطنت اُسی کے لیے ہے۔ وہی زندگی بھی دیتا ہے اور موت بھی اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

وہی پہلے ہے اور وہی آخر ہے۔ وہی ظاہر ہے اور وہی باطن ہے اور وہ ہر چیز کو بخوبی جاننے والا ہے۔ وہی ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو چھے دن میں پیدا کیا پھر عرش پر غالب ہوا اور وہ اُسے بھی جانتا ہے، جو زمین کے اندر داخل ہوتا ہے اور اُسے بھی، جو اُس سے باہر آتا ہے اور اُسے بھی جانتا ہے، جو کچھ آسمان سے اُترتا ہے اور جو کچھ اس کی طرف چڑھتا ہے تم جہاں بھی ہو، وہ تمھارے ساتھ ہوتا ہے اور تم جو کچھ کرتے ہو، وہ اُسے دیکھ رہا ہے۔

آسمانوں اور زمین کی سلطنت اُسی کی ہے اور تمام اُمور اُسی کی طرف پہنچائے جاتے ہیں۔

وہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں اور وہ دلوں کے رازوں کو خوب جانتا ہے۔ اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لے آؤ اور اُس مال میں سے (اس کے راستے میں)

خرچ کرو، جس میں اُس نے تمھیں دوسروں کا جانشین بنایا ہے۔ پس تم میں سے جو لوگ ایمان لے آئے اور خرچ کیا ان کے لیے بہت بڑا ثواب ہے۔

تمھیں کیا ہوگیا ہے کہ تم اللہ پر ایمان نہیں لاتے ہو حالانکہ خود رسول تمھیں اپنے رب پر ایمان لانے کی دعوت دے رہا ہے۔ اگر تمھیں یقین ہو وہ تو تم سے مضبوط عہد بھی لے چکا ہے۔ وہی ہے جو اپنے بندے پر واضح آیات نازل کرتا ہے تاکہ وہ تمھیں اندھیروں سے نور کی طرف لے جائے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر مہربان ورحیم ہے۔

تمھیں کیا ہوگیا ہے۔ تم اللہ کے راستے پر خرچ نہیں کرتے؟ دراصل آسمانوں اور زمین کی میراث کا مالک صرف اللہ ہی ہے۔ تم میں سے جن لوگوں نے فتح سے قبل انفاق کیا ہے، وہ بہتر ہیں۔ وہ ان سے بلند مقام رکھتے ہیں، جنھوں نے فتح کے بعد انفاق اور جہاد کیا ہے۔ وہ دوسروں کے برابر نہیں بلکہ درجے میں اُن سے بڑھ کر ہیں، جنھوں نے فتح کے بعد خیراتیں دیں اور جہاد کیے۔ ہاں! بھلائی اور نیکی کا وعدہ تو اللہ تعالیٰ کا اُن سب سے ہے، جو کچھ تم کر رہے ہو اُسے وہ خوب جانتا ہے۔

کوئی ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دے۔ پھر اللہ تعالیٰ اُسے اُس کے لیے بڑھاتا چلا جائے اور اُس کے لیے بہترین اجر ہے۔ جس دن تم دیکھو گے کہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کا نور ان کے آگے اور ان کے دائیں طرف تیزی سے چل رہا ہوگا (اُن سے کہا جائے گا) آج تمھارے لیے جنت کے ایسے باغوں کی بشارت ہو، جن کے درختوں کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہ بہترین کامیابی ہے۔

اُس دن منافق مرد اور منافق عورت مومنین سے کہیں گے: ہماری طرف نظر کرو تاکہ ہم تمھارے نور سے روشنی حاصل کریں تو اُن سے کہا جائے گا: تم اپنے پیچھے کی طرف لوٹ جاؤ اور روشنی تلاش کرو تو اُس وقت اُن کے درمیان دیوار حائل کر دی جائے گی، جس میں

دروازہ بھی ہوگا اس کے اندرونی حصہ میں تو رحمت ہوگی اور باہر کی طرف عذاب ہوگا۔

وہ (منافق) اہلِ ایمان کو پکاریں گے: کیا ہم تمھارے ساتھ نہیں تھے؟ وہ کہیں گے: ہاں تھے! لیکن تم نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیا اور انتظار ہی میں رہے اور شک و شبہ میں مبتلا رہے اور تمھیں تمھاری فضول خواہشات نے دھوکے میں ہی رکھا۔ یہاں تک کہ خدا کا حکم آ پہنچا اور تمھیں دھوکا دینے والے نے دھوکے میں ہی رکھا۔

پس آج نہ تم سے کوئی فدیہ قبول کیا جائے گا اور نہ اُن سے جنھوں نے کفر اختیار کیا۔ تم سب کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ وہی تمھارے لیے اولیٰ ہے اور کیا ہی وہ بُرا ٹھکانا ہے۔

کیا اب تک ایمان لانے والوں کے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل ذکرِ خدا سے اور جو حق نازل ہو چکا ہے، اس سے نرم ہو جائیں اور ان کی طرح نہ ہو جائیں، جنھیں ان سے قبل کتاب دی گئی تھی۔ پھر جب ان پر ایک طویل زمانہ گزر گیا تو ان کے دل سخت ہو گئے اور آج اُن میں سے اکثر فاسق ہیں"۔

گہری فکر رکھنے والے

اس سورہ میں اللہ تعالیٰ کی جو صفات بیان ہوئی ہیں، ان کی معرفت سے انسان اپنے رب تک پہنچ سکتا ہے اور جب صاحبانِ نظر و فکر اس میں جس قدر غور و فکر کرتے ہیں تو اس قدر انھیں گوہرِ آبدار حاصل ہوتے ہیں۔

عاصم بن حمید سے روایت ہے: جس وقت حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے توحید کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا: خداوند تعالیٰ کو معلوم تھا کہ آخری زمانے میں کچھ قومیں آئیں گی، جو مسائل میں غور و فکر سے کام لیں گی۔ اس لیے اللہ نے سورہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور سورۂ حدید کی ابتدائی آیات علیم بذات الصدور تک نازل فرمائیں۔ پس جو شخص اس سے ہٹ کر کسی اور چیز کا طالب ہوگا وہ ہلاک ہو جائے گا۔

ہر چیز اس کی تسبیح کرتی ہے

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ①
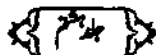
''تمام موجوداتِ عالم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کی ذات پاک و پاکیزہ ہے اور ہر نقص و عیب سے پاک ہے اور اُسے موجوداتِ عالم پر تسلط حاصل ہے اور وہ ہر چیز پر محیط ہے''۔

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۞

''وہی پہلے ہے اور وہی آخر ہے، وہی ظاہر ہے اور وہی باطن ہے اور وہ ہر چیز کو بخوبی جاننے والا ہے''۔

جب معصوم علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی تو آپؑ نے فرمایا: خداوند تعالیٰ کی ذات ہر چیز سے پہلے ہے اور ہر چیز کے بعد ہے اور وہ جو کچھ سینوں کے اندر ہے، یعنی دل میں ہے، اُسے بھی خوب جانتا ہے۔

عبداللہ بن منصور نے جب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ کی تفسیر پوچھی تو امام علیہ السلام نے فرمایا:

موجوداتِ عالم میں سے کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کی ابتداء نہ ہو، جس میں تغیر نہ ہو، جس میں زوال نہ ہو۔ چیزیں اپنے رنگ بدلتی ہیں، اپنے حالات و احوال بدلتی ہیں۔ ایک صفت کو چھوڑ کر دوسری صفت سے متصف ہو جاتی ہیں۔ کبھی اُن میں اضافہ ہوتا ہے اور کبھی نقصان اور کبھی نقص سے اضافہ کی طرف بڑھتی ہیں لیکن عالمین کا پروردگار ان تمام حالات و صفات سے پاک و پاکیزہ ہے۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اس کی ایک ہی حالت ہے۔ وہ ہر چیز سے پہلے ہے اور ہر چیز کے بعد ہے۔ اس میں کوئی تبدیلی نہیں آتی، جس طرح کہ انسان میں تغیر و تبدل آتا ہے۔ انسان اپنے آغاز میں مٹی تھا، پھر وہ گوشت میں بدلا، پھر خون اور ایک وقت آیا کہ صرف اس کی ہڈیاں باقی رہ گئیں۔ اس طرح کھجور کا حال ہے وہ بھی اپنی حالتیں بدلتی ہے۔ کبھی وہ بُسر ہے تو کبھی رطب ہے اور کبھی خشک ہو کر کھجور بن گئی لیکن خداوند تعالیٰ ان حالات سے پاک و پاکیزہ ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے: ایک یہودی عالم حضرت امام علی علیہ السلام کے پاس آیا اور کہا: اے امیر المومنینؑ! تیرا رب کب سے ہے؟

آپؑ نے فرمایا: تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے، وہ کب سے نہیں تھا۔ میرا رب تو اس وقت تھا کہ ابھی ''قبل'' ہی نہ تھا، اور ہر بعد کے بعد رہے گا۔ اس کی غایت ہے اور نہ اس کی انتہا ہے۔ تمام غایات کی انتہا وہی ہے۔ اُس یہودی نے کہا: کیا آپ نبی ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: افسوس ہے: انا عبد من عبید محمدؐ "میں اپنے نبی کے غلاموں میں سے ایک غلام ہوں"۔
جب آپؑ سے یہ پوچھا گیا کہ جب زمین و آسمان کی تخلیق نہیں ہوئی تھی تو اس وقت ہمارا رب کہاں تھا؟
آپؑ نے فرمایا: تمھارا یہ سوال ہی غلط ہے، اللہ تھا لیکن وہ مکان کا محتاج نہیں ہے۔
حضرت امام حسن علیہ السلام نے توحید کے بارے میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

الحمد للّٰہ الذی لم یکن فیه اوّل معلوم والآخر متناہ ولا قبل مدرك ولا بعد محدود ، فلا تدرك العقول اوهامها ولا الفکر خطراتها ولا الالباب واذهانها صفته فتقول، متٰی ولا بدء مما؟ ولا ظاهر علی ما؟ ولا باطن فیما؟

"حمد ہے اس خدا کے لیے جس کی ابتداء معلوم نہیں اور نہ اس کی انتہا محدود ہے، عقل و فہم اور فکر و خرد کبھی اس کی صفات کا ادراک نہیں کر سکتے۔ کبھی یہ نہیں کہہ سکتے کہ کس وقت سے ہے اور کس سے اس کی ابتدا ہوئی اور کس چیز پر ظاہر ہوا اور کس میں پوشیدہ ہے؟

قدرت کا سرچشمہ اللہ کی ذات ہے

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ...... الخ

"وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھے دن میں پیدا کیا، پھر عرش پر غالب ہوا......الخ"۔

یہ آیت مع تفسیر چند مقامات پر گزر چکی ہے۔ سورۂ اعراف آیت ۵۴ کی بحث میں مکمل وضاحت کی جا چکی ہے کہ چھے دنوں سے مراد کیا ہے؟ عرش پر متمکن اور غالب آنے کا کیا مفہوم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جسمانی طور پر تو متمکن نہیں ہوگا اس لیے کہ وہ جسم و جسمانیات سے مبرا و منزہ ہے۔

فتح مکہ سے قبل اسلام لانے والے عظیم درجات رکھتے ہیں

لَا یَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ؕ

"تم لوگوں میں سے جن لوگوں نے فتح (مکہ) سے قبل انفاق کیا ہے، وہ بہتر ہیں۔ وہ ان سے بلند مقام رکھتے ہیں، جنھوں نے فتح کے بعد انفاق اور جہاد کیا ہے"۔

فتح مکہ سے قبل اسلام کمزور تھا، مسلمانوں کی تعداد کم تھی، حالات سخت تھے۔ اسلام اور مسلمانوں کی بقا خطرے میں تھی، مال و جان خرچ کرنے سے کسی دنیوی فائدہ کی اُمید نہ تھی۔ جب مکہ فتح ہوا، اسلام طاقتور ہو گیا، اب جان و مال خرچ کرنے سے اُخروی اور اس سے قبل دنیوی فوائد کی توقع بھی تھی۔ اس لحاظ سے فتح مکہ سے قبل اسلام لانے والوں کا درجہ بہت بلند ہے اور اُن کے مقابلے میں دوسروں کا پست ہے۔

عیون اخبار میں منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

میرے بیٹے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک مرد خروج کرے گا، اس کا نام امیر المومنین کا نام ہوگا، وہ خراسان میں طوس کی طرف سفر کرے گا اور وہاں زہر سے شہید کر دیا جائے گا اور وہاں مسافرت میں دفن ہوگا جس نے اس کے حق کو پہچان کر اس کی زیارت کی تو اللہ تعالیٰ اُسے فتح مکہ سے قبل والے مسلمانوں کا اجر عطا کرے گا۔

ایمان اور انفاق، انسانی خوش بختی کے دو عظیم سرمائے

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗ وَلَہٗۤ اَجْرٌ کَرِیْمٌ ﴿۱۱﴾

"کوئی ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دے۔ پھر اللہ تعالیٰ اُسے بڑھاتا چلا جائے اور اُس کے لیے بہترین اجر ہے"۔

اُصول کافی میں روایت ہے کہ جب امام علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا: نزلت فی صلہ الامام، یہ آیت امام کو ہدیہ دینے کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

ایک حدیث میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اللہ نے اپنے بندوں سے کسی احتیاج کی بنا پر قرض کا مطالبہ نہیں کیا جو خدا کے حقوق ہیں، وہ اس کے ولی اور نمائندہ کے لیے ہیں۔

خصال صدوق میں آیا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے اپنے بندوں کو دنیا عطا کی ہے تا کہ اُسے کئی گنا کردوں جو آدمی مجھے قرض دے گا تو میں اُسے دس گنا سے ستر گنا زیادہ عطا کردوں گا۔

نہج البلاغہ میں حضرت امام علی علیہ السلام کا فرمان ہے، آپؑ فرماتے ہیں:

وانفقو اموالکم وخذوا من اجسادکم تجودوا بها علی انفسکم ولا تبخلوا بها عنها،

فقد قال سبحانه (من الذی یقرض اللہ قرضاً حسناً فیضاعفه له وله اجر کریم) واستقرضکم وله خزائن السموات والارض وهو الغنی الحمید وانما اراد ان یبلوکم ایکم احسن عملاً

"اپنے مال کو اسی کی راہ میں خرچ کرو، اپنے جسموں کو اپنے نفسوں پر قربان کر دو اور اُن سے بخل نہ برتو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر تم خدا کی مدد کرو گے تو وہ تمھاری مدد کرے گا اور تمھیں ثابت قدم رکھے گا اور پھر فرمایا: کون ہے جو اللہ کو قرضِ حسنہ دے تو اللہ اس کے اجر کو دگنا کر دے گا اور اس کے لیے عمدہ ترین جزا ہے، خدا نے کسی کمزوری کی بنا پر تم سے مدد نہیں مانگی اور نہ بے مائیگی کی وجہ سے تم سے قرض کا سوال کیا ہے۔ اُس نے تم سے مدد چاہی ہے باوجودیکہ اس کے پاس آسمان و زمین کے خزانے ہیں اور وہ بے نیاز و لائق حمد وثنا ہے۔ اُس نے چاہا کہ وہ تمھیں آزمائے کہ تم میں اعمال کے لحاظ سے کون بہتر ہے"۔ (نہج البلاغہ، خطبہ ۱۸۱)

اللہ کے راستے میں انفاق کی شرائط

تفسیر مجمع البیان میں محققین نے قرضِ حسنہ کی شرائط بیان کی ہیں، وہ شرائط دس ہیں:

۱. مال کے بہترین حصہ میں سے اس کا انتخاب ہو۔
۲. ایسے اموال میں سے ہو، جس کی انسان کو ضرورت ہو۔
۳. ایسے لوگوں پر انفاق کرو جنھیں شدید ضرورت لاحق ہو۔
۴. انفاق اگر پوشیدہ طور پر ہو تو سب سے بہتر ہے۔
۵. کسی طرح کا احسان جتانا اور آزار پہنچانا، اس کے ساتھ نہ ہو۔
۶. انفاق اخلاص اور حسنِ نیت کے ساتھ کیا جائے۔
۷. جو کچھ خرچ کرو اُسے کمتر خیال کرو، خواہ وہ بظاہر بہت بڑا ہو۔
۸. انفاق ایسے مال میں سے ہو، جو بہت محبوب ہو۔
۹. انسان کو چاہیے کہ اپنے آپ کو کبھی اپنے مال کا حقیقی مالک تصور نہ کرے بلکہ اپنے آپ کو اپنے خالق اور اس کی

مخلوق کے درمیان واسطہ سمجھے۔

⑩ انفاق مال حلال میں سے ہونا چاہیے۔

مومنین کے اوصاف

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُورُهُمْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ ..... الخ

"جس دن تم دیکھو گے کہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کا نور ان کے آگے اور ان کے دائیں طرف چل رہا ہوگا"۔

اُصولِ کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی اتباع کرنے والوں کے بارے میں فرمایا:

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۖ سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ۚ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ ۚ (سورۂ فتح:۲۹)

"محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں، وہ کفار پر سخت گیر ہیں اور آپس میں مہربان ہیں۔ آپ انھیں رکوع، سجود میں دیکھتے ہیں۔ وہ اللہ کی طرف سے فضل اور خوشنودی کے طلب گار ہیں۔ سجدوں کے اثرات سے ان کے چہروں پر نشان پڑے ہوئے ہیں۔ اُن کے یہی اوصاف تورات میں بھی ہیں اور انجیل میں بھی ہیں"۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا مَعَهُ ۖ نُورُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ

"اُس دن اللہ اپنے نبی کو رسوا کرے گا اور نہ اُن لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے ہیں۔ ان کا نور ان کے آگے اور ان کے دائیں طرف دوڑ رہا ہوگا"۔ (سورۂ تحریم:۸)

مومنین کی سات خوبیاں

کتاب خصال میں جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے روایت ہے کہ ایک روز میں بارگاہِ نبوت میں حاضر تھا کہ اچانک

رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کی طرف رُخ کیا اور فرمایا: اے ابوالحسنؑ! کیا میں آپؑ کو خوشخبری سناؤں؟

حضرت امام علی علیہ السلام نے عرض کیا: جی ہاں! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ جبرئیل امینؑ ہیں اور مجھے اللہ کی طرف سے خوشخبری دے رہے ہیں کہ اللہ نے آپؑ کے دوستوں کو سات خوبیاں عطا کی ہیں اور وہ یہ ہیں:

۱. موت کے وقت آسانی
۲. وحشت کے وقت اُنس
۳. تاریکی وظلمت میں نور و روشنائی
۴. خوف کے موقع پر امن
۵. میزانِ عمل کے موقع پر عدل وانصاف
۶. پُل صراط سے آسانی کے ساتھ گزر جانا
۷. دیگر لوگوں سے پہلے جنت میں داخل ہونا۔ اس حالت میں کہ ان کے نور اُن کے سامنے اور دائیں جانب سعی کر رہے ہوں گے۔

تفسیر قمی میں منقول ہے: قیامت کے دن نور تقسیم ہوگا۔ جس کسی کا جتنا ایمان ہوگا اس قدر اُسے نور ملے گا۔ منافقین کو بھی نور ملے گا۔ ان کے بائیں انگوٹھے میں سے معمولی سا نور نکلے گا۔ وہ اپنے نور کو دیکھے گا اور مومنین سے کہے گا: اپنے نور میں سے کچھ نور اُسے دے دیا جائے تو اُس وقت اُن سے مومنین کہیں گے:

ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا

"تم واپس پیچھے کی طرف پلٹ جاؤ اور نور کو تلاش کرو"۔

پھر ان کے درمیان دیوار کھڑی کردی جائے گی، جس میں دروازہ ہوگا اور وہ اُس دیوار کے پیچھے سے مومنین کو یہ ندا دیں گے:

اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ "کیا ہم تمھارے ساتھ نہیں تھے" تو وہ کہیں گے: بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ "جی ہاں! لیکن تم نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیا"۔

اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ
لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷﴾ اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ
قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ﴿۱۸﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ڰ وَالشُّهَدَاۗءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ
لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ
اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۱۹﴾ اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ
وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ
كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ
يَكُوْنُ حُطٰمًا ۭ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ
وَرِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۲۰﴾ سَابِقُوْٓا
اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاۗءِ
وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ
اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۱﴾ مَآ اَصَابَ
مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ
اَنْ نَّبْرَاَهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۲۲﴾ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰي مَا

فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ

فَخُوْرِ ۙ﴿۲۳﴾ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ؕ وَمَنْ

يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۴﴾ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا

بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ

بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ

وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ

عَزِيْزٌ ﴿۲۵﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا

النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۶﴾ ثُمَّ

قَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاٰتَيْنٰهُ

الْاِنْجِيْلَ ۙ وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً ؕ

وَرَهْبَانِيَّةَ ۨ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ

اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ

اَجْرَهُمْ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۷﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا

اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ

نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۸﴾ لِّئَلَّا

لِّئَلَّا يَعۡلَمَ اَهۡلُ الۡكِتٰبِ اَلَّا يَقۡدِرُوۡنَ عَلٰى شَىۡءٍ مِّنۡ فَضۡلِ اللّٰهِ وَاَنَّ الۡفَضۡلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤۡتِيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِيۡمِ ﴿۲۹﴾

''یقین کرو کہ اللہ ہی زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کردیتا ہے۔ ہم نے اپنی آیات تمھارے لیے بیان کی ہیں شاید تم سمجھ لو۔ صدقہ دینے والے مرد اور عورتیں اور جو اللہ کو قرض حسنہ دیں، اُن کے لیے وہ رقم کئی گنا ہوجائے گی اور اُن کے لیے پسندیدہ اجر وثواب ہے۔ اللہ اور اُس کے رسولؐ پر جو ایمان رکھتے ہیں۔ وہی لوگ صدیقین اور شہدا ہیں۔ ان کے (اعمال) کا اجر اور ان کا نور اُن کے لیے ہے اور جو لوگ کافر ہوگئے اور انھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا وہ جہنمی ہیں۔

جان لو! دنیاوی زندگی صرف کھیل تماشا، زینت اور آپس میں تفاخر ہے اور مال و اولاد میں ایک کا دوسرے سے اپنے تئیں زیادہ بتلانا ہے، جس طرح بارش اور اس کی پیداوار کسانوں کو بہتر معلوم ہوتی ہے اور پھر جب وہ خشک ہوجاتی ہے تو وہ زرد رنگ کی دکھائی دینے لگتی ہے۔ پھر وہ خشک بھوسہ کی شکل میں تبدیل ہوجاتی ہے۔ آخرت میں سخت عذاب ہے۔ خدا کی مغفرت اور رضا ہے۔ بہرحال دنیاوی زندگی متاع غرور کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔

ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرو۔ اپنے پروردگار کی مغفرت اور اُس جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان وزمین کے برابر ہے اور اُن لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے جو اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے، وہ جسے چاہے دیتا ہے اور خدا بڑے فضل والا ہے۔

کوئی مصیبت زمین پر اور تم پر نہیں آتی مگر یہ اس کے پیدا کرنے سے قبل وہ ایک کتاب میں لکھی ہوتی ہے۔ اللہ کے لیے یقیناً یہ آسان ہے، تاکہ تم اپنے سے فوت شدہ کسی چیز پر

رنجیدہ خاطر نہ ہو جایا کرو، اور جو چیز تم لوگوں کو عطا ہو اس پر اِترایا نہ کرو، اللہ اِترانے والے، فخر جتانے والے کو پسند نہیں کرتا۔ اور جو خود بھی بخل کریں اور دوسروں کو بھی بخل کا حکم دیں جو بھی رُوگردانی کرے تو اللہ یقیناً بڑا بے نیاز اور حمد وثنا کے لائق ہے۔

یقیناً ہم نے اپنے نبیوںؑ کو واضح دلیلیں دے کر بھیجا ہے اور اُن کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کیا ہے تاکہ لوگ عدل قائم کریں اور ہم نے لوہے کو اُتارا جس میں بہت زیادہ طاقت ہے اور لوگوں کے لیے فائدے ہیں اور اس لیے بھی کہ اللہ جان لے کہ اس کی اور اُس کے رسولوں کی نصرت بن دیکھے کون کرتا ہے۔ بے شک اللہ قوت والا ہے اور غالب آنے والا ہے۔

بے شک ہم نے نوحؑ اور ابراہیمؑ کو بھیجا اور ان دونوں کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھ دی ہے تو ان میں سے کچھ ہدایت یافتہ ہوئے اور اُن میں سے بہت فاسق ہو گئے۔ پھر ہم نے اُن کے بعد پے در پے رسول بھیجے اور ان سب کے بعد عیسٰیؑ ابن مریمؑ کو بھیجا اور اِنھیں ہم نے انجیل عطا کی اور جنھوں نے اُن کی پیروی کی اُن کے دلوں میں شفقت اور رحم پیدا کر دیا ہے اور رہبانیت کو تو اُنھوں نے خود ہی ایجاد کر لیا۔ ہم نے اُن پر رہبانیت کو واجب نہیں کیا تھا سوائے اللہ کی رضا کے حصول کے، سو اُنھوں نے اس کی پوری رعایت نہ کی۔ پھر بھی ہم نے اُن میں سے جو ایمان لائے تھے، انھیں ان کا اجر دیا۔ اُن میں سے زیادہ تر لوگ فاسق ہیں۔

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اُس کے رسول پر ایمان لے آؤ۔ اللہ تمھیں اپنی رحمت کا دُوہرا حصّہ عطا کرے گا اور تمھیں وہ نور دے گا جس کی روشنی میں تم چلو پھرو گے اور تمھارے گناہ بھی معاف کر دے گا۔

یہ اس لیے کہ اہلِ کتاب جان لیں کہ اللہ کے فضل میں اُن کا کچھ بھی اختیار نہیں اور یہ کہ سارا فضل اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جسے چاہے عطا کرے اور اللہ بڑے فضل والا ہے"۔

اللہ زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے

اِعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ یُحۡیِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِہَا ؕ قَدۡ بَیَّنَّا لَکُمُ الۡاٰیٰتِ لَعَلَّکُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۱۷﴾

"یقین کرو کہ اللہ ہی زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کردیتا ہے۔ ہم نے اپنی آیات تمہارے لیے بیان کی ہیں شاید تم سمجھ لو"۔

کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ میں منقول ہے کہ جب حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی تو آپؑ نے فرمایا: اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قائم کے ذریعے اپنی زمین کو زندہ کرے گا کیونکہ زمین کے رہنے والے کافر ہو چکے ہوں گے اور کافر اللہ کے نزدیک مُردہ ہوتا ہے۔

ایک اور روایت ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: ہم میں سے بارہ مہدی ہیں۔ ان کے اوّل امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں اور آخری جو نویں نمبر پر ہیں، وہ قائم بالحق ہیں کہ اُن کے ذریعے اللہ اپنی زمین کو زندہ فرمائے گا حالانکہ وہ اس سے قبل مرچکی ہوگی، اور الٰہی دین تمام ادیان پر غالب آجائے گا اگرچہ مشرکین ناپسند بھی کریں۔

اُصولِ کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے: زمین کے زندہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ ظلم سے بھر چکی ہوگی اس لیے اُسے زمین کی موت سے تعبیر کیا گیا ہے اور جب اُسے عدل سے بھر دیا جائے گا تو یہ کیفیت اس کی زندگی ہوگی۔

صدیقین وشہداء

وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖۤ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الصِّدِّیۡقُوۡنَ ٭ۖ وَالشُّہَدَآءُ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ ؕ لَہُمۡ اَجۡرُہُمۡ وَنُوۡرُہُمۡ ؕ وَالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَکَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَاۤ اُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ الۡجَحِیۡمِ ﴿۱۹﴾

"اللہ اور اُس کے رسولؐ پر جو ایمان رکھتے ہیں، وہی لوگ صدیقین اور شہداء ہیں۔ ان کے اعمال کا اجر اور ان کا نور اُن کے لیے ہے اور جو لوگ کافر ہوگئے اور انھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا وہ جہنمی ہیں"۔

کتابِ خصال میں جناب امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کا فرمان ہے:

ہمارا دوست جو گناہوں میں مبتلا ہوگا جب اس پر موت آئے گی تو دورانِ موت اس پر سختی کردی جاتی ہے تاکہ وہ سختی اس کے گناہوں کا کفارہ ہوجائے یا اس کے علاوہ اپنے اموال یا اولاد کے ذریعے آزمایا جاتا ہے تاکہ جب وہ اپنے اللہ سے

ملاقات کرے تو اس پر کوئی گناہ باقی نہ ہو۔ کیونکہ جو ہمارا دوست ہے وہ شہید ہوتا ہے یا صدیق۔ وہ ہمارے اُمور کی تصدیق کرنے والا ہوتا ہے اور وہ ہمارے لیے ہی محبت کرتا ہے اور ہماری وجہ سے وہ بُغض رکھتا ہے۔ اس لحاظ سے ہمارا دوست یومن باللہ وبرسولہ کا مصداق ہوتا ہے اور پھر آپؑ نے اسی آیت کریمہ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ ......الخ کی تلاوت فرمائی۔

نباءِ عظیم اور صدیق اکبر مَیں ہوں

اُصولِ کافی میں منقول ہے کہ حضرت امام علی علیہ السلام نے اپنے خطبہ میں فرمایا:

وانی النباء العظیم والصدیق الاکبر

"سب سے بڑی خبر مَیں ہوں اور صدیق اکبر بھی مَیں ہوں"۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ہمارے ماننے والوں سے کہا جاتا ہے کہ تم پاک و پاکیزہ ہو اور تمھاری عورتیں بھی پاک و پاکیزہ ہیں۔ ہر مومنہ عورت حُورالعین ہے اور ہر مومن صدیق ہے"۔

عیاشی نے روایت کی ہے: منھال قصاب نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے حضور عرض کیا: آپؑ میرے لیے شہادت کی دعا فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: ان المؤمن شھید "مومن شہید مرتا ہے۔ پھر آپؑ نے مندرجہ بالا آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی۔

ابوبصیرؒ سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ہمارا دوست جب مرتا ہے تو اُسے شہید لکھ دیا جاتا ہے۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا: اگر وہ بستر کی موت مرجائے تو پھر بھی وہ شہید ہے؟

آپؑ نے فرمایا: بخدا! پھر بھی وہ شہید ہے اور وہ اپنے پروردگار کے ہاں رزق کھاتا ہے۔

علیؑ قسیم النار والجنہ

امالی شیخ الطائفہ میں ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس آیت وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ ۝ (مائدہ:۹) کے بارے میں سوال کیا کہ یہ آیت کس کے بارے میں نازل ہوئی ہے تو آپؐ نے فرمایا:

قیامت کا دن ہوگا تو اُس وقت نور ابیض کا پرچم لایا جائے گا۔ منادی ندا کرے گا: سیدالمومنین اور ان کے ساتھی جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے وقت ایمان قبول کیا تھا، وہ کھڑے ہوجائیں۔ اُس وقت امیرالمومنین حضرت

امام علی علیہ السلام کھڑے ہوں گے تو انھیں یہ نورانی پرچم عطا ہوگا اور اس پرچم کے نیچے تمام سابقین واوّلین اور مہاجرین وانصار میں سے اکٹھے ہوں گے۔ ان کا غیر یہاں نہیں آسکے گا اور حضرت امام علی علیہ السلام نور کے منبر پر تشریف لائیں گے۔ آپؑ کے سامنے تمام لوگوں کو ایک ایک کر کے پیش کیا جائے گا۔ پس ان میں سے ہر ایک کو اس کا اجر اور نور عطا ہوگا۔ پھر آخر میں ان سے کہا جائے گا: کیا تم نے جنت میں اپنے مقامات اور اپنی منازل کو پہچان لیا ہے۔ تمھارے رب نے تمھارے لیے فرمایا ہے: تمھارے لیے میرے پاس مغفرت اور اجر عظیم ہے۔ پس حضرت امام علی علیہ السلام اور وہ لوگ جو ان کے پرچم کے نیچے ہوں گے اکٹھے جنت میں داخل ہوں گے۔ تمام مومنین جنت میں داخل ہوں گے اور باقی جہنم کی طرف بھیج دیے جائیں گے۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

والذین آمنوا وعملوا الصلحت لھم اجرھم ونورھم

"وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنھوں نے عمل صالح کیا اُن کے لیے اجر اور نور ہے"۔

یعنی وہ لوگ جو سابقین اوّلین اور مومنین ہیں اور امام علی علیہ السلام کی ولایت کے قائل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۱۹﴾

"جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا وہ لوگ جہنم والے ہیں"۔

ایسے لوگوں کو جہنم میں ڈالا جائے گا۔

جنت کی وسعت

سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۱﴾

"ایک دوسرے پر سبقت کرو اپنے پروردگار کی مغفرت اور اس کی جنت کی طرف جس کی وسعت زمین و آسمان کے برابر ہے اور ان لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے اور خدا بڑے فضل والا ہے"۔

تفسیر قمی میں منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ادنیٰ سے ادنیٰ ترین جنت کی وسعت اتنی ہوگی کہ اگر اُس جنتی کے پاس کائنات کے تمام جن وانس بطور مہمان آ جائیں تو وہ ان کو وہاں بٹھا بھی سکے گا اور انھیں کھلا پلا بھی سکے گا۔

اس کے پاس کسی چیز کی کمی نہیں ہوگی۔

مَاۤ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ ۚ﴿۲۲﴾

”کوئی مصیبت زمین پر اور تم پر نہیں آتی مگر یہ اس کے پیدا کرنے سے قبل وہ ایک کتاب میں لکھی ہوتی ہے۔ اللہ کے لیے یقیناً یہ آسان ہے“۔

اس آیت کی تفسیر کے ضمن میں کتاب علل الشرائع میں روایت ہے کہ امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا:

رحم کے اندر دو نطفے آپس میں ملتے ہیں، ان میں جو زیادہ ہوا، بچہ اس کے مشابہ ہو جاتا ہے۔ اگر عورت کا نطفہ زیادہ ہو تو بچہ اپنے ماموں سے مشابہ ہوگا۔ اگر مرد کا نطفہ زیادہ ہو تو بچہ اپنے چچاؤں سے مشابہ ہوگا۔ اس کے بعد آپؑ نے فرمایا: یہ نطفہ رحم میں چالیس دن تک اپنی حالت کو بدلتا رہتا ہے۔ اب اگر کوئی چاہے تو اس چالیس دن کے اندر علق ہونے سے پہلے دعا مانگ لے تو اللہ رحم کے فرشتے کو بھیجتا ہے، وہ اُسے اُٹھا کر بارگاہِ خداوندی میں پیش کرتا ہے اور کہتا ہے: اے پروردگار! یہ لڑکا ہے یا لڑکی ہے؟ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے، اس کی طرف وحی کرتا ہے فرشتہ اُسے لکھ دیتا ہے۔

اس کے بعد عرض کرتا ہے: پروردگار! اس کا رزق کتنا ہوگا اور اس کی عمر کتنی ہوگی؟ پھر وہ فرشتہ اس کے تمام مقدرات جو اس کو اس دنیا میں ملنے والے ہیں اس کے ماتھے پر لکھ دیتا ہے اور پھر اُسے واپس لاتا ہے اور رحم میں ڈال دیتا ہے۔ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مَاۤ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ فِی الْاَرْضِ ..... الخ

اُصولِ کافی میں حدیث ہے: جس وقت حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو یزید لعین کی مجلس میں ایسی حالت میں لے جایا گیا کہ آپؑ اُس وقت زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے تو یزید نے امام علیہ السلام کی طرف رُخ کر کے سورۂ شوریٰ کی یہ آیت پڑھی: وَمَاۤ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَیْدِیْكُمْ (شوریٰ:۳۰)

اس کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ خاندانِ رسالت کے مصائب خود ان کے اپنے اعمال کا نتیجہ ہیں۔ اسی طرح وہ امام علیہ السلام کے دل پر زخم لگانا چاہتا تھا لیکن امام علیہ السلام نے خود اس کے کلام کی تردید کرتے ہوئے یہ فرمایا:

كلا ما نزلت هذه فينا انما نزلت فينا..... مَاۤ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا

یہ آیت ہمارے بارے میں نازل نہیں ہوئی ہے بلکہ ہمارے بارے میں ایک اور آیت نازل ہوئی ہے جو یہ ہے کہ جو مصیبت بھی تمھارے وجود میں یا زمین پر پڑتی ہے تمھاری تخلیق سے قبل لوحِ محفوظ میں ثبت ہے۔

زُہد

لِّكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ﴿٢٣﴾

"تاکہ تم اپنے فوت شدہ کسی چیز پر رنجیدہ نہ ہو جایا کرو اور جو چیز تم لوگوں کو عطا ہو، اس پر اِترایا نہ کرو۔ اللہ اِترانے والے فخر جتانے والے کو پسند نہیں کرتا"۔

حفص بن غیاث سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے حضور عرض کیا: میں آپؑ پر قربان جاؤں: زُہد کی حد کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن میں زُہد کی حدود بتائی ہیں: لِّكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ ......الخ

جناب امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کا فرمان ہے، آپؑ نے فرمایا:

لوگوں کی تین اقسام ہیں: ① زاہد ② راغب ③ صابر۔ زاہد وہ ہے، جو اپنے دل سے ہر قسم کے حزن اور مسرت کو نکال دے۔ وہ دنیا کی کسی چیز پر نہ خوش ہو اور اس کے فقدان پر پریشان نہ ہو۔

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۖ وَأَنزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ ۚ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴿٢٥﴾

"یقیناً ہم نے اپنے نبیوں کو واضح دلیلیں دے کر بھیجا ہے اور اُن کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کیا ہے تاکہ لوگ عدل قائم کریں اور ہم نے لوہے کو اُتارا، جس میں بہت زیادہ طاقت ہے اور لوگوں کے لیے فائدے ہیں اور اس لیے بھی کہ اللہ جان لے کہ اس کی اور اُس کے رسولوں کی نصرت بن دیکھے کون کرتا ہے۔ بے شک اللہ قوت والا ہے اور غالب آنے والا ہے"۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر نبی تین چیزیں لے کر آیا: ① بینات ② کتاب اور ③ میزان۔

یہ تمام چیزیں نبیوں اور رسولوں کی صداقت اور حقانیت کی دلیل ہیں۔ اور جہاں تک أَنزَلْنَا الْحَدِيدَ ......کا مفہوم ہے

وہ یہ ہے یہاں نازل ہونے سے مراد تخلیق ہے کہ ہم نے لوہے کو پیدا کیا۔

مجمع البیان میں روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے چار برکتیں زمین پر نازل کیں: ① لوہا ② آگ ③ پانی ④ نمک۔

عترت اور اُمت میں فرق

حضرت امام علی رضا علیہ السلام مامون عباسی کے دربار میں تشریف فرما تھے تو جب عترت اور اُمت کی بات ہوئی تو آپؑ نے فرمایا: کیا تمھیں اس بات کا علم نہیں ہے کہ وراثت وطہارت مصطفیٰ اور ہدایت یافتہ افراد کے لیے مخصوص ہے اور دوسروں کے لیے نہیں ہے۔

علماء نے کہا: آپؑ کے اس قول کی بنیاد کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: قرآن مجید کی آیت ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۶﴾

"اور یقیناً ہم نے نوحؑ اور ابراہیمؑ کو رسول بنا کر بھیجا اور ہم نے ان دونوں کی ذُریت میں نبوت، کتاب کو رکھا، پس ان میں کچھ ہدایت یافتہ ہیں اور ان میں سے زیادہ فاسقین ہیں"۔

اللہ تعالیٰ نے وراثت ونبوت کے لیے ہدایت یافتہ افراد کا انتخاب کیا اور فاسقین کو اس سے محروم رکھا۔ کیا تمھیں اس بات کا علم نہیں ہے کہ جب نوحؑ کا نافرمان بیٹا غرق ہونے لگا تو نبیؑ نے اس کی نجات کے لیے اللہ سے دعا کرتے ہوئے عرض کیا تھا:

رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۴۵﴾ (ہود:۴۵)

"پروردگارا! بے شک میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے اور تیرا وعدہ حق ہے اور تو احکم الحاکمین ہے"۔

یہ الفاظ حضرت نوح علیہ السلام نے اس لیے کہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اُسے اور اس کے اہل کو طوفان سے نجات دے گا۔ اس لیے انھوں نے خدا کو وعدہ یاد دلایا کہ میرا بیٹا میرے اہلؑ میں سے ہے اور تیرا وعدہ حق ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی تھی:

يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۗ اِنِّيْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝ (ہود:۴۶)

"اے نوح! یہ تمھارے اہل میں سے نہیں ہے، یہ عمل غیر صالح ہے، لہٰذا مجھ سے اس چیز کے بارے میں سوال نہ کرو، جس کا تمھیں علم نہیں ہے۔ میں تمھیں نصیحت کرتا ہوں کہ تمھارا شمار جاہلوں میں نہ ہو جائے"۔

رہبانیت

وَرَهْبَانِيَّةَ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ

"اور رہبانیت کو اُنھوں نے خود ہی ایجاد کرلیا، ہم نے ان پر رہبانیت کو واجب نہیں کیا تھا سوائے اللہ کی رضا کے حصول کے لیے"۔

رہبانیت کے بارے میں ابن مسعود کی روایت ہے کہ میں ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سواری پر سوار تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم جانتے ہو کہ رہبانیت کب پیدا ہوئی؟ اُس نے عرض کیا: اللہ اور اُس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد جبارین کی ایک جماعت پیدا ہوئی۔ اہلِ ایمان نے ان کے ساتھ تین دفعہ جنگ کی لیکن شکست کھائی۔ آخرکار وہ جنگلوں میں جا چھپے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے موعود (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ظہور کے انتظار میں پہاڑوں کی غاروں میں عبادت میں مصروف ہو گئے۔ ان میں سے کچھ اپنے دین پر باقی رہے اور بعض کافر ہو گئے۔

بعد ازیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمھیں معلوم ہے میری اُمت کی رہبانیت کیا ہے؟

عرض کیا: اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں؟

الهجرة والجهاد والصلواة والصوم والحج والعمرة

"میری اُمت کی رہبانیت ہجرت، جہاد، نماز، روزہ، حج اور عمرہ ہے"۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کے رسولؐ پر ایمان لے آؤ۔ اللہ تمھیں اپنی رحمت کا دُہرا حصّہ عطا کرے گا اور تمھیں وہ نور دے گا، جس کی روشنی میں تم چلو پھرو گے اور تمھارے گناہ بھی معاف کردے گا"۔

مناقب ابن شہر آشوب میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ امام علیہ السلام نے اس آیت کی وضاحت میں فرمایا: کفلین سے مراد حضرت امام حسن اور امام حسین علیہما السلام ہیں اور نور سے مراد حضرت امام علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔

لِئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۹﴾

"یہ اس لیے کہ اہلِ کتاب جان لیں کہ اللہ کے فضل میں اُن کا کچھ بھی اختیار نہیں اور یہ کہ سارا فضل اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جسے چاہے عطا کرے اور اللہ بڑے فضل والا ہے"۔

مفسرین کی ایک بہت بڑی تعداد نے مذکورہ بالا آیت کے شانِ نزول کے بارے میں لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جعفر بن طیار کو ستر افراد کے ساتھ ملکِ حبشہ کے بادشاہ نجاشی کی طرف بھیجا۔ حضرت جعفر طیارؓ نجاشی بادشاہ کے پاس تشریف لے گئے اور اُسے اسلام کی دعوت دی۔ وہ دعوت قبول کر کے ایمان لے آیا۔ حبشہ سے واپسی کے وقت اس ملک کے چالیس افراد نے جو ایمان لا چکے تھے۔ حضرت جعفر طیارؓ سے کہا: ہمیں اجازت دیجیے کہ ہم پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضری دیں اور اپنا اسلام آپؐ کے حضور پیش کریں۔ پھر یہ لوگ حضرت جعفر طیارؓ کے ساتھ مدینہ آ گئے۔ جس وقت انھوں نے مسلمانوں کا فقر اور ناداری دیکھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: ہم اپنے ملک میں بہت زیادہ مال و متاع کے مالک ہیں۔ اگر آپؐ اجازت دیں تو ہم اپنے ملک واپس جا کر اپنا مال یہاں لے آئیں اور مسلمانوں میں تقسیم کردیں۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنھیں اجازت دے دی۔ وہ گئے اور اپنا مال لے آئے اور مسلمانوں کے درمیان تقسیم کر دیا تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور ان کی تعریف میں فرمایا:

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ...... (سورہ قصص: ۵۲)

"جنھیں ہم نے اس سے پہلے کتاب دی تھی، وہ اس پر ایمان رکھتے ہیں......الخ

اہلِ کتاب میں سے جو لوگ ایمان نہیں لائے تھے، جب انھوں نے یہ جملہ جو مذکورہ بالا آیت کے ذیل میں آیا ہے، سنا: اولئك يؤتون اجرهم مرتين بما صبروا۔ "وہ اپنا اجر اپنے صبر واستقامت کی بنا پر دو مرتبہ حاصل کریں گے"۔ تو وہ

مسلمانوں کے سامنے کھڑے ہوگئے اور کہا: "اے مسلمانو! جو شخص تمھاری کتاب اور ہماری کتاب دونوں پر ایمان لائے گا اُسے دُہرا اجر ملے گا اور جو ہماری کتاب پر ایمان رکھتا ہے اس کے لیے تمھاری طرح صرف ایک اجر ہے۔ اس بنا پر تمھارے اپنے اقرار کے مطابق تم ہم پر کوئی فضیلت نہیں رکھتے"۔

یہ وہ مقام تھا کہ جس کے پیش نظر اُوپر والی آیات نازل ہوئیں: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ

اور اعلان کیا کہ مسلمانوں کو بھی دگنا اجر ملے گا۔ خدائی نور اور مغفرت کے علاوہ۔ پھر مزید کہا: اہل کتاب یہ جان لیں کہ وہ خدا کے فضل و رحمت میں سے کوئی چیز اپنے ہاتھ میں لینے کی طاقت نہیں رکھتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان یہ بھی ہے کہ جس کسی کی لونڈی ہو اور وہ اُسے علم و ادب سکھائے اور بہت اچھا ادب سکھائے پھر اُسے آزاد کردے اور اس کا نکاح کردے، وہ بھی دُہرے اجر کا مالک ہے۔

آپؐ کی ایک اور حدیث بھی ہے کہ اہل کتاب میں سے جو آدمی اپنے نبیؑ پر ایمان رکھتا ہو اور پھر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی ایمان رکھے تو اس کے لیے دو اجر ہیں۔

سُورَۃ المُجَادَلَۃِ

سورۃ المجادلۃ مدینۃ آیاتہا ۲۲ و رکوعاتہا ۳

''سورۂ مجادلہ مدینہ میں نازل ہوئی۔ اس کی بائیس آیات اور تین رکوع ہیں''۔

سورۂ مجادلہ کے مضامین

اس سورہ کے تمام مضامین کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

① اس کے پہلے حصہ میں "مسئلہ ظہار" کے بارے میں گفتگو ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں "ظہار" سے دائمی جدائی ہوجاتی تھی۔ اسلام نے اس کی صحیح راہ متعین کی۔

② دوسرے حصے میں مجالس کے آداب بیان کیے گئے ہیں۔

③ اس حصے میں سچے مسلمانوں کو گروہ منافقین اور شیاطین میں داخل ہونے سے ڈرایا گیا ہے۔

تلاوت کی فضیلت

کتاب ثواب الاعمال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے:

من قرأ سورة الحديد المجادله في صلواة فريضة او منها لم يعذبه الله حتى يموت ابداً ولا يرى في نفسه ولا اهله سوءً ابداً ولا فصاحةً في بدنه

"جو شخص سورۂ حدید اور مجادلہ واجب نمازوں میں پڑھے اور اُس کا ورد رکھے تو خدا اس کی پوری زندگی میں اس پر کوئی عذاب نازل نہیں کرے گا اور وہ اپنی ذات میں اور اپنے اہلِ خانہ میں کوئی بُرائی نہیں دیکھے گا۔ نیز وہ فقر و بدحالی میں گرفتار نہ ہوگا"۔

تفسیر مجمع البیان میں آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ سورة المجادله كتب من حزب الله يوم القيامة

"جو شخص سورۂ مجادلہ کی تلاوت کرے گا تو روزِ قیامت وہ حزب اللہ میں شمار ہوگا"۔

○○○

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قَدۡ سَمِعَ اللّٰہُ قَوۡلَ الَّتِیۡ تُجَادِلُکَ فِیۡ زَوۡجِہَا وَ تَشۡتَکِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ

وَ اللّٰہُ یَسۡمَعُ تَحَاوُرَکُمَا ؕ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیۡعٌۢ بَصِیۡرٌ ﴿۱﴾ اَلَّذِیۡنَ یُظٰہِرُوۡنَ مِنۡکُمۡ مِّنۡ نِّسَآئِہِمۡ مَّا ہُنَّ اُمَّہٰتِہِمۡ ؕ اِنۡ اُمَّہٰتُہُمۡ اِلَّا الّٰٓیِٴۡ وَلَدۡنَہُمۡ ؕ وَ اِنَّہُمۡ لَیَقُوۡلُوۡنَ مُنۡکَرًا مِّنَ الۡقَوۡلِ وَ زُوۡرًا ؕ وَ اِنَّ اللّٰہَ لَعَفُوٌّ غَفُوۡرٌ ﴿۲﴾ وَ الَّذِیۡنَ یُظٰہِرُوۡنَ مِنۡ نِّسَآئِہِمۡ ثُمَّ یَعُوۡدُوۡنَ لِمَا قَالُوۡا فَتَحۡرِیۡرُ رَقَبَۃٍ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّتَمَآسَّا ؕ ذٰلِکُمۡ تُوۡعَظُوۡنَ بِہٖ ؕ وَ اللّٰہُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرٌ ﴿۳﴾ فَمَنۡ لَّمۡ یَجِدۡ فَصِیَامُ شَہۡرَیۡنِ مُتَتَابِعَیۡنِ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّتَمَآسَّا ۚ فَمَنۡ لَّمۡ یَسۡتَطِعۡ فَاِطۡعَامُ سِتِّیۡنَ مِسۡکِیۡنًا ؕ ذٰلِکَ لِتُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰہِ وَ رَسُوۡلِہٖ ؕ وَ تِلۡکَ حُدُوۡدُ اللّٰہِ ؕ وَ لِلۡکٰفِرِیۡنَ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۴﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ یُحَآدُّوۡنَ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ کُبِتُوۡا کَمَا کُبِتَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ وَ قَدۡ اَنۡزَلۡنَاۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ ؕ وَ لِلۡکٰفِرِیۡنَ عَذَابٌ مُّہِیۡنٌ ﴿۵﴾ یَوۡمَ

يَبۡعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيۡعًا فَيُنَبِّئُهُمۡ بِمَا عَمِلُوۡا ؕ اَحۡصٰهُ اللّٰهُ وَنَسُوۡهُ ؕ
وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ شَهِيۡدٌ ﴿۶﴾ اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُ مَا فِى
السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ ؕ مَا يَكُوۡنُ مِنۡ نَّجۡوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ
رَابِعُهُمۡ وَلَا خَمۡسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمۡ وَلَاۤ اَدۡنٰى مِنۡ ذٰلِكَ وَلَاۤ
اَكۡثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمۡ اَيۡنَ مَا كَانُوۡا ۚ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمۡ بِمَا عَمِلُوۡا يَوۡمَ
الۡقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمٌ ﴿۷﴾ اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ نُهُوۡا
عَنِ النَّجۡوٰى ثُمَّ يَعُوۡدُوۡنَ لِمَا نُهُوۡا عَنۡهُ وَيَتَنٰجَوۡنَ بِالۡاِثۡمِ
وَالۡعُدۡوَانِ وَمَعۡصِيَتِ الرَّسُوۡلِ وَاِذَا جَآءُوۡكَ حَيَّوۡكَ بِمَا لَمۡ
يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ ۙ وَيَقُوۡلُوۡنَ فِىۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ لَوۡلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا
نَقُوۡلُ ؕ حَسۡبُهُمۡ جَهَنَّمُ ۚ يَصۡلَوۡنَهَا ۚ فَبِئۡسَ الۡمَصِيۡرُ ﴿۸﴾ يٰۤاَيُّهَا
الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا تَنَاجَيۡتُمۡ فَلَا تَتَنَاجَوۡا بِالۡاِثۡمِ وَالۡعُدۡوَانِ
وَمَعۡصِيَتِ الرَّسُوۡلِ وَتَنَاجَوۡا بِالۡبِرِّ وَالتَّقۡوٰى ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ
الَّذِىۡۤ اِلَيۡهِ تُحۡشَرُوۡنَ ﴿۹﴾ اِنَّمَا النَّجۡوٰى مِنَ الشَّيۡطٰنِ لِيَحۡزُنَ
الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَلَيۡسَ بِضَآرِّهِمۡ شَيۡـًٔا اِلَّا بِاِذۡنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى
اللّٰهِ فَلۡيَتَوَكَّلِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۰﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا قِيۡلَ لَكُمۡ

تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۱﴾

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن ورحیم ہے

"بے شک اللہ نے اس عورت کی بات سنی جو آپ سے اپنے شوہر کے بارے میں گفتگو کر رہی تھی اور اللہ کے حضور شکایت کر رہی تھی اور اللہ آپ دونوں کی گفتگو سن رہا تھا، اللہ یقیناً بڑا سننے والا، دیکھنے والا ہے۔

تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں وہ ان کی مائیں نہیں ہیں ان کی مائیں تو وہی ہیں جن کے شکم سے وہ پیدا ہوئے یقیناً یہ لوگ ناپسندیدہ باتیں کرتے ہیں اور جھوٹ بولتے ہیں اور اللہ یقیناً معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔

اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کریں، اور پھر اپنے قول سے رجوع کریں، انھیں باہمی مقاربت سے قبل ایک غلام آزاد کرنا چاہیے۔ اس طرح تمھیں نصیحت کی جاتی ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اُس سے خوب باخبر ہے۔

پس وہ جسے غلام نہ ملے وہ باہمی مقاربت سے قبل دو مہینے متواتر روزے رکھے اور جو ایسا نہ کرسکے اس کے لیے دو ماہ کے متواتر روزے ہیں، اور جو ایسا بھی نہ کرسکے وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ تم اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان رکھو، یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اُس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ یقینی صورت میں اسی

طرح ذلیل کیے جائیں گے، جس طرح اُن سے پہلے لوگوں کو ذلیل کیا گیا ہے اور بے شک ہم واضح آیات اُتار چکے ہیں اور کافروں کے لیے ذلت والا عذاب ہے۔

جس دن اللہ اِن سب کو اُٹھائے گا، پھر اُنھیں بتائے گا کہ وہ کیا کرتے رہے ہیں وہ اللہ کو بھول گئے ہیں مگر اللہ نے اُنھیں شمار کر رکھا ہے اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کو جانتا ہے۔ کبھی تین آدمیوں کی سرگوشی نہیں ہوتی مگر یہ کہ اُن کا چوتھا اللہ ہوتا ہے مگر نہ پانچ آدمیوں کی مگر یہ کہ اُن کا چھٹا اللہ ہوتا ہے۔ اور نہ اُس سے کم اور نہ زیادہ کا مگر وہ ساتھ ہی ہوتا ہے۔ پھر قیامت کے دن اُنھیں ان کے اعمال سے آگاہ کرے گا۔ اللہ یقیناً ہر چیز کا خوب علم رکھتا ہے۔

کیا آپ نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا، جنھیں سرگوشی کرنے سے روک دیا گیا تھا؟ جس کام سے اُنھیں روکا گیا تھا وہ پھر اس کا اعادہ کر رہے ہیں اور آپس میں گناہ گاری کی اور ظلم و زیادتی اور نافرمانی پیغمبر کی سرگوشیاں کرتے ہیں اور جب آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ کو ان لفظوں میں سلام کرتے ہیں۔ جن لفظوں میں اللہ تعالیٰ نے نہیں کہا اور اپنے آپ سے کہتے ہیں: اللہ ہماری باتوں پر ہمیں عذاب کیوں نہیں دیتا ہے؟ ان کے لیے جہنم کافی سزا ہے، جس میں وہ جھلسائے جائیں گے، سو وہ بُرا ٹھکانا ہے۔

اے ایمان والو! جب تم آپس میں سرگوشی کرو تو گناہ اور ظلم و زیادتی اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشیاں نہ کیا کرو بلکہ نیکی اور پرہیزگاری کی سرگوشیاں کیا کرو اور اللہ سے ڈرو جس کے پاس تم سب جمع کیے جاؤ گے۔

بُری سرگوشیاں تو صرف شیطان کا کام ہے تاکہ مومنین کو رنجیدہ خاطر کرے حالانکہ وہ اللہ کی اجازت کے بغیر اُنھیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا اور اہلِ ایمان کو اللہ ہی پر توکل کرنا چاہیے۔

اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ مجالس میں کشادگی پیدا کرو تو کشادگی پیدا کردیا کرو۔ اللہ تمہیں کشادگی دے گا اور جب کہا جائے اُٹھ کھڑے ہو تو تم کھڑے ہو جاؤ۔ تم میں سے جو لوگ ایمان لے آئے اور وہ لوگ جنہیں علم دیا گیا ہے اللہ ان کے درجات کو بلند کرے گا اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اُس سے خوب باخبر ہے"۔

زمانۂ جاہلیت کا ایک قبیح ترین عمل

قَدۡ سَمِعَ اللّٰہُ قَوۡلَ الَّتِیۡ تُجَادِلُکَ فِیۡ زَوۡجِہَا وَ تَشۡتَکِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ ٭ۖ وَ اللّٰہُ یَسۡمَعُ تَحَاوُرَکُمَا ؕ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیۡعٌۢ بَصِیۡرٌ ﴿۱﴾

"بے شک اللہ نے اُس عورت کی بات سنی جو آپ سے اپنے شوہر کے بارے میں گفتگو کر رہی تھی اور اللہ آپ دونوں کی گفتگو سن رہا تھا۔ اللہ یقیناً بڑا سننے والا، دیکھنے والا ہے"۔

بہت سے مفسرین نے اس سورہ کی پہلی آیات کے لیے کئی شانِ نزول نقل کیے ہیں لیکن سبھی کا نفسِ مضمون ایک ہے۔ ایک خاتون جو گروہِ انصار سے تعلق رکھتی تھی، جس کا نام خولہ تھا، اس کے شوہر کا نام اوس بن صامت تھا۔ کسی بات پر اُن کا آپس میں جھگڑا ہو گیا۔ اوس ایک تندمزاج آدمی تھا۔ اُس نے اپنی بیوی سے علیحدگی کا ارادہ کرلیا اور کہا:

اَنتِ عَلَیَّ کَظَھرِ اُمِّی

"تو میرے لیے میری ماں کی پشت کی طرح ہے"۔

زمانۂ جاہلیت میں یہ ایک طلاق کی قسم تھی لیکن یہ طلاق کچھ اس طرح کی تھی کہ نہ تو اس میں رجوع تھا اور نہ عورت مرد سے آزاد ہو جاتی تھی۔ اوس بعد ازیں سخت پشیمان ہو گیا تو اُس نے اپنی بیوی سے کہا: اب تو مجھ پر حرام ہو گئی ہے۔ یہ سن کر عورت نے کہا: تو ایسا نہ کہہ۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جا اور اس مشکل کا حل دریافت کر۔ اوس نے کہا: مجھے شرم آتی ہے۔ عورت نے کہا: میں جاتی ہوں۔ وہ عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور سارا واقعہ بیان کیا کہ اوس میرے شوہر نے مجھ سے شادی کی۔ اُس وقت میرے پاس مال تھا۔ میں جوان بھی تھی اور خوبصورت بھی تھی۔ اب میں بوڑھی ہو گئی ہوں۔ اب میرا خاندان بھی بکھر گیا ہے۔ اب اُس نے "ظہار" کیا ہے لیکن اس اقدام کے بعد وہ پشیمان ہے۔ کیا کوئی ایسی صورت ہے کہ ہم ایک دوسرے سے رجوع کرلیں؟

حضرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو اُس پر حرام ہوگئی ہے۔

پھر اُس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور عرض کیا: یارسولؐ اللہ! اُس نے طلاق کا صیغہ جاری نہیں کیا۔ پھر وہ میری اولاد کا باپ بھی ہے، اس کے علاوہ مجھے اُس سے محبت بھی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو اُس پر حرام ہوچکی ہے اور میرے پاس اس کے علاوہ کوئی اور حکم نہیں ہے۔

لیکن وہ عورت اصرار کرتی رہی اور گڑگڑا کر عرض کرتی رہی۔ پھر اُس نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا:

اشکوا الی اللہ فاقتی وحاجتی وشدۃ حالی اللّٰھُمَّ فانزل علی لسان نبیك

"اے میرے پالنے والے میں اپنی بے چارگی اور پریشانی کی تجھ سے عرض کرتی ہوں: اے میرے اللہ! کوئی فرمان اپنے نبی پر نازل فرما اور میری مشکل کو حل فرما"۔

ایک اور روایت میں اس نے اس طرح دعا مانگی:

اللھم انك تعلم حالی فارحمنی فان لی صبیته صغار ان صنتھم الیه صناعوا وان فمنھم الیّ جاعوا

"اے میرے اللہ! تو میری حالت کو جانتا ہے، مجھ پر رحم فرما کہ میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں اگر میں اُنھیں اپنے شوہر کے حوالے کرتی ہوں تو وہ ضائع ہوجائیں گے۔ اگر اپنے پاس رکھوں تو بھوکوں مرجائیں گے"۔

اسی وقت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حالت وحی طاری ہوئی اور اس سورہ کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں جو ظہار کی مشکل کا حل بتاتی ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے شوہر کو بلا کر لے آ۔ جب وہ آیا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے سامنے مذکورہ آیات کی تلاوت فرمائی۔ بعد ازیں فرمایا: کیا تو ظہار کے کفارہ کے لیے ایک غلام آزاد کرسکتا ہے؟

اُس نے کہا: میں اگر ایسا کروں تو میرے پاس کچھ بھی باقی نہ رہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تو دو ماہ مسلسل روزے رکھ سکتا ہے۔

اس نے کہا: اگر میرے کھانے میں تین دفعہ کی تاخیر ہوجائے تو میری آنکھ بیمار ہوجائے اور مجھے اس بات کا خوف ہے کہ میں نابینا ہوجاؤں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے؟

اس نے عرض کیا: نہیں، مگر اس صورت میں کہ آپؐ میری مدد کریں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: میں تیری مدد کروں گا۔ آپؐ نے ۱۵ صاع جو ساٹھ مساکین کی خوراک بنتے ہیں اُسے دیے اور اُس نے کفارہ ادا کیا۔ اس طرح وہ دونوں میاں بیوی پھر سے اپنی ازدواجی زندگی کی طرف پلٹ آئے۔

مجمع البیان میں روایت ہے کہ مذہب اہلِ بیتؑ یہ ہے کہ ظہار والے پر کفارہ اس وقت واجب ہوگا، جب وہ وطی کا ارادہ کرے گا کیونکہ وطی کفارہ سے قبل جائز نہیں ہے۔

اُصولِ کافی میں منقول ہے فضل بن یسار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: ایک غلام نے ظہار کیا ہے۔ اب اس کے لیے کیا حکم ہے؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا: ظہار پر عمل اس وقت ہوگا، جب وہ اُسے دخول کرے گا۔

اُصولِ کافی کی ایک اور روایت کے مطابق ظہار غصے کی حالت میں وقوع پذیر نہیں ہوتا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام سے مروی ہے: جب عورت اپنے شوہر سے کہے: زوجی علی کظھر اُمی فلا کفارۃ لھا، تو اس صورت میں عورت پر کفارہ نہیں ہے۔

قاسم بن محمد زیات سے روایت ہے: میں نے حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: میں نے اپنی بیوی کو ظہار کیا ہے۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا: تو نے کیا کہا تھا؟

میں نے عرض کیا: میں نے کہا تھا: انت علیّ کظھر اُمی ان فعلت کذا و کذا "کہ تو میری ماں کی طرح ہے، اگر میں نے ایسا ایسا کیا"۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا: تجھ پر کوئی کفارہ نہیں ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسولِ خدا ﷺ کے حضور حاضر ہوا اور اُس نے عرض کیا: اُس نے اپنی بیوی کو ظہار کیا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ ایک غلام آزاد کرو۔ اُس نے عرض کیا: میرے پاس غلام نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: دو ماہ مسلسل روزے رکھو۔ اس نے کہا: مجھے اتنی طاقت نہیں کہ ایسا کر سکوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ساٹھ مساکین کو

کھانا کھلا دو۔ اُس آدمی نے عرض کیا: اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو نبی بنایا، اپنے علاقے میں اپنے آپ اور اپنی اہل و اولاد سے زیادہ محتاج کسی کو نہیں پایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جاؤ یہ سب کچھ لے جاؤ، خود بھی کھاؤ اور اپنے گھر والوں کو بھی کھلاؤ۔

ابوحمزہ ثمالی نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا: غلام اگر ظہار کرے تو اُس پر بھی کفارہ ہوگا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: آزاد کے مقابلے میں نصف تعداد میں روزے رکھے گا۔ اس پر باقی کفاروں میں سے کچھ نہیں ہے، نہ اُس پر کفارہ صدقہ ہوگا اور نہ غلام کا آزاد کرنا ہوگا۔

حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام سے جب پوچھا گیا: ایک مرد کی دس لونڈیاں تھیں اُس نے سبھی کو ایک کلمہ کے ساتھ ظہار کیا، اب اس کا حکم کیا ہوگا؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اُس پر دس کفارے ہوں گے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا: ایک آدمی نے اپنی بیوی سے یہ کہا: تو میرے لیے میری ماں یا میری پھوپھی یا خالہ کی طرح ہے تو کیا اُس پر کفارہ ہوگا؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں! کفارہ ہوگا۔ (ظہار کے احکام کی تفصیلات کے لیے فقہ کی کتب کی طرف رجوع فرمائیں)

خداوند تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے

مَا يَكُونُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا

"کبھی تین آدمیوں کی سرگوشی نہیں ہوتی مگر یہ کہ ان کا چوتھا اللہ ہوتا ہے۔ مگر نہ پانچ آدمیوں کی مگر یہ کہ ان کا چھٹا اللہ ہوتا ہے اور نہ اُس سے کم اور نہ زیادہ کا، مگر وہ ساتھ ہی ہوتا ہے......الخ"۔

خداوند تعالیٰ کی ذات جسم و جسمانیات سے پاک و پاکیزہ ہے، اس لیے اس کے لیے زمان و مکان کا کوئی تصور نہیں کیا جاسکتا وہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔

حضرت امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

فانما اراد بذلك استيلاء اُمنائه بالقدرة التى ركبها فيهم على جميع خلقه وان فعلهم فعله.

"خداوند تعالیٰ کے جو اُمنا ہیں، انھیں جو قدرت بخشی گئی ہے، اُس کی وجہ سے وہ ساری مخلوق پر تسلط رکھتے ہیں کیونکہ جو ان کا فعل ہے، وہ اس کا فعل ہے لہٰذا اس حضور کی اُس کی طرف نسبت دی گئی ہے"۔

مشہور ترین کتاب احتجاج میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے: اللہ کو جو سمیع کا نام دیا گیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ تین افراد آپس میں سرگوشی نہیں کرتے مگر یہ کہ وہ ان کا چوتھا ہوتا ہے۔ بعد ازیں آپ علیہ السلام نے فرمایا:

يسمع وبيب افنمل على الصفا وخفقان الطير في الهوا لا يخفى عليه خافية ولا شئ مما ادرکه الاسماع والابصار وما لا تدرکه الاسماع والابصار، ما حل من ذٰلك وما دق وما صغر وما كبر

"سخت چٹان پر چیونٹی کے چلنے کی وہ صدا سنتا ہے اور فضا میں پرندوں کے پھڑ پھڑانے کی آواز وہ سنتا ہے۔ کوئی چیز اُس سے پوشیدہ نہیں ہے اور وہ شے جس کا کان اور آنکھیں ادراک کرتی ہیں اور وہ جس کا ادراک نہیں کرتیں چھوٹی اور بڑی سب اس کے لیے ظاہر و آشکار ہیں"۔

اُصول کافی میں ہے کہ جاثلیق نے جناب امیر المومنین امام علی علیہ السلام پر سوال کیا: این ھو؟ وہ اللہ کہاں ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: وہ یہاں بھی ہے، وہاں بھی ہے، وہ فوق بھی ہے، تحت بھی ہے۔ اس نے ہمارا احاطہ کیا ہوا ہے اور وہ ہمارے ساتھ بھی ہے۔ پھر آپ علیہ السلام نے مندرجہ بالا آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى.....الخ

اُصول کافی میں منقول ہے کہ یہ مندرجہ بالا آیت حضرت امام علی علیہ السلام کے سیاسی حریفوں کے بارے میں نازل ہوئی، جب انھوں نے آپس میں معاہدہ کیا تھا کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا سے رخصت ہوں گے تو خلافت کو بنو ہاشم میں نہیں جانے دیا جائے گا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: جس دن یہ معاہدہ لکھا گیا تو سمجھ لیجیے اُسی دن قتل امام حسین علیہ السلام کی بنیاد رکھ دی گئی۔

کتاب ارشاد مفید میں روایت موجود ہے: دنیائے یہودیت کا ایک عالم حضرت ابوبکر کے پاس آیا اور کہا: کیا اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس اُمت کے خلیفہ آپ ہیں؟

آپ نے کہا: جی ہاں، میں خلیفہ ہوں۔ اُس عالم نے کہا: ہم نے تورات میں دیکھا ہے کہ انبیاءؑ کے خلفاء سب سے بڑے عالم ہوتے ہیں۔ آپ مجھے بتائیں کیا اللہ آسمانوں میں ہے یا زمین میں ہے؟

یہ سن کر حضرت ابوبکر نے کہا: وہ آسمانوں میں عرش پر ہے۔ اُس یہودی عالم نے کہا: اگر اللہ عرش پر ہے تو پھر زمین پر

نہ ہوا۔ آپ کے اس قول سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خدا ایک جگہ میں ہے اور دوسری جگہ میں نہیں ہے۔

یہ سن کر حضرت ابوبکر نے کہا: تم تو زندیقوں والی بات کر رہے ہو، مجھ سے دُور چلا جا ورنہ تجھے قتل کر دوں گا۔

عالم نے حیران ہوکر پشت پھیری کہ واپس چلا جائے کہ امیرالمومنین امام علی بن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا: اے یہودی! تو نے جو سوال کیے ہیں تو تجھے جواب نہیں ملا، آ میں تجھے تیرے سوالوں کا جواب دیتا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ نے اَینَ کو اَینَ کیا ہے یعنی کہاں کو کہاں کیا ہے۔ اس لیے کوئی اَینَ نہیں ہے اور وہ اس سے ارفع و اعلیٰ ہے کہ کوئی جگہ اس کا احاطہ کر سکے۔ وہ ہر جگہ موجود ہے بغیر اس سے مَس ہونے کے اور بغیر اس میں پناہ لینے کے اس کا علم محیط ہے، اُس نے ہر چیز کو اپنے احاطہ قدرت میں لے رکھا ہے۔ کوئی جگہ اس کی تدبیر سے خالی نہیں۔ اب میں تمھیں وہ بات بتاتا ہوں، جو تمھاری کتاب میں آئی ہے۔ وہ میری بات کی تصدیق کرتی ہے، جو میں نے ابھی تم سے بیان کی ہے۔ اگر تم اُس کو جان لو تو ایمان لے آؤ گے؟

یہودی نے کہا: جی ہاں!

آپ علیہ السلام نے فرمایا: تمھاری اپنی کتاب میں ہے کہ ایک دن جناب موسیٰؑ بیٹھے تھے تو ایک فرشتہ اُن کے پاس مشرق کی طرف سے آیا۔ جناب موسیٰؑ نے اُس سے پوچھا: کہاں سے آ رہے ہو؟ اُس نے کہا: اللہ کی طرف سے۔ پھر ایک اور فرشتہ آپؑ کے پاس مغرب کی طرف سے آیا تو آپؑ نے پوچھا: کہاں سے آ رہے ہو؟ اُس نے کہا: اللہ کی طرف سے آ رہا ہوں۔ پھر اُن کے پاس ایک اور فرشتہ آیا اور اُس نے کہا: میں ساتویں آسمان سے اللہ کے پاس سے آ رہا ہوں۔ پھر ایک اور فرشتہ آیا کہ میں ساتویں زمین کے نیچے سے آ رہا ہوں۔ جناب موسیٰؑ نے فرمایا: وہ ذات پاک و پاکیزہ ہے، جس سے کوئی جگہ خالی نہیں ہے۔ وہ ہر جگہ موجود ہے۔

یہ سن کر یہودی نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ سب کچھ حق ہے اور آپ نیابت نبیؐ کے منصب کے زیادہ حق دار ہیں۔

آپؐ ہم سے سرگوشی نہیں کرتے

مجمع البیان میں حدیث ہے کہ جب کچھ لوگوں نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: آپ اُس (علیؑ) سے سرگوشی کرتے ہیں اور ہم سے نہیں کرتے تو آپؐ نے فرمایا: میں اُن سے سرگوشی نہیں کرتا بلکہ اللہ اُن کے ساتھ سرگوشی کرتا ہے۔

خدائی سلام

وَ اِذَا جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ ۙ

"اور جب وہ تیرے پاس آتے ہیں تو آپ کو ان لفظوں میں سلام کرتے ہیں جن لفظوں میں اللہ تعالیٰ نے نہیں کیا"۔

اکثر محدثین جیسے صحیح بخاری و مسلم اور بہت سے مفسرین نے لکھا ہے: ایک دفعہ یہودیوں کا ایک گروہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا اور السلام علیك کے بجائے السّام علیك یامحمد (اس کا معنٰی ہے کہ اے محمدؐ! تجھ پر موت آئے) کہا۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کے جواب میں فرمایا: وعلیکم۔

اُس وقت یہ مندرجہ بالا آیت نازل ہوئی۔

تفسیر قمی میں اس آیت کے ضمن میں حدیث موجود ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ میں کچھ لوگ آپؐ کے پاس آئے تو انھوں نے کہا: انعم صباحاً وانعم مساءً "آپؐ کی صبح راحت سے ہم کنار ہو اور آپؐ کی شام راحت سے ہم کنار ہو"۔۔۔۔ یہ زمانہ جاہلیت کا سلام تھا۔ قرآن نے اس سے منع کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے ہمیں اس سے بہتر سلام کا حکم دیا ہے اور وہ اہلِ بہشت کا سلام ہے: السلام علیکم۔ جس کے معنٰی ہیں: سلام الله علیکم، آپ پر اللہ کی سلامتی ہو۔

اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْـًٔا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱۰

"بُری سرگوشیاں تو صرف شیطان کا کام ہے تاکہ مومنین کو رنجیدہ خاطر کرے، حالانکہ وہ اللہ کی اجازت کے بغیر انھیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا اور اہلِ ایمان کو اللہ ہی پر توکل کرنا چاہیے"۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں فرمایا:

ایک رات حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے خواب دیکھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنھیں، حضرت امام علی علیہ السلام اور حضرت حسن و حسین علیہم السلام کو ساتھ لیا اور مدینہ سے باہر چلے آئے۔ اُن کے سامنے دو راستے آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دائیں راستے کو اپنایا۔ چلتے چلتے سامنے باغ آ گیا جس میں کھجوریں تھیں اور پانی بھی تھا۔ وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بکری خریدی جس کے ایک کان میں سفید نقطے تھے۔ پس آپؐ نے اس کے ذبح کا حکم دیا۔ جب ان سب نے وہ گوشت کھایا

تو سب اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اس دوران آپؑ خوف زدہ ہوئیں اور رونے لگیں۔

اس خواب کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں بتایا گیا۔ جب صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سواری لے کر تشریف لائے اور حضرت زہرا علیہا السلام، حضرت علیؑ اور حسنین شریفینؑ کو سوار کیا اور مدینہ سے باہر چل پڑے۔ جب مدینہ سے باہر نکلے تو سامنے دو راستے پیدا ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دائیں راستے کو اختیار کیا اور اُسی راستے پر چل پڑے۔ جاتے جاتے آپؐ کے سامنے ایک مقام پر کھجوروں کا باغ آیا۔ جہاں پانی بھی موجود تھا۔ آپؐ نے وہاں ایک بکری خریدی اور وہ بکری بالکل اُسی طرح کی تھی جس کو حضرت فاطمہؑ نے خواب میں دیکھا تھا۔ آپؐ نے اس کے ذبح کرنے کا حکم دیا۔

اُسے ذبح کیا گیا اور پکایا گیا۔ جب پک کر تیار ہو گئی اور انھوں نے کھانے کا ارادہ کیا تو جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام خوف زدہ ہو کر رونے لگیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپؑ سے پوچھا: بات کیا ہے؟ آپؑ نے عرض کیا: میں نے گذشتہ رات اس طرح کا خواب دیکھا تھا اور آج اُسی خواب کے مطابق آپؐ نے سب کچھ کیا۔ اور اب مجھے خوف ہے کہ کہیں وہی بات خواب والی سامنے نہ آ جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس وقت اُٹھے، دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر اپنے پروردگار کے حضور مناجات کی۔ اس وقت جبرئیلؑ امین نازل ہوئے اور کہا: یہ شیطان ہے کہ جسے "زہا" کہا جاتا ہے۔ اُسی نے حضرت زہراؑ کو خواب میں ڈرایا ہے اور وہ اہلِ ایمان کو نیند کی حالت میں اذیت دیتا ہے۔ اُس وقت جناب جبرئیلؑ نے حکم دیا اور اُسے لایا گیا اور اُس سے پوچھا گیا کہ تو نے حضرت فاطمہ زہراؑ کو خوف زدہ کیا تھا؟ اُس نے کہا: جی ہاں!

جبرئیل امینؑ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور عرض کیا: جب کبھی آپؐ خواب میں کوئی ناپسندیدہ امر دیکھیں یا کوئی مومن ناپسندیدہ امر دیکھے تو اُس وقت یہ دعا پڑھے:

اعوذ بما عاذت به ملائکة الله المقربون وانبیاء الله المرسلون وعباده الصالحون

من شرّ ما رأیت من رؤیای

بعد ازیں سورۂ حمد، سورۂ معوذتین اور سورۂ توحید پڑھے۔ اس کے پڑھنے سے جو کچھ خواب میں دیکھا ہے نقصانات سے بچا جا سکتا ہے۔

اس وقت مندرجہ بالا آیت نازل ہوئی: اِنَّمَا النَّجْوٰی مِنَ الشَّیْطٰنِ لِیَحْزُنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَیْسَ بِضَآرِّهِمْ شَیْئًا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ [1]

---

[1] یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ اولیاء اللہ پر شیطان کا تسلط نہیں ہو سکتا۔

اسلامی مجالس کے آداب

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۱﴾

"اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ مجالس میں کشادگی پیدا کرو تو کشادگی پیدا کردیا کرو۔ اللہ تمھیں کشادگی دے گا اور جب کہا جائے اُٹھ کھڑے ہو تو تم کھڑے ہو جاؤ۔ تم میں سے جو لوگ ایمان لے آئے اور وہ لوگ جنھیں علم دیا گیا ہے، اللہ ان کے درجات کو بلند کرے گا اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اُس سے خوب باخبر ہے"۔

اس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں علی بن ابراہیم نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں آتے تھے تو لوگ آپؐ کے استقبال کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل کر کے اُٹھنے سے روک دیا۔

لیکن طبرسی نے مجمع البیان میں اور دوسرے مفسرین نے اس آیت کا شانِ نزول کچھ یوں لکھا ہے: ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے دن صفہ، جو چبوترہ تھا، مسجد نبوی کے قریب تھا، تشریف فرما تھے کہ بہت سے لوگ آپؐ کے پاس موجود تھے۔ جگہ تنگ تھی، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصحابِ بدر کی بہت زیادہ عزت کرتے تھے۔ بدریوں کا ایک گروہ اس وقت آیا جب ہر طرف لوگ بیٹھے تھے اور جگہ خالی نہ تھی۔ جب وہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آئے تو انھوں نے آپ کو سلام کیا۔ پیغمبر اکرمؐ نے ان کے سلام کا جواب دیا لیکن حاضرین میں سے کسی نے انھیں جگہ نہ دی۔ یہ بات پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھاری گزری۔ آپؐ نے چند افراد کو اُٹھایا تاکہ آنے والے بیٹھ سکیں لیکن یہ بات اُن لوگوں کو ناگوار گزری۔ ناراضگی کے آثار ان کے چہروں پر واضح تھے۔ اُدھر منافقین کو بھی موقع مل گیا۔ کہنے لگے: پیغمبر اکرمؐ نے انصاف سے کام نہیں لیا۔ جو لوگ پہلے سے بیٹھے تھے اُنھیں اُٹھا دیا، جو بعد میں آئے تو انھیں جگہ دے دی تو اُس وقت یہ مندرجہ بالا آیت نازل ہوئی۔

جو چیزیں انسان کے رتبہ کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بلند کرتی ہیں، وہ ایمان اور علم ہے۔ ہمیں معلوم ہے شہید کا اسلام میں بلند ترین مقام ہے۔ لیکن رسول اللہ کی حدیث ہے: "عالم شہید سے ایک درجہ بلند ہے اور شہید عابد سے ایک درجہ بلند ہے اور عالم کی فضیلت باقی ان لوگوں پر اُن میں سے پست ترین کے مقابلے میں میری فضیلت جیسی ہے"۔

ایک اور حدیث ہے کہ عالم کی عابد پر فضیلت و برتری چودھویں رات کے باقی تمام ستاروں پر برتری کی مانند ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَیْ
نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ ؕ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ
اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾ ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَیْ
نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ؕ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا
الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا
تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳﴾ ع اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ
مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ ۙ وَيَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ
يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا
يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵﴾ اِتَّخَذُوْۤا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۶﴾ لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ
مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۷﴾
يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ
وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَیْءٍ ؕ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۸﴾ اِسْتَحْوَذَ
عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ اَلَاۤ
اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ

وَرَسُوْلَهٗۤ اُولٰٓئِكَ فِی الْاَذَلِّیْنَ ﴿۲۰﴾ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ ﴿۲۱﴾ لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْۤا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِیْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَیُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۲۲﴾ ع

"اے صاحبانِ ایمان! جب تم رسول سے سرگوشی کرنا چاہو تو اپنی سرگوشی سے قبل کچھ صدقہ دے دیا کرو۔ یہ تمھارے لیے بہتر اور زیادہ پاکیزہ بات ہے۔ اگر صدقہ دینے کی طاقت نہیں رکھتے تو اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

کیا تم اپنی سرگوشیوں سے قبل صدقہ دینے سے ڈر گئے ہو؟ اب جب کہ یہ کام تم نے نہیں کیا اور اللہ نے تمھیں معاف کر دیا ہے تو تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور جو کچھ تم بجالاتے ہو اللہ اُس سے خوب آگاہ ہے۔

کیا آپ نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جو ان لوگوں سے دوستی کرتے ہیں، جن پر اللہ غضب ناک ہوا ہے؟ یہ لوگ نہ تمھارے ہیں اور نہ اُن کے حالانکہ وہ خود جانتے ہیں (کہ وہ جھوٹ بول رہے ہیں۔ اللہ نے اُن کے لیے شدید عذاب تیار کر رکھا ہے اور جو کچھ انجام دے رہے ہیں وہ یقیناً بُرا ہے۔

انھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے۔ پھر وہ لوگوں کو راہِ خدا سے روکتے ہیں۔ پس ان کے لیے رُسوا کرنے والا عذاب ہے۔ اُن کے مال و اولاد یقیناً کسی طرح بھی انھیں عذابِ الٰہی سے بچا نہیں سکتے۔ یہ دوزخ والے ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔
جس دن اللہ اِن سب کو اُٹھائے گا تو وہ اس طرح اللہ کے سامنے قسمیں کھائیں گے جس طرح آج تمھارے لیے قسمیں کھاتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ وہ کوئی کام کر سکتے ہیں وہ جھوٹے ہیں۔
شیطان اُن پر غالب آ چکا ہے اور اللہ کی یاد اُن کے قلوب سے نکال کر لے گیا ہے، وہ شیطان کا گروہ ہیں۔ یہ جان لو کہ شیطان کا گروہ ہی خسارے میں ہے۔ جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول سے عداوت کرتے ہیں وہ یقیناً ذلیل ترین لوگوں میں سے ہیں۔ خدا نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ہی غالب آ کر رہیں گے۔ یقیناً اللہ ہی بڑی قوت والا، غالب آنے والا ہے۔
کسی قوم کو آپ نہیں پائیں گے، جو اللہ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتی ہو اور وہ اللہ اور اُس کے رسول کے دشمنوں کے ساتھ دوستی کرے خواہ وہ ان کے باپ یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا اُن کے خاندان والے ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں، جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان کو ثبت کر دیا ہے اور اپنی طرف سے ایک روح کے ذریعے ان کی تائید کی ہے اور وہ انھیں ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ خدا اُن سے خوش ہے اور وہ خدا سے خوش ہیں۔ وہ اللہ کا گروہ ہیں۔ یقین رکھو اللہ کا گروہ ہی کامیاب ہے"۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ ۭ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑫

"""اے صاحبانِ ایمان! جب تم رسول سے سرگوشی کرنا چاہو تو اپنی سرگوشی سے قبل کچھ صدقہ دے دیا کرو، یہ تمھارے لیے بہتر اور زیادہ پاکیزہ بات ہے۔ اگر صدقہ دینے کی طاقت نہیں رکھتے تو اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے"۔

شانِ نزول

صاحب تفسیر مجمع البیان اور بہت سے اکثر مفسرین نے ان آیات کے شانِ نزول کے بارے میں لکھا ہے: امرا طبقہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محفل میں آ کر بیٹھتے تھے اور وہ آپؐ سے سرگوشی کرتے تھے۔ اسی طرح پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قیمتی وقت بے جا صرف ہوتا۔ اس کے علاوہ غریبوں کی پریشانی کا سبب بھی بنتا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے مندرجہ بالا آیات نازل کیں اور انھیں حکم دیا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرگوشی کرنے سے پہلے صدقہ دیں۔ امراء نے جب یہ حکم سنا تو انھوں نے سرگوشی کرنا چھوڑ دی۔ پھر اس پر دوسری آیت نازل ہوئی اور انھیں ملامت کی اور پہلے حکم کو منسوخ کر دیا، اور سب کو سرگوشی کی اجازت دے دی گئی لیکن اس میں اطاعتِ پروردگار کو لازمی کر دیا گیا۔

آیت نجویٰ اور صدقہ پر عمل کرنے والی شخصیت

اکثر مفسرین چاہے شیعہ ہیں یا سنّی، سب نے یہی کچھ لکھا ہے کہ اس آیت کریمہ پر جس شخصیت نے عمل کیا وہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام تھے۔

احتجاج طبرسی میں روایت ہے کہ جناب امیر علیہ السلام کا اپنا بیان ہے:

آیة من کتاب اللہ لم یعمل بھا احد قبلی ولا یعمل بھا بعدی کان لی دینار فصرفتہ بعشرۃ دراھم فکنت اذا جئت الی النبی تصدقت بدرھم

"قرآن میں ایک ایسی آیت ہے، جس پر نہ مجھ سے پہلے کسی نے عمل کیا اور نہ کوئی میرے بعد عمل کرے گا۔ میرے پاس ایک دینار تھا، میں نے اُسے دس درہموں میں تبدیل کر لیا۔ جس وقت میں چاہتا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نجویٰ کروں تو ایک درہم صدقہ میں دے دیتا"۔

فخر الدین رازی نے بھی یہی کچھ لکھا ہے۔ اُس نے محدثین کی ایک جماعت کے ذریعے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے۔ دُرِ منثور میں بھی متعدد روایات نقل ہیں۔

حضرت عمر بن خطاب کی وفات کے بعد جناب امام علی علیہ السلام نے صحابہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا:

نشدتکم باللہ ھل فیکم احد نزلت فیہ ھذہ الایۃ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ ......الخ – فکنت انا الذی قدم الصدقۃ غیری؟ قالوا: لا

"میں تمھیں اللہ کی قسم دیتا ہوں، کیا تم میں سے کوئی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: "اے صاحبانِ ایمان! اگر تم رسول سے سرگوشی کرنا چاہو تو اپنی سرگوشی سے قبل کچھ صدقہ دے دیا کرو، تمھارے لیے بہتر اور پاکیزہ بات ہے" صرف مَیں تھا کہ جس نے صدقہ دیا اور رسولؐ اللہ سے نجویٰ کیا۔ کیا میرے علاوہ کوئی اور تھا؟ سب نے کہا: نہیں! صرف آپؑ تھے"۔

حضرت امام علی علیہ السلام نے جب حضرت ابوبکر سے احتجاج کیا تو فرمایا: تجھے اللہ کی قسم! کیا تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نجویٰ کے لیے صدقہ دیا تھا؟ پھر اللہ تعالیٰ نے قوم کو عتاب کرتے ہوئے فرمایا تھا: ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ "کیا تم سرگوشیوں سے قبل صدقہ دینے سے ڈر گئے ہو۔ کیا تم میں صرف مَیں نہیں تھا کہ جس نے صدقہ دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نجویٰ کیا؟

حضرت ابوبکر نے کہا: جی ہاں! آپ تھے۔

جناب عبداللہ بن عمر بن خطاب کہا کرتے تھے:

کان لعلی ثلاث لو کانت لی واحدۃ منھن کانت ادبّ الیّ من حمر النعم

"حضرت علی علیہ السلام کی تین ایسی فضیلتیں ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی مجھے مل جاتی تو سرخ رنگ کے اُونٹوں سے بہتر تھی"۔

پہلی فضیلت حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی شادی آپؑ سے کرنا، دوسرے خیبر کے دن آپؑ کو علم عطا کرنا اور تیسری آیتِ نجویٰ۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ ؕ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ ۙ وَیَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴﴾

"کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اُن لوگوں سے دوستی کرتے ہیں، جن پر اللہ غضب ناک ہوا ہے۔ یہ لوگ نہ تمھارے ہیں اور نہ ان کے، حالانکہ وہ خود جانتے ہیں کہ وہ جھوٹ بول رہے ہیں"۔

یہ مندرجہ بالا آیت منافقین کی بعض سازشوں کو بے نقاب کرتی ہیں۔ کچھ ایسے لوگ تھے، جو رسول اللہ ﷺ کے خلاف سازشیں کر رہے تھے۔ اس لیے پروردگار عالم نے فرمایا: کیا آپ نے ان افراد کو نہیں دیکھا جو ایسی قوم سے دوستی رکھتے ہیں، جس پر خدا نے غضب نازل کیا ہے۔ آپ سے وفاداری کی قسمیں کھاتے ہیں لیکن ان کی قسمیں جھوٹی ہیں۔ اللہ نے ان کے لیے شدید ترین عذاب تیار کر رکھا ہے۔

حزبِ شیطان

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝

"شیطان اُن پر غالب آچکا ہے اور اللہ کی یاد اُن کے دل سے نکال کر لے گیا ہے۔ وہ شیطان کا گروہ ہیں۔ یہ جان لو کہ شیطان کا گروہ ہی خسارے میں ہے"۔

گذشتہ آیات میں منافقین کے بارے میں گفتگو تھی تو ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: شیطان ان پر مسلط ہو گیا ہے کیونکہ وہ شیطان کا گروہ ہیں۔ اسی شیطانی گروہ کو کربلا کے میدان میں حضرت امام حسین علیہ السلام نے ان الفاظ میں خطاب فرمایا تھا۔ جب آپؑ کی نگاہ ابن زیاد کے لشکر پر پڑی تھی تو آپؑ نے فرمایا تھا:

فنعم الرب ربنا وبئس العباد انتم اقررتم بالطاعة وامنتم بالرسول محمد ثم انکم رجعتم الی ذریته وعترته تریدون قتلهم (لقد استحوذ علیهم الشیطان فانسکم ذکر الله العظیم فتباً لکم ولما تریدون انا لله وانا الیه راجعون، هؤلاء قوم کفروا بعد ایمانهم فبعداً للقوم الظالمین

"ہمارا پروردگار کتنا اچھا پروردگار ہے اور تم لوگ بدترین لوگ ہو، تم نے اطاعت کا اقرار کیا اور محمد ﷺ پر ایمان لائے۔ اب تم نے اُسی رسول کی عترت کی طرف رجوع کر رکھا ہے کہ انھیں قتل کر دیا جائے۔ شیطان نے تم پر غلبہ حاصل کر لیا ہے وہ خدائے عظیم کی یاد تمھارے دلوں سے نکال کر لے گیا ہے، تمھارے لیے ہلاکت و بربادی ہے۔ تم کیا چاہتے ہو ہم تو اللہ کے لیے ہیں اور اُسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہ وہ قوم ہے کہ ایمان لانے کے بعد کفر کو اپنا لیں، پس ایسی ظالم قوم پر لعنت ہو"۔

اُصولِ کافی میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک مرتبہ جناب موسیٰؑ بیٹھے ہوئے تھے کہ ابلیس ان کے پاس آ نکلا۔ وہ کئی رنگوں والا خاص لباس پہنے ہوئے تھا جس کے ایک حصّے سے سر کو بھی ڈھانپ لیا جاتا ہے۔ اُس نے جناب موسیٰؑ کو سلام کیا۔ جناب موسیٰؑ نے اُس سے پوچھا: تو کون ہے؟ اُس نے کہا: میں ابلیس ہوں۔ جناب موسیٰؑ نے اُس سے فرمایا: اچھا تو ابلیس ہے، خدا تیرے گھر کے قریب نہ کرے۔ کیا کام ہے؟ اُس نے کہا: میں آپؑ کی عظمت کی وجہ سے آپؑ کو سلام کرنے آیا ہوں۔ جناب موسیٰؑ نے فرمایا: یہ خاص لباس کیوں پہن رکھا ہے؟ اُس نے کہا: اس کے ذریعے بنوآدم کے قلوب کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہوں۔ جناب موسیٰؑ نے اُس سے کہا: تو یہ بتا کہ تو بنوآدم پر کب مسلط ہوتا ہے کہ وہ گناہ کر اُٹھتا ہے۔ ابلیس نے جواب دیا: اُس وقت جب وہ غرور وتکبر کرتا ہے اور اپنی نیکی کو بہت زیادہ سمجھنے لگتا ہے اور اپنے گناہ کو چھوٹا خیال کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جناب داوٗدؑ سے فرمایا تھا: ''اے داوٗد! گناہ گاروں کو خوش خبری سناوٗ اور صدیقین کو انذار کرو''۔

جناب داوٗد علیہ السلام نے عرض کیا تھا: وہ کس طرح مذنبین کو بشارت دوں اور صدیقین کو انذار کروں؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: گناہ گاروں کو بشارت دو کہ میں توبہ کو قبول کرنے والا ہوں اور گناہوں کو معاف کرنے والا ہوں اور صدیقین کو ڈراوٗ کہ وہ اپنے اعمالِ صالح پر نہ اترائیں۔ کیونکہ کوئی عبد ایسا نہیں ہے جب اس کے اعمال کا حساب کیا جائے تو وہ حساب میں پورا اُترے، اُس کے لیے ہلاکت یقینی ہے۔

اللہ کا گروہ کامیاب ہے

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۲۱﴾

''خدا نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ہی غالب آ کر رہیں گے۔ یقیناً اللہ ہی بڑی قوت والا، غالب آنے والا ہے''۔

صاحب مجمع البیان نے اس آیت کریمہ کے شانِ نزول میں لکھا ہے: جب مسلمانوں نے دیکھا کہ تمام بستیاں اسلام کے قبضے میں آ گئی ہیں تو انھوں نے کہا: اللہ تعالیٰ ہمیں روم وفارس پر بھی فتح عنایت کرے گا تو اُس وقت منافقین نے کہا: تمھارا کیا خیال ہے: روم وفارس بھی چھوٹی چھوٹی بستیاں ہیں کہ تم اُنھیں فتح کرلو گے؟ اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا وصیت نامہ

عیونِ اخبار میں ایک طویل حدیث موجود ہے، جس میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا وصیت نامہ ہے۔ اس کا خلاصہ

عرض کیا جاتا ہے، آپؑ نے فرمایا:

''میں اس وصیت نامہ کے ذریعے اپنے بیٹے علیؑ اور اس کے بعد اپنی دوسری اولاد کو وصیت کرتا ہوں بشرطیکہ علی رضاؑ ان میں صلاحیت محسوس کریں اور اس وصیت میں انھیں شریک کرنا چاہیں تو درست اگر وہ پسند نہ کریں اور انھیں اس وصیت نامہ سے علیحدہ رکھنا چاہیں تو بھی انھیں اس بات کا پورا پورا اختیار حاصل ہے اور اس صورت میں ان کا وصیت نامہ سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ میں علی رضاؑ کو اپنے صدقات، اموال اور اُن چھوٹے بچوں کا وصی مقرر کرتا ہوں جنھیں میں اپنے بعد چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ علاوہ ازیں میں انھیں ابراہیم، عباس، اسماعیل، احمد اور احمد کی والدہ کے متعلق وصیت کرتا ہوں اور میرے بعد میری ازواج کے معاملات کی باگ ڈور بھی علی رضاؑ کے ہاتھ میں رہے گی۔ اس کے علاوہ کسی اور کو اس میں مداخلت کی اجازت نہیں ہے۔ اس کے علاوہ میرے والد اور میرے اہل بیتؑ کے صدقات کی تہائی کی وصیت بھی اُسے کرتا ہوں۔ وہ جہاں مناسب خیال کریں، وہاں خرچ کریں۔ وہ ان صدقات کو اپنا ذاتی مال متصور کر کے اگر پسند کریں تو میرے افرادِ خانہ کو دیں اور اگر وہ پسند نہ کریں تو بھی انھیں اختیار حاصل ہے۔ اگر وہ انھیں بیع، ہبہ یا بخشش کرنا چاہیں یا میری وصیت سے ہٹ کر صدقہ کرنا چاہیں تو بھی انھیں اس کا پورا اختیار حاصل ہے۔ اس سے مراد میری وہ وصیت ہے، جو میں اپنے مال اور اہل وعیال کے متعلق کر چکا ہوں۔

میرے بیٹوں میں سے اگر کوئی بیٹا اپنی بہن کی شادی کرنا چاہے تو وہ علی رضاؑ کی اجازت اور امر سے کرے۔ اگر کوئی صاحبِ اقتدار حضرت علی رضاؑ کو میری وصیت پر عمل کرنے سے مانع ہو تو وہ شخص خدا اور اُس کے رسول سے بَری ہوگا۔ خدا اور اس کا رسولؐ اُس سے بَری ہوں گے اور اس پر اللہ اور جملہ لعنت کرنے والوں کی لعنت ہوگی اور ملائکہ مقربین جملہ انبیاء ومرسلین اور جملہ اہلِ ایمان کی لعنت ہوگی''۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ......الخ

''کسی قوم کو آپ نہیں پائیں گے جو اللہ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتی ہو اور وہ اللہ اور اُس کے رسول کے دشمنوں کے ساتھ دوستی کرے......الخ''۔

الاحتجاج طبرسی میں منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو علیؑ اور اس کی اولاد کے دشمن ہیں، وہ بدبخت ہیں۔ وہ اللہ کے دشمن ہیں اور شیاطین کے بھائی ہیں اور جو ایک دوسرے کی طرف وحی کرتے ہیں اور جو علیؑ اور اس کی اولاد کے دوست ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر اپنی کتاب میں اس حوالے سے کیا ہے کہ وہ اہلِ ایمان ہیں۔

ابوحمزہ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے اس قول وَ اَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ کے بارے میں سوال کیا کہ اس سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: ھو الایمان، یعنی وہ ایمان ہے، جس کے ذریعے ان کی تائید کی اور انھیں طاقت عطا کی گئی۔

ابان بن تغلب کی روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

کوئی ایسا مومن نہیں ہے مگر یہ کہ اس کے قلب کے دو کان ہیں: ایک کان میں جب خناس وسوسہ ڈالتا ہے تو دوسرے کان میں فرشتہ اس وسوسہ کا توڑ پیش کرتا ہے تو اس لحاظ سے اللہ مومن بندے کی اس طریقے سے اپنے فرشتے کے ذریعے تائید کرتا ہے اس لیے اُس نے اپنے قرآن میں فرمایا: وَ اَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ۔

اصبغ بن نباتہ کی روایت ہے کہ جناب امیر المومنین علی علیہ السلام نے سابقین یعنی مرسلین اور غیر مرسلین کا تذکرہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اُن میں پانچ روحیں بنائی ہیں:

① روح القدس ② روح الایمان ③ روح القوہ ④ روح الشہوت ⑤ روح البدن۔

ــــ روح القدس کے ساتھ انبیاء کو بھیجا، اس کے ذریعے اُنھیں اشیاء کا علم حاصل ہوتا تھا۔

ــــ روح ایمان سے، وہ اللہ کی بندگی کرتے تھے اور کسی کو اللہ کا شریک نہیں ٹھہراتے تھے۔

ــــ روح القوہ سے، وہ اپنے دشمنوں کے خلاف جہاد کرتے تھے اور اپنا رزق کسب کرتے تھے۔

ــــ روح شہوت کے ذریعے لذیذ کھانوں سے لذت حاصل کرتے اور نوجوان عورتوں سے اللہ کے حکم کے مطابق نکاح کرتے تھے۔

ــــ روح البدن سے وہ زندگی کا سفر طے کرتے تھے اور آگے بڑھتے تھے۔

پس وہ سب مغفور تھے اور گناہوں سے پاک و پاکیزہ تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی شان میں فرمایا:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَ رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ وَ اٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَ اَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ (البقرہ: ۲۵۳)

"ان رسولوںؑ میں جن سے اللہ ہم کلام ہوا اور اُس نے ان میں سے بعض کے درجات بلند کیے اور ہم نے عیسیٰ ابن مریمؑ کو روشن نشانیاں عطا کیں۔ ہم نے روح القدس سے ان کی تائید کی"۔

ایک اور مقام پر اُن کے بارے میں فرمایا: وَ اَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ۔

تفسیر قمی میں منقول ہے کہ وَ اَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ سے مراد بڑے فرشتے ہیں۔ جناب جبرئیلؑ و میکائیلؑ وہ رسول اللہ کے ساتھ رہے ہیں اور آئمہ طاہرینؑ کے پاس بھی آتے رہے ہیں۔

کتاب خصال میں روایت ہے کہ جب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا: کون سی شے بندے میں ایمان کو ثابت رکھتی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: پرہیزگاری ایمان کو ثابت رکھتی ہے۔

محمد بن صالح الہمدانی کی روایت ہے کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا: میرا بیٹا میرے بعد قائم آل محمدؐ ہے، اس کی طولانی غیبت کی وجہ سے دل سخت ہو جائیں گے، صرف اور صرف وہی لوگ ہمارے اس امر پر ثابت قدم رہیں گے، جن کی روح کے ذریعے تائید کی گئی ہوگی۔

حضرت امام علی علیہ السلام نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے فرمایا: اے میرے حسینؑ! آپ کا نواں بیٹا قائم بالحق ہے، جو دین خداوندی کو حقیقی صورت میں ظاہر کرے گا اور اللہ کی زمین پر عدل قائم کرے گا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے عرض کیا: کیا ایسا ہو کر رہے گا؟

آپؑ نے فرمایا: بخدا، جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی بنایا اور انھیں مصطفیٰ بنایا لیکن غیبت اور حیرت کے بعد ان کا ظہور ہوگا۔ دین پر صرف وہی لوگ ثابت قدم رہیں گے، جو خالص اور مخلص ہوں گے اور روح یقین کے ساتھ مالک ہوں گے، جن سے اللہ تعالیٰ نے ہماری ولایت کا میثاق لے رکھا ہے اور ان کے قلوب میں ایمان کو راسخ کر دیا ہے اور روح سے انھیں تقویت دی ہے۔

سُورَةُ الحَشْرِ

سورة الحشر مدينة آياتها ٢٤ و ركوعاتها ٣

''سورۂ حشر مدینہ میں نازل ہوئی۔ اس کی چوبیس آیات اور تین رکوع ہیں''۔

سورۂ حشر کے مضامین

اس سورہ کے مضامین کو چھے حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

① اس سورہ کی پہلی آیت میں مختلف بحثوں کا مقدمہ ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح کے بارے میں گفتگو ہے۔

② اس حصے میں آیت نمبر۲ سے لے کر ۱۰ تک کی نو آیات ہیں۔ وہ مسلمانوں کے مدینہ کے عہد شکن یہودیوں سے لڑائی کے واقعہ کو بیان کرتی ہیں۔

③ اس حصے میں منافقین کے بارے میں گفتگو کی گئی ہے۔

④ اس حصے میں مسلمانوں کے لیے پند و نصائح موجود ہیں۔

⑤ اس حصے میں قرآن کی صفات بیان کی گئی ہیں۔

⑥ اس حصے میں خدا کے اوصاف جلال و جمال کا تذکرہ ہے اور اس کے اسمائے حسنہ سے بحث ہے۔ یہ حصہ صرف اللہ کی معرفت کے سلسلہ میں انسان کی احسن انداز میں معاونت کرتا ہے۔ اس سورہ کو مسبحات میں شمار کیا گیا ہے۔

بعض مفسرین نے اس سورہ کا نام سورہ بنی نضیر بھی بتایا ہے کیونکہ اس کا زیادہ حصہ انھی کے بارے میں ہے۔

تلاوت کی فضیلت

کتاب ثواب الاعمال اور مجمع البیان میں حدیث منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ سورة الحشر لم يبق جنة ولا نار ولا عرش ولا كرسي ولا الحجب ولا السموات السبع والارضون السبع والهوا والريح والطير والشجر والجبال والشمس والقمر والملائكة الا صلوا عليه واستغفروا له وان مات في يومه اوليله مات شهيدا

"جو شخص سورۂ حشر کی تلاوت کرے گا تو جنت، دوزخ، عرش کرسی، حجاب، ساتوں آسمان، ساتوں زمینیں، حشرات الارض، ہوائیں، پرندے، درخت، چلتے پھرتے جاندار، سورج اور ملائکہ سب اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ اگر پڑھنے والا اسی دن یا رات کو فوت ہو جائے تو اس کا شمار شہیدوں میں ہوگا"۔

ایک اور حدیث جو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے:

من قرأ اذا امسی الرحمٰن والحشر وکل اللہ بداره ملکا شاهراً سیفه حتی یصبح

"جو شخص سورۂ رحمٰن اور سورۂ حشر غروب آفتاب کے بعد تلاوت کرے گا تو خداوند کریم ایک فرشتے کو ننگی تلوار کے ساتھ اس کے گھر کی حفاظت پر مامور کر دیتا ہے"۔

OOO

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ ۚ وَ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ
الۡحَکِیۡمُ ﴿۱﴾ ہُوَ الَّذِیۡۤ اَخۡرَجَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ اَہۡلِ الۡکِتٰبِ
مِنۡ دِیَارِہِمۡ لِاَوَّلِ الۡحَشۡرِ ؕ مَا ظَنَنۡتُمۡ اَنۡ یَّخۡرُجُوۡا وَ ظَنُّوۡۤا
اَنَّہُمۡ مَّانِعَتُہُمۡ حُصُوۡنُہُمۡ مِّنَ اللّٰہِ فَاَتٰىہُمُ اللّٰہُ مِنۡ حَیۡثُ لَمۡ
یَحۡتَسِبُوۡا ق وَ قَذَفَ فِیۡ قُلُوۡبِہِمُ الرُّعۡبَ یُخۡرِبُوۡنَ بُیُوۡتَہُمۡ
بِاَیۡدِیۡہِمۡ وَ اَیۡدِی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ق فَاعۡتَبِرُوۡا یٰۤاُولِی الۡاَبۡصَارِ ﴿۲﴾
وَ لَوۡ لَاۤ اَنۡ کَتَبَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمُ الۡجَلَآءَ لَعَذَّبَہُمۡ فِی الدُّنۡیَا ؕ وَ لَہُمۡ فِی
الۡاٰخِرَۃِ عَذَابُ النَّارِ ﴿۳﴾ ذٰلِکَ بِاَنَّہُمۡ شَآقُّوا اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ ۚ
وَ مَنۡ یُّشَآقِّ اللّٰہَ فَاِنَّ اللّٰہَ شَدِیۡدُ الۡعِقَابِ ﴿۴﴾ مَا قَطَعۡتُمۡ مِّنۡ
لِّیۡنَۃٍ اَوۡ تَرَکۡتُمُوۡہَا قَآئِمَۃً عَلٰۤی اُصُوۡلِہَا فَبِاِذۡنِ اللّٰہِ وَ لِیُخۡزِیَ
الۡفٰسِقِیۡنَ ﴿۵﴾ وَ مَاۤ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوۡلِہٖ مِنۡہُمۡ فَمَاۤ اَوۡجَفۡتُمۡ
عَلَیۡہِ مِنۡ خَیۡلٍ وَّ لَا رِکَابٍ وَّ لٰکِنَّ اللّٰہَ یُسَلِّطُ رُسُلَہٗ عَلٰی مَنۡ

يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٦﴾ مَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ ۚ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٧﴾ لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنْصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ﴿٨﴾ وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٩﴾ وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ ﴿١٠﴾ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نَافَقُوا يَقُولُونَ لِإِخْوَانِهِمُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَئِنْ أُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيعُ فِيكُمْ

أَحَدًا أَبَدًا ۙ وَإِنْ قُوتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ۗ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿١١﴾ لَئِنْ أُخْرِجُوا لَا يَخْرُجُونَ مَعَهُمْ ۚ وَلَئِنْ قُوتِلُوا لَا يَنْصُرُونَهُمْ ۚ وَلَئِنْ نَصَرُوهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُونَ ﴿١٢﴾

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن و رحیم ہے

ہر شے جو آسمانوں اور زمین میں موجود ہے، اُس نے اللہ کی تسبیح کی ہے، وہی غالب اور حکیم ہے۔ وہی ہے، جس نے اہلِ کتاب کافروں کو پہلے ہی حملے میں اُن کے گھروں سے باہر نکال دیا۔ تمھارا یہ گمان ہی نہ تھا کہ وہ نکل جائیں گے اور وہ یہ سمجھے ہوئے تھے کہ اُن کے قلع انھیں اللہ (کے عذاب) سے بچالیں گے، مگر اللہ کا عذاب ان پر ایسی طرف سے آیا، جہاں سے اُن کا خیال تک بھی نہ تھا اور ان کے دلوں میں رُعب ڈال دیا اور وہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں اور مومنین کے ہاتھوں سے برباد کر رہے تھے۔ پس بصیرت رکھنے والو! عبرت حاصل کرو۔

اگر اللہ نے اُن کے حق میں جلاوطنی لکھ نہ دی ہوتی تو انھیں دنیا میں ضرور عذاب دیتا اور آخرت میں تو اُن کے لیے دوزخ کا عذاب ہے ہی۔ یہ سب کچھ اس لیے ہوا کہ انھوں نے اللہ اور اُس کے رسول سے عداوت کی اور جو اللہ سے عداوت کرے تو اللہ یقیناً سخت عذاب دینے والا ہے۔

تم لوگوں نے جو کھجوروں کے درخت کاٹے یا جن کو اپنی جڑوں پر باقی رہنے دیا یہ سب اللہ کے حکم سے تھا اور اس لیے بھی کہ فاسقوں کو ذلیل وخوار کرے۔ اور جو مال اللہ نے اُن کے

قبضے سے نکال کر اپنے رسول کی آمدنی قرار دیا ہے (اس میں تمھارا کوئی حق نہیں) کیونکہ اس کے لیے تم نے اپنے گھوڑے اور اُونٹ نہیں دوڑائے لیکن اللہ اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے غلبہ عطا کرتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اللہ نے ان بستی والوں سے جو کچھ بھی اپنے رسول کی طرف پلٹا دیا ہے وہ اللہ اور رسول اور قریب ترین رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے تاکہ وہ مال تمھارے مال داروں کے درمیان گردش نہ کرتا رہے۔ اور رسول جو کچھ تمھیں دے دیں، وہ لے لو اور جس سے روک دیں، اُس سے رُک جاؤ، اللہ سے ڈرو، اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔

(نیز وہ مال) اُن غریب مہاجرین کے لیے بھی ہے، جو اپنے گھروں اور اموال سے نکال باہر کیے گئے ہیں، یہ لوگ اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودی چاہتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں۔ یہی لوگ سچے ہیں۔

(اور وہ مال ان لوگوں کے لیے بھی ہے) جو ان مہاجرین کی آمد سے پہلے (ہجرت مدینہ میں) مقیم تھے اور ایمان پر قائم تھے۔ وہ اُس سے محبت کرتے ہیں، جو ہجرت کر کے اس کے پاس آیا ہے اور جو کچھ اُن (مہاجرین) کو دے دیا گیا، اُسے وہ اپنے دلوں میں محسوس نہیں کرتے اور اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں حالانکہ وہ خود ضرورت مند ہیں اور جو لوگ اپنے نفس کے بخل سے محفوظ کر لیے گئے ہیں پس وہی کامیاب لوگ ہیں۔

اور وہ لوگ جو اُن کے بعد آئے ہیں اور کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان سب بھائیوں کو بخش دے، جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں اور ہمارے دلوں میں مومنین کے لیے حسد و کینہ نہ رکھ۔ اے ہمارے رب! تو مہربان اور رحیم ہے۔

کیا آپ نے ان منافقین کو نہیں دیکھا، جو اپنے کافر اہلِ کتاب بھائیوں سے کہتے ہیں: اگر تمھیں نکالا گیا تو ہم تمھارے ساتھ نکلیں گے اور تمھارے بارے میں ہم کبھی کسی کی بات

ہرگز نہیں مانیں گے۔ اگر تمھارے خلاف جنگ کی گئی تو ہم تمھاری مدد کریں گے۔ لیکن (اس بات کی) اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ لوگ قطعی جھوٹے ہیں۔
اگر وہ نکالے گئے تو یہ (لوگ) اُن کے ساتھ نہیں نکلیں گے اور اگر اُن سے جنگ کی گئی تو یہ ان کی ہرگز مدد نہ کریں گے اور اگر یہ اُن کی مدد کریں بھی تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے اور پھر کہیں سے مدد نہ پائیں گے"۔

شانِ نزول

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ①

"ہر شے جو آسمانوں اور زمینوں میں موجود ہے، اُس نے اللہ کی تسبیح کی ہے وہی غالب اور حکیم ہے"۔

تفسیر قمی اور باقی اکثر مفسرین و محدثین نے ان آیات کے بارے میں لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے: مدینہ میں یہودیوں کے تین قبیلے رہتے تھے: ① بنی نضیر ② بنو قریظہ ③ بنو قینقاع۔ ان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ اہلِ حجاز سے نہ تھے۔ انھوں نے اپنی مذہبی کتب میں یہ پڑھا تھا کہ ایک پیغمبر مدینہ میں ظہور کرے گا لہٰذا انھوں نے اس لیے اس سرزمین کی طرف کوچ کیا اور مدینہ میں آ کر آخری پیغمبر کا انتظار کرنے لگے۔ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو ان کے ساتھ عدم تعرض کے معاہدے کیے لیکن انھیں جب موقع ملا تو عہد توڑ ڈالا۔ ان عہد شکنیوں کے علاوہ جنگ اُحد کے بعد کعب بن اشرف چالیس سواروں کے ساتھ مکہ پہنچا اور اپنے ساتھیوں سمیت قریش کے پاس گیا اور ان سے عہد کیا کہ سب مل کر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے خلاف جنگ کریں۔ اس کے بعد ابوسفیان چالیس مکی افراد اور کعب بن اشرف چالیس یہودیوں کے ساتھ مسجد الحرام میں وارد ہوئے اور انھوں نے خانہ کعبہ کے پاس اپنے عہد کو مضبوط کیا۔ اس بات کی خبر بذریعہ وحی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مل گئی۔

دوسری بات یہ ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک روز اپنے چند بزرگ صحابیوں کے ساتھ قبیلہ بنی نضیر کے پاس آئے۔ یہ لوگ مدینہ کے قریب رہتے تھے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کا مقصد یہ تھا کہ ان سے کچھ رقم بطور قرض لیں اور بنو عامر کے دو مقتولوں کی دیت ادا کریں، جو عمر بن اُمیہ کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہودیوں کے قلعہ کے باہر تھے۔ آپؐ نے کعب بن اشرف سے اس سلسلہ میں بات کی۔ اس دوران یہودیوں نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ایک

سازش تیار کرلی۔ وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ ایسا عمدہ موقع پھر کبھی ہاتھ نہیں آئے گا۔ اب وہ تمھاری دیوار کے پاس بیٹھا ہے۔ ایک آدمی چھت پر جائے اور ایک بھاری پتھر اس پر پھینک دے۔ اس طرح اُس سے نجات مل جائے گی۔ ان کے ایک فرد جس کا نام عمر بن جحاش تھا، آمادگی ظاہر کی وہ چھت پر چلا گیا۔ اُسی وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وحی ہوئی اور آپؐ وہاں سے اُٹھ کر مدینہ چلے آئے۔ آپؐ نے اپنے ساتھیوں سے کوئی بات نہ کی تھی۔ اُن کا خیال تھا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی واپس آئیں گے۔ جب انھیں یقین ہوگیا کہ اب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس آنے والے نہیں تو وہ مدینہ چلے گئے۔ آپؐ نے اپنے اصحاب کو اس واقعہ کی اطلاع دی اور ان کی اس عہد شکنی پر جنگ کرنے کے لیے تیار کیا۔ جب انھیں اس امر کی اطلاع ملی تو وہ اپنے قلعوں میں چلے گئے اور اپنے اُوپر دروازے بند کر دیے۔ قلعہ کے نزدیک جو کھجور کے درخت تھے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے کاٹنے کا حکم دیا۔ صحابہ نے وہ درخت کاٹ ڈالے۔ محاصرہ نے کئی دن طول کھینچا۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خون ریزی سے بچتے ہوئے انھیں کہا: وہ مدینہ چھوڑ کر چلے جائیں۔ انھوں نے اس بات کو قبول کیا۔ کچھ سامان وہ اپنا ساتھ لے گئے اور کچھ سامان چھوڑ گئے۔

ان کی ایک جماعت شام کی طرف چلی گئی اور کچھ خیبر کی طرف چلے گئے۔ ان کے چھوڑے ہوئے اموال، زمینیں، باغات اور گھر مسلمانوں کے ہاتھ لگے۔ چلتے وقت انھوں نے اپنے گھروں کو توڑ پھوڑ دیا۔ اس واقعہ کی حقیقت کو بتانے کے لیے یہ آیت نازل ہوئی:

هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ۭ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا ۤ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۤ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ۝

"وہی ہے جس نے اہل کتاب کافروں کو پہلے ہی حملے میں اُن کے گھروں سے باہر نکال دیا۔ تمھارا یہ گمان ہی نہ تھا کہ وہ نکل جائیں گے اور وہ یہ سمجھے ہوئے تھے کہ ان کے قلعے اُنھیں اللہ کے (عذاب) سے بچالیں گے مگر اللہ کا عذاب ان پر اسی طرف سے آیا، جہاں سے ان کا خیال تک بھی نہ تھا اور اُن کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ وہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں اور مومنین کے ہاتھوں سے برباد کر رہے تھے۔ پس بصیرت رکھنے والو! عبرت حاصل کرو"۔

اللہ تعالیٰ نے عبداللہ بن اُبی اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۱﴾

"کیا آپ نے ان منافقین کو نہیں دیکھا، جو اپنے کافر اہلِ کتاب بھائیوں سے کہتے ہیں: اگر تمھیں نکالا گیا تو ہم تمھارے ساتھ نکلیں گے اور تمھارے بارے میں ہم کبھی کسی کی بات ہرگز نہیں مانیں گے۔ اگر تمھارے خلاف جنگ کی گئی تو ہم تمھاری مدد کریں گے۔ لیکن اس (بات) کی اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ لوگ قطعی جھوٹے ہیں"۔

اس مندرجہ بالا آیت کے بعد آیت ۱۵ بھی ان کے بارے میں نازل ہوئی، فرمایا:

كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۵﴾

"یہودیوں کے اس گروہ کا کام ان لوگوں کی مانند ہے، جو اُن سے کچھ پہلے تھے۔ انھوں نے اپنے کام کا تلخ مزہ چکھا، ان کے لیے دردناک عذاب ہے"۔

پھر اللہ تعالیٰ نے عبداللہ بن اُبی اور بنونضیر کے بارے میں فرمایا:

كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۷﴾

"ان کا کام شیطان کی طرح ہے جس نے انسان سے کہا تو کافر ہو جا لیکن جب وہ کافر ہو گیا تو اُس نے کہا: میں تجھ سے بَری ہوں۔ میں اُس خدا سے ڈرتا ہوں جو عالمین کا پروردگار ہے۔ ان کا انجام یہ ہوا کہ وہ دونوں جہنم کی آگ میں ہیں۔ وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے اور ظالموں کی سزا یہی ہے"۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ بنونضیر کے یہودیوں کے مقابلے میں جو اسلام کو کامیابی حاصل ہوئی اور ان کا مال ہاتھ آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار سے فرمایا: اگر تم پسند کرو تو اپنے مال اور گھر مہاجرین میں تقسیم کر دو اور ان اموالِ غنیمت میں ان کے ساتھ شریک ہو جاؤ۔ اگر چاہو تو تمھارے اموال اور گھر تمھارے ہی رہیں اور ان اموال میں سے تمھیں کچھ نہ دیا جائے۔ تو یہ سن کر انصار نے عرض کیا: ہم اپنے اموال اور گھر مہاجرین میں تقسیم کر دیتے ہیں اور اموالِ غنیمت میں سے بھی کچھ نہیں لیتے۔ ہم مہاجرین کو اپنے اُوپر ترجیح دیتے ہیں۔

آپؐ نے مال مہاجرین میں تقسیم کر دیا تھا اور انصار کو کچھ نہ دیا تھا، صرف دو آدمیوں کو جو انصاری تھے، مال ملا تھا۔ ایک سہل بن حنیف تھے اور دوسرے ابودجانہ تھے۔ انھوں نے اپنی ضرورت کا ذکر کیا تھا۔ تو انھیں مال میں سے کچھ مل گیا تھا۔

حضرت امام حسن علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ ایک آگ مشرق سے بھیجے گا اور دوسری مغرب سے۔ ان دونوں آگوں کے پیچھے شدید ترین دو ہوائیں ہوں گی اور بہت سے لوگ بیت المقدس کی چٹان کے پاس جمع ہوں گے اور اہلِ جنت کو اس چٹان کے دائیں طرف جمع کیا جائے گا۔ متقین کو قریب لایا جائے گا تو جہنم اُس چٹان کے بائیں طرف آجائے گی۔ اس میں فلق بھی ہے اور سجین بھی ہے۔ اس چٹان کے قریب مخلوق ایک دوسرے سے جدا ہوگی جو جنتی ہوں گے، وہ جنت میں داخل ہوں گے اور جو جہنمی ہوں گے، وہ جہنم میں داخل ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ۝ (سورہ شوریٰ:۷)

''ایک فریق (ماننے والا) جنت میں ہوگا اور فریق (ثانی) دوزخ میں''۔

تفسیر مجمع البیان میں یہودیوں کے ''اول حشر'' کے بارے میں روایت نقل کی ہے کہ یہودیوں کی پہلی جلاوطنی شام کی طرف ہے۔ پھر تمام لوگوں کو قیامت کے دن جمع کیا جائے گا اور وہ بھی لوگوں کی اجتماع گاہ شام ہے۔ ابن عباس، زہری و جبائی نے اس طرح نقل کیا ہے۔

ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں فرمایا:

اخرجوا ، قالوا ، الی این؟ قال الی ارض المحشر

''نکلو! انھوں نے کہا: کدھر جائیں؟ آپؐ نے فرمایا: ارضِ محشر کی طرف چلو''۔

صاحبانِ بصیرت

مصباح الشریعہ میں روایت ہے: عبرت صحیح نہیں ہے سوائے اُن لوگوں کے جو اہلِ صفا اور اہلِ بصیرت ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ۝

''اے صاحبانِ بصیرت! عبرت حاصل کرو''۔

کتابِ خصال میں منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

كان اكثر عبادة ابى ذر رحمت الله التفكر والاعتبار

''جنابِ ابوذر غفاریؓ کی زیادہ تر عبادت غور و فکر کرنا اور عبرت حاصل کرنا تھی''۔

عجوہ کھجور

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے: عجوہ کھجور تمام کھجوروں کی ماں ہے۔ یہ وہ کھجور ہے جو اللہ تعالیٰ نے جنت سے لا کر جنابِ آدمؑ پر نازل کی تھی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا ......

''تم لوگوں نے جو کھجوروں کے درخت کاٹے یا جن کو اپنی جڑوں پر باقی رہنے دیا''۔

اس آیت کریمہ میں عجوہ کھجوروں کی طرف اشارہ ہوا ہے۔

جو کچھ آسمان اور زمین کے درمیان میں ہے، وہ رسول اللہ کا ہے

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے: جو کچھ زمین اور آسمان کے درمیان ہے، وہ سارے کا سارا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مومنین کا ہے۔ جو کچھ مشرکین اور ظالموں کے ہاتھوں میں ہے وہ انھوں نے یہ مال غصب کیا ہوا ہے اور وہ غاصب ہیں۔

اَفَآءَ ''فی'' کے مادہ سے ہے جس کا معنی رجوع یا بازگشت ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۝ (سورۂ بقرہ:۲۲۶)

''اگر وہ واپس آ جائیں تو اللہ تعالیٰ غفور بھی ہے اور رحیم بھی ہے''۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِىْ تَبْغِىْ حَتّٰى تَفِىٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ (سورۂ حجرات:۹)

''اگر مومنین کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرا دو۔ اگر ان میں سے ایک گروہ نے دوسرے پر بغاوت کی ہو تو اُس سے جنگ کرو جس نے بغاوت کی ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے امر کی طرف واپس چلا آئے''۔

ان آیاتِ کریمہ سے معلوم ہوا کہ "فیٔ" کا معنیٰ ہے کہ کسی چیز کا پھر اپنے اصلی جگہ پر آجانا، جب سورج زوال کرتا ہے تو عرب کہتے ہیں: فقد فاء ت الشمس، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں "فیٔ" کے لفظ کا استعمال کیا کہ جب اموال کفار و مشرکین کے قبضہ سے نکل کر مومنین اور ان کے امیر کے ہاتھ میں آئے تو وہ اموال اپنی حقیقی جگہ پر واپس آگئے کیونکہ یہ اموال حقیقی صورت میں مومنین کی ملکیت تھے۔

عترت اور اُمت میں فرق

حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے جب عترت اور اُمت کے درمیان فرق کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؑ نے جو تفصیلات بیان فرمائیں، ان میں سے آپؑ نے ایک دلیل یہ پیش کی تھی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ (سورہ بنی اسرائیل:۲۶) "آپ اپنے قریبیوں کو اُن کا حق دیجیے"۔

جب یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی تو آپؐ نے فرمایا: "فاطمہؑ کو بلاؤ"۔ جب سیّدہ کو بلایا گیا تو وہ تشریف لائیں اور عرض کیا: لبیک یا رسولؐ اللہ!

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ فدک ہے، اس کے حصول کے لیے مسلمانوں نے اپنے اُونٹ گھوڑے نہیں دوڑائے، اس میں مسلمانوں کا کوئی حصّہ نہیں۔ یہ صرف تمھارے لیے ہے۔ آپؑ اسے لے لیں۔ یہ آپؑ کے لیے اور آپؑ کی اولاد کے لیے ہے۔

اُصول کافی میں روایت ہے کہ جب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے "انفال" کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: انفال سے مراد وہ اموال ہیں، جن کے حصول کے لیے مسلمانوں کے اُونٹ اور گھوڑے نہیں دوڑائے گئے۔ جتنی بنجر زمینیں ہیں یا وادیاں ہیں، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیت ہیں اور اُن کے بعد زمانے کے امام کی ملکیت ہیں۔

فدک کی حدود

علی بن اسباط سے روایت کہ ایک دفعہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام مہدی عباسی کے پاس تشریف لے گئے تو وہ اُس وقت لوگوں کے اموال واپس کر رہا تھا جو حکمرانوں نے اپنے قبضہ میں لے لیے تھے۔ اُس وقت آپؑ نے فرمایا: کیا ہمارے اموال بھی واپس ہوں گے؟

مہدی نے کہا: اے ابوالحسنؑ! آپؑ کے کون سے اموال ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو فدک پر فتح عنایت کی جس کے حصول میں اُونٹ اور گھوڑے نہیں دوڑائے گئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر یہ آیت نازل فرمائی: وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ (سورہ بنی اسرائیل:۲۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے وضاحت چاہی کہ ذی القربیٰ کون ہیں؟ آپؐ نے جبرئیلؑ سے رجوع کیا، جبرئیلؑ نے اللہ سے رجوع کیا تو اللہ تعالیٰ نے جناب جبرئیلؑ سے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہہ دو کہ فدک حضرت فاطمہؑ کے حوالے کر دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہؑ کو بلایا اور فرمایا: اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ فدک آپؑ کے حوالے کردوں۔ آپؑ نے عرض کیا: میں نے آپؐ سے اور اپنے اللہ کی طرف سے فدک کو قبول کیا۔ فدک جناب سیدہؑ کی ملکیت بن گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں فدک پر حضرت سیدہؑ کا تصرف رہا۔ جب حضرت ابوبکر کے پاس حکومت آئی تو انھوں نے فدک حضرت زہراؑ سے لے لیا۔ حضرت زہراؑ حضرت ابوبکر کے پاس آئیں اور کہا: فدک میری ملکیت ہے، وہ مجھے واپس کریں۔ حضرت ابوبکر نے کہا: گواہ لے آئیں۔ جناب امام علی علیہ السلام اور اُم ایمن آئے اور انھوں نے گواہی دی تو اُس نے فدک ان کو واپس کر دیا اور ایک تحریر بھی ان کے حوالے کردی۔ جب آپؑ واپس آرہی تھیں تو حضرت عمر سے راستے میں ملاقات ہوگئی تو اُس نے کہا: آپؑ کے ہاتھ میں یہ تحریر کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: حضرت ابوبکر نے ان کے نام فدک کی تحریر کردی ہے۔ اُس نے کہا: مجھے دکھایئے تاکہ میں اُسے دیکھوں۔ آپؑ نے اُسے دکھانے سے انکار کر دیا تو اُس نے وہ تحریر آپؑ سے چھین لی اور اُسے پڑھا۔ پھر اُس پر اپنے منہ کا لعاب ڈالا اور تحریر کو مٹا ڈالا۔ پھر تحریر نامہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ پھر آپؑ سے کہا: یہ جاگیر وہ ہے، جس کے حصول کے لیے تیرے باپ نے اُونٹ گھوڑے نہیں دوڑائے تھے۔ کیا تو ہماری گردنوں میں رسیاں ڈالنا چاہتی ہے؟

مہدی عباسی نے کہا: اے ابوالحسنؑ! فدک کی حدود بتلائیں؟

آپؑ نے فرمایا: اس کی پہلی حد عدن ہے۔ دوسری حد سمرقند ہے۔ اس کی تیسری حد افریقہ ہے۔ اس کی چوتھی حد "سیف البحر" ہے۔ اس کی حدود جزائر اور آرمینیا سے ملتی ہیں۔

مہدی عباسی نے کہا: یہ سب حدود فدک کی حدود ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں! یہ سب فدک کی حدود ہیں۔ یہ وہ تمام حدود ہیں۔

مہدی عباسی نے کہا: یہ بہت زیادہ جاگیر ہے، اس پر غور کروں گا۔

تہذیب الاحکام میں روایت ہے سُلیم بن قیس کہتے ہیں: میں نے جناب امیر المومنین امام علی علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے

فرمایا: اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے ہمیں ذوی القربیٰ قرار دیا اور اپنے رسول پر یہ آیت نازل فرمائی:

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ

"اللہ نے ان بستی والوں سے جو کچھ بھی اپنے رسول سے پلٹا دیا ہے وہ اللہ اور رسول کے بعد قریب ترین رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے"۔

اللہ تعالیٰ نے مالِ فئے ہمارے لیے قرار دیا اور صدقہ میں ہمارا حصّہ نہیں رکھا، اللہ نے اپنے نبی کو مکرم کیا اور ہمیں بھی مکرم فرمایا اور لوگوں کے صدقات وخیرات میں ہمارا رزق نہیں رکھا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ہم وہ ہیں، جن کی اطاعت اللہ نے عوام پر واجب کی ہے اور انفال کو ہمارے لیے قرار دیا۔

یہ عظیم مال تمھارے دولت مندوں کے درمیان گردش نہ کرتا رہ جائے

كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ

"تا کہ وہ مال تمھارے مال داروں کے درمیان گردش نہ کرتا رہے"۔

اس آیت کریمہ میں "دولۃ" استعمال ہوا ہے جس کا معنٰی ہے کہ ایک شے جو لوگوں پر بدل بدل کر آتی رہے: آج کسی کے لیے اور کل کسی کے لیے اسی لیے اس کا مال و غلبہ پر اطلاق ہوتا ہے۔

اسی معنٰی و مفہوم پر مشتمل حدیث ہے:

اتخذوا عباد اللّٰہ خولا ومال اللّٰہ دُولا

"انھوں نے اللہ کے بندوں کو اپنا غلام بنا لیا ہے اور اللہ کے مال کو اپنے قبضے میں لے رکھا ہے، جس کو غلبہ حاصل ہوا، اُس نے وہ مال چھین لیا"۔

تفسیر قمی میں حدیث منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اذا بلغ آل ابی العاص ثلاثین صیروا مال اللّٰہ دُولا وکتاب اللّٰہ دغلا وعبادہ خولا والفاسقین حزبا والصالحین حزباً

"جب آل ابی العاص کی تعداد تیس ہو جائے گی تو وہ اللہ کے مال پر مسلط ہو جائیں گے اور کتاب اللہ کو معطل کر کے رکھ دیں گے اور بندگانِ خدا کو غلام بنالیں گے، فاسقوں کو اپنا حزب بنائیں گے اور صالح لوگوں سے جنگ کریں گے"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ تمھیں دے وہ لے لو

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ

"اور رسول جو کچھ تمھیں دے دیں، وہ لے لو اور جس سے روک دیں، اُس سے رُک جاؤ"۔

عیون اخبار الرضاؑ میں یاسر خادم سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں سوال کیا: تفویض کیا ہے؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے دین کے تمام معاملات پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تفویض فرمائے اور فرمایا: وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ لیکن اللہ تعالیٰ نے خلق اور رزق کے اُمور پیغمبر کو تفویض نہیں کیے۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ۭ هَلْ مِنْ شُرَكَاۗىِٕكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝۴۰ (سورۂ روم:۴۰)

"خدا وہ (قادر و توانا) ہے جس نے تم کو پیدا کیا۔ پھر اُسی نے روزی دی۔ پھر وہی تم کو مار ڈالے گا۔ پھر وہی تم کو (دوبارہ) زندہ کرے گا۔ بھلا تمھارے (بنائے ہوئے خدا کے) شریکوں میں سے کوئی بھی ایسا ہے جو اِن کاموں میں سے کچھ بھی کر سکے جسے یہ لوگ (اس کا) شریک بناتے ہیں۔ وہ اِس سے پاک و پاکیزہ اور برتر ہے"۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو تخلیق فرمایا تو اُسے معلوم تھا کہ اب انھوں نے اپنے اُمور کو انجام دینا ہے اس لیے انھیں اوامر و نواہی سے مربوط کیا اور اللہ نے جس چیز کے کرنے کا حکم دیا تو اس کے ہونے کی اس کے لیے سبیل بھی بنائی اور جس سے روکا تو اس کے ترک کی سبیل بھی بنائی۔ اس لیے فرمایا:

ولا یکونون آخذین ولا تارکین الا باذن اللہ

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت سلیمانؑ

کتاب علل الشرائع میں منقول ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا:

اللہ کی قسم! جو کچھ اللہ نے جناب سلیمانؑ نبی کو عطا کیا، وہ ہمیں بھی عطا کیا اور وہ بھی عطا کیا جو نہ جناب سلیمانؑ کو عطا ہوا اور نہ کسی اور نبی کو۔

اللہ تعالیٰ نے جناب سلیمانؑ کے قصہ میں فرمایا:

هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ (سورۂ ص:۳۹)

"(اے سلیمانؑ) یہ ہماری بے حساب عطا ہے۔ پس (اسے لوگوں کو دے کر) احسان کر دیا (سب) اپنے ہی پاس رکھو"۔

لیکن اِدھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قصہ میں فرمایا:

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ

ہمارے نبیؐ کی شان

اُصولِ کافی میں اسحاق نحوی سے روایت ہے کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کی بنیاد پر اپنے نبی کو ادب عطا فرمایا اور اس بارے فرمایا: (وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝ سورۂ قلم:۴) پھر آپؐ کو اُمورِ تشریعی تفویض کیے اور فرمایا:

مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ

اور دوسرے مقام پر فرمایا:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ (سورۂ نساء:۸۰)

میری سانس رُک گئی

علی بن ابراہیم نے روایت نقل کی ہے۔ موسیٰ بن اُشیم کہتے ہیں: میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی بارگاہِ اقدس میں موجود تھا کہ آپؑ سے ایک آدمی نے مندرجہ بالا آیت کی تفسیر پوچھی۔ آپؑ نے اُس اس آیت کی تفسیر بتائی۔ پھر آپؑ کے حضور ایک اور آدمی آیا اور اُس نے بھی آپ سے اسی مذکورہ آیت کی تفسیر پوچھی تو آپؑ نے اُس اسے آیت کی تفسیر بتائی

لیکن جس کو آپؑ نے پہلے تفسیر بتائی تھی، یہ تفسیر اس کے برعکس تھی۔ پس اس ماجرا سے جو مجھ پر گزری سو گزری۔ میں نے اپنے دل میں کہا: میں نے شام میں ابوقتادہ کو دیکھا ہے کہ وہ ایک حرف کی بھی غلطی نہیں کرتا اور یہاں اب میں کیا دیکھ رہا ہوں۔ پہلے سائل کو جو بتایا دوسرے کو اس کے برعکس بتایا۔ یہاں تو معاملہ کچھ عجیب سا ہے۔ اس دوران ایک اور آدمی آپؑ کے پاس آیا اور اُس نے بھی وہی سوال کیا جو پہلے لوگوں کا تھا۔ آپؑ نے اس کا جو جواب دیا وہ پہلے دو آدمیوں کے جواب کا غیر تھا۔ میری سانس رُک گئی۔ میں نے سوچا بس یہ سب کچھ تقیہ کی بنا پر ہو رہا ہے۔

اس دوران امام علیہ السلام میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے ابن اُشیم! جب اللہ تعالیٰ نے جناب سلیمان کو اُمور تفویض فرمائے تھے تو کہا تھا:

هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ (سورۂ ص:۳۹)

"(اے سلیمانؑ) یہ ہماری بے حساب عطا ہے۔ پس (اسے لوگوں کو دے کر) احسان کر دیا (سب) اپنے ہی پاس رکھو"۔

جب اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُمور سونپے تھے تو فرمایا:

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ

"اور رسولؐ جو کچھ تمھیں دے دیں وہ لے لو اور جس سے روک دیں اُس سے رُک جاؤ"۔

جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا ہوا ہے تو انھوں نے وہی سب ہمیں عطا کر دیا۔

علی بن ابراہیم نے فضیل بن یسار کی روایت نقل کی ہے کہ اُس نے کہا: میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی بارگاہِ امامت میں حاضر تھا کہ آپؑ اپنے اصحاب سے فرما رہے تھے: ان میں قیس الماصر بھی تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ادب سکھایا اور بہترین ادب عطا فرمایا۔ جب آپؑ ادب کے اعتبار سے کامل و اکمل ہو گئے تو آپؑ کی شان میں یہ آیت اُتاری:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝ (سورۂ قلم:۴)

پھر آپؑ کو اُمور تشریعی (دینی معاملات) عطا فرمائے تاکہ آپؑ اپنی اُمت کے اُمور کی تدبیر کر سکیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ

خداوند تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو روح القدس کے ذریعے تقویت دی تھی، اس لیے آپؐ خطا سے معصوم تھے کیونکہ آپؐ نے اُمت کے اُمور کی تدبیر کرنا تھی۔

اللہ تعالیٰ نے نماز کو فرض کیا۔ ہر نماز دو رکعتوں پر مشتمل تھی۔ اس اعتبار سے پانچ نمازوں کی دس رکعتیں ہوگئیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر دو رکعت پر دو رکعتوں کا اضافہ فرمایا اور مغرب کی نماز پر صرف ایک رکعت کا اضافہ کیا تو اضافہ فریضہ کی شکل ہوگیا۔ جن کا ترک کرنا سوائے سفر کے جائز نہیں۔ مغرب کی تیسری رکعت جس کا اضافہ ہوا تھا۔ اس کا سفر اور حضر میں پڑھنا لازم کیا۔ اس اضافے کی جب اللہ نے اپنے نبی کو اجازت دے دی تو اس طرح فریضہ نماز سترہ رکعت ہوگئی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چونتیس رکعت نوافل کی بنیاد ڈالی، جو فریضہ کی شکل تھیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان نوافل کی اجازت بھی دے دی تو اس طرح فریضہ اور نوافل اکاون رکعت ہوگئے۔

عشاء کی نماز کے بعد دو رکعت جو بیٹھ کر پڑھی جاتی ہیں وہ ایک رکعت شمار ہوتی ہے اور وتر کی جگہ پر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سال میں ماہِ رمضان کے روزے فرض کیے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شعبان کے روزوں کی بنیاد ڈالی اور ہر ماہ میں تین روزے اپنی سنت قرار دیے۔ یہ سب روزے فریضہ کی طرح رکھے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو ان روزوں کی اجازت عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے صرف شراب کو حرام کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر نشہ آور شراب کو حرام کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی اجازت دی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت سی چیزوں کے استعمال کو معاف کیا لیکن انھیں مکروہ قرار دیا لیکن حرام کی طرح نہی وارد نہ کی۔ صرف کراہت کی بنیاد پر منع کیا۔ اور جو چیزیں یا اُمور حرام تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی اجازت نہ دی۔ اس طرح بہت سی چیزیں جو نشہ آور اور شراب تھی، انھیں حرام قرار دیا اور اُن کے استعمال کی اس طرح اجازت نہ دی، جس طرح دو اضافی رکعتوں کے حضر میں تقصیر کی اجازت نہیں۔ ہاں صرف وہ آدمی دو رکعت نماز چھوڑ سکتا ہے، جو مسافر ہے۔ اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امر اللہ کے امر کے موافق ہے اور اس کی نہی اللہ کی نہی کے موافق ہے۔ بندوں پر واجب ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوامر کو اس طرح تسلیم کریں، جس طرح اللہ کے اوامر کو تسلیم کرتے ہیں۔

زُرارہ سے روایت ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی مخلوق کے اوامر تفویض کیے تاکہ یہ دیکھا جائے کہ وہ کس طرح اطاعت و بندگی کرتے ہیں۔ پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ

زید شحام سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: اس آیت کریمہ هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامۡنُنۡ اَوۡ اَمۡسِكۡ بِغَيۡرِ حِسَابٍ (سورۂ ص:۳۹) سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جناب سلیمان علیہ السلام کو ملکِ عظیم عطا فرمایا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسی آیت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے جاری فرمایا۔ جو چاہا انھیں عطا فرمایا اور جو نہ چاہا وہ عطا نہ فرمایا اور جو کچھ اللہ نے اپنے رسول کو عطا فرمایا، وہ جناب سلیمانؑ سے کہیں افضل ہے اور فرمایا: مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوۡلُ فَخُذُوۡهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمۡ عَنۡهُ فَانۡتَهُوۡا ۚ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سات حجابوں میں

جناب زرارہ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ میں نے امام علیہ السلام سے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت بیان نہیں کی جاسکتی اور کس طرح اُن کی صفت بیان کی جاسکے کہ جس کو اللہ نے سات حجابوں کے اندر رکھا ہو۔ اور ان کی اطاعت کو زمین والوں پر اس طرح فرض کیا۔ جس طرح اُن کی اطاعت کو آسمانوں میں فرض کیا۔ پھر آپؑ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوۡلُ فَخُذُوۡهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمۡ عَنۡهُ فَانۡتَهُوۡا اور جس نے اس کی اطاعت کی تو اُس نے میری اطاعت کی اور جس نے اس کی معصیت کی تو اُس نے میری معصیت کی اور پھر اللہ نے انھیں دین کے اُمور تفویض فرمائے۔

امام علیہ السلام کے فرزند کا ولیمہ

جب حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اپنے کسی بیٹے کا ولیمہ کیا تو اہلِ مدینہ کے بعض لوگوں نے اعتراض کیا۔ جب آپؑ کو خبر ہوئی تو آپؑ نے فرمایا:

جس قدر اللہ نے اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کیا، اس قدر کسی نبی کو نہیں دیا بلکہ اُن سے کئی حصے زیادہ عطا کیا۔ اتنا جناب سلیمانؑ کو بھی نہیں ملا۔ ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامۡنُنۡ اَوۡ اَمۡسِكۡ بِغَيۡرِ حِسَابٍ ۝۳۹ (سورۂ ص:۳۹)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے فرمایا: مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوۡلُ فَخُذُوۡهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمۡ عَنۡهُ فَانۡتَهُوۡا ۚ

بصائر الدرجات میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے حدیث مروی ہے، آپؑ نے فرمایا:

اللہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خلق فرمایا اور انھیں آداب سکھائے۔ جب آپؑ کی عمر چالیس سال ہوئی تو اللہ نے آپؑ کی طرف وحی فرمائی اور تمام اشیاء آپؑ کے حوالے کیے اور فرمایا: مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوۡلُ فَخُذُوۡهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمۡ عَنۡهُ فَانۡتَهُوۡا

کتاب خصال صدوق میں سُلیم بن قیس سے روایت ہے کہ امیر المومنین حضرت امام علی علیہ السلام نے فرمایا:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان قرآن کی مثل ہے، جس طرح قرآن کے احکام کچھ ناسخ ہیں اور کچھ منسوخ ہیں، عام ہیں اور خاص ہیں، محکم ہیں اور متشابہ ہیں۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کی دو صورتیں ہیں: ایک کلام عام ہے اور دوسرا خاص۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

آلِ محمدؐ پر ظلم کرنے سے بچو

اُصولِ کافی میں روایت ہے کہ حضرت امام علی علیہ السلام نے اپنے خطبہ میں اس زیر بحث آیت کے بارے میں فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا:

مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ، واتقوا اللہ فی ظلم آلِ محمد ان اللہ شدید العقاب لمن ظلمھم،

”تمہیں جو کچھ رسول دے دے لے لو اور جس سے منع کردے اس سے رُک جاؤ اور آلِ محمدؐ پر ظلم کرنے سے بچو اور جس نے ان پر ظلم کیا تو اللہ عذاب دینے میں شدید ہے“۔

ایمان کا بھی گھر ہے اور کفر کا بھی گھر ہے

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ ......الخ

”اور (وہ مال ان لوگوں کے لیے بھی ہے) جو ان مہاجرین کی آمد سے (دار الہجرت مدینہ) میں مقیم تھے اور ایمان پر قائم تھے“۔

اُصولِ کافی میں منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ایمان کا بھی گھر ہے اس طرح اسلام کا بھی گھر ہے اور کفر کا بھی گھر ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں ایک قول نقل ہوا ہے: وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ میں دو قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ ......الخ تک اس کی خبر ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو نضیر کا مال مہاجرین کے علاوہ کسی اور میں تقسیم نہیں کیا سوائے دو یا تین آدمیوں کے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ مجرور ہے اور اس کا عطف علی الفقراء والمھاجرین پر ہے۔

دین اسلام سراپا محبت ہے

يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ ......:

"وہ ایسے لوگوں کو جو ان کی طرف ہجرت کریں دوست رکھتے ہیں"۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اے زیاد! کیا تجھے معلوم نہیں، دین صرف اور صرف محبت ہے۔ کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں پڑھا:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ (سورہ آل عمران:۳۱)

"(اے رسولؐ ان لوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو کہ خدا (بھی) تم کو دوست رکھے گا اور تمھارے گناہوں کو بخش دے گا اور خدا بڑا بخشنے والا مہربان ہے"۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان جس میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب کیا گیا:

حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ (الحجرات:۷)

"خدا نے تمھیں ایمان محبت دے دی ہے اور اس کو تمھارے دلوں میں عمدہ کر دکھایا"۔

اور سورۂ حشر میں فرمایا: يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ

آپؑ نے فرمایا:

الدین هو الحب والحب هو الدین "دین محبت ہے اور محبت دین ہے"۔

ایثار و محبت

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ

"اور وہ اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں حالانکہ وہ خود ضرورت مند ہوں"۔

احتجاج طبرسی میں روایت ہے کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے حضرت عمر بن خطاب کی وفات کے بعد لوگوں میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

نشدتکم باللہ هل فیکم احد انزلت فیه هذه الاية "وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۗ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ" غیری؟ قالوا: لا۔

''میں تمھیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تم میں سے کوئی ایسا آدمی ہے کہ جس کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی ہو، اور وہ اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں حالانکہ وہ خود ضرورت مند ہوں، اور جو لوگ اپنے نفس کے بخل سے محفوظ کر لیے گئے ہیں پس وہی کامیاب لوگ ہیں''۔

ان سب نے کہا: نہیں آپ کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی۔

تفسیر مجمع البیان میں جو روایت نقل ہوئی ہے، وہ کچھ یوں ہے: ایک دفعہ پیغمبر اکرم ﷺ کی بارگاہ میں ایک آدمی آیا اور اُس نے کہا: آپؐ مجھے کھانا کھلائیں کیونکہ میں بھوکا ہوں۔ آپؐ نے اپنے گھر سے کھانا لانے کا حکم دیا لیکن گھر میں کھانا نہیں تھا تو پھر آپؐ نے حاضرین سے فرمایا: کون ہے، جو اِسے رات کا کھانا کھلا دے؟ اس وقت ایک انصاری اُٹھا اور اُسے اپنے گھر لے آیا لیکن اُس کے گھر میں بھی سوائے بچوں کے کھانے کے اور کچھ نہ تھا۔ وہ کھانا لا کر اُس کے سامنے رکھ دیا اور چراغ بھی گُل کر دیا۔ اس کی بیوی نے بچوں کو بہلا کر اُنھیں سُلا دیا۔ جب بچے سو گئے تو میاں بیوی بھی رسول اللہ ﷺ کے مہمان کے ساتھ دستر خوان پر بیٹھ گئے اور اپنی زبانوں کو اپنے منہ کے اندر چلانے لگے کہ مہمان یہ خیال کرے کہ وہ بھی اُس کے ساتھ کھانا کھا رہے ہیں۔ مہمان نے بھی یہی خیال کیا اور جی بھر کر کھانا کھایا۔ وہ دونوں میاں بیوی اور اُن کے بچوں نے بھوک کی صورت میں رات گزاری۔ جب صبح ہوئی اور وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور جب آپؐ کی نگاہ ان پر پڑی تو تبسم فرماتے ہوئے یہی آیت تلاوت فرمائی: وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ ......الخ

یہی روایت حضرت امام علی علیہ السلام کے بارے میں موجود ہے۔

ابوطفیل سے روایت ہے کہ حضرت امام علی علیہ السلام نے لباس خریدا اور اُسے صدقہ کر دیا۔ آپؑ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، جو شخص اپنے نفس پر دوسروں کو ترجیح دے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُسے جنت دینے میں دوسروں پر ترجیح دے گا۔

کتاب خصال میں منقول ہے جمیل بن دراج سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: تم میں سے سب سے بہتر وہ ہیں، جو سخاوت کرتے ہیں اور تم میں سے سب سے بدتر وہ ہیں، جو بخل کرتے ہیں۔ جو سب سے اچھے اعمال کرنا چاہتا ہے تو اُسے چاہیے کہ وہ اپنے دینی بھائیوں کے ساتھ نیکی کرے اور ان کی حوائج کو پورا کرنے کی کوشش کرے۔ اس عمل سے شیطان کی ناک کو زمین پر رگڑا جا سکتا ہے اور جہنم سے بچا جا سکتا ہے اور جنت میں اپنا گھر بنایا جا سکتا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: اے جمیل! میرے معنوی حُسن و جمال کے پیکر اصحاب کو میری یہ حدیث سنا دو۔

راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: قربان جاؤں! آپؑ کی مراد کون اصحاب ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: وہ لوگ جو تنگی اور کشادگی کے زمانے میں اپنے ایمانی بھائیوں سے نیک سلوک کرتے ہیں اور ان کی نصرت کرتے ہیں۔ پھر آپؑ نے فرمایا: جن کے پاس مال و دولت زیادہ ہے، ان پر یہ کام آسان ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی مدح فرمائی ہے، جن کے پاس اپنی ضرورت کا ہو اور وہ دوسروں کی ضرورت کو ترجیح دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی شان میں فرمایا ہے:

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۗ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

"اور اپنی ذات پر وہ دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں حالانکہ وہ خود ضرورت مند ہیں اور جو لوگ اپنے نفس کے بخل سے محفوظ کر لیے گئے ہیں پس وہی کامیاب لوگ ہیں"۔

اُصولِ کافی میں ایک اور حدیث ہے، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اُس مومن کی تخصیص فرمائی ہے جو اپنے ایمانی بھائیوں کی اپنے مال میں سے معاونت کرتا ہے اگرچہ وہ مدد تھوڑی ہی کیوں نہ ہو۔ یہ کوئی نیکی نہیں ہے کہ انسان بہت سا مال خیرات کرے اور جس میں خلوص نہ ہو۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن میں فرمایا ہے: وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۗ پھر فرمایا: وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

جس نے اللہ کو پہچانا تو اُس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی اور جس نے اللہ سے محبت کی تو قیامت کے دن اللہ اُسے پورا پورا اجر عطا کرے گا اور اُسے بغیر حساب کے عطا کرے گا۔

پھر آپؑ نے فرمایا: اے جمیل! اپنے بھائیوں کو یہ حدیث سناؤ تاکہ انھیں نیکی کی طرف رغبت ہو۔

کون سا صدقہ افضل ہے؟

ابوبصیرؒ سے روایت ہے کہ میں نے معصوم علیہ السلام سے پوچھا: کون سا صدقہ افضل ہے؟

آپؑ نے فرمایا: تھوڑا ہو، اپنی ضرورت کے مطابق ہو اور اللہ کے راستے میں دے دیا جائے، کیا تو نے اللہ کا یہ قول نہیں سنا: وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۗ "اور اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں حالانکہ وہ خود ضرورت مند ہوں"۔

مومن کا حق ہے، دنیا سے فائدہ اُٹھائے

علی بن ابراہیم نے روایت نقل کی ہے کہ سفیان ثوری حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی بارگاہ امامت میں حاضر ہوا۔ اُس وقت امام علیہ السلام نے خوبصورت اور قیمتی لباس پہن رکھا تھا۔ اس نے اعتراض کیا کہ ایسا لباس آپ کو نہیں پہننا چاہیے۔

یہ سن کر امام علیہ السلام نے فرمایا: میری بات سنو اور اُسے یاد رکھو جو تیرے ہمیشہ کام آئے گی۔ تو نے آخر مرنا تو ہے؟

اُس نے کہا: جی ہاں!

آپؑ نے فرمایا: اگر مرو تو بدعت پر نہ مرو، حق پر مرو۔ تیری آگاہی کے لیے یہ خبر ہے جس زمانے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے، وہ زمانہ تنگی و عسرت کا زمانہ تھا۔ جب مالِ دنیا آنے لگے تو اُس پر صرف ان لوگوں کا حق ہے جو اَبرار ہیں نہ کہ وہ لوگ جو فاجر و فاسق ہیں۔ دنیا پر مومنین کا حق ہے نہ کہ منافقین کا۔ اس پر مسلمانوں کا حق ہے نہ کہ کافروں کا۔

بخل سے اللہ کی پناہ

علل الشرائع میں ابوبصیرؒ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے حضور عرض کیا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بخل سے اللہ کی پناہ چاہتے تھے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں! اے ابومحمد! آپؐ صبح و شام بخل سے اللہ کی پناہ چاہتے تھے اور ہم بھی بخل سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

"اور جو لوگ اپنے نفس کے بخل سے محفوظ کر لیے گئے ہیں پس وہی کامیاب لوگ ہیں"۔

مجمع البیان میں حدیث نقل ہوئی ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

لا يجتمع الشح والايمان في قلب رجل مسلم ولا يجتمع غبار في سبيل الله ودخان جهنم في جوف رجل مسلم

"ایک مسلمان کے دل میں بخل اور ایمان اکٹھے نہیں ہو سکتے، جس طرح ایک مسلمان کے شکم میں راہِ جہاد کا گرد و غبار اور جہنم کا دھواں اکٹھے نہیں ہو سکتے"۔

شح کیا ہے؟

من لا یحضرہ الفقیہ میں حدیث ہے: فضل بن ابی قرہ السندی کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھے فرمایا:

أتدری من الشُحیح؟ قلت: هو البخیلُ فقال: الشح أشد من البخل انِ البخیل یبخل بما فی یده والشُحیح یشح بما فی ایدی الناس وعلی ما فی یده حتّٰی لا یری فی ایدی الناس شیئًا الا تمنی ان یکون له بالحل والحرام، ولا یقنع بما رزقه الله عزّوجلّ

"کیا تم جانتے ہو کہ شحیح کون ہے؟ میں نے عرض کیا: وہ بخیل ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: شح بخل سے زیادہ سخت ہے۔ بخل تو وہ ہے کہ جو کچھ اس کے پاس ہے، اس سے بخل سے کام لے لیکن شح وہ ہے، جو اس کے بارے میں بھی بخل کرتا ہو، جو لوگوں کے پاس ہے اور جو کچھ اس کے اپنے پاس ہے یہاں تک کہ جو کچھ لوگوں کے پاس ہے، وہ اس کی بھی خواہش رکھتا ہے کہ وہ اس کے ہاتھ آ جائے چاہے حلال ہو یا حرام، اور جو رزق اللہ نے اُسے دیا ہے، وہ اس پر قناعت نہیں کرتا"۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس قدر شح نے اسلام کو نقصان پہنچایا، اس قدر کسی اور چیز نے نقصان نہیں پہنچایا۔ شح اس طرح چلتی ہے جس طرح چیونٹی چلتی ہے، اور اس کے بھی شعبے ہیں، جس طرح شرک کے شعبے ہیں۔

ایک دفعہ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے یہ سنا کہ وہ کہہ رہا تھا: شحیح ظالم سے زیادہ معذور ہے۔ آپؑ نے فرمایا: تو نے غلط کہا ہے۔ ایک ظالم جب ظلم کرتا ہے تو وہ توبہ کر سکتا ہے، وہ استغفار کر سکتا ہے۔ جو ظلم کیا ہے، وہ واپس کر سکتا ہے لیکن ایک شحیح نہ زکوٰۃ دیتا ہے، نہ صدقہ، نہ وہ صلہ رحمی کرتا ہے اور نہ مہمان کی ضیافت اور نہ وہ اللہ کے راستے میں خرچ کرتا ہے۔ جنت اس پر حرام ہے، وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

اے میرے اللہ! مجھے شح سے بچا

تفسیر قمی میں روایت ہے، فضل بن ابی قرہ کا بیان ہے کہ میں بیت اللہ میں تھا اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام خانہ

کعبہ کے طواف میں مصروف تھے۔ آپؑ نے رات کی ابتدا سے لے کر صبح تک طواف کیا اور اس دوران صرف یہی ایک کلمہ آپؑ کی زبان پر جاری رہا:

اللّٰھم قِنی شُح نفسی

"اے میرے اللہ! مجھے شح سے بچائے رکھنا"۔

میں نے آپؑ کے حضور عرض کیا: اے میرے آقا! آپؑ پر قربان جاؤں میں نے ساری رات آپؑ کی زبانِ مبارک سے صرف یہی ایک دعا سنی، اس کے علاوہ آپؑ نے کوئی اور دعا نہیں مانگی؟

آپؑ نے فرمایا: نفسِ انسانی کے لیے اس سے بڑھ کر شدید خطرہ کسی اور چیز سے نہیں ہوسکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ "اور جو لوگ اپنے نفس کے بخل سے محفوظ کر لیے گئے ہیں پس وہ ہی لوگ کامیاب ہیں"۔

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝

"اور وہ لوگ جو اُن کے بعد آئے ہیں اور کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان سب بھائیوں کو بخش دے، جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں اور ہمارے دلوں میں مومنین کے لیے حسد و کینہ نہ رکھ، اے ہمارے رب! تو مہربان اور رحیم ہے"۔

یہ آخری زیرِ بحث آیت مسلمانوں کے تیسرے گروہ کے بارے میں گفتگو کرتی ہے جو قرآنِ مجید کی ہدایت کی بنا پر ہمارے درمیان تابعین کے نام سے معروف ہیں لیکن آیت کے مفہوم کو محدود نہیں کیا جاسکتا۔ قیامت تک آنے والے مخلص اہلِ اسلام اس کے مصداق ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ وہ اوّلین کی محنتوں کا پھل کھا رہے ہیں لہٰذا وہ ایمان میں اپنے اُوپر سبقت رکھنے والوں کی فضلیت کے قائل ہیں۔ وہ اس طرح ان کے حق میں دعائیں کرتے ہیں: رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا ......الخ

لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ۝ لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ ۭ بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ ۭ تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ

ریزہ ہو جاتا۔ یہ مثالیں ہم لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں تا کہ وہ غور کریں۔
اللہ وہی ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ وہ ہر غیب اور حاضر سے آگاہ ہے اور وہ رحمٰن و رحیم ہے۔ وہی اللہ ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ حقیقی حاکم اور مالک وہی ہے۔ ہر عیب سے پاک ہے، وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا، امن و امان دینے والا ہر چیز کا محافظ ہے۔ وہ غالب آنے والا، زور آور، بزرگی و عظمت والا ہے، اللہ اُس شرک سے پاک ہے، جو لوگ کرتے ہیں۔
وہی اللہ ہی خالق، موجد اور صورت گری کرنے والا ہے، جس کے لیے حسین ترین نام ہیں، جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، سب اس کی تسبیح کرتے ہیں اور وہ غالب آنے والا بڑی حکمت والا ہے"۔

آنے والے کل کے لیے کچھ بھیجئے

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ⑱

"اے ایمان والو! اللہ کی مخالفت سے ڈرو اور ہر انسان کو دیکھنا چاہیے کہ اُس نے کل کے لیے آگے کیا بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرو بے شک جو کچھ تم بجالاتے ہو، اللہ اُس سے اچھی طرح باخبر ہے"۔
ان آیات میں اس بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ انسان کو دیکھنا چاہیے کہ اُس نے اپنی اُخروی زندگی کے لیے کون سا ذخیرۂ اعمال جمع کیا ہے۔ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
"اللہ کے راستے میں خرچ کرو، چاہے تین سیر کھجوریں ہوں یا اس سے بھی کم، یا مٹھی بھر ہوں، یا اس سے بھی کم، یہاں تک کہ آدھا خرما ہی کیوں نہ ہو۔ اور اگر کسی کو یہ بھی نہ مل سکے تو پھر وہ پاکیزہ باتوں سے دلوں کو خوش کرے اس لیے قیامت کے دن جب انسان بارگاہِ ایزدی میں پیش ہوگا تو اللہ پوچھے گا: میں نے تیرے متعلق ایسا اور ایسا نہیں کیا۔ کیا کان اور آنکھ تیرے اختیار میں نہیں دیے؟ مال و اولاد تجھے عطا نہیں کیے؟ اس وقت بندہ عرض کرے گا: جی ہاں! تو نے سب کچھ عطا

کعبہ کے طواف میں مصروف تھے۔ آپؑ نے رات کی ابتدا سے لے کر صبح تک طواف کیا اور اس دوران صرف یہی ایک کلمہ آپؑ کی زبان پر جاری رہا:

اللّٰھم قِنی شُح نفسی

"اے میرے اللہ! مجھے شُح سے بچائے رکھنا"۔

میں نے آپؑ کے حضور عرض کیا: اے میرے آقا! آپؑ پر قربان جاؤں میں نے ساری رات آپؑ کی زبان مبارک سے صرف یہی ایک دعا سنی، اس کے علاوہ آپؑ نے کوئی اور دعا نہیں مانگی؟

آپؑ نے فرمایا: نفسِ انسانی کے لیے اس سے بڑھ کر شدید خطرہ کسی اور چیز سے نہیں ہوسکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَمَنۡ یُّوۡقَ شُحَّ نَفۡسِہٖ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ﴿۹﴾ "اور جو لوگ اپنے نفس کے بخل سے محفوظ کر لیے گئے ہیں پس وہ ہی لوگ کامیاب ہیں"۔

وَالَّذِیۡنَ جَآءُوۡ مِنۡۢ بَعۡدِہِمۡ یَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَا اغۡفِرۡ لَنَا وَلِاِخۡوَانِنَا الَّذِیۡنَ سَبَقُوۡنَا بِالۡاِیۡمَانِ وَلَا تَجۡعَلۡ فِیۡ قُلُوۡبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا رَبَّنَاۤ اِنَّکَ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۱۰﴾

"اور وہ لوگ جو اُن کے بعد آئے ہیں اور کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان سب بھائیوں کو بخش دے، جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں اور ہمارے دلوں میں مومنین کے لیے حسد و کینہ نہ رکھ، اے ہمارے رب! تو مہربان اور رحیم ہے"۔

یہ آخری زیر بحث آیت مسلمانوں کے تیسرے گروہ کے بارے میں گفتگو کرتی ہے جو قرآن مجید کی ہدایت کی بناء پر ہمارے درمیان تابعین کے نام سے معروف ہیں لیکن آیت کے مفہوم کو محدود نہیں کیا جاسکتا۔ قیامت تک آنے والے مخلص اہل اسلام اس کے مصداق ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ وہ اوّلین کی محنتوں کا پھل کھا رہے ہیں لہٰذا وہ ایمان میں اپنے اُوپر سبقت رکھنے والوں کی فضیلت کے قائل ہیں۔ وہ اس طرح ان کے حق میں دعائیں کرتے ہیں: رَبَّنَا اغۡفِرۡ لَنَا وَلِاِخۡوَانِنَا ......الخ

لَاَنۡتُمۡ اَشَدُّ رَہۡبَۃً فِیۡ صُدُوۡرِہِمۡ مِّنَ اللّٰہِ ؕ ذٰلِکَ بِاَنَّہُمۡ قَوۡمٌ لَّا یَفۡقَہُوۡنَ ﴿۱۳﴾ لَا یُقَاتِلُوۡنَکُمۡ جَمِیۡعًا اِلَّا فِیۡ قُرًی مُّحَصَّنَۃٍ اَوۡ مِنۡ وَّرَآءِ جُدُرٍ ؕ بَاۡسُہُمۡ بَیۡنَہُمۡ شَدِیۡدٌ ؕ تَحۡسَبُہُمۡ جَمِیۡعًا وَّقُلُوۡبُہُمۡ

شَتّٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ۚ﴿۱۴﴾ كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۚ﴿۱۵﴾ كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ۧ﴿۱۷﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۹﴾ لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ؕ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۲۰﴾ لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۲۲﴾ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۲۳﴾ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ

الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۭ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۴﴾

''یقیناً تم لوگوں کا خوف ان کے قلوب میں اللہ سے زیادہ ہے یہ اس لیے کہ یہ ایسے لوگ ہیں، جو سوچ سمجھ نہیں رکھتے۔ یہ سب مل کر کبھی تم سے جنگ نہیں کریں گے مگر مضبوط قلعوں میں بند ہو کر یا دیواروں کے پیچھے سے اور وہ آپس میں بڑے طاقتور ہیں اور تم خیال کرتے ہو کہ وہ متحد ہیں حالانکہ ان کے قلوب پراگندہ ہیں، اس بنا پر کہ وہ بے عقل لوگ ہیں۔ یہ اُن کی مانند ہیں، جو اُن سے کچھ ہی پہلے اپنے کام کا مزہ چکھ چکے ہیں اور اُن کے لیے دردناک عذاب ہے۔

اور ان کا کام شیطان کی مثل ہے جو (پہلے) انسان سے کہتا ہے: کافر ہو جا اور جب وہ کافر ہو جاتا ہے تو (شیطان) کہتا ہے کہ میں تجھ سے بیزار ہوں، میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو عالمین کا پروردگار ہے۔ اب ان دونوں کا انجام یہ ہوا کہ دونوں دوزخ میں ہیں اور ہمیشہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے اور یہ ستم گروں کی سزا ہے۔

اے ایمان والو! اللہ کی مخالفت سے ڈرو اور ہر انسان کو دیکھنا چاہیے کہ اُس نے کل کے لیے آگے کیا بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرو بے شک جو کچھ تم بجا لاتے ہو، اللہ اُس سے اچھی طرح باخبر ہے۔

اور اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنھوں نے خدا کو فراموش کر دیا اور خدا نے بھی انھیں اپنا آپ بھلا دیا اور یہی لوگ فاسق ہیں۔

جہنم والے اور جنت والے یکساں نہیں ہیں۔ جنت والے ہی کامیاب ہیں۔ اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو تم دیکھتے کہ وہ خدا کے خوف سے جھک جاتا اور ریزہ

ریزہ ہو جاتا۔ یہ مثالیں ہم لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ غور کریں۔
اللہ وہی ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ وہ ہر غیب اور حاضر سے آگاہ ہے اور وہ رحمٰن و رحیم ہے۔ وہی اللہ ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ حقیقی حاکم اور مالک وہی ہے۔ ہر عیب سے پاک ہے، وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا، امن و امان دینے والا ہر چیز کا محافظ ہے۔ وہ غالب آنے والا، زور آور، بزرگی و عظمت والا ہے، اللہ اُس شرک سے پاک ہے، جو لوگ کرتے ہیں۔
وہی اللہ ہی خالق، موجد اور صورت گری کرنے والا ہے، جس کے لیے حسین ترین نام ہیں، جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، سب اس کی تسبیح کرتے ہیں اور وہ غالب آنے والا بڑی حکمت والا ہے"۔

آنے والے کل کے لیے کچھ بھیجئے

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ⑱

"اے ایمان والو! اللہ کی مخالفت سے ڈرو اور ہر انسان کو دیکھنا چاہیے کہ اُس نے کل کے لیے آگے کیا بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرو بے شک جو کچھ تم بجالاتے ہو، اللہ اُس سے اچھی طرح باخبر ہے"۔
ان آیات میں اس بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ انسان کو دیکھنا چاہیے کہ اُس نے اپنی اُخروی زندگی کے لیے کون سا ذخیرۂ اعمال جمع کیا ہے۔ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
"اللہ کے راستے میں خرچ کرو، چاہے تین سیر کھجوریں ہوں یا اس سے بھی کم، یا مٹھی بھر ہوں، یا اس سے بھی کم، یہاں تک کہ آدھا خرما ہی کیوں نہ ہو۔ اور اگر کسی کو یہ بھی نہ مل سکے تو پھر وہ پاکیزہ باتوں سے دلوں کو خوش کرے اس لیے قیامت کے دن جب انسان بارگاہِ ایزدی میں پیش ہوگا تو اللہ پوچھے گا: میں نے تیرے متعلق ایسا اور ایسا نہیں کیا۔ کیا کان اور آنکھ تیرے اختیار میں نہیں دیئے؟ مال و اولاد تجھے عطا نہیں کیے؟ اس وقت بندہ عرض کرے گا: جی ہاں! تو نے سب کچھ عطا

کیا تو اُس وقت اللہ فرمائے گا: تو پھر دیکھ کہ تو نے اپنے آگے کیا بھیجا ہے۔ وہ اُس وقت اپنے آگے پیچھے اور دائیں بائیں دیکھے گا، اُسے کوئی چیز نہیں ملے گی، جس کے ذریعے وہ اپنا چہرہ جہنم کی آگ سے محفوظ رکھ سکے"۔

کہیں آپ کو اللہ فراموش نہ کردے

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسٰهُمْ أَنْفُسَهُمْ ۚ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ ﴿۱۹﴾

"اور اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ، جنھوں نے خدا کو فراموش کردیا اور خدا نے بھی انھیں اپنا آپ بھلا دیا اور یہی لوگ فاسق ہیں"۔

خداوند تعالیٰ کی یاد انسان کو گناہوں سے دُور رکھتی ہے۔ جب انسان اپنے خدا کو بھولنے لگتا ہے تو پھر وہ آہستہ آہستہ گناہوں کی زندگی کو اختیار کرنے لگتا ہے۔ آخر ایک ایسی اسٹیج آتی ہے کہ وہ گناہ کو گناہ سمجھتا تک بھی نہیں ہے۔ آخرکار خدا فراموشی خود فراموشی کا سبب بن جاتی ہے۔ پھر وہ اس شعور کی دنیا سے نکل جاتا ہے کہ کون سی چیز اس کے لیے مفید ہے اور کون سی چیز مضر ہے۔

خداوند تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَالْيَوْمَ نَنْسٰهُمْ كَمَا نَسُوا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ (سورۂ اعراف:۵۱)

"پس آج ہم انھیں اسی طرح بھلا دیں گے، جس طرح وہ اُس دن کے آنے کو بھولے ہوئے تھے"۔

اصحابِ نار اور اصحابِ جنت برابر نہیں ہیں

لَا يَسْتَوِي أَصْحٰبُ النَّارِ وَأَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ أَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُونَ ﴿۲۰﴾

"جہنم والے اور جنت والے یکساں نہیں ہیں جنت والے ہی کامیاب ہیں"۔

عیون الاخبار میں منقول ہے کہ حضرت امام علی علیہ السلام نے فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت مذکورہ بالا کی تلاوت فرمائی۔ بعدازیں فرمایا: اصحابِ جنت وہ ہیں جنھوں نے میری اطاعت کی اور میرے بعد علیؑ کی ولایت و خلافت کو تسلیم کیا اور اصحابِ نار وہ ہیں، جنھوں نے علیؑ کی ولایت و خلافت کا انکار کیا اور عہد کو توڑ ڈالا اور میرے بعد اُن سے جنگ کی۔

اگر اس قرآن کو ہم پہاڑ پر نازل کرتے!

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ

"اگر ہم قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو تم دیکھتے کہ وہ خدا کے خوف سے جھک جاتا اور ریزہ ریزہ ہوجاتا"۔

تفسیر مجمع البیان میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کسی نے یہ مذکورہ بالا آیت پڑھی اور اس پر موت آگئی تو وہ شہید مرا ہے۔

انس بن مالک سے روایت ہے کہ جس نے سورۂ حشر کا آخری حصہ پڑھا تو اللہ تعالیٰ اس کے گذشتہ اور آئندہ کے گناہ معاف کردیتا ہے۔

معقل بن یسار سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جس کسی نے صبح کے وقت تین مرتبہ پڑھا: اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ اور سورۂ حشر کی آخری تین آیات پڑھیں تو اللہ تعالیٰ ستر فرشتوں کو مقرر کردیتا ہے وہ صبح سے لے کر شام تک اس پر درود وسلام پڑھتے رہتے ہیں۔ اگر اس آدمی پر اس دن موت آجائے تو وہ شہید مرتا ہے۔

جس نے رات کو اس طریقے کو اپنایا تو اس کا اجر وہی ہے، جس کا ذکر مندرجہ بالا سطور میں کیا گیا ہے۔

اسمِ اعظم

ابوہریرہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ اللہ کا اسمِ اعظم کیا ہے؟

آپؐ نے فرمایا: اپنے اُوپر سورۂ حشر کے آخر کو لازم کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کسی نے سورۂ حشر کا آخری حصہ دن یا رات کو پڑھا تو خداوند تعالیٰ اُس پر جنت واجب کردیتا ہے۔

کتاب طب آئمہؑ میں منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جس میں جہاں کہیں کوئی ورم ہو تو اس کے لیے سورۂ حشر کی ان آخری آیات کو ورم پر پڑھو لیکن جب بھی پڑھو تو باوضو ہو کر پڑھو۔ نماز سے پہلے اور نماز کے بعد طہارت کے ساتھ ورم پر پڑھو، یعنی لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ سے لے کر آخری سورہ تک پڑھو۔

کان کا علاج

جابر سے روایت ہے کہ کسی آدمی نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں بہرے پن کی شکایت کی۔
آپؑ نے فرمایا: اپنے کان کو مس کرو اور لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ سے لے کر سورۂ حشر کی آخری آیت تک پڑھو۔

ہشام بن حکم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ امام علیہ السلام نے فرمایا:
اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں۔ جہاں اسم ہوتا ہے تو اس کا مسمّٰی بھی ہوتا ہے۔ ہر اسم سے مراد معبودِ برحق ہے۔ یہ تمام کے تمام اسماء اسم اللہ پر دلالت کرتے ہیں۔

ایک اور حدیث ہے کہ ہشام نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ کے اسماء اور اُن کے مشتقات کے بارے میں سوال کیا اور پوچھا: اللہ کس سے مشتق ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اے ہشام! اللہُ اِلٰہٌ سے مشتق ہے اور اِلٰہ اپنے مالوہ کا تقاضا کرتا ہے۔ اسم مسمّٰی کا غیر ہوتا ہے۔ جس نے اسم کی معنٰی کے لیے عبادت کی تو اُس نے کفر کیا اور اس نے کسی چیز کی عبادت نہیں کی اور جس نے اسم اور اس کے معنٰی کی عبادت کی تو اُس نے شرک کیا اور دو کی عبادت کی، اور جس نے صرف معنٰی کی عبادت کی تو یہ ہے توحید، اسے وحدانیت کہا گیا ہے۔

جب حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے "اللہ" کا معنٰی پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا: جو ہر چیز پر حکمران ہو، چاہے وہ چیز چھوٹی ہو یا بڑی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تفسیر

اُصولِ کافی میں منقول ہے: ابن سنان کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تفسیر پوچھی تو آپؑ نے فرمایا: "با" سے مراد ہے بہاء اللہ۔

"سین" سے مراد: سناء اللہ ہے۔

"میم" سے مراد: مجد اللہ ہے۔

بعض نے میم سے مراد: ملک اللہ نقل کیا ہے۔

"اللہ" سے مراد: اِلٰہ کلّ شیءٍ ہے۔

"الرحمٰن" سے مراد: جو اپنی تمام مخلوق پر رحم کرنے والا ہو۔

"الرحیم" سے مراد: جو صرف مومنین پر رحم کرے۔

صحیفۂ سجادیہ میں حضرت امام سجاد علیہ السلام کی دعا

یافارج الھم ویاکاشف الغم، یا رحمٰن الدنیا والاخرة ورحیمھا صل علی محمد وآل محمد

"اے وہ ذات جو مصائب کو دُور کرنے والی ہے اور غم و آلام سے نجات دلانے والی ہے۔ جو اس دنیا اور آخرت میں رحمٰن ہے، اور دونوں جہانوں میں رحیم ہے"۔

اُصولِ کافی میں روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

سلام کو عام کرو، پسندیدہ گفتگو کرو۔ جب رات کو لوگ سو جائیں تو اُس وقت نمازِ شب پڑھو تو سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ پھر آپؑ نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول پڑھا: السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ۔

صاحبِ تفسیر قمی نے المیھمن کا معنٰی شاہد کیا ہے۔

يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

"جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اس کی تسبیح کرتے ہیں اور وہ غالب آنے والا بڑی حکمت والا ہے"۔

اُصولِ کافی میں روایت ہے: ہشام بن حکم کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سبحان اللہ کا معنٰی پوچھا۔

آپؑ نے فرمایا: اس کا معنٰی ہے: انفة اللہ، یعنی اللہ تعالیٰ پاک و پاکیزہ اور منزہ ہے۔

کتابِ توحید میں روایت ہے کہ جب حضرت عمر بن خطاب نے حضرت امام علی بن ابی طالب علیہ السلام سے "سبحان اللہ" کی تفسیر پوچھی تو آپؑ نے فرمایا: "سبحان اللہ" وہ کلمہ ہے، جس سے بندہ اللہ کی تعظیم اور اس کے جلال کا اظہار کرتا ہے اور اس کے ساتھ اس کی پاکیزگی کا اقرار کرتا ہے اور جو کچھ اس کے بارے میں مشرکین کہتے ہیں، اُن سے برأت کا اعلان کرتا ہے۔

جب کوئی بندہ سبحان اللہ کہتا ہے تو ہر فرشتہ اس پر درود پڑھتا ہے۔

اُصول کافی میں روایت ہے: حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: جب کوئی صانع کوئی صنعت بناتا ہے تو وہ کسی چیز سے بناتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ جو خالق ہے، لطیف ہے اور جلیل ہے، اس نے جب کائنات خلق کی تو کسی چیز سے خلق نہیں فرمایا (اس نے ہر چیز ایجاد کی)۔

تفسیر قمی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اللہ کے لیے تین ساعات رات میں ہیں اور تین ساعات دن میں ہیں جن میں وہ اپنی تمجید بیان فرماتا ہے۔ جو دن کی ساعات ہیں، وہ عصر کے قریب سے شروع ہوتی ہیں اور مغرب کی نماز تک ہوتی ہیں۔

اور جو رات کی ساعات ہیں، وہ تہائی سے شروع ہوتی ہیں اور صبح کے طلوع تک ختم ہوجاتی ہیں وہ ان ساعات میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

انی انا اللہ رب العالمین — ''میں ہی معبودِ برحق ہوں اور عالمین کا پروردگار ہوں''۔

انی انا اللہ العلی العظیم — ''میں ہی معبودِ برحق ہوں اور ارفع واعلیٰ ہوں''۔

انی انا اللہ العزیز الحکیم — ''میں ہی معبود ہوں غالب اور حکمت والا ہوں''۔

انی انا اللہ الغفور الرحیم — ''میں ہی معبودِ برحق ہوں غفور اور رحیم ہوں''۔

انی انا اللہ الرحمٰن الرحیم — ''میں ہی معبودِ برحق ہوں اور رحمٰن اور رحیم ہوں''۔

انی انا اللہ مالک یوم الدین — ''میں ہی معبودِ برحق ہوں اور یوم جزا کا مالک ہوں''۔

انی انا اللہ لم ازل ولا ازال — ''میں ہی معبودِ برحق ہوں اور ہمیشہ سے ہوں اور ہمیشہ رہوں گا''۔

انی انا اللہ خالق الخیر والشر — ''میں ہی معبودِ برحق ہوں اور میں خیر اور شر کا خالق ہوں''۔

انی انا اللہ خالق الجنۃ والنار — ''میں ہی معبودِ برحق ہوں اور جنت و دوزخ کا خالق ہوں''۔

انی انا اللہ ابدیٔ کل شی والیّ یعود — ''میں ہی معبودِ برحق ہوں ہر چیز کی ابتداء اور انتہا مجھ تک ہے''۔

انی انا اللہ الواحد الصمد — ''میں ہی معبودِ برحق ہوں واحد اور بے نیاز ہوں''۔

انی انا اللّٰہ عالم الغیب والشهادة "میں ہی معبود برحق ہوں اور ظاہر و باطن کا عالم ہوں"۔

انی انا اللّٰہ الملك القدوس السلام "میں ہی معبود برحق ہوں اور مالک ہوں قدوس ہوں اور سلام ہوں"۔

المؤمن المہیمن العزیز الجبار المتکبر "میں ہی مومن، مہیمن، عزیز، جبار اور حکیم ہوں"۔

انی انا اللّٰہ الخالق البارئ المصور "میں ہی معبود برحق ہوں، خالق ہوں، باری ہوں اور مصور ہوں"۔

لی الاسماء الحسنٰی "اسمائے حسنٰی میرے لیے ہیں"۔

انی انا اللّٰہ الکبیر "میں ہی معبود برحق ہوں اور عظیم ہوں"۔

راوی کہتا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: وہ کون ہے کہ جس کے پاس کبریائی کی چادر ہو، جس نے اس ذات کے ساتھ اُن تمام امور میں جھگڑا کیا تو اللہ اُسے جہنم رسید کرے گا۔

آپؑ نے فرمایا: جس عبد مومن نے اپنے دل کی گہرائیوں سے ان اسماء کے ساتھ اللہ کو پکارا تو اللہ تعالیٰ اس کی دُعا کو قبول کرتا ہے اور اس کی حاجات کو پورا کرتا ہے۔ اگر کوئی شقی ہو تو ان اسماء کی برکت سے سعید بن سکتا ہے۔

اسماء الحسنٰی

اُصول کافی میں کتاب التوحید میں منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسماء ہیں۔ جس نے ان اسماء کے ذریعے اللہ تعالیٰ کو پکارا تو وہ جنت میں داخل ہوگا اور وہ اسماء یہ ہیں:

اللّٰہ ، الالٰہ ، الواحد ، الاحد ، الصمد، الاول، الاخر، السمیع، البصیر، القدیر، القاهر، العلی، الاعلی، الباقی، البدیع، البارئ، الاکرم، الظاهر، الباطن، الحی، الحکیم، العلیم، الحلیم، الحفیظ، الحق، الحسیب، الحمید، الحفی، الرب، الرحمٰن، الرحیم، الذارئ، الرازق، الرقیب، الرؤف، الرائی، السلام ، المؤمن المهیمن، العزیز، الجبار، المتکبر ، السیّد، السبوح، الشهید، الصادق، الصانع، الطّاهر، العدل، العفو، الغفور، الغنی، الغیاث، الفاطر، الفرد، الفتاح، الفالق، القدیم، الملك، القدوس، القوی، القریب، القیوم، القابض، الباسط، قاضی

الحاجات، المجید، الولی، المنان، المحیط، المبین، المقیت، المصور، الکریم، الکبیر، الکافی، کاشف الضر، الوتر، النور، الوھاب، الناصر، الواسع، الودود، الھادی، الوفی، الوکیل، الوارث، البر، الباعث، التواب، الجلیل، الجواد، الخبیر، الخالق خیرالناصرین، الدیان، الشکور، العظیم، اللطیف، الشافی۔

سُورَۃُ المُمتَحِنَۃِ

سورۃ الممتحنۃ مدینۃ آیاتھا ۱۳ ورکوعاتھا ۲

"سورۂ ممتحنہ مدینہ میں نازل ہوئی۔ اس کی تیرہ آیات اور دو رکوع ہیں"۔

سورۂ ممتحنہ کے مضامین

① اس سورہ میں کفار کے ساتھ ہر قسم کے تعلق کی ممانعت کی گئی ہے۔
② شوہر مسلمان اور بیوی کافرہ یا بیوی مسلمان اور شوہر کافر، اس قسم کے ازدواجی مسائل کے فیصلے۔
③ صلح حدیبیہ کے بعد مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آنے والی اور اسلام کا دعویٰ کرنے والی عورتوں کے ایمان کا امتحان۔
④ خواتین کی بیعت کی شرائط کا تذکرہ۔
⑤ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت کا واقعہ۔
⑥ جناب ابراہیم خلیل علیہ السلام کی مقدس دعا کا تذکرہ۔

سورۂ ممتحنہ کی تلاوت کا ثواب

کتاب ثواب الاعمال میں منقول ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا:

جو شخص سورۂ ممتحنہ کو واجب اور مستحب نمازوں میں پڑھے گا اللہ اُس کے دل کو ایمان کے لیے خالص اور آمادہ کر دے گا اور اُسے نورِ بصیرت عطا کرے گا۔ اور ہرگز اُسے فقر وفاقہ دامن گیر نہ ہوگا اور وہ خود اور اس کی اولاد جنون میں مبتلا نہ ہوگی۔

مجمع البیان میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص سورۂ ممتحنہ کی تلاوت کرے گا تمام مومنین و مومنات قیامت کے دن اس کی شفاعت کریں گے۔

○○○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ
تُلْقُونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ ۚ
يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَنْ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ ۙ إِنْ كُنْتُمْ
خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِي وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي ۚ تُسِرُّونَ إِلَيْهِمْ
بِالْمَوَدَّةِ ۚ وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنْتُمْ ۚ وَمَنْ يَفْعَلْهُ
مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ﴿١﴾ إِنْ يَثْقَفُوكُمْ يَكُونُوا لَكُمْ
أَعْدَاءً وَيَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ وَأَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوءِ وَوَدُّوا
لَوْ تَكْفُرُونَ ﴿٢﴾ لَنْ تَنْفَعَكُمْ أَرْحَامُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ
الْقِيَامَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٣﴾ قَدْ كَانَتْ
لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ ۚ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ
إِنَّا بُرَآءُ مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ
وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّىٰ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ

وَحْدَهٗٓ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۝۴ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۵ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝۶

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن و رحیم ہے

''اے ایمان والو! تم میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ کہ تم ان سے محبت کا اظہار کرنے لگو حالانکہ جو حق تمھارے پاس آیا ہے، وہ اس کے منکر ہیں اور وہ رسول اور تم کو اس جرم میں جلاوطن کرتے ہیں کہ تم اپنے پالنے والے اللہ پر ایمان لائے ہو (ایسا مت کرو)۔ اگر تم میری راہ میں جہاد کرنے اور میری رضا حاصل کرنے کے لیے نکلے ہو۔ تم چھپ کر ان کو دوستی کا پیغام بھیجتے ہو۔ جو کچھ تم چھپاتے ہو یا ظاہر کرتے ہو، میں اُسے خوب جانتا ہوں۔ تم میں سے جو بھی اس طرح کرے، وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔

اگر وہ لوگ تم پر قابو پالیں تو وہ تمھارے دشمن ہوجائیں اور بُرائی کے ساتھ تمھاری طرف ہاتھ بڑھائیں گے اور اپنی زبانیں بھی دراز کریں گے اور وہ چاہیں گے کہ تم کافر ہوجاؤ۔ تمھارے رشتہ دار اور اولاد قیامت کے دن تمھیں ہرگز فائدہ نہیں دیں گے۔ قیامت کے دن اللہ تمھارے درمیان جدائی ڈال دے گا اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُسے خوب دیکھنے والا ہے۔

تم لوگوں کے لیے یقیناً جناب ابراہیمؑ اور اُن کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ ہے جبکہ انھوں نے اپنی قوم سے کہا: ہم تم سے بیزار ہیں۔ ہمارے اور تمھارے درمیان ہمیشہ کے لیے بغض وعداوت ظاہر ہوگی، جب تک کہ تم اللہ کی وحدانیت پر ایمان نہ لاؤ۔ ہاں! البتہ ابراہیمؑ نے اپنے (منہ بولے) باپ (حقیقی چچا) سے کہا تھا: میں آپ کے لیے مغفرت طلب کروں گا مگر میں اللہ کے حضور تمھارے لیے کسی نفع کا مالک نہیں ہوں۔ اے ہمارے پروردگار! ہم نے تجھ پر بھروسہ کیا ہے اور ہم نے تیری ہی طرف رجوع کیا ہے اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔ اے ہمارے پالنے والے! تو ہمیں کفار کی آزمائش میں مت ڈال اور ہماری مغفرت فرما۔ ہمارے پروردگار! یقیناً تو ہی بڑا غالب آنے والا اور حکمت والا ہے۔ بے شک تمھارے لیے انھی لوگوں میں اچھا نمونہ ہے جو اللہ اور آخرت کے دن کی اُمید رکھتے ہیں اور جو کوئی اعراض کرے تو اللہ یقیناً بے نیاز اور حمد وثنا کا سزاوار ہے"۔

شانِ نزول

تفسیر قمی میں اس سورہ کا شانِ نزول کچھ یوں بیان ہوا ہے:

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوۡا عَدُوِّىۡ وَعَدُوَّكُمۡ اَوۡلِيَآءَ تُلۡقُوۡنَ اِلَيۡهِمۡ بِالۡمَوَدَّةِ

"اے ایمان والو! تم میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ کہ تم اُن سے محبت کا اظہار کرنے لگو"۔

یہ آیت حاطب بن ابی بلتعہ کے بارے میں نازل ہوئی۔

تفسیر مجمع البیان میں منقول ہے: ایک عورت جس کا نام سارہ تھا مکہ کی رہنے والی تھی۔ وہ مکہ سے مدینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی۔ پیغمبر اکرمؐ نے اُس سے فرمایا: کیا تو مسلمان ہو کر آئی ہے؟ اُس نے عرض کیا: نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تو وہاں سے ہجرت کر کے آئی ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: پھر تو اِدھر کیوں آئی ہے؟

اُس نے عرض کیا: آپؐ ہماری اصل ہیں اور ہمارے قبیلہ سے ہیں، میرے تمام سرپرست فوت ہو گئے ہیں اور میں سخت ضرورت مند ہو گئی ہوں، اس لیے آپؐ کے پاس حاضر ہوئی ہوں کہ آپؐ میری مدد کریں، لباس اور سواری عطا کریں۔

آپؐ نے فرمایا: مکہ کے جوان کہاں چلے گئے ہیں (آپ کا اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ وہ عورت گلوکارہ تھی اور جوانوں کے لیے گلوکاری کیا کرتی تھی)۔

اُس نے کہا: جنگِ بدر کے بعد کسی نے مجھ سے گانے کی فرمائش نہیں کی۔ آپؐ نے عبدالمطلب کی اولاد کو حکم دیا کہ وہ اس کی مدد کریں۔ انھوں نے اُسے لباس، سواری اور زادِ راہ عطا کیا۔ یہ اس زمانے کی بات ہے، جب آپؐ فتح مکہ کی تیاری کر رہے تھے۔

اس موقعہ پر مشہور صحابی حاطب بن ابی بلتعہ جو جنگِ بدر میں اور بیعتِ رضوان میں شریک تھا سارہ کے پاس آیا۔ اُس نے ایک خط اس کے حوالے کیا اور کہا: یہ خط اہلِ مکہ کے حوالے کر دینا۔ اُس نے اُسے دس دینار یا دس درہم دیے اور ایک یمنی کپڑا بھی اُسے دیا۔

اس خط کا مضمون یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمھاری طرف آنے کی تیاری کر رہے ہیں، لہٰذا تم اپنے دفاع کے لیے تیار رہو۔ اس عورت نے خط لیا اور مکہ کی طرف روانہ ہوگئی۔

جنابِ جبرئیلؑ نے اس واقعہ کی اطلاع جناب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام، عمار یاسر، عمرو، زبیر، طلحہ، مقداد بن اسود اور ابومرثد کو حکم دیا کہ وہ سوار ہو کر مکہ کی طرف جائیں۔ آپ نے اُن سے یہ بھی فرمایا: کہ انھیں راستے میں ایک سارہ نامی عورت ملے گی۔ وہ مشرکینِ مکہ کے لیے حاطب کا خط لے کر جا رہی ہے۔ تم اُس سے یہ خط لے لینا۔ وہ وہاں سے چل پڑے اور راستے میں جس منزل کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نشاندہی فرمائی تھی، وہاں انھیں وہ عورت مل گئی۔

جب اُس سے خط کے بارے میں پوچھا گیا تو اُس نے قسم کھائی کہ اس کے پاس خط نہیں ہے۔ انھوں نے اس کے سامانِ سفر کی تلاشی لی لیکن اُنھیں اُس کے سامان سے کچھ نہ ملا۔

صحابہ نے کہا: واپس چلیے اُس کے پاس کچھ نہیں ہے۔

حضرت امام علی علیہ السلام نے فرمایا: واللہ ما کذبنا ولا کذبنا، "نہ تو ہمارے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جھوٹ کہا ہے اور نہ ہم جھوٹ بول رہے ہیں"۔ آپ نے تلوار سونتی اور فرمایا: خط نکال ورنہ خدا کی قسم! میں تیری گردن اُڑا دوں گا۔ سارہ نے جب اس صورتِ حال کو دیکھا تو اُس نے خط کو جو اُس نے اپنے گیسوؤں میں چھپا رکھا تھا، باہر نکالا اور آپؐ کے حوالے کر دیا۔ ان لوگوں نے خط لیا اور واپس مدینہ کی طرف چل پڑے اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

آنحضرت ﷺ نے حاطب کو اپنے ہاں بلوایا اور فرمایا: اس خط کو جانتے ہو کہ یہ کس کا خط ہے؟

اس نے عرض کیا: جی ہاں!

آپؐ نے فرمایا: تم نے یہ کام کیوں کیا ہے؟

اُس نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! بخدا! جس دن سے میں مسلمان ہوا ہوں، ایک لحہ کے لیے کافر نہیں ہوا اور کبھی آپؐ سے خیانت نہیں کی ہے۔ جب سے مشرکین کو چھوڑا ہے، ان کی دعوت قبول نہیں کی لیکن ایک مسئلہ یہ ہے کہ ان سب مہاجرین کے کچھ نہ کچھ تعلق دار مکہ میں ہیں، جو مشرکین کے مقابلے میں ان کے گھر والوں کی حمایت کرتے ہیں مگر میں ان کے درمیان اجنبی ہوں اور میرے گھر والے اُن کے ہاتھوں گرفتار ہیں۔ میں نے چاہا کہ اس طرح سے اپنا ایک حق ان کی گردنوں پر رکھ دوں تاکہ وہ میرے گھر والوں کو تکلیف نہ پہنچائیں حالانکہ میں جانتا ہوں کہ آخرکار خدا انھیں مغلوب کرے گا اور میرا خط انھیں کوئی فائدہ نہ دے گا۔

پیغمبر اکرم ﷺ نے اس کی اس معذرت کو قبول کرلیا۔ اس دوران حضرت عمر بن خطاب نے کہا: یارسولؐ اللہ! مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس منافق کی گردن اُڑا دوں۔

پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا:

نہیں، یہ بدر کے غازیوں میں سے ہیں۔ خدا کی ان پر خاص نظر ہے (تو اس موقعہ پر مندرجہ بالا آیات نازل ہوئیں جن میں مسلمانوں سے کہا گیا: مشرکین اور اللہ کے دشمنوں سے ہر قسم کی دوستی کو ترک کر دیجیے)۔

قیامت کے دن نہ رشتہ داری فائدہ دے گی اور نہ اولاد

لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝۳

"تمھارے رشتہ دار اور تمھاری اولاد قیامت کے دن تمھیں ہرگز فائدہ نہیں دیں گے۔ قیامت کے دن اللہ تمھارے درمیان جدائی ڈال دے گا اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُسے خوب دیکھنے والا ہے"۔

اُصولِ کافی میں حدیث ہے کہ حضرت امام علی علیہ السلام نے ایک آدمی سے فرمایا:

ان کنت لا تطیع خالقک فلا تاکل رزقہ

وان کنت والست عدوہ فاخرج من ملکہ

وان کنت غیر قانع برضاہ وقدرہ فاطلب ربا سواہ

"اگر تو اپنے خالق کی اطاعت نہیں کرسکتا تو پھر جو رزق تو کھا رہا ہے، اُس کا ہے مت کھا۔ اگر تو نے اس کے دشمن کی اطاعت کر رکھی ہے تو یہ ملک اس کا ہے، اس کے ملک سے نکل جا۔

اگر تو اس کی رضا اور اس کی قدر پر قانع نہیں ہے تو اس کے علاوہ کوئی اور پروردگار تلاش کر"۔

اُصولِ کافی میں ابوعمرو زبیری سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: کفر کی کتنی صورتیں ہیں جن کا قرآنِ مجید میں ذکر ہے۔ آپؑ نے فرمایا:

کفر کی کتاب اللہ میں پانچ صورتیں ہیں۔ ان پانچ میں سے ایک کفر برأت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جناب ابراہیمؑ کے قول کی حکایت کرتے ہوئے فرمایا:

كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ

"جبکہ انھوں نے اپنی قوم سے کہا: ہم تم سے بیزار ہیں۔ ہمارے اور تمھارے درمیان ہمیشہ کے لیے بغض و عداوت ظاہر ہوگی، جب تک تم اللہ کی وحدانیت پر ایمان نہ لاؤ"۔

حب فی اللہ، وبغض فی اللہ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے: جس نے اللہ کے لیے محبت کی اور اللہ کے لیے ہی بغض رکھا اور اللہ ہی کے لیے عطا کیا، پس ایسا شخص ہی کامل الایمان ہے۔

ایک اور حدیث ہے: امام علیہ السلام نے فرمایا:

من اوثق عری الایمان ان تحب فی اللّٰہ وتبغض فی اللّٰہ وتعطی فی اللّٰہ وتمنع فی اللّٰہ

"ایمان کو سب سے زیادہ محکم کرنے والی شے یہ ہے کہ تو خدا کے لیے دوستی رکھے، خدا کے لیے ہی دشمنی رکھے، خدا کے لیے ہی بخشش کرے اور خدا کے لیے ہی بخشش کو روک دے"۔

اسحاق بن عمار سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

ہر وہ شخص جو دین کی بنیاد پر محبت نہیں رکھتا اور دین کی بنیاد پر بغض نہیں کرتا، اس کا کوئی دین نہیں ہے۔

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ؕ وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۷ لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝۸ اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۹ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ؕ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ؕ وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ؕ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْـَٔلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْـَٔلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا ؕ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۱۰ وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝۱۱

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ﴿۱۳﴾ ع

"ممکن ہے کہ اللہ تمھارے اور ان لوگوں کے درمیان جن سے تم عداوت کر رہے ہو، محبت پیدا فرما دے اور اللہ قادر ہے، معاف کرنے والا اور مہربان ہے۔ اللہ نے تمھیں ان لوگوں سے جنھوں نے دین کے معاملے میں تم سے جنگ نہیں کی اور تمھیں تمھارے گھروں سے نہیں نکالا، نیکی کرنے اور انصاف کرنے سے نہیں روکا کیونکہ اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے"۔

اللہ تو تمھیں صرف اُن لوگوں سے دوستی کرنے سے روکتا ہے، جنھوں نے دین کے معاملے میں تم سے جنگ کی ہے اور تمھیں تمھارے گھروں سے نکالا ہے یا تمھارے باہر نکالنے میں ایک دوسرے کی مدد کی ہے، اور جو ان لوگوں سے دوستی کرے گا پس وہی لوگ ستم گر و ظالم ہیں۔

اے ایمان والو! جب مومنہ عورتیں ہجرت کر کے تمھارے پاس آ جائیں تو تم ان کا امتحان لے لیا کرو۔ اللہ ان کے ایمان سے اچھی طرح آگاہ ہے۔ پھر جب تم انھیں ایمان دار پاؤ تو اُنھیں کفار کی طرف واپس نہ بھیجو، نہ وہ ان (کافروں) کے لیے حلال ہیں اور نہ وہ (کافر لوگ) اُن کے لیے حلال ہیں اور جو کچھ انھوں نے خرچ کیا ہے، وہ اُن (کافر

شوہروں) کو واپس کر دو اور جب تم اُن عورتوں کے مہر انھیں ادا کردو تو ان سے نکاح کر لینے میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے، اور تم بھی کافرہ بیویوں کو ہرگز اپنی زوجیت میں نہ رکھو، اور جو کچھ تم نے خرچ کیا ہے، وہ اُن سے مانگ لو اور جو کچھ انھوں نے خرچ کیا ہے، وہ (کافر) بھی تم سے مانگ لیں۔ یہ اللہ کا حکم ہے، وہ تمھارے درمیان حکم کرتا ہے اور خدا علیم ہے اور حکیم ہے۔

اور اگر تمھاری کوئی بیوی تم سے نکل کر کافروں کی طرف چلی جائے اور تم جنگ میں ان پر کامیابی حاصل کرلو اور مالِ غنیمت تمھارے ہاتھ آجائے تو جن کی بیویاں چلی گئی ہیں تو ان کو اتنا مال دے دو، جتنا ان لوگوں نے خرچ کیا ہے۔ اللہ کی مخالفت سے بچو کہ جس پر تم سب ایمان رکھتے ہو۔

اے نبیؐ! جب مومنہ عورتیں آپ کے پاس آئیں اور آپ سے ان شرائط پر بیعت کریں کہ وہ کسی چیز کو اللہ کا شریک نہیں ٹھہرائیں گی۔ چوری نہیں کریں گی، زنا کا ارتکاب نہ کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ اپنے ہاتھ اور پاؤں کے آگے کوئی افترا اور بہتان باندھیں گی اور نیک کاموں میں آپ کی نافرمانی نہیں کریں گی تو ان سے بیعت لے لیں اور ان کے لیے بارگاہِ خداوندی میں بخشش طلب کیجیے اور اللہ یقیناً بخشنے والا اور مہربان ہے۔

اے ایمان والو! اس قوم سے دوستی نہ کرو جس پر اللہ نے غضب کیا ہے جو آخرت سے اس طرح مایوس ہیں جس طرح کافر لوگ قبروں میں مایوس ہیں"۔

تفسیر آیات

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ۭ وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

"ممکن ہے کہ اللہ تمھارے اور ان لوگوں کے درمیان جن سے تم عداوت کر رہے ہو، محبت پیدا فرما دے اور اللہ قادر ہے، معاف کرنے والا اور مہربان ہے"۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اور اہلِ ایمان کو حکم دیا کہ کافر لوگ جب تک اپنے کفر پر باقی رہیں، اُن سے بیزار رہیں۔ آخر وہ وقت آیا، ہجرت کا آٹھواں سال تھا، مکہ فتح ہوگیا اور اہلِ مکہ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوگئے۔ دشمنی و عداوت محبت و دوستی میں بدل گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب اہلِ مکہ کے قریب ہوگئے۔ ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات پیدا کیے۔ آپس میں ازدواجی زندگیوں کا آغاز بھی ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوسفیان کی بیٹی جناب اُم حبیبہ سے عقد فرمایا۔

لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝

"اللہ نے تمھیں ان لوگوں سے جنھوں نے دین کے معاملے میں تم سے جنگ نہیں کی اور تمھیں تمھارے گھروں سے نہیں نکالا، نیکی کرنے اور انصاف کرنے سے نہیں روکا کیونکہ اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے"۔

اس آیت کے مطابق غیر مسلم افراد دو گروہوں میں تقسیم ہوجاتے ہیں۔ ایک گروہ وہ جنھوں نے مسلمانوں سے جنگ کی اور انھیں اپنے گھروں سے جبراً نکالا تو اہلِ اسلام کی ذمہ داری ہے کہ وہ اُن سے تعلق کو ختم کر دیں۔

لیکن ایک دوسرا گروہ جو کفر و شرک کے باوجود مسلمانوں سے نہ دشمنی رکھتا تھا اور نہ ان کی حمایت کرتا تھا تو اِن سے اظہارِ محبت کرنے میں کوئی حرج نہیں تھا۔ اگر ان سے کوئی معاہدہ کیا ہوا ہے تو اس کو پورا کرنا چاہیے۔ اس گروہ کا مصداق قبیلہ خزاعہ تھا، جنھوں نے مسلمانوں کے ساتھ عدم مخاصمت کا عہد باندھا ہوا تھا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَاۗءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ۭ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ۭ ...... الخ

"اے ایمان والو! جب مومن عورتیں ہجرت کرکے تمھارے پاس آئیں تو تم ان کا امتحان لے لیا کرو۔ اللہ ان کے ایمان سے اچھی طرح آگاہ ہے۔ پھر جب تم انھیں ایمان دار پاؤ تو انھیں کفار کی طرف واپس نہ بھیجو"......الخ

شانِ نزول

مجمع البیان میں ابن عباس سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صلح حدیبیہ میں مشرکینِ مکہ سے ایک معاہدہ فرمایا تھا۔ اس معاہدے کی ایک شرط یہ تھی کہ جو شخص اہلِ مکہ میں سے مسلمانوں کے ساتھ آ ملے تو مسلمان اُسے واپس کر دیں گے لیکن اگر مسلمانوں میں سے کوئی شخص اسلام کو چھوڑ کر واپس مکہ کی طرف پلٹ جائے تو اہلِ مکہ اُسے واپس نہیں کریں گے۔

اس دوران ایک خاتون جس کا نام سبیعہ تھا، اس نے اسلام قبول کرلیا اور حدیبیہ میں مسلمانوں سے آملی۔ اس کا شوہر اس کے پیچھے آیا اور اُس نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کہا: اے محمدؐ! میری بیوی مجھے واپس کردو کیونکہ معاہدہ کی شرط یہی ہے۔ معاہدہ ابھی لکھا گیا ہے، جس کی سیاہی ابھی خشک نہیں ہوئی۔ اس پر مندرجہ بالا آیات نازل ہوئیں۔

اسلام میں داخل ہونے والی عورتوں کا امتحان

ابن عباس کہتے ہیں کہ ان عورتوں کا امتحان یہ تھا کہ اُن سے قسم لی جائے کہ ان کی ہجرت شوہر سے بغض، کینہ یا نئی زمین سے لگاؤ یا کسی دنیاوی مقصد کے تحت نہیں ہے۔ ان کی موت صرف اسلام کے لیے ہے۔ اس عورت سبیعہ نے قسم کھائی کہ ایسا ہی ہے۔ اس موقع پر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ حق مہر جو اُس کے شوہر نے اس کو دیا تھا اور جو اخراجات اس کے شوہر نے کیے تھے اس کے شوہر کو ادا کر دیے اور فرمایا: معاہدہ کی شرائط کے مطابق صرف مردوں کو واپس کرنا تھا نہ کہ عورتوں کو۔ اس خاتون سے حضرت عمر بن خطاب نے عقد کرلیا۔

اس طرح اُم کلثوم بنت عقبہ بن ابی مُعیط اسلام قبول کر کے مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ چلی آئی تو اُس کے دو بھائی اس کے پیچھے آئے اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی واپسی کا مطالبہ کیا۔

آپؐ نے فرمایا: ہمارے تمھارے درمیان صرف مردوں کی واپسی کی شرط تھی نہ کہ عورتوں کی۔ آپؐ نے ان کے مطالبے کو رد کر دیا۔

جبائی کا کہنا ہے کہ عورتوں کی واپسی کی شرط کسی صورت میں جائز نہ تھی کیونکہ جب کوئی عورت اسلام لاتی ہے تو وہ اپنے کافر شوہر پر حرام ہو جاتی ہے۔ پھر اُسے کیسے واپس کیا جاتا۔

وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ ...... "تم بھی کافرہ بیویوں کو ہرگز اپنی زوجیت میں نہ رکھو"۔

اُصول کافی میں روایت ہے: زرارہ بن اعین نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی کہ آپؑ نے فرمایا: اہل

کتاب سے عقد نہ کرو۔ میں نے آپؑ کی خدمت میں عرض کیا: میں آپؑ پر قربان جاؤں، اس کی حرمت کہیں واقع بھی ہے؟ تو آپؑ نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی: وَلَا تُمۡسِكُوۡا بِعِصَمِ الۡكَوَافِرِ

فَاٰتُوا الَّذِيۡنَ ذَهَبَتۡ اَزۡوَاجُهُمۡ مِّثۡلَ مَاۤ اَنۡفَقُوۡا ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىۡۤ اَنۡتُمۡ بِهٖ مُؤۡمِنُوۡنَ ۝۱۱

''جن کی بیویاں چلی گئی ہیں تو ان کو اتنا مال دے دو، جتنا ان لوگوں نے خرچ کیا ہے اور اللہ کی مخالفت سے بچو، جس پر تم سب ایمان رکھتے ہو''۔

گذشتہ آیت کے مطابق مسلمان اس قسم کی عورتوں کا حق مہر کفار سے لے سکتے تھے، جیسا کہ وہ حق رکھتے تھے کہ وہ اپنی ان بیویوں کا حق مہر مسلمانوں سے لے لیں، جو اسلام سے وابستہ ہو کر مدینہ کی طرف ہجرت کر گئی ہیں۔

روایات میں آیا ہے کہ کچھ ایسی عورتیں بھی تھیں، جو اپنے مسلمان شوہروں سے جدا ہو کر کافروں سے جا ملی تھیں تو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا حق مہر جنگی غنائم سے اُن کے شوہروں کو ادا کیا۔ حضرت عمر بن خطاب کی بیوی فاطمہ بنت ابی اُمیہ بن مغیرہ نے اُن کے ساتھ ہجرت کرنا پسند نہ کیا اور وہاں مکہ میں رہ گئی اور اُس نے معاویہ بن ابی سفیان سے نکاح کر لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ عمر جتنا حق مہر اُسے دے چکے ہیں، اُنھیں جنگی غنائم سے دیا جائے۔

عورتوں کی بیعت کی شرائط

يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ اِذَا جَآءَكَ الۡمُؤۡمِنٰتُ يُبَايِعۡنَكَ عَلٰٓى اَنۡ لَّا يُشۡرِكۡنَ بِاللّٰهِ شَيۡـًٔا وَّلَا يَسۡرِقۡنَ وَلَا يَزۡنِيۡنَ ......الخ

''اے نبیؐ! جب مومنہ عورتیں آپؐ کے پاس آئیں اور آپؐ سے ان شرائط پر بیعت کریں کہ وہ کسی چیز کو اللہ کا شریک نہیں ٹھہرائیں گی، چوری نہیں کریں گی، زنا کا ارتکاب نہیں کریں گی......الخ

اُصولِ کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب مکہ فتح ہوا تو مردوں نے آپؐ کی بیعت کی تو عورتیں آپؐ کے پاس بیعت کے لیے آئیں، تو مندرجہ بالا آیت نازل ہوئی اور ان کی بیعت کی تفصیل بیان کی تو اس مقام پر ابوسفیان کی بیوی ہند بول پڑی۔ ہم نے اپنی اولاد کو بچپن میں پالا پوسا تھا مگر جب وہ بڑے ہوئے تو آپ نے انھیں قتل کر دیا۔ اب آپ اور وہ خود بہتر جانتے ہیں۔

اُم حکیم بنت حارث بن ہشام نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ! ہمیں کون سے اچھے کام کرنے چاہئیں؟

آپؑ نے فرمایا: نوحہ کرتے ہوئے اپنے منہ کو نہ نوچیں اور گریبان نہ پھاڑیں، واویلا نہ کریں اور اشعار میں بین نہ کریں۔

روایات میں ہے: جب عورتوں نے آپؐ کی بیعت کرنا چاہی تو آپؐ نے ایک پانی کا بڑا پیالہ منگوایا اور اپنا ہاتھ اس پانی کے برتن میں رکھ دیا۔ عورتیں اپنے ہاتھ برتن کے دوسری طرف رکھ دیتی تھیں۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ بیعت کے وقت ہند نے اپنے چہرے پر نقاب ڈالا ہوا تھا۔ وہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوئی، جب آپؐ کوہ صفا پر تشریف فرما تھے۔ عورتوں کی ایک جماعت بھی ہند کے ساتھ تھی، جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا: میں تم عورتوں سے اس بات پر بیعت لیتا ہوں کہ تم کسی چیز کو خدا کا شریک قرار نہیں دو گی۔

ہند نے اعتراض کیا اور کہا: آپؐ ہم سے ایسا عہد لے رہے ہیں، جو آپؐ نے مردوں سے نہیں لیا۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی بات کی پروا نہ کی اور اپنے سلسلۂ کلام کو جاری رکھا اور فرمایا: تم چوری بھی نہیں کرو گی۔ پھر ہند بول پڑی: ابوسفیان ایک کنجوس اور بخیل آدمی ہے۔ میں نے اس کے مال میں سے کچھ چیزیں لی ہیں۔ میں نہیں جانتی کہ وہ انہیں مجھ پر حلال کرے گا یا نہیں۔ ابوسفیان بھی وہاں موجود تھا۔ اُس نے کہا: جو کچھ تو نے گذشتہ دور میں لے لیا ہے وہ میں نے تجھ پر حلال کر دیا ہے لیکن آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔

اس پر پیغمبر گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنس پڑے اور ہند کو پہچان کر فرمایا: کیا تو ہند ہے؟

اس نے کہا: ہاں میں ہند ہوں یارسولؐ اللہ! پچھلے اُمور آپؐ بخش دیجیے، خداوند آپؐ کو بخشے۔

آپؐ نے فرمایا: تم زنا سے آلودہ نہیں ہوں گی۔

اس وقت ہند نے ازراوِ تعجب کہا: کیا کوئی آزاد عورت بھی زنا کرتی ہے؟

حاضرین میں سے زمانہ جاہلیت میں جو لوگ اس کے حال سے واقف تھے ہنسنے لگے کیونکہ ہند کا سابقہ زمانہ سب کے سامنے تھا۔ پھر آپؐ نے فرمایا: اپنی اولاد کو قتل نہ کرو گی تو پھر ہند بول پڑی اس کی گفتگو کا ذکر ہو چکا ہے۔

جب آپؐ نے فرمایا: بہتان اور تہمت سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا تو ہند نے کہا: بہتان قبیح ہے اور آپؐ ہمیں اچھائی اور نیکی کا سبق دے رہے ہیں۔ مکارمِ اخلاق کے علاوہ کوئی اور بات نہیں کرتے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم تمام اچھے کاموں میں میرے حکم کی اطاعت کرو گی۔ ہند نے کہا: میں یہاں اس لیے نہیں بیٹھی ہوں کہ ہمارے دل میں آپؐ کی نافرمانی کا ارادہ ہو۔

سُورَةُ الصَّفِّ

سورة الصف مدينة آياتها ۱۴ و رکوعاتها ۲

''سورۂ صف مدینہ میں نازل ہوئی۔ اس کی چودہ آیات اور دو رکوع ہیں''۔

سورۂ صف کے مضامین

سورۂ صف جس کا آغاز خداوند تعالیٰ کی تسبیح سے ہوا ہے اس کے مضامین کو دس حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

① قول وفعل میں ہم آہنگی کی تاکید اور قول وفعل میں تضاد کی ممانعت کی بحث۔

② عزم راسخ اور سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح جم کر جہاد کرنے کی تعریف۔

③ پیغمبر گرامی ﷺ سے سلوک کہ ان کے ساتھ وہی سلوک کریں، جو خدا نے فرمایا ہے۔ اس طرح نہ کریں، جس طرح بنواسرائیل نے جناب موسیٰؑ وعیسیٰؑ کے ساتھ کیا تھا۔

④ دین اسلام کے غلبہ کی بشارت اور اس کے دشمنوں کو ناکامی کی وعید۔

⑤ جناب عیسیٰؑ کا اپنی قوم کو خوشخبری دینا کہ اُن کے بعد ایک عظیم الشان رسولؐ آنے والے ہیں۔

⑥ خدا اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانا ایک ایسا مفید کاروبار ہے جس میں نفع ہی نفع ہے۔

⑦ مسلمانوں کو اس امر کی دعوت دی گئی ہے کہ وہ جناب عیسیٰؑ کے حواریوں کی طرح دین کی نصرت کریں۔

⑧ ہر چیز اللہ کی تسبیح کرتی ہے۔

⑨ اسلامی فتوحات کی پیشین گوئیاں۔

⑩ جو لوگ خدا پر بہتان باندھتے ہیں، وہ قابلِ مذمت ہیں۔

سورۂ صف کی تلاوت کے فضائل

کتاب ثواب الاعمال میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جو شخص سورۂ صف کی اپنے فرائض ونوافل میں تلاوت کی مداومت کرے تو خدا اُسے قیامت کے دن اپنے ملائکہ اور اپنے انبیاء ومرسلین کی صف میں کھڑا کرے گا۔

تفسیر مجمع البیان میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جس نے سورۂ صف کی تلاوت کی اس کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام رحمت کی دعا کریں گے۔ جب تک وہ دنیا میں زندہ ہے، اس کے لیے استغفار کریں گے اور قیامت کے دن وہ ان کا رفیق اور ساتھی ہوگا۔

OOO

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ ۚ وَهُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ۝۱ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لِمَ تَقُوۡلُوۡنَ مَا لَا تَفۡعَلُوۡنَ ۝۲ کَبُرَ مَقۡتًا عِنۡدَ اللّٰهِ اَنۡ تَقُوۡلُوۡا مَا لَا تَفۡعَلُوۡنَ ۝۳ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الَّذِیۡنَ یُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِهٖ صَفًّا کَاَنَّهُمۡ بُنۡیَانٌ مَّرۡصُوۡصٌ ۝۴ وَاِذۡ قَالَ مُوۡسٰی لِقَوۡمِهٖ یٰقَوۡمِ لِمَ تُؤۡذُوۡنَنِیۡ وَقَدۡ تَّعۡلَمُوۡنَ اَنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَیۡکُمۡ ؕ فَلَمَّا زَاغُوۡۤا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوۡبَهُمۡ ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهۡدِی الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِیۡنَ ۝۵ وَاِذۡ قَالَ عِیۡسَی ابۡنُ مَرۡیَمَ یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَیۡکُمۡ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوۡرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوۡلٍ یَّاۡتِیۡ مِنۡۢ بَعۡدِی اسۡمُهٗۤ اَحۡمَدُ ؕ فَلَمَّا جَآءَهُمۡ بِالۡبَیِّنٰتِ قَالُوۡا هٰذَا سِحۡرٌ مُّبِیۡنٌ ۝۶

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن و رحیم ہے

”جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، وہ سب خدا کی تسبیح کرتے ہیں اور وہ سب پر غالب ہے اور حکمت والا ہے۔ اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو، جس پر تم عمل نہیں کرتے۔

اللہ کے نزدیک یہ بڑی ناراضی کی بات ہے کہ ایسی بات کرو کہ جس پر تم عمل نہیں کرتے۔
یقیناً خدا ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے، جو اس کے راستے میں صف بستہ ہو کر قتال کرتے ہیں گویا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔
اُس وقت کو یاد کرو جب موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! تم مجھے کیوں تکلیف دیتے ہو حالانکہ تمھیں علم ہے کہ میں تمھاری طرف اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا رسول ہوں۔
پس جب وہ لوگ حق سے منحرف ہوگئے تو اللہ نے ان کے قلوب کو ٹیڑھا کر دیا اور خدا فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا۔
اور اُس وقت کو یاد کرو جب عیسیٰؑ بن مریمؑ نے کہا: اے بنی اسرائیل! میں تمھاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔ میں اس کتاب کی جو مجھ سے قبل بھیجی گئی ہے یعنی توراۃ کی تصدیق کرنے والا ہوں اور ایک رسول کی خوشخبری دینے والا ہوں۔ جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہوگا لیکن جب وہ (احمد) معجزات اور واضح دلائل کے ساتھ آئے، ان کی طرف آیا تو انھوں نے کہا: یہ تو ایک کھلا ہوا جادو ہے"۔

تفسیر آیات

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۱ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝۲

"جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، وہ سب خدا کی تسبیح کرتے ہیں اور وہ سب پر غالب اور حکمت والا ہے"۔

تفسیر قمی میں روایت ہے: اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب نے وعدہ کیا کہ وہ اُن کی نصرت کریں گے اور اُن کے حکم کی مخالفت نہیں کریں گے اور امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں جو عہد کیا ہے، اس کو نہیں توڑیں گے لیکن اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں، اس پر عمل نہیں کریں گے۔

اس لیے فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝

"اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جس پر تم عمل نہیں کرتے۔ اللہ کے نزدیک یہ بڑی ناراضی کی بات ہے کہ تم ایسی بات کرو جس پر تم عمل نہیں کرتے"۔

اُصولِ کافی میں ہے کہ حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: مومن کا اپنے مومن بھائی سے وعدہ کرنا ایک قسم کی نذر ہے، اگرچہ اس کا کفارہ نہیں ہے۔ جو شخص وعدہ خلافی کرے گا تو اُس نے خدا کی مخالفت کی ہے اور خود کو غضب کا مستحق بنایا ہے۔ وہی چیز ہے، جس کے بارے میں قرآن کہتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝

"اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جس پر تم عمل نہیں کرتے"۔

نہج البلاغہ میں حضرت امام علی علیہ السلام کا فرمان ہے: وعدہ خلافی اللہ کے غیض وغضب کا سبب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝

"اللہ کے نزدیک یہ بڑی ناراضی کی بات ہے کہ تم ایسی بات کرو کہ جس پر تم عمل نہیں کرتے"۔

اللہ کے محبوب

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝

"یقیناً خدا ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے، جو اس کے راستے میں صف بستہ ہو کر قتال کرتے ہیں۔ گویا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں"۔

مصباح شیخ الطائفہ میں روایت ہے کہ غدیر کے دن حضرت امام علی علیہ السلام نے خطبہ دیا، جس میں آپؑ نے فرمایا:

اے صاحبانِ ایمان! جان لو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝

آپؑ نے فرمایا: اس "سبیل" کے بارے میں جانتے ہو؟ اَنَا سَبِیلُ اللّٰہِ "اللہ کی سبیل میں ہوں"۔ اس ذات نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مجھے اس کا خلیفہ و جانشین بنایا۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِیْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ ؕ

"اس وقت کو یاد کرو جب موسٰیؑ نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! تم مجھے کیوں تکلیف دیتے ہو، حالانکہ تمھیں علم ہے کہ میں تمھاری طرف اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا رسول ہوں"۔

اس آیت کریمہ میں قارون کی سازش کی طرف اشارہ ہے جو اُس نے جنابِ موسٰیؑ کے خلاف کی تھی۔

میں احمدؐ کے ظہور کی بشارت دیتا ہوں

وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ ؕ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۶﴾

"اور اُس وقت کو یاد کرو، جب عیسٰیؑ ابن مریمؑ نے کہا: اے بنی اسرائیل! میں تمھاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔ میں اس کتاب کی جو مجھ سے قبل بھیجی گئی ہے اس کی تصدیق کرنے والا ہوں۔ اور ایک رسول کی خوشخبری دینے والا ہوں۔ جو میرے بعد آئے گا، جس کا نام احمدؐ ہوگا لیکن جب وہ (احمدؐ) معجزات اور واضح دلائل کے ساتھ ان کی طرف آیا تو انھوں نے کہا: یہ تو ایک کھلا ہوا جادو ہے"۔

تفسیر قمی میں ہے کہ کچھ یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: آپ کو احمد، محمد، بشیر و نذیر کیوں کہا گیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا:

اما محمد فانی فی الارض محمود

واما احمد فانی فی السماء احمد منی فی الارض

واما البشیر فابشر من اطاع اللّٰه بالجنة

واما النذیر فانذر من عصی اللّٰه بالنار

"میں محمد ہوں اور میں زمین میں محمود ہوں، میں احمد ہوں، پس میں آسمان میں احمد ہوں اور زمین

میں ہوں، میرا نام بشیر اس لیے ہے کہ جو اللہ کی اطاعت کرتا ہے تو میں اُسے جنت کی خوشخبری دیتا ہوں۔ میرا نام نذیر ہے، اللہ کے حضور نافرمانی کرنے والوں کو انذار کرتا ہوں"۔

دو اسموں والے چھے نبی

مسجد کوفہ میں جب کچھ لوگوں نے امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام پر سوالات کیے تو اُن میں سے ایک آدمی نے آپؑ سے پوچھا کہ چھے ایسے نبی ہیں جن کے دو نام ہیں: وہ کون ہیں؟

آپؑ نے فرمایا:

① یوشع بن نون اُن کا دوسرا نام ذوالکفل ہے۔

② حضرت یعقوبؑ اُن کا دوسرا نام اسرائیل ہے۔

③ جناب خضرؑ ان کا دوسرا نام حلیق ہے۔

④ جناب یونسؑ اُن کا دوسرا نام ذوالنون ہے۔

⑤ جناب عیسیٰؑ جن کا دوسرا نام مسیح ہے۔

⑥ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کا دوسرا نام احمد ہے۔ ان تمام پر اللہ کے درود و سلام ہوں۔

کتاب خصال میں روایت ہے کہ جب ابوامامہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: آپؐ کے امر کی ابتدا کب ہوئی؟

آپؐ نے فرمایا: میرے امر کی ابتدا اس وقت ہوئی، جب میرے بابا ابراہیمؑ نے اپنی دعوت کا آغاز فرمایا۔ جناب عیسیٰؑ نے میرے آنے کی بشارت دی اور جس وقت میں اپنی ماں کے شکم سے باہر آیا، جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے تھے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دس نام ہیں۔ پانچ نام قرآن میں ہیں اور پانچ قرآن میں نہیں ہیں۔ وہ جو قرآن میں ہیں وہ یہ ہیں: ① محمد، ② احمد، ③ عبداللہ، ④ یٰسین، ⑤ نٓ۔

مامون عباسی کے دربار میں مختلف ادیان کے علماء سے حضرت امام رضا علیہ السلام کا مباحثہ

مامون کے دربار میں جہاں دوسرے مذاہب کے علماء نے آپ علیہ السلام سے مناظرہ کیا، وہاں ایک نصرانی عالم نے بھی آپ علیہ السلام سے مناظرہ کیا۔ وہ مناظرہ کچھ اس طرح ہوا:

جاثلیق نصرانی: آپؑ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور اُن کی کتاب کے متعلق کیا نظریہ رکھتے ہیں۔ کیا آپ عیسیٰؑ کی نبوت یا اُن کی کتاب کے کسی حصّے کا انکار کرتے ہیں؟

حضرت امام علی رضا علیہ السلام: میں جناب عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور اُن کی کتاب کا اقرار کرتا ہوں۔ انھوں نے اپنی اُمت کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت کی بشارت دی تھی اور اُن کے حواریوں نے اقرار کیا اور میں ہر اُس عیسیٰ کی نبوت کا انکار کرتا ہوں، جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت اور اُن کی کتاب کا اقرار نہیں کیا اور اپنی اُمت کو ان کی بشارت نہیں دی۔

جاثلیق: کیا ہر دعویٰ کے اثبات کے لیے دو عادل گواہوں کی ضرورت نہیں ہوتی؟

حضرت امام علی رضا علیہ السلام: جی ہاں!

جاثلیق: آپؑ کوئی دو عادل گواہ پیش کریں، جن کا تعلق آپؑ کی ملت سے نہ ہو اور دنیائے عیسائیت بھی اُنھیں قبول کرتی ہو، اور وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت کی گواہی دیں اور اگر آپؑ چاہیں تو نبوت حضرت عیسیٰؑ کے اثبات کے لیے ہم سے بھی ایسے گواہوں کا مطالبہ کر سکتے ہیں۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام: اب تم نے انصاف کی بات کی ہے۔ کیا تم میری طرف سے ایسے شخص کی گواہی کو تسلیم کرلو گے جو مسیح کے ہاں قابلِ اعتماد رہا ہو۔

جاثلیق: وہ دو عادل گواہ کون ہیں آپؑ اُن کے نام بتائیں؟

حضرت امام علی رضا علیہ السلام: یوحنا دیلمی کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

جاثلیق: خوش آمدید! آپؑ نے اس شخص کا نام لیا ہے جو مسیح کو سب سے پیارا تھا۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام: میں تجھے قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا انجیل میں یوحنا کا یہ قول موجود ہے:

> "مسیح نے مجھے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دین کی خبر دی ہے اور مسیح نے مجھے ان کی بشارت دے کر کہا کہ وہ ان کے بعد آئیں گے اور میں نے حواریوں کو ان کی بشارت دی۔ تم ان پر ایمان لاؤ"۔

جاثلیق: جی ہاں، یوحنا نے مسیح سے روایت کی ہے اور اُس نے ایک شخص کی نبوت اور اُس کے اہلِ بیتؑ اور اُس کے وصی کا تذکرہ کیا ہے لیکن اُس نے یہ وضاحت نہیں کی کہ وہ نبی کب مبعوث ہوگا اور پھر یہ کہ انھوں نے ہمیں یہ بھی نہیں بتایا کہ آنے والا نبی کس قوم اور کس علاقہ میں مبعوث ہوگا، اس لیے ہم ایک موہوم سی بشارت کی وجہ سے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کیسے نبی مان سکتے ہیں؟

حضرت امام علی رضا علیہ السلام: اگر ہم کسی ایسے شخص کو تمھارے سامنے پیش کریں، جو تمھارے سامنے انجیل کی تلاوت کرے اور اس میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اہلِ بیتؑ اور اُن کی امامت کا ذکر ہو تو کیا تم ہمارے نبی پر ایمان لاؤ گے۔

جاثلیق: جی ہاں! یہ ایک اچھی تجویز ہے۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام: آپ نے نسطاس رومی سے فرمایا: کیا آپ کو انجیل کا سفر ثالث یاد ہے۔

نسطاس رومی نے جواب دیا: مجھے اچھی طرح سے یاد نہیں ہے۔ پھر حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے رأس الجالوت سے فرمایا: کیا تم لوگ انجیل نہیں پڑھا کرتے؟

اُس نے جواب دیا: جی ہاں! میں انجیل پڑھتا رہتا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: تم انجیل کا سفر ثالث اپنے ہاتھوں میں لو اور اس میں دیکھو اگر محمدؐ و آلِ محمدؐ اور اُمت محمدیہ کا ذکر موجود ہو تو میری گواہی دینا۔ اگر اس میں ذکر نہ ہو تو میری گواہی نہ دینا۔

رأس الجالوت نے انجیل کھولی اور امام علیہ السلام نے زبانی انجیل کے سفرِ ثالث کو پڑھنا شروع کر دیا اور جب اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر آیا تو آپؑ رُک گئے اور اس نصرانی سے خطاب کیا:

اے نصرانی! تجھے مسیح اور ان کی والدہ کی قسم! بتا کیا میں انجیل کا عالم ہوں۔

اس نصرانی نے کہا: بے شک آپؑ انجیل کے عالم ہیں، پھر آپؑ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُن کے اہلِ بیتؑ اور اُمت محمدیہ کا ذکر انجیل سے پڑھ کر سنایا۔

پھر آپؑ نے اس نصرانی کو خطاب کر کے فرمایا: اے نصرانی! یہ جناب عیسیٰؑ کا فرمان ہے۔ اگر تو نے انجیل کے الفاظ کو جھٹلایا، تو تو جناب موسیٰؑ اور جناب عیسیٰؑ کا منکر ہے اور جب تو الہامی کتاب کا منکر بنے گا تو تو اپنے رب اور اپنے نبیؑ اور اپنی کتاب کی طرف سے واجب القتل قرار پائے گا۔

پادری: میں انجیل کے فرمان کا انکار نہیں کر سکتا، میں اس کا اقرار کرتا ہوں۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام: اے لوگو! اس کے اقرار پر گواہ رہنا۔ پھر آپؑ نے اس نصرانی سے کہا: اس کے علاوہ تو نے کچھ اور پوچھنا ہے تو وہ بھی پوچھ لو۔

پادری: آپؑ یہ بتائیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں اور علمائے انجیل کی تعداد کتنی تھی؟

حضرت امام علی رضا علیہ السلام: تم نے ایک صاحبِ نظر انسان سے سوال کیا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کے حواری بارہ تھے، جن

میں سب سے افضل اور اعلم "الوقا" تھے اور علمائے نصاریٰ تین تھے:

① یوحنا اکبر باغ ② بقرقیسا ③ یوحنا دیلمی، جو زجار کے رہنے والے تھے۔ زجار بصرہ کے نزدیک ہے۔

یوحنا دیلمی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور ان کی اہل بیتؑ اور اُمت محمدیہ کا ذکر کیا تھا اور اسی نے بنی اسرائیل کو بالعموم اور اُمت عیسیٰؑ کو بالخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ظہور کی بشارت دی تھی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے: حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا درمیانی عرصہ اڑھائی سو سال پر مشتمل ہے جس میں نہ کوئی ظاہر آیا اور نہ عالم آیا۔

راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: پھر لوگ کس دین پر تھے؟

آپؑ نے فرمایا: لوگ دین عیسیٰؑ پر تھے۔ راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: اُن لوگوں کے بارے میں کیا کہا جاسکتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ سب مومن تھے۔

کتاب علل الشرائع میں ایک طولانی حدیث موجود ہے۔ کچھ یہودی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آئے اور انھوں نے کہا: آپ کو محمد، احمد، ابوالقاسم، بشیر و نذر اور داعی کے اسماء کس بنا پر ملے؟

آپؐ نے فرمایا: محمد میرا نام اس لیے ہے کہ میں زمین میں محمود ہوں۔ احمد میرا نام اس لیے ہے کہ میں آسمانوں پر محمود ہوں۔

اُصولِ کافی میں روایت ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جب بھی کوئی نبی آیا تو اس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ظہور کی بشارت دی۔ یہ سلسلہ چلتا رہا۔ آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے تو انھوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اپنی قوم کو بشارت دی۔

اللہ تعالیٰ کا قول ہے: یجدونہ، یعنی یہود و نصاریٰ اپنے ہاں پاتے ہیں۔ مکتوبًا حضرت محمدؐ کی صفت، عندھم یعنی جو تورات وانجیل میں ہے۔ یامرھم بالمعروف وینھاھم عن المنکر

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان الفاظ میں خبر دی: وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت موسیٰؑ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اس طرح بشارت دی جس طرح تمام انبیاءؑ نے بشارت دی تھی۔

اُصولِ کافی میں منقول ہے کہ ایک دفعہ جناب موسیٰؑ نے بارگاہِ خداوندی میں مناجات کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اے موسیٰ! میں تجھے شفیق و مشفق ابن بتول عیسیٰ بن مریم صاحب اتان والبرنس والزیت والزیتون والمحراب کی وصیت کرتا ہوں اور پھر جو اُن کے بعد صاحب جمل الاحمر طیب و طاہر اور مطہر آنے والے ہیں، اُن کی وصیت کرتا ہوں۔ اس کی مثال تیری کتاب میں ہے۔ وہ تمام کتب میں مومن و مہیمن ہے۔ وہ راکع، ساجد، راغب، راہب ہے اور مساکین کا بھائی ہے۔ ایک اور قوم ہے جو اس کی مدد کرنے والی ہے۔ وہ اُس زمانے میں آئیں گے، جو مصائب و آلام کا زمانہ ہوگا۔ اس کا نام احمد، محمد، امین ہے۔ وہ اوّلین میں سے ہیں۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم مبارک جو صحف ابراہیم میں ہے وہ "ماحی" ہے، تورات میں آپ کا نام "الحاذ" ہے، انجیل میں آپ کا نام "احمد" ہے اور قرآن مجید میں "محمدؐ" ہے۔

آپؑ سے پوچھا گیا: الماحی سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جو بتوں کا نام و نشان مٹا دے اور ہر اُس معبود کو صفحۂ ہستی سے مٹا دے، جو رحمٰن کے مقابلے میں لوگوں نے بنا رکھے ہیں۔

آپؑ سے پوچھا گیا: احمد سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جو آپ کی تعریف و توصیف اپنی آسمانی کتابوں میں کی ہے، اس بنا پر آپ کا نام احمد ہے۔

پھر پوچھا گیا: محمدؐ سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اللہ اور اُس کے ملائکہ تمام انبیاء و رسل اور تمام اُمتیں ان کی تحمید کرتے ہیں اور اُن پر درود بھیجتے ہیں۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰٓى اِلَى الْاِسْلَامِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ⑦ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ⑧ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ⑨ يٰٓاَيُّهَا

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۱۰﴾ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۱﴾ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۲﴾ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ؕ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْۢ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ وَكَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ ۚ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ ﴿۱۴﴾

"اُس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے حالانکہ اُسے اسلام کی دعوت دی جارہی ہے اور اللہ ظالم قوم کو ہدایت عطا نہیں کرتا۔ یہ لوگ تو چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں لیکن اللہ اپنے نور کو پورا کر کے رہے گا چاہے کافروں کو پسند نہ آئے۔

وہی تو ہے کہ جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اُسے تمام ادیان پر غالب کر دے چاہے، مشرکین پر ناگوار گزرے۔ اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایسی تجارت کی طرف رہنمائی نہ کروں، جو تمہیں دردناک عذاب سے رہائی دلائے؟

تم اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لے آؤ اور اللہ کے راستے میں اپنے اموال اور اپنی جانوں سے جہاد کرو۔ یہ تمھارے لیے ہر چیز سے بہتر و برتر ہے۔ اللہ تمھارے گناہ بخش دے گا اور تمھیں ایسی جنتوں میں داخل کرے گا، جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور ان ابدی جنتوں میں پاکیزہ مکانات ہوں گے، یہ ایک عظیم کامیابی ہے۔ اور ایک دوسری نعمت تمھیں عطا کرے گا، جسے تم دوست رکھتے ہو۔ وہ ہے اللہ کی طرف سے مدد اور جلد حاصل ہونے والی فتح اور اہلِ ایمان کو اس کی بشارت دے دیجیے۔

اے ایمان والو! اللہ کے ناصر بن جاؤ جیسا کہ عیسیٰ ابن مریمؑ نے حواریوں سے کہا تھا: اللہ کی طرف سے میرا یار و مددگار کون بنے گا؟ حواریوں نے جواب دیا: ہم اللہ کے مددگار ہیں۔ اس وقت بنی اسرائیل کا ایک گروہ ایمان لے آیا اور ایک گروہ نے کفر اختیار کیا۔ ہم نے ان لوگوں کو جو ایمان لائے تھے، ان کے دشمنوں کے مقابلے میں مدد کی اور وہ اُن پر غالب ہوئے"۔

وہ اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں

يُرِيدُونَ لِيُطْفِـُٔوا نُورَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُورِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُونَ ⑧

"یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں لیکن اللہ اپنے نور کو پورا کر کے رہے گا"۔

اُصولِ کافی میں روایت ہے کہ جب حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے اس مندرجہ بالا آیت کی تفسیر پوچھی گئی تو آپؑ نے فرمایا: دشمن چاہتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت امام علی علیہ السلام کی ولایت کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں۔

راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ کے اس فرمان وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُورِهٖ سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس سے مراد ہے کہ اللہ اُن کی امامت کو پورا کر کے رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: فَاٰمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهٖ وَالنُّورِ الَّذِيٓ اَنْزَلْنَا (سورۂ تغابن: ۷) "وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لے آئے اور اُس نور پر جو ہم نے نازل کیا"۔

آپؑ نے فرمایا: اس نور سے مراد امامؑ ہیں۔

زمین حجتِ خدا سے خالی نہیں رہتی

کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے، آپؑ نے فرمایا: زمین حجتِ خدا سے خالی نہیں رہتی۔ حجت کے ذریعے خداوند تعالیٰ اُن کو زندہ کرتا ہے، جو حق سے دُور رہنے کی وجہ سے معنوی موت سے ہمکنار ہو جاتے ہیں۔ پھر آپؑ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی: لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ......الخ

جب قائم آلِ محمدؐ کا ظہور ہوگا

تفسیر قمی میں روایت ہے کہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ قائم آلِ محمدؐ کا ظہور فرمائے گا تو اللہ کی زمین پر دینِ خداوندی کے علاوہ کوئی دین باقی نہ رہے گا اور اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہیں ہوگی۔ معصومؑ نے فرمایا: وہ زمین کو عدل وانصاف سے اس طرح بھر دے گا، جس طرح وہ ظلم وجور سے بھر چکی ہوگی۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝

"وہی تو ہے کہ جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اُسے تمام ادیان پر غالب کر دے چاہے مشرکین پر ناگوار گزرے"۔

اُصولِ کافی میں مروی ہے کہ جب حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام سے مندرجہ بالا آیت کی تفسیر پوچھی گئی تو آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس کا وصی مسلمانوں کے اُمور کا ولی ہوگا اور ولایت دینِ حق ہے۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا: لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جب قائم آلِ محمدؐ کا ظہور ہوگا تو دینِ اسلام تمام ادیان پر غالب آجائے گا۔

راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس نور سے ولایت امام علی علیہ السلام مراد ہے۔

مفید ترین تجارت

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝

"اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایسی تجارت کی طرف راہنمائی نہ کروں، جو تمہیں دردناک عذاب

سے رہائی دلائے"۔

تفسیر قمی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے، آپؑ نے فرمایا: اگر ہمیں اس تجارت کی حقیقت معلوم ہوتی تو اپنے اموال، اپنی اولادیں اور اپنے نفوس سب اللہ کے راستے میں خرچ کر دیتے۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ۙ۱۱

"تم اللہ اور اُس کے رسولؐ پر ایمان لے آؤ اور اللہ کے راستے میں اپنے اموال اور اپنی جانوں سے جہاد کرو۔ یہ تمھارے لیے ہر چیز سے بہتر و برتر ہے"۔

جنتِ عدن

وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ

"اُن ابدی جنتوں میں پاکیزہ مکانات ہوں گے"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جنت میں موتیوں کے محلات ہوں گے۔ ہر قصر میں سرخ یاقوت سے بنے ہوئے ستر گھر ہوں گے اور ہر گھر میں سبز زمرد کے ستر کمرے ہوں گے۔ پھر ہر کمرے میں ستر تخت لگے ہوں گے اور ہر تخت پر رنگارنگ ستر بستر لگے ہوں گے اور ہر بستر پر ایک حور العین بیٹھی ہوگی اور ہر گھر میں ستر دسترخوان بچھے ہوں گے اور ہر دسترخوان پر ستر قسم کے کھانے لگے ہوں گے اور ہر گھر میں ستر لڑکیاں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ مومن کو اتنی طاقت عطا کرے گا کہ وہ سب سے بھرپور انداز میں لذت اُٹھائے گا۔

ہمارے حواری ہمارے پیروکار ہیں

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ......الخ

"اے ایمان والو! اللہ کے ناصر بن جاؤ جیسا کہ عیسیٰ ابن مریمؑ نے حواریوں سے کہا تھا: اللہ کی طرف سے میرا یار و مددگار کون ہے؟ حواریوں نے جواب دیا: ہم اللہ کے مددگار ہیں"۔

اُصولِ کافی میں مروی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جنابِ عیسیٰؑ کے حواری اُس کے شیعہ تھے اور ہمارے شیعہ ہمارے حواری ہیں۔ جنابِ عیسیٰؑ کے حواری ہمارے حواریوں سے زیادہ اطاعت گزار نہ تھے۔ جب حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا تھا:

مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ

یہودیوں نے آپؑ کی نصرت نہ کی تھی اور انھوں نے آپؑ کو قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔ آپؑ کے دشمن سے جنگ نہ کی تھی لیکن ہمارے شیعہ جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا سے رخصت ہوئے، ہماری مدد کر رہے ہیں اور ہمارے دشمنوں سے برسرِ پیکار ہیں اور مختلف قسم کی آزمائشوں میں گرفتار ہیں۔ اللہ انھیں ہماری طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے۔

جنابِ امیر المومنین علی علیہ السلام کا فرمان ہے:

والله لو ضربت خیشوم محبینا بالسیف ما ابغضونا والله لو ادنیت الی مبغضینا وحثوت لهم من المال ما احبونا

"بخدا! اگر میں اپنے چاہنے والوں کی ناک پر تلوار کی ضرب لگاؤں تو پھر بھی وہ ہمارے رہیں گے، بخدا اگر میں اپنے دشمنوں کے قریب چلا جاؤں اور انھیں بہت زیادہ مال دوں تو وہ قطعاً ہم سے محبت نہیں کریں گے"۔

سُورَۃُ الجُمُعَةِ

سورۃ الجمعة مدینة آیاتها ۱۱ و رکوعاتها ۲

''سورۂ جمعہ مدینہ میں نازل ہوئی۔ اس کی گیارہ آیات اور دو رکوع ہیں''۔

سورۂ جمعہ کے مضامین

اس سورہ میں درج ذیل مطالب موجود ہیں:

① توحید، پیغمبر اکرم ﷺ کی بعثت کا مقصد اور مسئلہ معاد۔

② نماز جمعہ کی بحث اور اس عبادت کی خصوصیات۔

③ ہر چیز اللہ کی تسبیح میں معروف ہے۔

④ مومنین کو تعبیہ کی گئی ہے کہ وہ دین کے تمام اُصولوں پر عمل پیرا ہیں۔ یہودیوں کی طرف انحراف نہ کریں۔

⑤ موت کا فیصلہ اٹل ہے۔

⑥ نماز جمعہ کے قیام کے لیے تاکیدی حکم اور نماز جمعہ کے وقت دنیاوی اُمور کو معطل کر دیں۔

سورۂ جمعہ کی تلاوت کی فضیلت

اس ضمن میں بہت سی روایات موجود ہیں: کتاب ثواب الاعمال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے، آپؑ نے فرمایا:

ہمارے شیعوں میں سے ہر مومن پر لازم ہے کہ ہر شب جمعہ سورۂ جمعہ اور سورۂ الاعلیٰ کی تلاوت کرے اور جمعہ کے ظہر میں سورۂ جمعہ اور سورۂ منافقون پڑھے۔ جب وہ اس طرح کرے گا تو گویا اُس نے رسول اللہ ﷺ کا عمل انجام دیا ہے اور اللہ کے حضور اس کا اجر و ثواب بہشت ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں روایت ہے:

من قرء سورة الجمعة اعطی عشر حسنات بعدد من اتی الجمعه وبعدد من لم یاتها فی امصار المسلمین

"جو شخص سورۂ جمعہ کی تلاوت کرے، اللہ تعالیٰ اُسے مسلمان ممالک میں سے اُن لوگوں کی تعداد کے برابر، جو نمازِ جمعہ میں شرکت کرتے ہیں اور اُن کی تعداد کے برابر جو نمازِ جمعہ میں شرکت نہیں کرتے دس گنا حسنات عطا کرے گا"۔

تفسیر مجمع البیان میں محمد بن مسلم سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے حضرت امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں سوال کیا: نماز میں قرأت کے حوالے سے کچھ سورتیں ایسی ہیں، جو معین ہوں۔ آپؑ نے فرمایا: نہیں سوائے نمازِ جمعہ کے، نمازِ جمعہ میں بعد از حمد سورۂ جمعہ اور دوسری رکعت میں بعد از حمد سورۂ منافقون مقرر ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: شبِ جمعہ سورۂ جمعہ اور سورۂ اعلیٰ پڑھو اور جمعہ کی صبح کو نمازِ صبح میں سورۂ جمعہ اور سورۂ توحید پڑھو اور نمازِ جمعہ میں سورۂ جمعہ اور منافقون پڑھو۔

تفسیر قمی میں روایت ہے: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان پر جمعہ کا اکرام فرمایا اور جمعہ کی بنیاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکھی اور روزِ جمعہ اہلِ ایمان کے لیے خوشخبری ہے اور منافقین کے لیے زجر و توبیخ ہے۔ ہر صورت میں نمازِ جمعہ کو ادا کرنا چاہیے، جس نے جان بوجھ کر نمازِ جمعہ کو ترک کیا تو اس کی نماز ہی نہیں۔

ایک اور روایت میں آیا ہے: حلبی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے حضور سوال کیا: اگر جمعہ کے دن مجھے نمازِ ظہر پڑھنا پڑ جائے تو کیا میں نمازِ ظہر کی پہلی دو رکعتیں بالجہر پڑھ سکتا ہوں؟

آپؑ نے فرمایا: ہاں پڑھ سکتے ہو، لیکن پہلی رکعت میں الحمد کے بعد سورۂ جمعہ پڑھو اور دوسری رکعت میں الحمد کے بعد سورۂ منافقون پڑھو۔

ایک آدمی نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام یا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: کیا جمعہ نماز میں سورۂ توحید پڑھی جاسکتی ہے۔

آپؑ نے فرمایا: سورۂ جمعہ پڑھو۔

ooo

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الۡاَرۡضِ الۡمَلِكِ الۡقُدُّوۡسِ الۡعَزِيۡزِ الۡحَكِيۡمِ ۞ هُوَ الَّذِيۡ بَعَثَ فِي الۡاُمِّيّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيۡهِمۡ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ ۚ وَاِنۡ كَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِيۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ ۞ وَّاٰخَرِيۡنَ مِنۡهُمۡ لَمَّا يَلۡحَقُوۡا بِهِمۡ ؕ وَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ۞ ذٰلِكَ فَضۡلُ اللّٰهِ يُؤۡتِيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِيۡمِ ۞ مَثَلُ الَّذِيۡنَ حُمِّلُوا التَّوۡرٰىةَ ثُمَّ لَمۡ يَحۡمِلُوۡهَا كَمَثَلِ الۡحِمَارِ يَحۡمِلُ اَسۡفَارًا ؕ بِئۡسَ مَثَلُ الۡقَوۡمِ الَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهۡدِي الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِيۡنَ ۞ قُلۡ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ هَادُوۡۤا اِنۡ زَعَمۡتُمۡ اَنَّكُمۡ اَوۡلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنۡ دُوۡنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الۡمَوۡتَ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ۞

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن ورحیم ہے

”آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، وہ سب اس اللہ کی تسبیح کرتے رہتے ہیں، جو مالک

ہے، جو نہایت پاک و پاکیزہ اور عزیز و حکیم ہے۔ وہی ہے، جس نے اَن پڑھ لوگوں میں خود اُنھی میں سے ایک رسول بھیجا، جو اس کی آیات پڑھ پڑھ کر سناتا ہے اور انھیں پاک و پاکیزہ کرتا ہے اور انھیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ اگرچہ اس سے قبل یہ لوگ واضح گمراہی میں تھے۔

اور (اُن) دوسرے لوگوں کے لیے بھی (بھیجا) جو ابھی اُن سے نہیں ملے ہیں اور اللہ بہت غالب آنے والا اور حکمت والا ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے، جسے چاہتا ہے وہ عطا کرتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

اور جن کو تورات کا حامل بنایا گیا پھر انھوں نے اس کو نہ اُٹھایا اُن کی مثال اس گدھے کی مانند ہے جس پر کتابیں لدی ہوئی ہوں۔ کتنی بُری مثال ہے ان لوگوں کی، جنھوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا۔

آپ ان سے کہہ دیجیے اے یہودیو! اگر تمھارا خیال ہے کہ تم ہی اللہ کے دوست ہو تو پھر موت کی تمنا کرو، اگر تم سچے ہو۔

تفسیر آیات

يُسَبِّحُ لِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ①

"آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، وہ سب اُس اللہ کی تسبیح کرتے رہتے ہیں جو نہایت پاک و پاکیزہ اور عزیز و حکیم ہے"۔

تفسیر قمی میں اس آیت کریمہ کی تفسیر میں یہ کہا گیا ہے کہ خداوند تعالیٰ عالم ہے اور کوئی چیز اس سے مخفی نہیں ہے۔ جو اشیاء جہل کے موجبات میں سے ہیں، اللہ اُن سے بَری ہے اور پاک و پاکیزہ ہے۔

کتاب علل الشرائع میں مروی ہے، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

خداوند عزیز اور حکیم ہے۔ اس کے جتنے افعال ہیں، وہ حکمت پر مبنی ہیں اور ان کے علل و وجوہات غیر منکشف ہیں۔

بعثتِ پیغمبرؐ

هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

''وہی ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں خود اُنھی میں سے ایک رسول بھیجا، جو اُس کی آیات پڑھ پڑھ کر سناتا ہے اور اُنھیں پاک و پاکیزہ کرتا ہے اور اُنھیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے''۔

اُصولِ کافی کی روایت کے مطابق امام ابوالحسنؑ اوّل نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ۲۷ رجب کو مبعوث فرمایا: جس نے ۲۷ رجب کا روزہ رکھا تو خداوند تعالیٰ اس کے نامۂ اعمال میں ساٹھ سال کے روزوں کا ثواب لکھ دیتا ہے۔

علی بن ابراہیم نے هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ کی تفسیر میں لکھا: اُمی، وہ لوگ ہیں، جن کے پاس کتاب نہ ہو۔

ایک اور روایت جس میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جن لوگوں کی طرف اُمیوں کی نسبت دی گئی ہے یہ لوگ کتابت جانتے تھے لیکن اللہ کی طرف سے ان کے پاس کتاب نہ تھی، اور نہ اُن کے پاس کوئی رسول تھا، اس لیے اللہ نے اُنھیں ''اُمیّین'' سے منسوب کیا۔

پیغمبرؐ اسلام کو نبی اُمی کیوں کہا گیا؟

کتاب علل الشرائع میں جعفر صوفی سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے حضور سوال کیا: اے فرزندِ رسولؐ! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اُمّی کیوں کہا جاتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: لوگوں کی اس میں کیا رائے ہے؟

میں نے عرض کیا: لوگ کہتے ہیں آپؐ لکھنا نہیں جانتے تھے۔

آپؑ نے فرمایا: وہ جھوٹے ہیں اُن پر اللہ کی لعنت ہو، حالانکہ اللہ نے اُن کے بارے میں اپنے قرآن میں فرمایا ہے:

هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

جو آدمی لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو وہ کس طرح لوگوں کو تعلیم دے سکتا ہے۔ بخدا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۷۲ زبانوں میں پڑھ سکتے تھے بلکہ آپؐ نے یہ بھی فرمایا: ۷۳ زبانوں میں پڑھ لکھ سکتے تھے۔ آپؐ کو اُمی کا لقب صرف اس لیے ملا کہ آپؐ اہلِ مکہ میں سے تھے اور مکہ اپنے اردگرد کی تمام آبادیوں بستیوں کی ماں تھی۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ۭ (الانعام:۹۲)

وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

"اور اُن دوسرے لوگوں کے لیے بھی (بھیجا) جو ابھی اُن سے نہیں ملے ہیں اور اللہ بہت غالب آنے والا اور حکمت والا ہے"۔

تفسیر قمی اور تفسیر مجمع البیان کی روایات کے مطابق مندرجہ بالا آیت سے وہ لوگ مراد ہیں، جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد آئے اور اسلام قبول کیا اور یہ وہ لوگ ہیں، جن کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

ایک قول کے مطابق اس آیت کے مصداق وہ لوگ ہیں، جو عجم سے تعلق رکھتے ہیں اور عربی زبان میں گفتگو نہیں کرتے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو عرب و عجم شاہد و غیب سب کے لیے مبعوث ہوئے تھے۔

ایک اور روایت ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی مندرجہ بالا آیت کی تلاوت فرمائی اور جناب سلمان فارسیؓ کے شانے پر دست مبارک رکھا اور فرمایا:

لو كان الايمان في الثريا لنالته رجال من هؤلاء

"اگر ایمان ثریا پر ہوتا تو پھر بھی اس کی قوم وہاں سے ایمان کو حاصل کر لیتی"۔

یہ خدا کا فضل ہے جسے چاہے دے دے

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝

"یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے، وہ عطا کرتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے"۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ فقرا کی ایک جماعت بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئی اور انھوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! ان دولت مندوں کے پاس مال و دولت ہے جو وہ اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں۔ وہ اس سے صدقہ دیتے ہیں، وہ اس سے حج کرتے ہیں، ہم حج جیسی عبادت سے محروم ہیں۔ وہ اس سے غلام آزاد کرتے ہیں اور ہم ایسا نہیں کر سکتے۔

یہ سن کر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص سو مرتبہ اللہ اکبر کہے، وہ ایک غلام کے آزاد کرنے سے افضل ہے اور جو شخص سو مرتبہ اللہ کی تسبیح بیان کرے، وہ سو گھوڑے زین ولگام کے ساتھ جہاد کے لیے آمادہ کرنے سے افضل ہے اور جو سو مرتبہ لا الٰہ الا اللہ کہے اس کا عمل تمام لوگوں کے اس دن کے عمل سے افضل ہے مگر یہ کہ کوئی اس سے زیادہ کہے۔

آخر کار یہ بات دولت مند طبقہ تک جا پہنچی تو انھوں نے بھی یہ عمل شروع کردیا۔ فقرا کی وہ جماعت پھر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: آپؐ کا ارشاد گرامی امراء کے کانوں تک پہنچ گیا ہے اور انھوں نے بھی یہ عمل شروع کردیا ہے۔

یہ سن کر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ”یہ اللہ کا فضل ہے جسے وہ چاہتا ہے عطا کرتا ہے“۔

ایسا چوپایا جس پر کتابیں لدی ہوئی ہیں

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ

”اور جن کو تورات کا حامل بنایا گیا۔ پھر انھوں نے اُس کو نہ اُٹھایا اُن کی مثال اُس گدھے کی ہے، جس پر کتابیں لدی ہوئی ہوں“۔

تفسیر قمی کے مطابق یہ آیت کریمہ بنواسرائیل کے بارے میں نازل ہوئی کہ جنھیں تورات دی گئی۔ پھر انھوں نے اس کی پرواہ نہ کی تو اُن کی مثال گدھے کی طرح ہے کہ گدھے پر اگر کتابیں لاد دی جائیں تو گدھے کو علم نہیں ہوتا کہ اُس پر کیا لدا ہوا ہے۔ بنواسرائیل بھی گدھے کی مثل ہیں، جن کے پاس کتاب ہے لیکن وہ کتاب کے علم سے واقف نہیں ہیں، اگر واقف ہیں تو پھر عمل نہیں کرتے۔

یہ موت تم سے ملاقات کر کے رہے گی

قُلْ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْۤا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

”آپ اُن سے کہہ دیجیے اے یہودیو! اگر تمھارا خیال ہے کہ تم ہی اللہ کے دوست ہو تو پھر موت کی تمنا کرو، اگر تم سچے ہو“۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک آدمی حضرت ابوذر غفاریؓ کے پاس آیا اور کہا: ہم موت سے

خوف زدہ کیوں ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: تم لوگوں نے اپنی دنیا آباد کر رکھی ہے اور اپنی آخرت اُجاڑ رکھی ہے۔ اس لیے تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ آبادی کو چھوڑ کر بربادی کی طرف جائیں۔

علی بن ابراہیم نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ (سورۂ جمعہ:۸) کی تفسیر کے ضمن میں امیر المومنین حضرت امام علی علیہ السلام کا فرمان پیش کیا۔ آپؑ نے فرمایا:

ایها الناس! کل اِمرء لاق فی فرارہ ما منه یفو والاجل مساق النفس الیه والهرب منه موافاتر

"اے لوگو! جس سے فرار کر رہا ہے اس کی اُس چیز سے ضرور ملاقات ہوگی، جس سے وہ فرار کر رہا ہے۔ موت انسان کو ہانک کر لے جارہی ہے۔ یہ بھاگنا موت سے جلد ملاقات کا سبب بن جاتا ہے"۔

اُصول کافی میں آیا ہے کہ انسان کی زندگی کے سال شمار ہوتے ہیں۔ ہر مہینے پھر دن پھر ساعات پھر اس کے سانس جو اُس نے لیے ہیں۔ جب اُس کی موت کا وقت آجاتا ہے تو اُسی وقت اُسے آخرت کی طرف بلا لیا جاتا ہے: لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ (سورۂ اعراف:۳۴)

وَلَا یَتَمَنَّوْنَهٗۤ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِالظّٰلِمِیْنَ ۝۷ قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰی عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۸ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَیْعَ ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۹ فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۱۰

وَ اِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَ تَرَكُوْكَ قَآئِمًا ؕ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَ مِنَ التِّجَارَةِ ؕ وَ اللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۱۱﴾

"اور یہ اپنے ہاتھوں جو اعمال آگے بھیج چکے ہیں، کے سبب موت کی تمنا ہرگز نہیں کریں گے اور خدا تو ظالموں کو اچھی طرح سے جانتا ہے۔ کہہ دیجیے کہ یہ موت جس سے تم بھاگتے ہو، اس کا تمھیں ہر صورت سامنا کرنا ہوگا۔ اس کے بعد تم غیب و شہود کے عالم کے سامنے پیش کیے جاؤ گے۔ پھر وہ اللہ تمھیں ان باتوں سے آگاہ کرے گا، جو کچھ تم کرتے رہے ہو۔
اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن کی نماز کے لیے تمھیں پکارا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ کر آؤ اور خرید و فروخت کو ترک کر دو، یہی تمھارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔
اور جب نماز ختم ہو جائے تو پھر (اپنے کاموں کے لیے) زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور کثرت کے ساتھ اللہ کو یاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ اور جب انھوں نے تجارت یا کھیل تماشا ہوتے دیکھ لیا تو اُدھر کو چل کھڑے ہوئے اور آپ کو کھڑا ہوا چھوڑ دیا۔ آپ ان سے کہہ دیجیے جو کچھ اللہ کے پاس ہے، وہ کھیل تماشے اور تجارت سے بہتر ہے اور اللہ بہترین رزق دینے والا ہے"۔

ہفتہ وار عظیم ترین عبادی سیاسی مجلس

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَ ذَرُوا الْبَيْعَ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۹﴾

"اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن کی نماز کے لیے تمھیں پکارا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ کر آؤ اور خرید و فروخت کو ترک کر دو۔ یہی تمھارے لیے بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو"۔

من لا یحضرہ الفقیہ میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں جب مدینہ میں مؤذن اذان دیتا تو اس میں یہ بھی آواز دیتا تھا کہ نمازِ جمعہ کے وقت خرید وفروخت حرام ہے کیونکہ اللہ کا فرمان ہے: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا ......الخ

اُصولِ کافی میں ہے جب حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ کی تفسیر پوچھی گئی تو آپؑ نے فرمایا: کام کرو اور بہت جلدی کرو کیونکہ جمعہ کا دن مسلمانوں پر تنگ ہے۔ جس قدر ان پر تنگ ہے اسی قدر ثواب بھی ہے۔ اس دن نیکیاں اور بُرائیاں دگنی ہوجاتی ہیں۔

راوی کہتا ہے کہ امام علیہ السلام نے فرمایا: اصحابِ رسول اللہؐ خمیس کے دن سے جمعہ کی تیاری شروع کرتے تھے۔

جمعہ کو جمعہ کیوں کہا جاتا ہے؟

حضرت امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام سے روایت ہے کہ کسی نے پوچھا: جمعہ کے دن کو جمعہ کیوں کہا گیا ہے؟ تو اُنھوں نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوق کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس کے وصی کی ولایت کے لیے جمع کیا کہ اُن سے میثاق لے تو اس مناسبت سے جمعہ کے دن کو جمعہ کا نام دیا گیا۔

تفسیر قمی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ اس آیت کریمہ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ میں "اسعوا" سے مراد ہے کہ اللہ کے ذکر کی سعی کرو اور خرید وفروخت کو چھوڑ دو۔ اس سعی سے مراد یہ ہے کہ اپنی مونچھوں کے بالوں کو درست کرو، ناخن کٹواؤ، غسل کرو، پاک وصاف لباس پہنو اور خوشبو لگاؤ۔ جمعہ کی سعی یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَۃَ وَسَعٰی لَھَا سَعْیَھَا وَھُوَ مُؤْمِنٌ (سورہ بنی اسرائیل:۱۹)

"جس نے آخرت کا ارادہ کیا اور اس کے لیے کوشش کی تو وہ مومن ہے"۔

نمازِ جمعہ کے فرائض

تفسیر مجمع البیان اور دوسری تفاسیر کی روایات کے مطابق جمعہ کے فرائض وشرائط درج ذیل ہیں:

نمازِ جمعہ بالغ اور صحیح و سالم مردوں پر واجب ہے جو نماز میں آسانی کے ساتھ شریک ہو سکتے ہیں۔ مسافروں اور بوڑھوں پر نمازِ جمعہ واجب نہیں ہے۔ ہاں مسافروں کے لیے نمازِ جمعہ میں حاضر ہونا جائز ہے۔ اس طرح خواتین بھی نمازِ جمعہ میں شرکت کر سکتی ہیں، اگرچہ ان پر نمازِ جمعہ واجب نہیں ہے۔

نمازِ جمعہ کے لیے ضروری ہے کہ نمازیوں کی تعداد کم از کم پانچ ہو۔ نمازِ جمعہ دو رکعت ہے اور وہ نمازِ ظہر کی جگہ لے لیتی ہے۔ دو خطبے نماز سے پہلے پڑھے جاتے ہیں۔ وہ حقیقت میں دو رکعتوں کی جگہ پر ہوتے ہیں۔ نمازِ جمعہ صبح کی نماز کی طرح پڑھی جاتی ہے، مستحب ہے کہ پہلی رکعت میں الحمد کے بعد سورۂ جمعہ پڑھی جائے اور دوسری رکعت میں الحمد کے بعد سورۂ منافقین پڑھی جائے۔ نمازِ جمعہ میں دو قنوت مستحب ہیں۔ ایک رکعت اوّل میں رکوع سے پہلے، اور دوسرا دوسری رکعت میں رکوع کے بعد ہے۔ مزید تفصیلات کے لیے کتب فقہ کی طرف رجوع فرمائیں۔

کتاب خصال میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جمعہ کے دن اپنے گھر والوں کے لیے میوہ جات اور گوشت لے جاؤ"۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب گرمی کے موسم میں سفر کے لیے کہیں جاتے تو جمعرات کے دن جاتے اور جب سردیوں میں گھر آنا چاہتے تو جمعہ کے دن گھر میں داخل ہوتے۔

ایام سے دشمنی نہ رکھو

جب حضرت ابوالحسن العسکری سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان لا تعادوا الایام فتعادیکم کے بارے میں پوچھا گیا کہ اس کا معنٰی و مفہوم کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جب سے آسمان اور زمین خلق ہوئے ہیں تو ایام ہم ہیں۔ "سبت" رسولؐ اللہ کا اسمِ مبارک ہے۔ "احد" جناب امیرالمومنینؑ سے کنایہ ہے۔ "الاثنین" سے مراد الحسن والحسین علیہم السلام ہیں۔ "الثلثا" سے مراد علیؑ بن حسینؑ و محمدؑ بن علیؑ و جعفرؑ بن محمدؑ ہیں۔ "الاربعا" سے مراد موسیٰؑ بن جعفرؑ و علیؑ بن موسیٰؑ و محمدؑ بن علیؑ اور مَیں ہوں۔ اور "الخمیس" سے مراد میرے فرزند حسنؑ بن علیؑ ہیں، اور جمعہ سے مراد میرے بیٹے کا بیٹا ہے۔ وہ وہ ہیں کہ جو زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔

ایام کا معنٰی یہی ہے، ایام سے اس دنیا میں دشمنی نہ رکھو کہ کہیں قیامت کے دن وہ تمھارے نہ دشمن بن جائیں۔

فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰﴾

"اور جب نماز ختم ہو جائے تو پھر اپنے کاموں کے لیے زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور کثرت کے ساتھ اللہ کو یاد کرو تا کہ تم فلاح پاؤ"۔

تفسیر مجمع البیان کی روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کریمہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: جب نماز ختم ہو جائے اور تم زمین میں پھیل جاؤ تو اس پھیلنے سے مراد طلب دنیا نہیں ہے بلکہ مریض کی عیادت کرو۔ کسی مومن کا جنازہ ہو تو اس میں شرکت کرو اور اپنے برادر ایمانی سے اللہ کے لیے ملاقات کرو۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی آدمی نماز فریضہ پڑھ لے اور مسجد سے نکلنے لگے تو مسجد کے دروازے پر ٹھہر جائے اور یہ دعا پڑھے:

اللهم دعوتني فاجبت دعوتك وصليت مكتوبك وانتشرت في ارضك كما امرتني فاسئلك من فضلك العمل بطاعتك واجتناب سخطك والكفاف في الرزق برحمتك

"اے میرے اللہ! تو نے مجھے بلایا ہے، میں نے تیرے بلاوے پر لبیک کہا ہے۔ میں نے تیری فریضہ نماز پڑھی ہے۔ اب تیری زمین میں پھیل رہا ہوں، جس طرح کہ تو نے حکم دیا ہے، میں تیرے فضل سے تیری اطاعت کا سوال کرتا ہوں اور تیری ناراضی سے بچنے کا سوال کرتا ہوں"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

جس نے بازار میں اپنے کاروبار کی مصروفیت کے دوران مخلص ہو کر اللہ کا ذکر کیا، جس وقت دنیا غفلت میں پڑی ہوئی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے نامۂ اعمال میں ایک ہزار نیکیوں کا ثواب لکھتا ہے اور قیامت کے دن اس کی مغفرت فرمائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ہر جمعہ کے دن ساٹھ ہزار جہنمیوں کو جہنم سے نجات کا پروانہ ملتا ہے۔

وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوْا إِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَائِمًا ......الخ

"اور جب انھوں نے تجارت یا کھیل تماشا ہوتے دیکھ لیا تو اُدھر کو چل کھڑے ہوئے اور آپ کو کھڑا ہوا چھوڑ دیا"۔

جابر بن عبداللہ انصاریؓ کہتے ہیں: جمعہ کا دن تھا، نماز جمعہ قائم ہو چکی تھی۔ مدینہ میں ایک تجارتی قافلہ آیا۔ اس وقت

ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز میں مصروف تھے۔ (جونہی قافلہ کا طبل بجا) تو سوائے بارہ آدمیوں کے سب لوگ قافلہ کی طرف چل کھڑے ہوئے۔ جابر بن عبداللہ کہتے ہیں: اُن بارہ میں سے ایک مَیں بھی تھا۔ اُس وقت ان لوگوں کے عتاب کے لیے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اکثر محدثین نے یہی لکھا ہے کہ اُن دنوں مدینہ میں قحط تھا اور ہر چیز مہنگی ہوچکی تھی تو اس دوران دحیہ ابن خلیفہ کا تجارتی قافلہ شام سے آیا، جس وقت رسول اللہ ﷺ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے۔ جب لوگوں نے قافلہ کی آمد کی اطلاع سنی تو سب قافلے کی طرف چل پڑے کہ کہیں باقی لوگ سامان لے لیں اور وہ رہ جائیں۔ نبی اکرم ﷺ کے پاس صرف بارہ آدمی باقی رہ گئے تو اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

آپؐ نے فرمایا: اس ذات کی قسم، جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اگر تم بھی ان کے پیچھے چلے جاتے اور کوئی آدمی میرے پاس نہ رہ جاتا تو یہ وادی آگ سے بھر جاتی اور تم میں کوئی بھی باقی نہ رہتا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا گیا: نماز جمعہ میں امام خطبہ کس صورت میں دے؟ آپؑ نے فرمایا: کھڑے ہوکر خطبہ دے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ جمعہ میں فرمایا: وَتَرَكُوكَ قَآئِمًا۔ انھوں نے آپ کو کھڑے ہونے کی صورت میں چھوڑا۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی علیہ السلام کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا: اے علیؑ! تین چیزیں دل کو سخت کردیتی ہیں: لہو ولعب، شکار کرنا اور بادشاہوں کے دروازوں پر جانا۔ یہ چیزیں دل کو سخت کردیتی ہیں۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: مومن کا لہو تین چیزوں میں ہے: ① اپنی بیویوں سے استفادہ، ② اپنے برادرانِ ایمانی کی پھلوں سے پذیرائی اور ③ نمازِ شب۔

سُوۡرَۃُ الۡمُنٰفِقُوۡنَ

سورۃ المنافقون مدینة آیاتها ١١ و رکوعاتها ٢

''سورۂ منافقون مدینہ میں نازل ہوئی۔ اس کی گیارہ آیات اور دو رکوع ہیں''۔

سورۂ منافقون کے مضامین

سورۂ منافقون ایک ایسی سورہ ہے، جس میں منافقین کا تفصیلی ذکر ہے۔ علاوہ ازیں کچھ آیات ایسی ہیں جو پندونصائح پر مشتمل ہیں۔ اس کے مطالب کو چار حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

① منافقین کی علامات۔
② صاحبانِ ایمان کو تلقین کی گئی ہے کہ وہ منافقین کی سازشوں سے بچ کر رہیں۔
③ مومنین کو انتباہ کیا گیا ہے کہ دنیاوی نعمتیں انھیں خدا کی یاد سے غافل نہ کردیں۔
④ اس حصے میں تلقین کی گئی ہے کہ اللہ کے راستے میں خرچ کریں۔ اللہ کے عطا کردہ مال سے اُخروی فائدے اُٹھائیں۔

سورۂ منافقون کی تلاوت کے فضائل

کتاب ثواب اعمال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ہر مومن پر واجب ہے جو ہمارا ہے ہر شبِ جمعہ سورۂ جمعہ اور سورۂ الاعلیٰ پڑھے اور جمعہ کے دن نمازِ جمعہ میں سورۂ جمعہ اور سورۂ منافقون پڑھے۔ جب وہ اس طرح کرے گا تو گویا اُس نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل کو انجام دیا ہے اور اس کی جزا اور ثواب اللہ کے ہاں جنت ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں حدیث بیان ہوئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے سورۂ منافقون کی تلاوت کی تو وہ نفاق سے بَری ہوگیا۔

○○○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۚ﴿۱﴾ اِتَّخَذُوْۤا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿۳﴾ وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ؕ وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ؕ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ؕ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ؕ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۘ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۴﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۵﴾ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۶﴾

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن و رحیم ہے

"جب منافقین آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں: ہم گواہی دیتے ہیں۔ یقیناً آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ کو معلوم ہے آپ یقیناً اللہ کے رسولؐ ہیں لیکن اللہ گواہی دیتا ہے یقیناً یہ منافقین جھوٹے ہیں۔

اِن (منافقین) نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے۔ پھر وہ (دوسرے لوگوں کو بھی) اللہ کی راہ سے روکتے ہیں، جو کچھ یہ کرتے ہیں وہ یقیناً بُرا ہے۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ پہلے تو ایمان لائے اور پھر کافر ہو گئے۔ پس اُن کے دلوں پر مہر لگ گئی ہے۔ لہٰذا اب وہ کچھ نہیں سمجھتے۔

جب آپ اُنھیں دیکھتے ہیں تو اُن کے جسم آپ کو اچھے معلوم ہوں گے۔ اگر وہ کوئی بات کرتے ہیں تو ان کی باتوں کو آپ توجہ سے سنتے ہیں حالانکہ وہ ایسی خشک لکڑیاں ہیں جنھیں دیوار کے سہارے کھڑا کر دیا ہو۔ پھر آواز کو اپنے خلاف خیال کرتے ہیں۔ یہی لوگ آپ کے حقیقی دشمن ہیں۔ آپ اُن سے محتاط رہیں، اللہ اُنھیں غارت کرے، وہ حق سے کس طرح منحرف ہو جاتے ہیں۔

اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ (تم اللہ کے رسولؐ کے پاس) آؤ تاکہ اللہ کا رسول تمھارے لیے استغفار کریں تو وہ اپنے سروں کو (ازراہِ تکبر) ہلانے لگتے ہیں اور آپ دیکھیں گے کہ وہ تکبر کے سبب، آنے سے رُک جاتے ہیں۔ اُن کے لیے برابر ہے خواہ آپ اُن کے لیے استغفار طلب کریں یا نہ کریں۔ اللہ اُنھیں ہرگز معاف نہیں کرے گا، اللہ فاسق قوم کو ہدایت نہیں کرتا"۔

تفسیر آیات

إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ ①

"جب منافقین آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں: ہم گواہی دیتے ہیں۔ یقیناً آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ کو معلوم ہے آپ یقیناً اللہ کے رسولؐ ہیں لیکن اللہ گواہی دیتا ہے یقیناً یہ منافقین جھوٹے ہیں"۔

شانِ نزول

تفسیر قمی اور باقی دوسرے مفسرین نے ان آیات کے شانِ نزول کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ واقعہ غزوۂ مریسیع یعنی غزوۂ بنوالمصطلق کا ہے اور ہجرت کے پانچویں سال پیش آیا۔ جب آپؐ غزوہ سے واپس آرہے تھے تو راستے میں ایک کنوئیں پر منزل فرمائی۔ اس کنوئیں میں پانی کم تھا۔ انس بن سیار جو انصار کے حلیف تھے اور اِدھر جہجاہ بن سعید غفاری جو حضرت عمر بن خطاب کے کارندے تھے۔ ان کا اس کنوئیں پر پانی کے معاملے میں جھگڑا ہوگیا۔ اس جھگڑے میں جہجاہ نے سیار کے چہرے پر ضرب لگائی۔ اُس کا چہرہ زخمی ہوگیا اور خون بہنے لگا۔ سیار نے قبیلہ خزرج کے لوگوں کو آواز دی۔ اِدھر جہجاہ نے قریش کو آواز دی۔ دونوں طرف سے تلواریں نیاموں سے باہر نکل آئیں۔ قریب تھا کہ فتنہ کی آگ بھڑک اُٹھے اور کشت وخون ہوجائے۔ یہی ندا عبداللہ بن اُبی نے سنی۔ اس کے پاس انصار کی ایک جماعت بھی بیٹھی ہوئی تھی۔ یہ اپنی جگہ پر چیخا چلایا: کیا ہوگیا ہے۔ جب اسے واقعہ کا پتا چلا تو غضبناک ہوکر کہنے لگا: لو ہمارے ہی شہروں میں ان لوگوں نے ہم پر حملے شروع کردیے ہیں۔ خدا کی قسم! اگر ہم لوٹ کر مدینہ گئے تو عزت دار ذلیلوں کو نکال باہر کریں گے۔ بعدازیں اس نے اپنے ساتھیوں سے کہنا شروع کیا: یہ اس کام کا نتیجہ ہے جو خود تم نے اپنے سر لے لیا ہے۔ تم نے انھیں اپنے ہاں پناہ دی اور اپنے اموال ان میں تقسیم کردیے۔ اگر تم اپنی بچی ہوئی غذا ایسے لوگوں کو نہ دیتے تو آج یہ تمھاری گردنوں پر سوار نہ ہوتے۔ تمھاری سرزمین سے چلے جاتے اور اپنے قبائل سے جاملتے۔ تم نے ان کے لیے جنگیں کی ہیں، قربانیاں دی ہیں۔ اپنی عورتوں کو بیوہ بنایا ہے۔ اپنے بچوں کو یتیم کیا ہے۔

جب یہ چیخ وچلا رہا تھا تو جناب زید بن ارقمؓ بھی وہاں موجود تھے۔ اس وقت وہ ایک نوخیز نوجوان تھے۔ انھوں نے اس کی طرف منہ کر کے کہا: خدا کی قسم! ذلیل اور کمینہ تو ہی ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی عزت اور مسلمانوں کی محبت ہیں۔ خدا کی قسم! آج کے بعد میں تجھے ایک اچھا آدمی نہیں سمجھوں گا۔

عبداللہ نے چلا کر کہا: اے لڑکے! خاموش رہ تو اپنے کھیل کود سے کام لے۔ زید بن ارقمؓ وہاں سے اُٹھے اور

رسول اللہ ﷺ کے حضور چلے آئے اور ساری بات سنا دی: رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن اُبی کو اپنے ہاں بلوایا اور فرمایا: کیا معاملہ ہے؟

عبداللہ نے کہا: اُس خدا کی قسم! جس نے آپؐ پر آسمانی کتاب نازل کی ہے۔ میں نے ایسی کوئی بات نہیں کی۔ زید نے جو کچھ آپ کو کہا ہے، جھوٹ ہے۔ اس کی قوم کے لوگ وہاں رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے۔

انھوں نے کہا: یارسولؐ اللہ! عبداللہ ہمارا بزرگ ہے۔ زید ایک بچہ ہے شاید اُس نے وہم کیا ہو، یا اس سے غلطی ہوگئی ہو۔

پیغمبر اکرم ﷺ نے عبداللہ کی بات قبول کرلی تو اس موقع پر انصار کی ایک جماعت نے زید بن ارقم کی ملامت شروع کردی۔ اس دوران پیغمبر اکرم ﷺ نے کوچ کا حکم دے دیا۔ راستے میں انصار کے ایک بزرگ حضرت اُسید آپؐ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا: یارسولؐ اللہ! آپؐ نے نامناسب وقت پر کوچ کرلیا ہے۔

آپؐ نے فرمایا: کیا تو نے سنا نہیں ہے جو تمھارے ساتھی عبداللہ نے کہا ہے کہ اُس نے یہ کہا ہے کہ جب وہ مدینہ پلٹ جائے گا تو عزت والے ذلیلوں کو نکال باہر کریں گے۔

حضرت اُسید نے کہا: یارسولؐ اللہ! عزت والے آپؐ ہیں اور ذلیل وہ ہے۔

حضورؐ نے اپنے سفر کو جاری رکھا۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: لشکر سارا دن اور ساری رات چلتا رہے۔ دوسرے دن جب سورج نکل آیا تو آپؐ نے ٹھہرنے کا حکم دیا۔ لشکر اس قدر تھک چکا تھا کہ زمین پر سر رکھتے ہی سب گہری نیند میں چلے گئے۔ پیغمبر اکرم ﷺ بھی یہی چاہتے تھے تاکہ لوگ کل کے واقعے کو بھول جائیں۔ آخرکار پیغمبر اکرم ﷺ مدینہ میں داخل ہوئے تو زید بن ارقم بھی ساتھ تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں سخت پریشان تھا، شدتِ غم سے مَیں نڈھال تھا اور دل میں کہہ رہا تھا: اے میرے اللہ! تو خوب جانتا ہے مَیں نے عبداللہ بن اُبی پر جھوٹ نہیں بولا۔ شرم کے مارے اپنے گھر میں رہا اور باہر نہیں نکلا۔ اسی دوران سورۂ منافقون نازل ہوئی کہ جس سے زید بن ارقم کی تصدیق ہوگئی اور عبداللہ بن اُبی کی تکذیب ہوئی۔ پیغمبر اکرم ﷺ نے جناب زیدؓ کا کان پکڑا اور فرمایا: اے جوان! اللہ نے تیری بات کی تصدیق کردی اور بالکل اس طرح جس طرح کہ تو نے اس کی باتوں کو کانوں سے سنا اور اپنے دل میں محفوظ رکھا اور جو کچھ تو نے کہا: وہی اللہ نے قرآن میں اُتار دیا۔ آپؐ نے اپنے اصحاب کو اکٹھا کیا اور ان کے سامنے سورۂ منافقون کی تلاوت فرمائی جس سے عبداللہ بن اُبی کی رُسوائی ہوئی۔ اِدھر عبداللہ بن اُبی بھی مدینہ کے قریب پہنچ چکا تھا۔ جونہی اُس نے مدینہ میں داخل ہونا چاہا، اس کا بیٹا اُس کے

آگے آیا اور اُس نے اس کا راستہ روک دیا۔

عبداللہ نے کہا: تجھ پر وائے ہو تو یہ کیا کر رہا ہے؟

اُس کے بیٹے نے کہا: خدا کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت کے بغیر تجھے مدینہ میں داخل نہیں ہونے دیا جائے گا۔ آج تو جان لے کہ عزیز کون ہے اور ذلیل کون ہے؟

عبداللہ نے اس بات کی اطلاع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچائی تو رسولؐ اللہ نے اس کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ اپنے باپ کو مدینہ میں آنے دے۔ عبداللہ شہر میں داخل ہوا اور بیمار پڑ گیا۔ تھوڑا عرصہ بعد مر گیا۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دن رات مسلسل چلتے رہے۔ جب سورج کچھ بلند ہوا تو آپ نے پڑاؤ ڈالا چونکہ لوگ سخت تھکے ماندے تھے۔ جونہی سر رکھا نیند میں چلے گئے۔ رسولؐ اللہ بھی چاہتے تھے تاکہ کل والا واقعہ ٹھنڈا ہو جائے۔ عبداللہ کا بیٹا رسولؐ اللہ کے پاس آیا اور عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! آپؐ مجھے اجازت دیں کہ میں اپنے باپ کو قتل کر دوں اور اس کا سر آپؐ کے پاس لے آؤں۔ اللہ کی قسم! اوس وخزرج اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ کس قدر نیکی کا سلوک کرتا ہوں۔ مجھے اس بات کا خوف ہے کہ آپ میرے علاوہ کسی اور کو اس کے قتل کا حکم دیں اور وہ اُسے قتل کر ڈالے۔ اس سے مجھے پریشانی ہوگی کہ جب میری نگاہ اپنے باپ کے قاتل پر پڑے اور میں اُس مومن کو قتل کر ڈالوں اور اس طرح کافر کی وجہ سے ایک مومن مارا جائے اور میں جہنم میں جا پڑوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اُسے کچھ نہ کہیے اور اس معاملے کو جانے دیجیے۔

کتاب احتجاج طبرسی میں روایت ہے کہ طاؤس یمانی نے امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: مجھے اس قوم کے بارے میں بتائیے کہ جنھوں نے حق کی شہادت دی حالانکہ وہ جھوٹے تھے۔ حضرت نے آپؑ نے فرمایا:

منافقین جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھے تو آپؐ سے کہا: نشهد انك لرسول الله "ہم گواہی دیتے ہیں آپؐ اللہ کے رسول ہیں"۔ اللہ نے اپنے رسولؐ پر یہ آیت نازل فرمائی: اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ①

وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ......الخ

"جب آپؐ انھیں دیکھتے ہیں تو اُن کے جسم آپ کو اچھے معلوم ہوتے ہیں"۔

منافقین کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے میرے نبیؐ! اُن کا ظاہر آراستہ اور ان کی شکل وصورت بڑی عمدہ نظر

آتی ہے۔ کیونکہ منافق اپنے اسلام کو ظاہر کرتا ہے اور تصنع سے کام لیتا ہے اور وہ ظاہراً رسول کی تکذیب نہیں کرتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اگر لوگوں کو اس کی حقیقت کا پتا چل گیا تو ان کی کسی بات کو کوئی قبول نہ کرے گا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو منافقین کے اوصاف بتاتے ہوئے فرمایا: وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ......الخ

تفسیر قمی میں كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ کے بارے میں یہ وضاحت ہے کہ منافقین نہ تو کوئی بات سنتے ہیں اور نہ سمجھتے ہیں۔ ان کے بارے میں فرمایا: يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ

وہ ایک قسم کا خوف اور وحشت ہمیشہ اُن کے قلب پر چھائی رہتی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے فرمایا: منافقین آپ کے دشمن ہیں لہٰذا ان سے بچے رہنا۔ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ۔

هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ؕ وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ۞ يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَاۤ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ؕ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۞ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۞ وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَاۤ اَخَّرْتَنِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۞ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۞

"وہ تو کچھ ایسے لوگ ہیں کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہیں ان پر کچھ خرچ نہ کریں تاکہ وہ سب کے سب منتشر ہو جائیں اور وہ اس بات سے غافل ہیں کہ آسمانوں اور زمین کے خزانے اللہ ہی کے لیے ہیں لیکن منافقین نہیں سمجھتے۔

وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ کی طرف لوٹ گئے تو عزت والے لوگ وہاں سے ذلیل لوگوں کو نکال باہر کریں گے حالانکہ ساری عزت تو صرف اللہ اور اُس کے رسول اور صاحبانِ ایمان کے لیے لیکن منافقین جانتے نہیں ہیں۔

اے ایمان والو! تمھارا مال اور تمھاری اولاد تمھیں یادِ خدا سے غافل نہ کردیں اور جو اس طرح کریں گے وہ خسارے میں رہیں گے۔

ہم نے تمھیں جو روزی دے رکھی ہے اس میں سے (میری راہ میں) خرچ کرو۔ اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے اور پھر وہ کہے: اے میرے پروردگار! تو نے مجھے تھوڑی سی مدت تک مہلت کیوں نہ دی کہ میں صدقہ دیتا اور صالحین میں سے ہو جاتا۔ اور جب کسی کی مدت مکمل ہو جائے تو اللہ اُسے مزید مہلت نہیں دیتا اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم انجام دیتے ہو"۔

تفسیر آیات

يَقُولُونَ لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ ۚ وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ

"وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ کی طرف لوٹ گئے تو عزت والے لوگ وہاں سے ذلیل لوگوں کو نکال باہر کریں گے حالانکہ ساری عزت تو صرف اللہ اور اُس کے رسول اور صاحبانِ ایمان کے لیے ہے"۔

شانِ نزول کے ضمن میں اس آیت کی تفسیری بحث گزر چکی ہے۔ اُصولِ کافی میں روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مومن کو تمام اُمور تفویض کیے ہیں لیکن اللہ مومن کو ذلیل ہوتے نہیں دیکھنا چاہتا کیونکہ اللہ نے اُسے عزت عطا کی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا قول ہے: وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ "عزت اللہ اور اس کے رسولؐ اور مومنین کے لیے ہے"۔

مومن عزیز ہوتا ہے ذلیل نہیں ہوتا۔ مومن پہاڑ سے بھی زیادہ سخت اور محکم ہوتا ہے کیونکہ پہاڑ میں سے کدال کے ذریعے اس کا کچھ حصہ لیا جاسکتا ہے لیکن مومن کے ایمان و دین میں سے کسی چیز کو نہیں لیا جاسکتا، جس سے اس کے ایمان میں کمی آجائے۔

ایک اور حدیث میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے:

لا ینبغی للمؤمن ان یذل نفسه ، قیل له و کیف یذل نفسه قال یتعرض لما لا یطیق

"مناسب نہیں ہے کہ مومن اپنے آپ کو ذلیل کرے۔ آپ سے پوچھا گیا: مومن اپنے آپ کو کیسے ذلیل کرتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ایسے کام کے پیچھے جائے جو جس کا کرنا اُس کے بس کی بات نہ ہو"۔

کتاب مناقب ابن شہر آشوب میں روایت ہے کہ کسی نے امام حسن علیہ السلام سے کہا:

ان فیك عظمة؟ قال فیَّ عزة ، قال الله تعالٰی ولله العزة ولرسوله وللمؤمنین

کیا آپؑ عظمت کے مالک ہیں؟ آپؑ نے جواب دیا: جی ہاں! میں عزت و عظمت کا مالک ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "عزت اللہ اور اس کے رسول اور مومنین کے لیے ہے"۔

مومن کی تین فضیلتیں

خصال صدوق میں روایت ہے:

ان الله عزوجل اعطی المومن ثلاث خصال: العز فی الدنیا فی دینه: والفلاح فی الآخرة والمهابة فی صدور العالمین

"اللہ تعالیٰ نے مومن کو تین خصلتیں عطا فرمائی ہیں: ① دین کی وجہ سے دنیا میں عزت، ② آخرت میں نجات و کامیابی، ③ لوگوں کے قلوب میں رُعب و ہیبت"۔

معاویہ بن وھب کہتے ہیں کہ میں سبزی اُٹھائے ہوئے آ رہا تھا کہ راستے میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھے دیکھ لیا تو آپؑ نے فرمایا: ایک عظیم آدمی کے لیے ایسے اُمور اپنانا مناسب ہے کیونکہ یہ اس کی مروت کے خلاف ہے۔

مجمع البیان میں روایت ہے کہ ابن عباس نے کہا: تمام لوگوں میں سے جب کسی پر موت آتی ہے اور وہ مال دار ہوتا

ہے لیکن زکوٰۃ ادا کرنے والا نہیں تھا، حج کرنے کی طاقت رکھتا تھا لیکن اس نے حج نہیں کیا تھا تو وہ موت کے وقت تمنا کرتا ہے کہ اس کی موت میں تاخیر کردی جائے تا کہ وہ زکوٰۃ دے دے اور حج بھی کرلے۔

سامعین نے یہ سن کر عبداللہ بن عباس سے کہا: اے ابن عباس! خدا کا خوف کرو۔ کیا کوئی کافر بھی رجعت کا سوال کرتا ہے کہ اُسے مہلت دی جائے؟

ابن عباس نے کہا: جی ہاں یہ اللہ کا قرآن ہے:

رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِیْٓ اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ⑩

"اے میرے رب! تو نے مجھے تھوڑی سی مہلت کیوں نہ دی کہ میں صدقہ دیتا اور صالحین میں سے ہو جاتا۔ اس آیت میں "الصلاح" سے مراد حج ہے۔

اور یہی روایت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے بھی مروی ہے۔

سُورَةُ التَّغَابُنِ

سورة التغابن مدينة آياتها ۱۸ ركوعاتها ۲

''سورۂ تغابن مدینہ میں نازل ہوئی۔ اس کی اٹھارہ آیات اور دو رکوع ہیں''۔

سورۂ تغابن کے مطالب

سورۂ تغابن کے مطالب کو چند حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

① تذکرۂ توحید کائنات کی ہر شے اس کی تسبیح وتقدیس کرتی ہے۔

② اس حصّے میں لوگوں کو خبردار کیا گیا ہے کہ وہ اپنے پوشیدہ وظاہری اعمال کو اپنی نگاہ میں رکھیں اور اُمم سابقہ کے احوال کو فراموش نہ کریں۔

③ اس حصّے میں قیامت کے بارے میں گفتگو ہے۔ قیامت کا دن ''تغابن'' کا دن ہے۔

④ اس حصّے میں اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم ہے۔

⑤ اس آخری حصّے میں اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ دنیا کی محبت اور آل واولاد کی محبت کے فریب سے بچنا چاہیے۔

سورۂ تغابن کی تلاوت کے فضائل

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے:

من قرأ سورة التغابن في فريضة كانت شفيعة له يوم القيامة وشاهد عدل عند من يجيز شهادتها ثم لا تفارقه حتىٰ يدخل الجنة

''جو شخص سورۂ تغابن کو اپنی واجب نمازوں میں پڑھے تو قیامت کے دن یہ سورہ اس کی شفاعت کرے گی اور وہ اس ہستی کے سامنے ایک ایسی شاہد و عادل ہوگی، جس نے اس کی شفاعت کی اجازت دی ہے۔ پھر اُس سے الگ نہ ہوگی، یہاں تک کہ وہ جنت میں داخل ہو جائے''۔

جناب جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا:

من قرأ المسبحات كلها قبل ان ينام لم يمت حتى يدرك القائم، وان مات كان

فی جوار النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

"جو شخص رات سونے سے قبل "مسبحات" کی تلاوت کرے تو وہ اپنی موت سے قبل قائم آل محمدؑ کے زمانے کو ضرور پائے گا۔ اگر امام زمانہؑ کے ظہور سے قبل مر جائے تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جوار میں ہوگا"۔

مجمع البیان میں منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جو سورۂ تغابن کی روزانہ تلاوت کرے گا وہ ناگہانی موت سے محفوظ رہے گا۔

OOO

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ۫ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ① هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ② خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ③ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ④ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۫ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ⑤ ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْۤا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ۫ فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ⑥ زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ؕ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ؕ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ⑦ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْۤ اَنْزَلْنَا ؕ وَاللّٰهُ

بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿٨﴾ يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ۗ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۗ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿٩﴾

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن و رحیم ہے

"سب چیزیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں، وہ سب اللہ کی تسبیح کرتی ہیں، ملک و سلطنت اُسی کا ہے، حمد وثنا بھی اُسی کی ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت کاملہ رکھتا ہے۔ وہی ہے، جس نے تمھیں پیدا کیا، پھر تم میں سے کوئی کافر ہے اور کوئی مومن اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُسے خوب جانتا ہے۔

اُس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے اور اُس نے تمھاری شکل وصورت بنائی تو بہترین صورت بنائی اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ وہ ہر اُس شے کو جانتا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے۔ اور وہ اُسے بھی جانتا ہے جسے تم چھپاتے ہو اور جسے تم ظاہر کرتے ہو، اللہ تو سینوں کے رازوں کو خوب جانتا ہے۔

کیا تمھارے پاس اُن لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جنھوں نے اس سے پہلے کفر کیا۔ پھر انھوں نے اپنے کیے کا وبال چکھا اور اُن کے لیے دردناک عذاب ہے۔ یہ اس وجہ سے ہوا کہ اُن کے رسولؑ کھلی دلیلوں کے ساتھ اُن کے پاس آتے رہے۔ انھوں نے کہا: کیا بشر ہماری رہبری کرتے ہیں؟ لہٰذا اُنھوں نے کفر اختیار کرلیا اور (حق سے) منہ پھیر لیا۔ پھر اللہ نے بھی اُن کی کوئی پروانہ کی اور اللہ بڑا بے نیاز قابلِ حمد وستائش ہے۔

کافر لوگوں کو یہ گمان ہے کہ وہ (دوبارہ) ہرگز نہیں اُٹھائے جائیں گے۔ اُن سے کہہ دیجیے میرے پروردگار کی قسم! تم لوگ ضرور اُٹھائے جاؤ گے۔ پھر تمھیں بتایا جائے گا، جو کچھ تم نے انجام دیا ہوگا یہ کام اللہ کے لیے نہایت آسان ہے۔

تم اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لے آؤ اور اُس نور پر جو ہم نے اُتارا ہے اور جو کچھ انجام دیتے ہو اللہ اُسے خوب جانتا ہے۔ جس روز اللہ تمھیں اجتماع کے دن جمع کرے گا تو وہ دن فائدے اور خسارے کا ہوگا اور جو اللہ پر ایمان لائے گا اور اچھے کام کرے گا تو اللہ اُس سے اس کی بُرائیاں دُور کرے گا اور اُسے ایسی جنتوں میں داخل کرے گا، جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، ان میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے"۔

تفسیر آیات

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ②

"وہ وہی ہے جس نے تمھیں پیدا کیا پھر تم میں سے کوئی کافر ہے اور کوئی مومن اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُسے خوب جانتا ہے"۔

علی بن ابراہیم نے زیر بحث آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس آیت میں مومنین و کفار ایک خصوصی ذکر ہے۔

حسین بن نعیم صحاف کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس مندرجہ بالا آیت کے بارے میں پوچھا تو آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر کیا ہے، جو ہماری ولایت پر ایمان لائے ہیں یا جنھوں نے ہماری ولایت سے انکار کیا۔

تفسیر مجمع البیان میں روایت ہے کہ اس آیت کا حمل انسانی تخلیق پر نہیں کیا جاسکتا کہ اللہ تعالیٰ نے ابتدا ہی سے انسان کو مومن پیدا کیا ہے یا کافر، کفر و ایمان کی نسبت اُن کے اعمال کی وجہ سے ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

کل مولود یولد علی فطرة الاسلام۔

"ہر پیدا ہونے والا بچہ فطرتِ اسلام پر ہی پیدا ہوتا ہے"۔

ایک اور حدیث جو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "میں نے اپنے تمام بندوں کو دین حنیف پر پیدا کیا"۔

اس طرح کی احادیث کثرت کے ساتھ موجود ہیں۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان ہے: حبنا ایمان وبغضنا کفر "ہماری محبت ایمان ہے اور ہم سے بغض رکھنا کفر ہے"۔

لوگوں کی چھے اقسام ہیں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: لوگوں کی چھے قسمیں ہیں۔ راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: اگر اجازت ہو تو لکھ لوں؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں لکھ لو۔ میں نے عرض کیا: فرمایئے کیا لکھوں؟ آپؑ نے فرمایا: وہ لوگ جن سے وعدہ کیا گیا ہے جنت کا اور جہنم کا۔ دوسرے وہ لوگ ہیں، جنھوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کرلیا ہے۔ ان کے اچھے اور بُرے عمل مخلوط ہو گئے ہیں۔

میں نے آپؑ کے حضور عرض کیا: وہ کون لوگ ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: وحشی بھی انھی میں سے ہے۔[1]

پھر فرمایا: لکھو کچھ ایسے لوگ ہیں جو اللہ کے امر سے اُمیدیں وابستہ رکھتے ہیں کہ یا تو اللہ انھیں عذاب دے گا یا اُن کی توبہ کو قبول کرے گا۔

بعدازیں آپؑ نے فرمایا: کچھ لوگ وہ ہیں جو مستضعف ہیں، وہ مردوں میں سے بھی ہیں اور عورتوں میں سے بھی ہیں، نہ تو وہ کفر سے چھٹکارا حاصل کرسکتے ہیں اور نہ اُن کی رسائی ایمان تک ہوسکتی ہے کہ ہدایت حاصل کریں۔ یہ وہ ہیں شاید اللہ ایسے لوگوں کو معاف کردے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: اب لکھو، اصحاب اعراف۔

راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: اصحاب اعراف کون ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: اصحاب اعراف وہ لوگ ہیں، جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی۔ خداوند کریم اگر انھیں جہنم میں داخل کرے گا تو یہ ان کے گناہوں کی وجہ سے ہوگا۔ اگر انھیں جنت میں داخل کرے گا تو اپنی رحمت کی وجہ سے ہوگا۔

---

① حضرت حمزہؓ کے قاتل کی طرف اشارہ ہے۔

انسان اللہ کی قدرت کا شاہکار

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ③

"اُس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے اور اُس نے تمھاری شکل وصورت بنائی تو بہترین صورت بنائی اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے"۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے ہماری شکل وصورت بہترین انداز میں بنائی اور ہمیں اپنے آسمانوں اور زمین میں اپنا خزانہ قرار دیا۔ اشجار نے ہمارے ساتھ نطق کیا۔ ہماری عبادت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی گئی۔ اگر ہم نہ ہوتے تو مخلوق کو اللہ کی بندگی کے راز حاصل نہ ہوتے۔

انوارِ الٰہی

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ⑧

"تو تم اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لے آؤ اور اُس نور پر جو ہم نے اُتارا ہے اور جو کچھ تم انجام دیتے ہو، اللہ اُسے خوب جانتا ہے"۔

اُصول کافی میں روایت ہے کہ ابوخالد کابلی نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: اللہ تعالیٰ کے اس فرمان (فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا) سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اے ابوخالد! بخدا، آئمہ اہلِ بیتؑ ہی اللہ کا نور ہیں۔ خدا کی قسم! وہ اللہ کا نور ہیں اور اللہ نے انھیں اس دنیا میں بھیجا۔ بخدا! آسمانوں اور زمین میں وہ اللہ کا نور ہیں۔ اے ابوخالد! بخدا، امام کا نور مومنین کے قلوب میں آفتاب سے زیادہ منور ہوتا ہے۔ بخدا، اُن کا نور مومنین کے قلوب کو منور کر دیتا ہے۔ جب اللہ چاہتا ہے تو اس نور کو بعض لوگوں سے حجاب میں رکھ دیتا ہے، جس کی وجہ سے ان کے قلوب میں تاریکی چھا جاتی ہے۔

اے ابوخالد! اللہ کی قسم! ہم سے کوئی آدمی محبت نہیں کر سکتا جب تک اللہ اس کے قلب کو پاک نہ کر دے اور جب اللہ اس کے دل کو پاک کرتا ہے تو اُسے ہمارے حوالے کر دیتا ہے۔ جب وہ ہماری سپردگی میں آجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے حساب کی سختی سے محفوظ کر لیتا ہے اور قیامت کے دن فزعِ اکبر سے نجات دے دے گا۔

یوم تغابن

یَوْمَ یَجْمَعُكُمْ لِیَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ یَوْمُ التَّغَابُنِ

"جس روز اللہ تمھیں اجتماع کے دن جمع کرے گا تو وہ دن فائدے اور خسارے کا دن ہوگا"۔

تفسیر مجمع البیان میں منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا:

جب جنتی جنت میں داخل ہوگا تو وہ جہنم میں اپنے ٹھکانے کو دیکھے گا تو اُس وقت اُسی کی خوشی کی انتہا نہ رہے گی کہ اگر وہ بُرائی کرتا تو آج اسی مقام پر ہوتا اور ہر جہنمی جب جہنم میں داخل ہوگا تو وہ جنت میں اپنے اُس مقام کو دیکھے گا کہ اگر وہ اعمالِ صالح بجالاتا تو آج جنت میں ہوتا تو وہ اُس وقت حسرت کرے گا۔

وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَاۤ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ﴿۱۰﴾ مَاۤ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ یُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ یَهْدِ قَلْبَهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۱۱﴾ وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ﴿۱۲﴾ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۳﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۵﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِیْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَیْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ؕ وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ

نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۷﴾ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۸﴾

"لیکن وہ لوگ جنھوں نے کفر اختیار کیا اور انھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا وہ جہنم والے ہیں اور وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے اور وہ بدترین ٹھکانہ ہے۔ مصیبتوں میں سے کوئی مصیبت اللہ کے اِذن کے بغیر نہیں آتی اور جو شخص اللہ پر ایمان لاتا ہے تو اللہ اُس کے دل کو ہدایت دیتا ہے اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

اور تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسولؐ کی اطاعت کرو۔ پس اگر تم نے رُوگردانی کی تو ہمارے رسولؐ کے ذمے واضح صورت میں ابلاغ کے سوا اور کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ اللہ ہی (حقیقی معبُود) اُس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اور مومنین کو اُسی پر توکل کرنا چاہیے۔

اے ایمان والو! تمھاری ازواج اور تمھاری اولاد میں سے بعض تمھارے دشمن ہیں لہٰذا ان سے بچتے رہو۔ اگر تم معاف کر دو اور درگزر کرو اور بخش دو تو اللہ بڑا معاف کرنے والا، رحم کرنے والا ہے۔ تمھارے اموال و اولاد تمھاری آزمائش ہیں اور اللہ کے ہاں ہی عظیم جزا ہے۔

پس تم سے جہاں تک ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو اور غور سے سنو اور اطاعت کرو اور (اللہ کے راستے میں) خرچ کرو۔ یہ تمھارے لیے بہتر ہے اور جو اپنے نفس کے بُخل سے بچ جائیں تو وہی لوگ کامیاب ہیں۔

اگر تم اللہ کو قرضِ حسنہ دو گے تو وہ تمھارے لیے اُسے کئی گنا کر دے گا اور تمھیں بخش دے گا اور اللہ بڑا قدردان اور بُردبار ہے۔ وہ غیب و شہود سے باخبر ہے اور وہ بڑا غالب اور حکمت والا ہے"۔

جوشخص خدا پر ایمان لاتا ہے

...... وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ

"جوشخص اللہ پر ایمان لاتا ہے تو اللہ اُس کے دل کو ہدایت دیتا ہے"۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے:

دل سینے اور حجرہ کے درمیان متحرک رہتا ہے، یہاں تک کہ اس میں ایمان پختہ ہوجاتا ہے۔ جب اس کا ایمان پختہ ہوجاتا ہے (تو اُسے ہدایت مل جاتی ہے) پھر امام علیہ السلام نے اسی زیر بحث آیت کی قرأت فرمائی۔

تمھاری کچھ ازواج اور اولاد تمھاری دشمن ہیں

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ

"اے ایمان والو! تمھاری ازواج اور تمھاری اولاد میں سے بعض تمھارے دشمن ہیں اور اُن سے بچتے رہو"۔

شانِ نزول

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب ہجرت کا زمانہ آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب نے ہجرت کرنا شروع کی۔ جب کچھ لوگوں نے جب ہجرت کرنا چاہی تو ان کے بیٹے اور بیوی ان کا دامن پکڑ لیتے اور کہتے: تجھے خدا کی قسم! تو ہجرت نہ کر کیونکہ اگر تو چلا گیا تو ہم تیرے بعد سرپرست کے بغیر رہ جائیں گے۔ کچھ لوگ اپنے گھر والوں کی بات کو قبول کر لیتے تو وہ گھر رہ جاتے اور ہجرت کے لیے باہر نہ آتے، اس لیے یہ آیت نازل ہوئی، جس میں اس بات سے ڈرایا گیا کہ وہ اپنی اولاد اور بیویوں کی اطاعت نہ کریں لیکن ان لوگوں میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے، جو بالکل گھر والوں کی پرواہ نہ کرتے اور ہجرت کے لیے چلے آتے اور اپنے گھر والوں سے کہتے: خدا کی قسم! اگر تم ہمارے ساتھ ہجرت نہیں کرو گے۔ چنانچہ ان لوگوں کو حکم دیا گیا کہ جس وقت ان کے گھر والے اُن سے آملیں تو گزشتہ امور کو بھلا دیا۔

پھر آپؑ نے آیت کی تلاوت فرمائی:

وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾

"اگر تم معاف کردو، درگزر کرو اور بخش دو تو اللہ بڑا معاف کرنے والا، رحم کرنے والا ہے"۔

تمھارے اموال اور اولاد تمھارے لیے آزمائش ہیں

اِنَّمَآ اَمۡوَالُكُمۡ وَاَوۡلَادُكُمۡ فِتۡنَةٌ ؕ وَاللّٰهُ عِنۡدَهٗۤ اَجۡرٌ عَظِيۡمٌ ۞

"تمھارے اموال اور اولاد تمھاری آزمائش ہیں اور اللہ کے ہاں ہی عظیم جزا ہے"۔

نہج البلاغہ میں امیر المومنین حضرت امام علی علیہ السلام کا فرمان ہے:

لا يقولن احدكم: اللهم انی اعوذبك من الفتنة لانه ليس احد الا هو مشتمل علی فتنة ولكن من استعاذ فليستعذ من مضلات الفتن فان الله سبحانه يقول، واعلموا انما اموالكم واولادكم فتنةٌ

"تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ خداوندا! میں تجھ سے امتحان وآزمائش سے پناہ مانگتا ہوں کیونکہ ہر شخص کے پاس آزمائش کا ذریعہ ہوتا ہے اور کم از کم اُس کے پاس مال او اولاد تو ہوتے ہی ہیں لیکن جو شخص یہ چاہتا ہے کہ خدا سے پناہ طلب کرے تو وہ ان امتحانوں سے پناہ لے جو گمراہ کرنے والے ہیں کیونکہ اللہ کا فرمان ہے: "جان لو کہ تمھارے اموال و اولاد آزمائش کا ایک ذریعہ ہیں"۔

مجمع البیان میں منقول ہے کہ اس کے علاوہ بہت سے مفسرین اور محدثین نے بھی اس واقعہ کو نقل کیا ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر خطبہ دے رہے تھے کہ حسنین شریفین جو اُن دنوں بچے تھے مسجد میں وارد ہوئے۔ انھوں نے سرخ رنگ کے کپڑے پہن رکھے تھے اور وہ دونوں چلتے چلتے پھسل جاتے اور زمین پر گر جاتے تھے۔ جونہی اللہ کے رسولؐ کی نگاہِ مبارک اُن پر پڑی تو آپؐ نے خطبہ چھوڑ دیا اور منبر سے اُترے، اُنھیں اُٹھایا اور اپنی آغوش میں لیا اور پھر اُنھیں منبر پر لے گئے اور اپنی گود میں بٹھایا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا:

اِنَّمَآ اَمۡوَالُكُمۡ وَاَوۡلَادُكُمۡ فِتۡنَةٌ

"تمھارے اموال و اولاد تمھاری آزمائش کا ذریعہ ہیں"۔

جب میری نگاہ ان دونوں بچوں پر پڑی اور میں نے دیکھا کہ وہ چلتے چلتے پھسل جاتے ہیں تو مجھ سے نہ رہا گیا اور میں نے خطبہ چھوڑا اور انھیں اُٹھایا۔ بعد ازیں آپؐ نے دوبارہ اپنے خطبہ کو شروع کی۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسۡتَطَعۡتُمۡ وَاسۡمَعُوۡا وَاَطِيۡعُوۡا

"پس تم سے جہاں تک ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو اور غور سے سنو اور اطاعت کرو"۔

کتاب توحید میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے:

کوئی بھی فرد نہ فاعل ہے اور نہ متحرک ہے مگر اس کے پاس اللہ کی طرف سے فعالیت اور تحرک کی استطاعت موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے شرعی تکلیف استطاعت کے بعد ہے۔ انسان مکلف اسی وقت ہوتا ہے، جب اس کے پاس استطاعت موجود ہو۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں ایک آدمی آیا اور اُس نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان جاؤں کیا اللہ نے اپنے بندوں کو گناہ پر مجبور کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اللہ کی ذات اعدل ہے کہ وہ اپنے بندوں کو گناہ پر مجبور کرے اور پھر اُنھیں عذاب بھی دے۔

راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان جاؤں اللہ نے اپنے بندوں کو تو تمام اُمور استطاعتی سپرد کیے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: اگر اللہ اُنھیں یہ سب کچھ تفویض فرماتا تو پھر اُنھیں امر و نہی میں محصور نہ کرتا۔

راوی نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان جاؤں ان دونوں کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جتنا زمین و آسمان کے درمیان فاصلہ ہے، بھلا اس سے زیادہ ہے۔

وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۶﴾

''اور جو اپنے نفس کے بخل سے بچ جائیں تو وہ لوگ کامیاب ہیں''۔

تفسیر قمی میں فضل بن ابی قرہ کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اوّل رات سے صبح تک بیت اللہ کا طواف کرتے رہے اور دورانِ طواف یہ دعا فرماتے رہے:

اللهم قني شح نفسي ''خداوندا! مجھے مرے حرص و بخل سے بچا''۔

میں نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان جاؤں آج رات میں نے اس دعا کے علاوہ اور کچھ نہیں سنا تو آپؑ نے فرمایا: نفس کے بخل و حرص سے بڑھ کر اور کون سی چیز زیادہ خطرناک ہے جبکہ خدا کا فرمان ہے:

وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۶﴾

ایک اور حدیث میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جس نے زکوٰۃ دی تو اُس نے اپنے آپ کو طمع کی بیماری سے بچالیا۔

سُورَةُ الطَّلَاقِ

سورة الطلاق مدينة آياتها ۱۲ و رکوعاتها ۲

''سورۂ طلاق مدینہ میں نازل ہوئی۔ اس کی بارہ آیات اور دو رکوع ہیں''۔

سورۂ طلاق کے مطالب

سورۂ طلاق کی پہلی سات آیات میں طلاق کے مسائل زیر بحث کیے گئے ہیں۔ ان مسائل کی جزئیات کو اختصار کے ساتھ لطیف انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ دوسرے حصے میں اللہ کی عظمت، اس کے رسولؐ کی عظمت اور صالح لوگوں کے اجر وثواب اور بدکار لوگوں کے عذاب کے بارے میں بحث کی گئی ہے۔

سورۂ طلاق کی تلاوت کی فضیلت

کتاب ثواب الاعمال میں حدیث ہے: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: جس کسی نے سورۂ طلاق اور سورۂ تحریم نماز فریضہ میں پڑھی اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اُسے حزن وملال سے محفوظ رکھے گا اور جنت میں داخل کرے گا۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

من قرأ سورة الطلاق مات على سنة رسول الله

"جو شخص سورۂ طلاق کی تلاوت کرے گا، وہ جب اس دنیا سے جائے گا تو سنت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل پیرا ہو کر جائے گا"۔

○○○

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یٰۤاَیُّہَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقۡتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوۡہُنَّ لِعِدَّتِہِنَّ وَ اَحۡصُوا الۡعِدَّۃَ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ رَبَّکُمۡ ۚ لَا تُخۡرِجُوۡہُنَّ مِنۡۢ بُیُوۡتِہِنَّ وَ لَا یَخۡرُجۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ یَّاۡتِیۡنَ بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ ؕ وَ تِلۡکَ حُدُوۡدُ اللّٰہِ ؕ وَ مَنۡ یَّتَعَدَّ حُدُوۡدَ اللّٰہِ فَقَدۡ ظَلَمَ نَفۡسَہٗ ؕ لَا تَدۡرِیۡ لَعَلَّ اللّٰہَ یُحۡدِثُ بَعۡدَ ذٰلِکَ اَمۡرًا ① فَاِذَا بَلَغۡنَ اَجَلَہُنَّ فَاَمۡسِکُوۡہُنَّ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ فَارِقُوۡہُنَّ بِمَعۡرُوۡفٍ وَّ اَشۡہِدُوۡا ذَوَیۡ عَدۡلٍ مِّنۡکُمۡ وَ اَقِیۡمُوا الشَّہَادَۃَ لِلّٰہِ ؕ ذٰلِکُمۡ یُوۡعَظُ بِہٖ مَنۡ کَانَ یُؤۡمِنُ بِاللّٰہِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ ۬ؕ وَ مَنۡ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجۡعَلۡ لَّہٗ مَخۡرَجًا ۙ② وَّ یَرۡزُقۡہُ مِنۡ حَیۡثُ لَا یَحۡتَسِبُ ؕ وَ مَنۡ یَّتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰہِ فَہُوَ حَسۡبُہٗ ؕ اِنَّ اللّٰہَ بَالِغُ اَمۡرِہٖ ؕ قَدۡ جَعَلَ اللّٰہُ لِکُلِّ شَیۡءٍ قَدۡرًا ③ وَ الّٰٓیِٴۡ یَئِسۡنَ مِنَ الۡمَحِیۡضِ مِنۡ نِّسَآئِکُمۡ اِنِ ارۡتَبۡتُمۡ فَعِدَّتُہُنَّ ثَلٰثَۃُ اَشۡہُرٍ ۙ وَّ الّٰٓیِٴۡ لَمۡ یَحِضۡنَ ؕ وَ اُولَاتُ الۡاَحۡمَالِ

اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ④ ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗۤ اِلَيْكُمْ ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا ⑤ اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ؕ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗۤ اُخْرٰى ⑥

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن و رحیم ہے

''اے نبیؐ! جب تم عورتوں کو طلاق دینے لگو تو اُنھیں عدت کے حساب سے طلاق دو اور پھر عدت کا حساب رکھو اور اللہ سے ڈرتے رہو جو تمھارا پروردگار ہے۔ اُنھیں اُن کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ ہی وہ خود باہر جائیں سوائے اس صورت کے وہ ظاہر بظاہر کوئی بے حیائی کا ارتکاب کریں۔ یہ اللہ کی حدود ہیں اور جو شخص اللہ کی حدود سے تجاوز کرے گا تو وہ خود اپنے اُوپر ظلم کرے گا۔ تم نہیں جانتے شاید اللہ اس کے بعد کوئی اور نئی بات پیدا کردے۔

جب اُن کی عدت (کا زمانہ) ختم ہو جائے تو پھر شائستہ انداز سے اُنھیں روک لو یا شائستہ طریقے سے اُن سے جدا ہو جاؤ اور اپنے میں سے دو عادل مردوں کو گواہ بنا لو اور خدا کے لیے حقیقی گواہی دو، ان باتوں سے اُس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ اور قیامت کے روز پر ایمان رکھتا ہے اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے تو اللہ اس کے لیے نجات کا کوئی نہ کوئی

راستہ پیدا کر دیتا ہے۔
اور اُسے ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے، جس کا اُسے گمان تک بھی نہیں ہوتا اور جو شخص اللہ پر بھروسہ کرے تو اللہ اس کے لیے کافی ہے۔ یقیناً اللہ اپنا کام پورا کرنے والا ہے۔ اور اللہ نے ہر چیز کے لیے ایک اندازہ مقرر کر دیا ہے۔
تمھاری عورتوں میں سے جو حیض سے مایوس ہو گئی ہیں، اگر اُن کے بارے میں تمھیں کوئی شک ہو جائے تو ان کی عدت تین ماہ ہے اور یہی حکم اُن عورتوں کا ہے، جنھیں حیض نہ آتا ہو اور حاملہ عورتوں کی میعاد وضع حمل ہے اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے تو وہ اس کے معاملہ میں آسانی پیدا کر دیتا ہے۔ یہ اللہ کا حکم ہے، جو اس نے تمھاری طرف نازل کیا ہے اور جو شخص تقویٰ الٰہی اختیار کرے گا تو اللہ اُس کے گناہوں کو معاف کر دے گا اور اُس کے لیے اجر کو بڑھا دے گا۔
ان (مطلقہ) عورتوں کو (عدت کے ایام میں) وہاں رکھو، جہاں تم رہتے ہو اور اُنھیں تنگ کرنے کے لیے ضرر نہ پہنچاؤ۔ اگر وہ حاملہ ہوں تو پھر اُن پر خرچ کرو، یہاں تک کہ ان کا وضع حمل ہو جائے۔ پھر وہ اگر تمھارے کہنے پر دودھ پلائیں تو اُنھیں اس کی اُجرت دے دیا کرو۔ مناسب صورت سے (اُجرت) کو باہم طے کر لو اور اگر تمھیں آپس میں کوئی مشکل پیش آئے تو پھر کوئی اور عورت اُسے دودھ پلائے گی"۔

احکام طلاق

......فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ

"انھیں عدت کے حساب سے طلاق دو اور پھر عدت کا حساب رکھو"۔

اُصول کافی میں روایت ہے: کلبی نسابہ کا بیان ہے کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں گیا اور عرض کیا: ایک آدمی نے اپنی بیوی سے کہا: میں نے تجھے آسمان کے ستاروں کے عدد کے برابر طلاق دی ہے، تو یہ طلاق نافذ العمل

ہو جائے گی؟

آپؑ نے فرمایا: افسوس ہے کیا تو نے سورۂ طلاق نہیں پڑھی؟

میں نے عرض کیا: جی ہاں! پڑھی ہے۔

آپؑ نے فرمایا: کیا پڑھا ہے؟ میں نے امام علیہ السلام کے حضور یہ آیت پڑھی: فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ

آپؑ نے فرمایا: کیا یہاں ستاروں کی تعداد کی کوئی بات ہے؟

میں نے عرض کیا: نہیں کوئی ایسی بات نہیں ہے۔

پھر میں نے امام علیہ السلام سے ایک اور مسئلہ پوچھا: اگر کوئی مرد اپنی عورت کو ایک مجلس میں تین دفعہ طلاق دے تو کیا طلاق ہو جائے گی؟

آپؑ نے فرمایا: کتاب اللہ اور نبیؐ کی سنت میں اس طرح طلاق نہیں ہوتی۔ طلاق صرف طہر میں ہوتی ہے اور اس طہر میں مرد نے اپنی عورت سے جماع بھی نہ کیا ہو۔ طلاق کے لیے دو عادل گواہ بھی لازم ہیں۔

طلاق کا مفہوم اور اس کی اقسام

سورۂ بقرہ اور سورۂ احزاب میں طلاق کے احکام زیر بحث آ چکے ہیں۔ سورۂ طلاق میں طلاق کے مسائل تفصیلی طور پر بیان ہوئے ہیں۔ طلاق کا معنی و مفہوم یہ ہے کہ شرعی طریقے سے منکوحہ بیوی سے مرد کا علیحدگی اختیار کرنا کیونکہ انسانی زندگی مسائل سے دوچار ہے۔ انسان کی ازدواجی زندگی میں بعض اوقات کچھ ایسے مسائل پیدا ہوتے ہیں کہ علیحدگی کے سوا چارہ نہیں ہوتا تو اس وقت میاں بیوی کے درمیان طلاق رحمت بن جاتی ہے۔ طلاق کے ذریعے وہ ایک دوسرے سے آزاد ہو جاتے ہیں اور پھر نئے سرے سے اپنی اپنی زندگی کا آغاز کرتے ہیں۔

طلاق کی چار اقسام ہیں:

۱۔ طلاق بدعت: ایسی طلاق جو شریعت کے مطابق نہ ہو

۲۔ طلاق سنت: جو شریعت کے مطابق ہو۔

طلاق سنت کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ طلاق بائن: جس کے بعد رجوع نہیں۔

② طلاقِ رجعی: شوہر عدت کے اندر رجوع کرسکتا ہے۔

طلاق کی شرائط

طلاق کی پہلی شرط یہ ہے کہ جب کوئی مرد اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہے تو ایسے وقت کا انتظار کرے، جس سے عدت شمار ہوسکے اور وہ وقت یہ ہے کہ عورت حیض ونفاس سے پاک صاف ہو اور اس دوران اس مرد نے اپنی بیوی سے جماع نہ کیا ہو۔ کیونکہ حیض ونفاس کے دوران یا جس وقت وہ حیض ونفاس سے پاک تھی اور شوہر نے اُس سے جماع کیا ہو، اس دوران دی جانے والی طلاق باطل ہوگی۔ عدت کو بھی شمار کیا جائے گا، جو تین طہر ہے۔ جب عورت تیسرے طہر میں داخل ہوگی تو عدت ختم ہوجائے گی لیکن احتیاط یہ ہے کہ اس کے اختتام تک انتظار کیا جائے۔

طلاق کی دوسری شرط یہ ہے کہ طلاق دو عادل گواہوں کی موجودگی میں دی جائے کیونکہ قرآن مجید کی نص ہے ورنہ طلاق نہیں ہوگی۔

آیت کریمہ کے ان الفاظ وَ اَحْصُوا الْعِدَّةَ میں عدت کا ذکر کیا گیا ہے۔

عدت کے اسباب تین ہیں:

① طلاق بعد از دخول ② وطی بالشبہ ③ شوہر کی وفات

پہلی دو صورتوں میں عدت کی مدت تین طہر ہے۔

اگر مطلقہ عورت حاملہ ہو تو وضع حمل سے عدت ختم ہوجاتی ہے۔ عدت وفات چار ماہ دس دن ہے۔ اگر یہ عورت حاملہ ہے تو پھر چار ماہ دس دن اور وضع حمل میں سے جو مدت زیادہ طویل ہوگی اس کو ملحوظ رکھا جائے گا۔ اسے ابعد الاجلین کا نام دیا گیا ہے۔

تفسیر قمی میں منقول ہے کہ جب امام علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ مطلقہ عورت عدت کہاں گزارے؟

آپؑ نے فرمایا: اپنے گھر میں گزارے اور گھر سے باہر نہ جائے۔ ہاں اگر اُس نے کسی ضروری کام سے گھر سے باہر جانا ہے تو اُسے چاہیے آدھی رات کے بعد گھر سے باہر نکلے، دن کو گھر سے باہر نہ آئے، جب تک اس کی عدت ختم نہیں ہوجاتی وہ حج نہیں کرسکتی۔

راوی کہتا ہے: میں نے سوال کیا: اگر عورت کا شوہر فوت ہوگیا ہے تو کیا اس کا حکم بھی یہی ہوگا۔

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں! اگر وہ حج پر جانا چاہتی ہے تو حج کرسکتی ہے۔

من لا یحضرہ الفقیہ میں منقول ہے: جب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ (اللہ سے ڈرتے رہو جو تمھارا پروردگار ہے اُنھیں ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ ہی وہ خود باہر جائیں سوائے اس صورت کے وہ ظاہر بہ ظاہر بے حیائی کا ارتکاب کریں) کی تفسیر کے بارے میں سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا: ہاں اُنھیں اُس وقت اپنے گھروں سے نکالا جاسکتا ہے۔ جب وہ مرد کے گھر والوں کو اذیت دینے لگیں اور بداخلاقی سے پیش آئیں۔

لَا تَدْرِیْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ①

"تم نہیں جانتے شاید اللہ اس کے بعد کوئی اور نئی بات پیدا کردے"۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: مطلقہ عورت کو چاہیے کہ وہ اپنی آنکھوں میں سُرمہ لگائے، خوشبو استعمال کرے، اپنے پسند کے کپڑے پہنے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ① شاید اس طریقے سے مراد اپنی عورت کی طرف مائل ہوجائے اور وہ رجوع کرلے۔ ان کے درمیان علیحدگی نہ ہونے پائے۔

صاحب مجمع البیان نے وَّاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ (اور اپنے میں سے دو عادل مردوں کو گواہ بنالو) کی تفسیر میں لکھا ہے: جس وقت مرد طلاق دینا چاہے تو اُس وقت واجب ہے کہ دو عادل مردوں کو گواہ مقرر کرے اور جس وقت وہ رجوع کرنا چاہے تو اُس وقت بھی تاکہ عدت پوری ہونے کے بعد عورت انکار نہ کرسکے۔

اُصولِ کافی میں منقول ہے: محمد بن فضیل کہتے ہیں کہ ہم مکہ میں یحییٰ بن خالد کی دہلیز میں تھے اور وہاں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اور ابو یوسف بھی تھے۔ ابو یوسف اُٹھ کر حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے سامنے دوزانو ہوکر بیٹھا اور عرض کیا: میں آپؑ پر قربان جاؤں کیا مُحرم اپنے اُوپر سایہ کرسکتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں کرسکتا۔ ابو یوسف نے کہا: کیا دیوار کے سائے میں آسکتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: جی ہاں! راوی کہتا ہے: امام علیہ السلام کی اس بات پر ابو یوسف ہنسنے لگا۔

یہ دیکھ کر امام علیہ السلام نے فرمایا: اے ابو یوسف! دین میں قیاس نہیں ہے، جس طرح تو اور تمھارے اصحاب قیاس کرتے ہیں، اس کی اسلام میں اجازت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں طلاق کا حکم دیا ہے اور دو عادل گواہوں کا حکم بھی دیا ہے اور اللہ نے تزویج کا حکم بھی دیا ہے اور وقتِ تزویج گواہوں کا حکم نہیں دیا تو تم تزویج کے وقت گواہ قائم کرتے ہو۔ جس کو اللہ نے باطل قرار دیا ہے۔ جہاں اللہ نے گواہوں کو واجب قرار دیا ہے، وہاں تم گواہ قائم نہیں کرتے اور جہاں گواہوں کے بارے میں نہیں فرمایا وہاں تم گواہ قائم کرتے ہو۔

تم لوگوں نے مجنون کی طلاق کو بھی جائز قرار دیا ہے اور جو نشے کی حالت میں ہے، اس کی طلاق کو بھی جائز کیا ہے۔
جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج کیا تو آپؐ نے احرام کی حالت میں اپنے اُوپر سایہ نہیں کیا اور جب آپؐ گھر میں داخل ہوئے اور خیمہ میں تو آپؐ نے سایہ کیا۔ دیوار کے سائے میں بھی آئے تو ہم اُس طرح کرتے ہیں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا: یہ سن کر ابو یوسف خاموش ہو گیا۔

تہذیب الاحکام میں روایت ہے: داؤد بن حصین کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں سوال کیا: کیا عورت سے نکاح کے وقت شہادت قائم کی جا سکتی ہے، جب عورت کے ساتھ کوئی مرد نہ ہو اور عورت سے انکار کا خطرہ ہو؟

آپؑ نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ پھر آپؑ نے فرمایا: تمھارے فقہاء اس مسئلہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ وہ کہتے ہیں: نکاح کے وقت دو عادل گواہوں کا ہونا واجب ہے۔

آپؑ نے فرمایا: وہ جھوٹ بولتے ہیں۔ انھوں نے اللہ کے عزائم اور اُس کے فرائض کی توہین کی ہے اور جس امر کو اللہ نے آسان کیا انھوں نے اس میں مشکلات پیدا کر دیں۔ اللہ تعالیٰ نے طلاق میں دو عادل گواہوں کے قیام کو فرض کیا ہے اور ان لوگوں نے طلاق میں شہادت کو ضروری نہیں سمجھا۔ اللہ تعالیٰ نے اُس عقد کو حرام قرار نہیں دیا، جس میں دو عادل گواہ نہ ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح میں دو عادل گواہوں کی شہادت جو جاری فرمائی، آپؐ کی سنت ہے وہ اس لیے کہ کہیں کوئی اولاد اور میراث کا مسئلہ پیدا نہ ہو۔ باقی نکاح بغیر گواہوں کے ہو جاتا ہے۔ عورت مرد پر اور مرد عورت پر حلال ہو جاتا ہے۔

اللہ کے لیے شہادت کو قائم کرو

علی بن سوید سائی کہتے ہیں: ہم نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی طرف خط لکھا، جس میں شہادت کے احکام بھی تھے تو آپؑ نے ہمارے جواب میں لکھا:

فأقم الشهادة لله ولو على نفسك اوالوالدين والاقربين فيما بينك وبينهم

"اللہ کے لیے شہادت کو قائم کرو چہ جائیکہ وہ تمھارے خلاف ہو یا تمھارے والدین اور تمھارے اقربا کے خلاف ہو، جو حق ہے، وہ بیان کرو"۔

اللہ کے خوف میں نجات ہے

اُصولِ کافی میں روایت ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ کی عبادت میں سے یہ بھی ہے کہ انسان اپنے اللہ سے شدید خوف رکھے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝۲

"جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے تو اللہ اس کے لیے نجات کا کوئی نہ کوئی راستہ پیدا کر دیتا ہے"۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں:

من اتقی الله یتقٰی : ومن اطاع الله یطاع

"جو آدمی اللہ سے ڈرتا ہے تو لوگ اُس سے ڈرتے ہیں، جو اللہ کی اطاعت کرتا ہے تو لوگ اس کی اطاعت کرتے ہیں"۔

اللہ وہاں سے روزی دیتا ہے، جہاں گمان بھی نہیں ہوتا

وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۭ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ۭ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۝۳

"اور اُسے ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے، جس کا اُسے گمان تک بھی نہیں ہوتا اور جو شخص اللہ پر بھروسہ کرے تو اللہ اُس کے لیے کافی ہے۔ یقیناً اللہ اپنا کام پورا کرنے والا ہے اور اللہ نے ہر چیز کے لیے ایک اندازہ مقرر کر دیا ہے"۔

اُصولِ کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: خداوند تعالیٰ اپنے بندوں کو وہاں سے رزق عطا فرماتا ہے، جہاں بندوں کا وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔

ایک دوسری حدیث میں ہے، آپؑ نے فرمایا: جب انسان دیکھے کہ اس سے رزق کے وسائل منقطع ہو گئے ہیں تو کثرت کے ساتھ دعائیں کرے۔

دعا اور رزق کے لیے سعی لازم و ملزوم ہیں

علی بن عبدالعزیز کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: عمر بن مسلم آج کل کیا کر رہا ہے؟ میں

نے عرض کیا: وہ آج کل عبادت میں مصروف ہے اور تجارت و کاروبار کو اس نے چھوڑ دیا ہے۔

آپؐ نے فرمایا: نہایت ہی افسوس کی بات ہے۔ کیا اُسے اتنا علم بھی نہیں ہے کہ جو کام و کاروبار چھوڑ دے تو اس کی دعا قبول نہیں ہوتی؟ جب رسول اللہ ﷺ کے دور میں یہ آیت نازل ہوئی تو کچھ لوگوں نے اپنے اُوپر دروازے بند کر دیے تھے اور عبادت میں مصروف ہو گئے تھے کہ اب ان کی کفایت خود بخود ہو جائے گی کہ اللہ نے وعدہ کیا ہے۔ جب اس بات کی اطلاع رسول اللہ ﷺ کو ملی تو آپؐ نے ان کی طرف آدمی بھیجا کہ یہ تم نے کیا کر رکھا ہے؟ انھوں نے جواب دیا تھا: اللہ کی طرف سے ہمارے رزق روزی کی کفالت ہو جائے گی کیونکہ ہم نے اپنے آپ کو عبادت میں مصروف کر دیا ہے۔

آپؐ نے فرمایا: جس نے اس طرح کیا اس کی دعا قبول نہیں ہوتی، تمھارے لیے ضروری ہے کہ رزق کو کسب کرو اور رزق کو تلاش کرو۔

نہج البلاغہ میں حضرت امام علی علیہ السلام کا فرمان ہے:

"اے لوگو! اس بات پر یقین کر لو جس نے اللہ کے خوف کو اپنے دل میں بسایا تو خداوند تعالیٰ اُسے مشکلات سے نجات دے دیتا ہے"۔

جب آپؑ سے پوچھا گیا: اگر کسی آدمی پر اس کے گھر کے دروازے بند کر دیے جائیں تو پھر اس کا رزق اس کے پاس کہاں سے آئے گا؟

آپؑ نے فرمایا: وہاں سے جہاں سے اُس پر موت آئے گی۔

استغفار ہر مصیبت کا علاج

حضرت پیغمبر اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

من اکثر الاستغفار جعل اللہ من کل ھم فرجاً ومن کل ضیق مخرجاً

"جو آدمی کثرت سے استغفار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے ہر غم سے نجات دے دیتا ہے اور مشکل سے اُس کی کشائش کر دیتا ہے"۔

ایک حدیث میں حضرت ابوذر غفاریؓ سے منقول ہے:

انی لاعلم آیۃ لو اخذ بھا الناس لکفتھم وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا......

"میں ایک ایسی آیت کریمہ کو جانتا ہوں، اگر تمام لوگ اس کے دامن کو تھام لیں تو وہ ان کی مشکلات کے حل کے لیے کافی ہے۔ اس کے بعد آپؑ نے یہ آیت پڑھی: وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا۔ آپؑ بار بار اس کا تکرار کرتے رہے۔

شیخ مفید نے روضۃ الواعظین میں ایک حدیث نقل کی ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جو بندہ اللہ کا ہو کر رہ گیا تو اللہ اس کے رزق کا ضامن بن گیا اور اُسے اس جگہ سے دیتا ہے، جہاں اس کا گمان بھی نہیں جاتا اور جس نے دنیا کو اختیار کیا تو اللہ اُسے دنیا کے حوالے کر دیتا ہے۔

مناقب شہر آشوب میں روایت ہے: عبدالملک بن مروان کو اطلاع ملی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے پاس ہے کہ اُس نے آپؑ کی طرف اپنا آدمی بھیجا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار اُسے بطور ہبہ دے دی جائے اور اُس نے آپؑ سے یہ بھی کہلوا بھیجا کہ کسی چیز کی ضرورت ہو تو وہ بھی حاضر کر دی جائے گی لیکن آپؑ نے تلوار دینے سے انکار کر دیا۔ عبدالملک نے آپؑ کی طرف دھمکی آمیز خط لکھا کہ اُن کا شہریہ بند کر دیا جائے گا۔ آپؑ نے اس کے خط کے جواب میں لکھا:

امابعد! فان اللّٰه تعالٰی ضمن للمتقین المخرج من حیث یکرھون والرزق من حیث لا یحتسبون

"اللہ تعالیٰ نے متقی لوگوں کی ضمانت لے رکھی ہے، وہ انھیں مشکلات سے نجات دے گا اور وہاں سے رزق عطا کرے گا، جہاں کا گمان بھی نہ ہو"۔

جو خدا پر توکل کرتا ہے تو خدا اس کی کفایت کرتا ہے

خصال صدوق میں روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

اے معاویہ! جسے تین چیزیں مل جائیں تو وہ تین چیزوں سے محروم نہیں رہتا:

① جسے دعا کی توفیق مل گئی تو اُسے قبولیت بھی مل گئی ہے۔

② جسے شکر کی توفیق میسر آ گئی ہے تو اس کے رزق میں روز بروز اضافہ یقینی ہو گیا ہے،

③ جسے توکل مل گیا ہے اُسے کفالت بھی مل گئی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے:

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ......

"جو اللہ پر توکل کرتا ہے تو اللہ اس کے لیے کافی ہے"۔

ایک اور مقام پر فرمایا ہے: لئن شکرتم لا زیدنکم، اگر میرا شکر ادا کرو گے تو زیادہ دوں گا۔ یہ بھی فرمایا: ادعونی استجب لکم "مجھے پکارو میں قبول کروں گا"۔

عیون الاخبار میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے ابوصلت سے فرمایا:

اللہ سے ڈرتے رہو، اور اپنے تمام اُمور میں ظاہراً و پوشیدہ طور پر اپنے خدا پر توکل کرو۔ پھر آپؑ نے قرآن مجید کی زیر بحث آیت تلاوت فرمائی۔

کتاب معانی الاخبار میں روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: جناب جبرئیلؑ جب میرے پاس آئے تو میں نے اُن سے پوچھا: توکل کیا ہے؟ اس نے کہا:

العلم بان المخلوق لا يضر ولا ينفع ولا يعطي ولا يمنع ، واستعمال الياس من الخلق فاذا كان العبد كذلك لم يعمل لاحد سوى الله ولم مرج ولم يخف سوى الله ولم يطمع في احد سوى الله فهذا هو التوكل

"انسان یقین کی اس منزل پر پہنچ جائے کہ مخلوق نہ نقصان پہنچا سکتی ہے اور نہ ہی نفع، نہ کچھ دے سکتی ہے اور نہ اُس سے کوئی چیز روک سکتی ہے۔ مخلوق سے کسی قسم کی اُمید نہ رکھنا اور ہمیشہ اپنے خدا کی طرف متوجہ رہنا۔ جس وقت انسان کی یہ حالت ہو جائے تو پھر انسان خدا کے علاوہ کسی کے لیے کام نہیں کرتا، نہ اس کے غیر سے اُمید کرتا ہے اور نہ اُس کے علاوہ کسی اور سے ڈرتا ہے اور نہ ہی اس کے علاوہ کسی اور کے ساتھ دل لگاتا ہے ـــــ یہ ہے توکل"۔

مطلقہ عورتوں کے احکام

وَالّٰٓئِيْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ۙ وَّالّٰٓئِيْ لَمْ يَحِضْنَ ۭ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۭ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ۝

"تمہاری عورتوں میں سے، جو حیض سے مایوس ہو گئی ہیں، اگر اُن کے بارے میں تمہیں کوئی شک

ہو جائے تو ان کی عدت تین ماہ ہے اور یہی حکم ان عورتوں کا ہے، جنھیں حیض نہ آتا ہو اور حاملہ عورتوں کی میعاد وضع حمل ہے اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے تو وہ اس کے معاملے میں آسانی پیدا کر دیتا ہے"۔

مجمع البیان میں مندرجہ بالا آیت کے ضمن میں منقول ہے کہ جب تمھاری عورتیں ماہانہ عادت سے مایوس ہو گئی ہوں۔ اگر اُن کی وضع کیفیت میں حاملہ ہونے کے لحاظ سے شک ہو تو ان کی عدت تین ماہ ہے اور اس طرح سے وہ عورتیں بھی جنھوں نے ماہانہ عادت دیکھی ہی نہیں، وہ بھی تین ماہ عدت رکھیں۔

اس کے بعد تیسرے گروہ کی طرف اشارہ ہے: حاملہ عورتوں کی عدت یہ ہے کہ وہ وضع حمل کریں یعنی جونہی وضع حمل ہوگا، چاہے وہ طلاق کے ایک لمحہ بعد ہو یا آٹھ ماہ بعد وضع حمل ہو، عدت ختم ہو جائے گی۔

بعدازیں ان عورتوں کا حکم بیان کیا گیا ہے جو سن پاس کو پہنچ چکی ہیں یا نہیں۔ اس صورت میں آیت کہتی ہے: اگر تم خدا کا حکم نہیں جانتے تو وہ یہ ہے کہ اس قسم کی عورتیں عدت گزاریں یعنی انھیں تین ماہ تک عدت گزارنی ہوگی۔

اُصولِ کافی میں منقول ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں سائل نے سوال کیا کہ ایک آدمی نے اپنی حاملہ بیوی کو طلاق دی۔ جب اُس نے طلاق دی تو اُس نے سقط کو جنم دیا وہ مکمل تھا یا مکمل نہ تھا یا صرف اُس نے مُضغہ کو جنم دیا؟ اس بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس وضع حمل سے چاہے اُس کے حمل سے جو کچھ بھی وضع ہو اس سے معلوم ہوا وہ حاملہ تھی۔ جونہی وضع حمل ہوا، اس کی عدت ختم ہو گئی، اگرچہ مُضغہ ہی کیوں نہ تھا۔

عبدالرحمٰن بصری کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی بارگاہِ امامت میں سوال کیا کہ ایک آدمی نے جب اپنی بیوی کو طلاق دی تو وہ حاملہ تھی اور اس کے شکم میں دو بچے تھے۔ اس نے ایک بچے کو جنم دیا اور ایک اس کے بطن میں باقی رہ گیا، اب اس بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: پہلے بچے سے ظاہر ہو گیا کہ وہ حاملہ تھی۔ اب جب تک وہ دوسرے بچے کو جنم نہ دے گی، وہ کسی سے عقد نہیں کر سکتی۔

علی بن ابراہیم سے روایت ہے: حلبی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت اقدس میں سوال کیا کہ حاملہ عورت کا شوہر فوت ہو گیا۔ اس کی وفات کے بعد وضع حمل ہوا اور اُس عورت نے اپنی عدت چار ماہ دس دن ابھی نہ گزرے تھے کہ عقد کر لیا تو اس بارے میں آپ کیا فرمائیں گے؟

آپؑ نے فرمایا: اگر مرد نے دخول کیا ہے تو ان دونوں کو علیحدہ کردیا جائے گا، وہ عورت ہمیشہ کے لیے اس پر حرام ہو جائے گی لیکن عورت اپنی بقایا عدت گزارے گی اور اس کے علاوہ دوسری عدت تین طہر وہ بھی گزارے گی۔ اگر دخول نہیں ہوا تو اُن کو جدا کردیا جائے گا۔ عورت اپنی عدت کو مکمل کرے گی۔

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ ......الخ

"ان (مطلقہ) عورتوں کو (عدت کے ایام میں) وہاں رکھو جہاں تم رہتے ہو اور انھیں تنگ کرنے کے لیے ضرر نہ پہنچاؤ"۔

تفسیر قمی میں منقول ہے کہ مطلقہ عورت جس کی طرف اس کا زوج رجوع کرسکتا ہے، وہ اُسے اپنے گھر میں رکھے گا، جب تک وہ عدت میں ہے۔ اس کے اخراجات اس کے شوہر کے ذمہ ہوں گے۔ اگر عورت حاملہ ہے تو وضع حمل تک اس کے اخراجات مرد کے ذمہ ہیں۔

تفسیر جوامع الجامع میں منقول ہے: رہائش اور نفقہ اس مطلقہ کا مرد کے ذمہ ہے، جو مطلقہ رجعیہ ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ہمارے نزدیک جو مطلقہ بائنہ ہے، اس کی رہائش اور نفقہ مرد کے ذمہ نہیں ہے کیونکہ ہمارے پاس دلیل ہے کہ جب فاطمہ بنت قیس کو اس کے شوہر نے طلاق بائن دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمھارے لیے نہ تو رہائش ہے اور نہ نان ونفقہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ

"اگر (مطلقہ) عورتیں حاملہ ہوں تو ان کے وضع حمل تک ان پر خرچ کرو"۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: مطلقہ حاملہ کی عدت وضع حمل ہے۔ اس کے وضع حمل تک نان ونفقہ اس کے مرد کے ذمہ ہے۔

لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ۭ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّاۤ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ۭ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَاۤ اٰتٰىهَا ۭ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ

بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا ﴿٧﴾ وَكَأَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ أَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهِ فَحَاسَبْنَاهَا حِسَابًا شَدِيدًا وَعَذَّبْنَاهَا عَذَابًا نُكْرًا ﴿٨﴾ فَذَاقَتْ وَبَالَ أَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ أَمْرِهَا خُسْرًا ﴿٩﴾ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ الَّذِينَ آمَنُوا قَدْ أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا ﴿١٠﴾ رَسُولًا يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِ اللَّهِ مُبَيِّنَاتٍ لِيُخْرِجَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا قَدْ أَحْسَنَ اللَّهُ لَهُ رِزْقًا ﴿١١﴾ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿١٢﴾

''جن کے پاس وسیع مال ہے وہ اپنی وسعت کے مطابق خرچ کریں لیکن وہ لوگ جو تنگ دست ہیں تو جو کچھ اللہ نے اُنھیں دے رکھا ہے، وہ اس میں سے خرچ کریں۔ اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ جو اُس نے اُسے عطا کی ہے تکلیف نہیں دیتا، اللہ عنقریب سختی کے بعد آسانی پیدا کر دے گا۔

کتنی ہی بستیاں ایسی ہیں، جنھوں نے اپنے رب اور اُس کے رسولوںؑ کے فرمان سے سرتابی

کی تو ہم نے بھی اُن سے سخت حساب لیا اور اُنھیں بُرے عذاب میں مبتلا کر دیا۔ پھر اُنھوں نے اپنے اعمال کا وبال چکھا اور اُن کا انجام خسارہ تھا۔ اُن کے لیے اللہ نے شدید عذاب تیار کر رکھا ہے۔ پس اے صاحبانِ ایمان و عقل! تم اللہ کے فرمان کی مخالفت سے بچو، بے شک اللہ نے تمھاری طرف ذکر نازل کیا ہے۔

ایک ایسا رسول جو تمھیں خدا کی واضح آیات کی تم پر تلاوت کرتا ہے تاکہ ان لوگوں کی جو ایمان لائے اور نیک اعمال انجام دیتے ہیں تاریکیوں سے نور کی طرف راہبری کرے اور جو شخص اللہ پر ایمان لاتا ہے اور نیک اعمال انجام دیتا ہے، اللہ اُسے اُس جنت کے باغوں میں داخل کرے گا، جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور وہ ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور اللہ نے اُنھیں بہترین رزق دے رکھا ہے۔

وہی اللہ ہے جس نے سات آسمان تخلیق کیے اور انہی کی طرح زمین کو بھی، اس کا حکم اُن کے درمیان نازل ہوتا ہے تاکہ تم جان لو کہ اللہ ہر شے پر قادر ہے، اس کا علم ہر شے پر محیط ہے"۔

تفسیر آیات

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا ⑧

"خداوند تعالیٰ کا قانون ہے جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی تو اُنھیں مختلف قسم کی سزائیں دیں۔ خداوند تعالیٰ نے ایسے سرکش لوگوں کے قصے اس لیے بیان کیے تاکہ بعد میں آنے والے لوگ اس سے عبرت حاصل کریں"۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ......

"وہی اللہ ہے جس نے سات آسمان تخلیق کیے اور انہی کی طرف زمین بھی"۔

تفسیر قمی میں مندرجہ بالا آیت کے ضمن میں ایک روایت درج ہے:

حسین بن خالد نے حضرت امام رضاؑ کی خدمت میں عرض کیا: اے فرزند رسولؐ! اللہ تعالیٰ کے اس فرمان والسماء ذات الحبك سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: ان سات آسمانوں اور زمینوں کو اس طرح اُوپر نیچے بنایا گیا ہے کہ پہلی زمین کے اُوپر جو آسمان ہے وہ پہلی زمین والوں کا آسمان ہے اور دوسرے آسمان والوں کے لیے زمین ہے۔ اس طرح دوسرا آسمان پہلے آسمان والوں کا آسمان ہے اور تیسرے آسمان والوں کی زمین ہے اور اس طرح یہ سلسلہ ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں تک جا پہنچا ہے۔

يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ میں جس امر کا تذکرہ ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُن کے اوصیاء ہیں۔

سُورَۃ التَّحْرِیْمِ

سورۃ التحریم مدینۃ آیاتھا ۱۲ ورکوعاتھا ۲

''سورۂ تحریم مدینہ میں نازل ہوئی۔ اس کی بارہ آیات اور دو رکوع ہیں''۔

سورۂ تحریم کے مطالب

اس سورہ کو چار حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

① اس سورہ کے پہلے حصہ میں وہ واقعہ بیان ہوا ہے، جس میں پیغمبر گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی بعض ازواج کا ذکر ہے۔

② دوسرے حصے میں تمام اہلِ ایمان سے خطاب ہے کہ وہ اپنے گھر والوں کی تعلیم و تربیت کی طرف توجہ دیں اور گناہوں کی زندگی سے توبہ ضروری ہے۔

③ اس حصے میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے کہ آپ کفار و منافقین سے جنگ کریں۔

④ اس حصے میں دو صالح اور دو غیر صالح خواتین کا ذکر ہے۔

سورۂ تحریم کی تلاوت کی فضیلت

کتاب ثواب الاعمال میں منقول ہے: جو شخص سورۂ طلاق و تحریم کی واجب نمازوں میں تلاوت کرے گا اللہ تعالیٰ اُسے قیامت کے دن کے خوف و ہراس سے پناہ دے گا اور اُسے جہنم کی آگ سے نجات دے ، اور اُسے ان سورتوں کی تلاوت اور ان پر مداومت کی بنا پر جنت میں داخل کرے گا کیونکہ یہ دونوں سورتیں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہیں۔

تفسیر مجمع البیان میں ابی بن کعب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
جو شخص سورۂ تحریم کو پڑھے اللہ تعالیٰ اُسے خالص توبہ کی توفیق عطا فرمائے گا۔

○○○

شانِ نزول

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ أَحَلَّ ٱللَّهُ لَكَۖ تَبۡتَغِي مَرۡضَاتَ أَزۡوَٰجِكَۚ وَٱللَّهُ غَفُورٞ رَّحِيمٞ ①

"اے نبیؐ! جو چیز اللہ نے آپؐ کے لیے حلال کردی ہے اُسے اپنی بیویوں کی خوشنودی کے حصول کے لیے اپنے اُوپر کیوں حرام کرتے ہو؟ اللہ بہت زیادہ بخشنے والا، بڑا رحم کرنے والا ہے"۔

علی بن ابراہیم سے اِس آیت کریمہ کا شانِ نزول کچھ اس طرح منقول ہے: جب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف ممالک کے سربراہوں کو دعوتِ اسلام کے سلسلہ میں خطوط بھیجے تو اس دعوت کے سلسلہ میں آپؐ نے اسکندریہ کے سربراہ مقوقس کی طرف بھی دعوت نامہ ارسال فرمایا، جس نے آپؐ کے قاصد کی بہت زیادہ پذیرائی کی۔ جب وہاں سے آپ کا قاصد واپس ہو رہا تھا تو مقوقس نے آپؐ کی طرف ایک خط روانہ کیا، علاوہ ازیں ایک بہت بڑے خاندان کی دو کنیزیں بھی بھیجیں جس میں ایک کا نام ماریہ تھا اور دوسری کا نام سیرین تھا۔ سیرین آپؐ نے جناب حسان بن ثابت کو ودیعت فرمائی اور ماریہ جو مدینہ پہنچنے سے پہلے اسلام لا چکی تھی، اُسے آزاد کر کے اُس سے آپؐ نے خود عقد کرلیا تھا۔ پھر اُنھی کے بطن سے آپؐ کا فرزند جناب ابراہیم پیدا ہوا تھا جو اٹھارہ ماہ زندہ رہ کر اس دنیا سے چل بسے تھے۔

ازواج کی باریاں مقرر تھیں۔ ایک دن جناب حفصہ کی باری تھی۔ وہ کسی ضرورت کے تحت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت کے ساتھ اپنے گھر چلی گئی تھی۔ اتفاق کی بات کہ وہاں جناب ماریہ آگئیں تو آپؐ نے وہاں اُن سے وظیفۂ زوجیت ادا کیا۔ ابھی دروازہ بند تھا کہ جناب حفصہ بھی وہاں آگئیں اور باہر بیٹھ کر دروازہ کھلنے کا انتظار کرنے لگیں۔ جب دروازہ کھلا اور جناب حفصہ نے جناب ماریہ کو حجرہ میں پایا تو برداشت نہ کرسکیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہنے لگیں: یارسولؐ اللہ! میری باری! میرا حجرہ، میرا بستر اور پھر ماریہ کے ساتھ یہ خلوت۔ یہ سن کر آپؐ نے قسم کھا کر فرمایا: آیندہ اُن سے تخلیہ نہیں کروں گا تو پھر یہ آیات نازل ہوئیں۔

عرضِ مترجم

زیرِ بحث آیات کے شانِ نزول کے بارے میں شیعہ اور اہلِ سنت کی تفسیر، حدیث اور تاریخ کی کتابوں میں بہت سی روایات موجود ہیں۔ اُن میں سے جو دو مشہور روایات ہیں وہ دو ہیں: ایک روایت کا ذکر ہو چکا ہے، دوسری روایت یہ ہے:

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ نمازِ عصر سے فراغت کے بعد اپنی ازواج کے حجروں میں تشریف لے جاتے تھے اور تھوڑی تھوڑی دیر تک ہر ایک کے پاس ٹھہرتے۔ آپؐ کو شہد کا شربت زیادہ پسند تھا۔ جناب زینب بنت جحش

سورۂ تحریم کے مطالب

اس سورہ کو چار حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

① اس سورہ کے پہلے حصّہ میں وہ واقعہ بیان ہوا ہے، جس میں پیغمبر گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی بعض ازواج کا ذکر ہے۔

② دوسرے حصّے میں تمام اہلِ ایمان سے خطاب ہے کہ وہ اپنے گھر والوں کی تعلیم و تربیت کی طرف توجہ دیں اور گناہوں کی زندگی سے توبہ ضروری ہے۔

③ اس حصّے میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے کہ آپؐ کفار و منافقین سے جنگ کریں۔

④ اس حصّے میں دو صالح اور دو غیر صالح خواتین کا ذکر ہے۔

سورۂ تحریم کی تلاوت کی فضیلت

کتاب ثواب الاعمال میں منقول ہے: جو شخص سورۂ طلاق و تحریم کی واجب نمازوں میں تلاوت کرے گا اللہ تعالیٰ اُسے قیامت کے دن کے خوف و ہراس سے پناہ دے گا اور اُسے جہنّم کی آگ سے نجات دے، اور اُسے ان سورتوں کی تلاوت اور ان پر مداومت کی بنا پر جنت میں داخل کرے گا کیونکہ یہ دونوں سورتیں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہیں۔

تفسیر مجمع البیان میں ابی بن کعب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص سورۂ تحریم کو پڑھے اللہ تعالیٰ اُسے خالص توبہ کی توفیق عطا فرمائے گا۔

○○○

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبۡتَغِیۡ مَرۡضَاتَ اَزۡوَاجِكَ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۱﴾ قَدۡ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمۡ تَحِلَّةَ اَیۡمَانِكُمۡ ۚ وَاللّٰهُ مَوۡلٰىكُمۡ ۚ وَهُوَ الۡعَلِیۡمُ الۡحَكِیۡمُ ﴿۲﴾ وَاِذۡ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰى بَعۡضِ اَزۡوَاجِهٖ حَدِیۡثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتۡ بِهٖ وَاَظۡهَرَهُ اللّٰهُ عَلَیۡهِ عَرَّفَ بَعۡضَهٗ وَاَعۡرَضَ عَنۡۢ بَعۡضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتۡ مَنۡ اَنۡۢبَاَكَ هٰذَا ؕ قَالَ نَبَّاَنِیَ الۡعَلِیۡمُ الۡخَبِیۡرُ ﴿۳﴾ اِنۡ تَتُوۡبَاۤ اِلَى اللّٰهِ فَقَدۡ صَغَتۡ قُلُوۡبُكُمَا ۚ وَاِنۡ تَظٰهَرَا عَلَیۡهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوۡلٰىهُ وَجِبۡرِیۡلُ وَصَالِحُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ۚ وَالۡمَلٰٓئِكَةُ بَعۡدَ ذٰلِكَ ظَهِیۡرٌ ﴿۴﴾ عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنۡ طَلَّقَكُنَّ اَنۡ یُّبۡدِلَهٗۤ اَزۡوَاجًا خَیۡرًا مِّنۡكُنَّ مُسۡلِمٰتٍ مُّؤۡمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَیِّبٰتٍ وَّاَبۡكَارًا ﴿۵﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا قُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ وَاَهۡلِیۡكُمۡ نَارًا وَّقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ عَلَیۡهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا

يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن و رحیم ہے

"اے نبیؐ! جو چیز اللہ نے آپؐ کے لیے حلال کردی ہے، اُسے اپنی بیویوں کی خوشنودی کے حصول کے لیے اپنے اُوپر کیوں حرام کرتے ہو؟ اور اللہ بہت زیادہ بخشنے والا، بڑا رحم کرنے والا ہے۔ اللہ نے (ایسے موقعوں کے لیے) آپؐ کی قسموں (کی گرہ کے) کھولنے کا طریقہ مقرر کردیا ہے اور اللہ ہی آپ کا آقا و مولا ہے اور وہ علیم و حکیم ہے۔

اُس وقت کو یاد کرو جب نبی نے اپنا ایک راز اپنی بعض بیویوں کو بتایا اور جب اُس نے اُس راز کو افشا کردیا تو اللہ نے اپنے نبی کو اس سے آگاہ کیا تو آپؐ نے اس کا ایک حصّہ تو اُسے بتا دیا اور ایک حصّہ بیان نہ کیا۔ جب آپ نے اس کو یہ بات بتائی تو اُس نے (ازراہِ تعجب) کہا کہ آپ کو اس بات کی خبر کس نے دی؟ آپؐ نے فرمایا: مجھے علیم و خبیر خدا نے اس بات کی خبر دی ہے۔

اگر تم دونوں توبہ کرلو تو (یہ تمھارے لیے بہتر ہے) کیونکہ تم دونوں کے دل ٹیڑھے ہوچکے ہیں اور اگر تم دونوں اُس (پیغمبرؐ) کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرتی رہو گی (تو تم پیغمبرؐ کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکو گی) کیونکہ اللہ اس کا مددگار ہے اور جبرئیل اور صالح مومنین اور ان کے علاوہ تمام ملائکہ اس کے پشت پناہ ہیں۔ اگر وہ تمھیں طلاق دے دے تو قریب ہے کہ اس کا پروردگار تمھاری جگہ اُس کے لیے تم سے اچھی بیویاں دے دے گا، جو مسلمان، مومن، اطاعت گزار، فرمانبردار، توبہ کرنے والیاں، عبادت کرنے والیاں، روزہ رکھنے والیاں، بیوہ اور باکرہ ہوں گی۔

اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو اس آگ سے بچاؤ، جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔ اس آگ پر ایسے فرشتے مقرر ہیں، جو سخت گیر اور تندمزاج ہیں۔ انھیں جس بات کا حکم دیا گیا ہے، وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور اُس کے احکام و فرامین کی پوری پوری تعمیل کرتے ہیں"۔

شانِ نزول

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ①

"اے نبیؐ! جو چیز اللہ نے آپؐ کے لیے حلال کردی ہے اُسے اپنی بیویوں کی خوشنودی کے حصول کے لیے اپنے اُوپر کیوں حرام کرتے ہو؟ اللہ بہت زیادہ بخشنے والا، بڑا رحم کرنے والا ہے"۔

علی بن ابراہیم سے اس آیت کریمہ کا شانِ نزول کچھ اس طرح منقول ہے: جب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف ممالک کے سربراہوں کو دعوتِ اسلام کے سلسلہ میں خطوط بھیجے تو اس دعوت کے سلسلہ میں آپؐ نے اسکندریہ کے سربراہ مقوقس کی طرف بھی دعوت نامہ ارسال فرمایا، جس نے آپؐ کے قاصد کی بہت زیادہ پذیرائی کی۔ جب وہاں سے آپ کا قاصد واپس ہورہا تھا تو مقوقس نے آپؐ کی طرف ایک خط روانہ کیا، علاوہ ازیں ایک بہت بڑے خاندان کی دو کنیزیں بھی بھیجیں جس میں ایک کا نام ماریہ تھا اور دوسری کا نام سیرین تھا۔ سیرین آپؐ نے جنابِ حسان بن ثابت کو ودیعت فرمائی اور ماریہ جو مدینہ پہنچنے سے پہلے اسلام لا چکی تھی، اُسے آزاد کر کے اُس سے آپؐ نے خود عقد کرلیا تھا۔ پھر انہی کے بطن سے آپؐ کا فرزند جناب ابراہیم پیدا ہوا تھا جو اٹھارہ ماہ زندہ رہ کر اس دنیا سے چل بسے تھے۔

ازواج کی باریاں مقرر تھیں۔ ایک دن جنابِ حفصہ کی باری تھی۔ وہ کسی ضرورت کے تحت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت کے ساتھ اپنے گھر چلی گئی تھی۔ اتفاق کی بات کہ وہاں جنابِ ماریہ آگئیں تو آپؐ نے وہاں اُن سے وظیفۂ زوجیت ادا کیا۔ ابھی دروازہ بند تھا کہ جنابِ حفصہ بھی وہاں آگئیں اور باہر بیٹھ کر دروازہ کھلنے کا انتظار کرنے لگیں۔ جب دروازہ کھلا اور جنابِ حفصہ نے جنابِ ماریہ کو حجرہ میں پایا تو برداشت نہ کرسکیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہنے لگیں: یارسولؐ اللہ! میری باری! میرا حجرہ، میرا بستر اور پھر ماریہ کے ساتھ یہ خلوت۔ یہ سن کر آپؐ نے قسم کھا کر فرمایا: آیندہ اُن سے تخلیہ نہیں کروں گا تو پھر یہ آیات نازل ہوئیں۔

عرضِ مترجم

زیر بحث آیات کے شانِ نزول کے بارے میں شیعہ اور اہلِ سنت کی تفسیر، حدیث اور تاریخ کی کتابوں میں بہت سی روایات موجود ہیں۔ اُن میں سے جو دو مشہور روایات ہیں وہ دو ہیں: ایک روایت کا ذکر ہو چکا ہے، دوسری روایت یہ ہے:

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ نمازِ عصر سے فراغت کے بعد اپنی ازواج کے حجروں میں تشریف لے جاتے تھے اور تھوڑی تھوڑی دیر تک ہر ایک کے پاس ٹھہرتے۔ آپؐ کو شہد کا شربت زیادہ پسند تھا۔ جنابِ زینب بنت جحش

کے ہاں کسی طرف سے شہد آ گیا تھا۔ انھیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پسند کا علم تھا تو وہ شہد کا شربت بنا کر آپ کو پیش کر دیتی تھیں۔ اس وجہ سے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں معمول سے قدرے زیادہ توقف فرماتے تو بعض بیویوں کو یہ بات اچھی نہ لگی۔ چنانچہ جناب عائشہ اور جناب حفصہ نے منصوبہ بنایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے اُٹھ کر جس بیوی کے پاس آئیں تو وہ کہے کہ آپؐ کے منہ سے مغافیر کی بو آتی ہے۔ آپؐ کو یہ بات پسند نہ تھی کہ آپؐ کے مقدس جسم سے خوشبو کے علاوہ کوئی اور بو آئے۔ جب منصوبہ کے مطابق منصوبہ میں شامل بیویوں نے یکے بعد دیگرے ایک ہی بات کی تو آپؐ نے جناب عائشہ سے فرمایا: میں نے مغافیر تو نہیں کھایا البتہ زینب بنت جحش کے ہاں شہد کا شربت پیا ہے۔ اگر تمھیں ناپسند ہے تو خدا کی قسم! میں یہ شربت نہیں پیوں گا۔ تم یہ بات کسی سے نہ کہنا لیکن انھوں نے یہ بات آگے پہنچا دی۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بعد میں معلوم ہوا کہ یہ ایک سازش تھی۔ اس بات کا آپ کو بہت زیادہ رنج ہوا۔ تو اُوپر والی آیات نازل ہوئیں۔

بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس ماجرے کے بعد ایک ماہ تک اپنی ازواج سے الگ رہے یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کو طلاق دینے کے ارادہ کی خبر پھیل گئی۔ اس طرح ازواج سخت پریشان ہوئیں اور اپنے اس عمل پر پشیمان ہوئیں۔ اکثر مفسرین نے اس بات میں بھی اختلاف کیا ہے کہ وہ راز کی بات کیا تھی جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بعض بیویوں کو بتائی تھی جب انھوں نے اس راز کو فاش کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اطلاع دے دی کہ تمھارا وہ راز راز نہیں رہا، تو اُن کی سرزنش کے لیے آیات نازل ہوئیں۔ بعض مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے راز کے طور پر جناب حفصہ سے کہا تھا کہ تمھارا باپ میرے بعد خلیفہ بنے گا لیکن یہ بات کسی سے نہ کہنا مگر انھوں نے بتا دی۔

یہ روایت فریقین کی کتب میں موجود ہے۔

قرآن مجید کی آیت کریمہ وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ۝ (سورۂ تحریم، آیہ۴) یہ بتاتی ہے کہ پیغمبر گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف کوئی سازش تیار ہو گئی تھی کہ اللہ کو فرمانا پڑ گیا: اگر تم دونوں نے اس پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف آپس میں اتفاق کیا ہے تو تم کچھ بھی نہ کر سکو گی، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کا آقا و مولا ہے اور مددگار ہے۔ اس طرح جبرئیلؑ اور صالح مومنین اور ملائکہ اس کے پشت پناہ ہیں"۔

صالح المومنین

ابوبصیرؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا: صالح المومنین کے مصداق حضرت امام علی علیہ السلام ہیں۔

تفسیر مجمع البیان میں روایت ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امام علی علیہ السلام کا اپنے اصحاب سے دو مرتبہ تعارف کرایا۔ ایک مرتبہ اس وقت، جب آپؐ نے غدیر خم میں فرمایا تھا:

من كنت مولاه فعلي مولاه، "جس کا میں مولا ہوں، اس کا علیؑ مولا ہے"۔

دوسری مرتبہ اس وقت جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ان الله هو مولاه......

آپؐ نے حضرت امام علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: اے لوگو! یہ ہیں صالح المومنین۔

اس روایت کو اس آیت کی تفسیر میں بہت سے مفسرین نے نقل کیا ہے۔ سیوطی نے "درالمنثور" میں قرطبی نے اپنی مشہور تفسیر میں اور علامہ آلوسی نے روح المعانی میں نقل کیا ہے۔ محدث بحرانی نے تفسیر برہان میں اس روایت کو نقل کیا ہے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں: محمد بن عباس جو ابن الحجام کے نام سے مشہور تھے، نے اس بارے میں شیعہ اور اہل سنت کے طرق سے ۵۲ احادیث جمع کی ہیں۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواج کے اُمور حضرت امام علی علیہ السلام کو تفویض کیے۔ کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ میں ہے: عبداللہ قمی سے روایت ہے کہ جب میں نے اپنے امام حسن عسکری علیہ السلام سے سوالات کرنا چاہے تو آپؑ نے حضرت امام محمد مہدی علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا کہ ان سے پوچھو، وہ اس وقت اپنے بابا کے دائیں زانو پر تھے۔ جب میں نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواج کے طلاق کے اُمور حضرت امام علی علیہ السلام کو دیے تھے تو آپؑ نے فرمایا: جی ہاں!

اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ......الخ

"اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے......الخ"

اُصولِ کافی میں روایت ہے: سلیمان بن خالد نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے حضور عرض کیا: میرے اہل بیت میری باتیں سنتے رہتے ہیں، کیا میں انھیں اس امر کی دعوت دوں؟

---

① ان کی مشہور کتاب ہے: ما نزل من القرآن من اهل بيتؑ۔ اس کتاب کے بارے میں علما کا بیان ہے۔ ایسی کتاب آج تک نہیں لکھی گئی۔ (جامع الرواۃ، ج ۲، ص ۱۴۳)

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں! اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ......

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ سے اس زیر بحث آیت کے بارے میں پوچھا گیا: کس صورت میں اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچایا جائے؟

آپؑ نے فرمایا: جس چیز کا اللہ نے حکم دیا ہے، اُسی چیز کا حکم دو جس چیز سے روکا ہے، اُس سے روک دو۔ اگر وہ تیری اطاعت کریں تو تم نے انھیں جہنم کی آگ سے بچانے کی کوشش کی ہے۔ اگر وہ اطاعت نہیں کریں گے تو تم نے اپنا فریضہ ادا کر دیا۔

کتاب جعفر بن محمد دوریستی میں حدیث ابن مسعود سے مروی ہے کہ جب یہ آیت (یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِیْكُمْ نَارًا) نازل ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کے سامنے اسے تلاوت فرمائی تو سامعین میں سے ایک نوجوان پر اس قدر اثر ہوا کہ وہ زمین پر گرا اور بے ہوش ہوگیا۔ فوراً رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے قریب آئے اور اس کے دل کے مقام پر اپنا دستِ مبارک رکھا اور فرمایا: اے نوجوان! لا الٰہ الا اللہ پڑھو۔ اس وقت نوجوان نے حرکت کی اور کلمہ زبان پر جاری کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسے جنت کی بشارت دی۔ لوگوں نے کہا: آپؐ نے کس صورت میں اسے جنت کی بشارت دی؟

آپؐ نے فرمایا: کیا تم نے اللہ کا یہ فرمان نہیں سنا: ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِیْ وَخَافَ وَعِیْدِ (سورۂ ابراہیم، آیہ ۱۴)

جہنم کی ایک ہزار لگامیں

روضہ کافی میں منقول ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: مجھے جبرئیل امینؑ نے خبر دی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ جب تمام اوّلین و آخرین کو قیامت کے دن جمع کیا جائے گا تو اُس وقت جہنم کو لایا جائے گا۔ اُسے ایک ہزار لگاموں کے ساتھ کھینچا جا رہا ہوگا اور ہر مہار کو ایک ایک ہزار فرشتہ اپنے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے ہوگا۔

ملائکہ معصوم ہیں

لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ ۝۶

"اُنھیں جس بات کا حکم دیا گیا ہے، وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور اُس کے احکام و فرامین کی

پوری پوری تعمیل کرتے ہیں"۔

عیون الاخبار میں منقول ہے: جب حضرت امام رضاؑ سے ہاروت و ماروت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا:

اِن الملائکة معصومون محفوظون من الکفر والقبائح بالطاف اللّٰہ تعالٰی قال اللّٰہ تعالٰی فیھم

"ملائکہ معصوم ہیں اور ہر قسم کی معصیت اور قبائح سے لطفِ پروردگار کی وجہ سے محفوظ ہیں اللہ تعالیٰ نے اُن کے بارے میں فرمایا ہے: لَا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَاۤ اَمَرَھُمْ ......الخ

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ؕ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۷﴾ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ يَوْمَ لَا يُخْزِى اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۸﴾ يَاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۹﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَّقِيْلَ

ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ۝۱۰ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۱ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ۝۱۲

"اے کافرو! آج تم عذر پیش نہ کرو تمھیں تو صرف تمھارے اعمال ہی کا بدلہ دیا جائے گا۔
اے ایمان والو! بارگاہِ خداوندی میں خالص توبہ کرو۔ اُمید ہے کہ تمھارا پروردگار تمھارے گناہ معاف کردے گا اور تمھیں ایسی جنتوں میں داخل کرے گا، جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔
اللہ تعالیٰ اُس دن (اپنے) پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور اُن کے ساتھ ایمان لانے والوں کو ذلیل نہیں کرے گا۔ (اس دن) اُن کا نور اُن کے آگے آگے اور اُن کے دائیں بائیں بڑی تیزی کے ساتھ چل رہا ہوگا اور وہ کہہ رہے ہوں گے: اے ہمارے پروردگار! ہمارے نور کو کامل فرمادے اور ہمیں معاف فرما، بے شک تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔
اے نبیؐ! کافروں اور منافقین کے ساتھ جہاد کرو اور اُن پر سختی کرو اور اُن کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بدترین ٹھکانا ہے۔ اور اللہ کفار کے لیے نوح اور لوط کی بیویوں کی مثال بیان کرتا ہے۔ جو دونوں ہمارے دو صالح بندوں کی زوجیت میں تھیں۔ پس انھوں نے اُن کے ساتھ خیانت کی تو وہ دونوں نیک بندے اللہ کے مقابلے میں انھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکے اور اُن دونوں (بیویوں) سے کہا گیا: تم بھی آگ میں داخل ہونے والے دوسرے لوگوں کے ساتھ جہنم میں داخل ہوجاؤ۔

اور اللہ نے اہلِ ایمان کے لیے ایک مثال بیان کی ہے اور وہ فرعون کی بیوی کی مثال ہے۔ اس نے دعا کی: اے میرے پروردگار! اپنے پاس جنت میں میرے لیے گھر بنا اور مجھے فرعون اور اُس کے (ظالمانہ) عمل سے بچا اور مجھے ظالم قوم سے نجات دے۔

اور مریم بنت عمران کو بھی (اللہ مثال کے طور پر پیش فرماتا ہے) جس نے اپنی عصمت کو پاک رکھا اور ہم نے اس میں اپنی روح پھونک دی۔ اس نے اپنے پروردگار کے کلمات اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ فرماں برداروں میں سے تھی"۔

تفسیر آیات

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ...... الخ

"اے ایمان والو! بارگاہِ خداوندی میں خالص توبہ کرو...... الخ"۔

خالص توبہ

کتاب معانی الاخبار میں منقول ہے کہ احمد بن ہلال نے کہا کہ میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی طرف خط لکھا: "خالص توبہ کی تعریف فرمائیں"۔

آپؑ نے میرے خط کے جواب میں لکھا: باطن ظاہر کی طرح ہو جائے بلکہ اس سے افضل ہو جائے تو اسے خالص توبہ کہا جاتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس زیر بحث آیت کی تفسیر کے ضمن میں فرمایا: خالص توبہ یہ ہے کہ انسان ہر بدھ، جمعرات، جمعہ کے روزے رکھے۔ آپؑ سے یہ بھی مروی ہے کہ انسان گناہوں کی زندگی سے توبہ کرے اور پھر یہ ارادہ کرے کہ پھر وہ کبھی اس زندگی کی طرف نہیں لوٹے گا، یعنی گناہ نہیں کرے گا۔

اللہ گناہوں پر پردے ڈال دیتا ہے

اُصول کافی میں معاویہ بن وھب سے روایت ہے، اُس نے کہا: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، آپؑ

نے فرمایا: جب کوئی بندہ خالص توبہ کرتا ہے تو وہ خداوند تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے اور اس کی دنیا اور آخرت کی زندگی پر اپنی رحمت کے پردے ڈال دیتا ہے۔

راوی کہتا ہے: میں نے امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: اُس پر پردے کس طرح ڈال دیتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جس فرشتے نے اس کے گناہ لکھے تھے وہ اس کے گناہوں کو بھول جاتا ہے کہ اُس نے اس کے کون کون سے گناہ تحریر کیے تھے۔ خداوند تعالیٰ اس بندے کے اعضا و جوارح کی طرف وحی کرتا ہے کہ اس کے گناہوں کو چھپا دو۔ پھر اللہ تعالیٰ زمین کے ان مقامات کی طرف وحی کرتا ہے، جہاں اُس نے گناہ کیے تھے کہ تم بھی اُس کے گناہوں کو چھپا دو۔ پس جب وہ اللہ سے ملاقات کرے گا تو اس کے ذمہ کوئی گناہ نہ ہوگا کہ اس پر گواہ بنے کہ وہ گناہ گار ہے۔

جس دن اللہ اپنے نبیؐ کو رُسوا نہیں کرے گا

يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ......الخ

"اللہ تعالیٰ اُس دن اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور اُن کے ساتھ ایمان لانے والوں کو ذلیل نہیں کرے گا"۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اس آیت کی تفسیر کے ضمن میں فرمایا: قیامت کے دن جس شخص کا نور ہوگا تو اُس دن وہ نجات پانے والوں میں سے ہوگا۔ ہر مومن کے لیے نور ہوگا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ اہلِ ایمان کے آئمہ مومنین کے دائیں بائیں تیز تیز چلیں گے اور انھیں جنت میں ان کی منازل تک لے جائیں گے۔

اے نبیؐ! کافروں اور منافقین سے جہاد کرو

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ......الخ

"اے نبیؐ! کافروں اور منافقین کے ساتھ جہاد کرو"۔

اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کافروں سے جہاد کیا تھا لیکن آپؐ نے اپنی زندگی میں منافقین سے جہاد نہیں کیا تھا بلکہ ان کی تالیف قلبی کی تھی۔

مومن اور کافر عورتوں کی مثالیں

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ......الخ

"اور اللہ کفار کے لیے نوحؑ اور لوطؑ کی بیویوں کی مثال بیان کرتا ہے......الخ"۔

اللہ تعالیٰ کے ہاں ایمان اور عملِ صالح کی حیثیت ہے۔ سببی اور نسبی رشتہ داریوں کی اہمیت نہیں ہے۔ اُسے صرف تابع داری چاہیے کہ کون کتنا تابع دار اور اطاعت گزار ہے۔ جنابِ نوحؑ اور جنابِ لوطؑ دونوں اللہ کے مبارز اور معزز پیغمبرؑ تھے مگر ان کی بیویاں ان کے ضابطے کے خلاف تھیں اور اللہ کے دشمنوں کے ساتھ ان کے رابطے تھے، اس لیے جہنم کی مستحق قرار دی گئیں۔ اس مثال میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انھی بعض ازواج پر تعریض ہے۔ سابقہ آیات میں ان کی منصوبہ بندی اور راز کے افشا کا تفصیلی ماجرا موجود ہے۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا ......

"اور اللہ نے اہلِ ایمان کے لیے ایک مثال بیان کی ہے......"

اس مثال میں یہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ اگر کسی انسان کا ذاتی کردار بلند ہو تو کسی بدکار انسان کی بدکاری اُسے کوئی نقصان نہیں دے سکتی۔ جنابِ آسیہ بنت مزاحم اور اُن کے شوہر فرعون کے واقعات اس امر پر دلیل ہیں۔

وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ ......الخ

"اور مریمؑ بنت عمران کو بھی (اللہ تعالیٰ مثال کے طور پر پیش فرماتا ہے)"

اس دوسری مثال میں اللہ تعالیٰ نے جنابِ مریمؑ کی پاک دامنی، عفت و عصمت کو بیان فرمایا ہے۔ انھوں نے اپنی ناموس کی اپنے بچپن سے لے کر جوانی تک حفاظت کی۔

مجمع البیان اور من لا یحضرہ الفقیہ میں حدیث منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت خدیجہ علیہا السلام کے پاس تشریف لائے، اس وقت آپؑ سفرِ آخرت کی تیاری میں تھیں۔

آپؐ نے فرمایا: جس حال میں آپ ہیں اس سے مجھے شدید تکلیف ہو رہی ہے لیکن آپؑ کی اس تکلیف میں اللہ نے خیر کثیر رکھ دیا ہے، جب آپ اپنی سوکنوں کے پاس جانا تو اُنھیں میرا سلام کہنا۔

یہ سن کر حضرت خدیجہؑ نے فرمایا: اے اللہ کے رسولؐ! وہ کون خواتین ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: مریم بنت عمران، آسیہ بنت مزاحم، کلثوم یا حکیمہ ہمشیرہ، حضرت موسیٰ علیہ السلام

چار کامل واکمل خواتین

خصال صدوق میں منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کامل واکمل مرد تو ڈھیروں گزرے ہیں لیکن عورتوں میں سے صرف چار عورتیں درجۂ کمال تک پہنچی ہیں: ① حضرت آسیہ بنت مزاحم زنِ فرعون ② حضرت مریمؑ بنت عمران ③ حضرت خدیجہؑ بنت خویلد ④ حضرت فاطمہ بنت محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تین شخصیات جن کی زندگی وحی کے تابع رہی

کتاب خصال میں جابر بن عبداللہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

تین شخصیات ایسی ہیں، جنھوں نے لمحہ بھر کے لیے وحی خداوندی کی مخالفت نہیں کی: ① مومن آلِ یٰسین ② امام علی بن ابی طالبؑ ③ آسیہ بنت مزاحم زنِ فرعون۔

کتاب المناقب ابن شہر آشوب میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

حضرت فاطمہ علیہا السلام کائنات کی پاک و پاکیزہ ترین خاتون ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی ذریت پر جہنم کی آگ کو حرام کر دیا ہے۔

سُورَةُ المُلكِ

سورۃ الملك مكّية آياتها ۳۰، وركوعاتها ۲

''سورۂ ملک مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی تیس آیات اور دو رکوع ہیں''۔

سورۂ ملک کے مضامین

یہ سورۂ خدا کی مالکیت اور حاکمیت کی طرف انسان کو متوجہ کرتی ہے۔ سورۂ ملک کے دوسرے نام بھی ہیں، جیسے منجیہ (نجات دینے والی) "واقیہ یا مانعہ" اپنے تلاوت کرنے والے کو قبر کے عذاب یا قیامت کے عذاب سے محفوظ رکھنے والی ہے۔

اس سورہ کے مضامین کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

① خداوند تعالیٰ کی صفات، اس کی تخلیق کا عجیب ترین نظام، پھر اس کی نعمات کا تذکرہ۔

② معاد، دوزخ کا عذاب اور دوزخیوں اور فرشتوں کے درمیان مکالمہ۔

③ کافروں اور ظالموں کے عذاب کی انواع واقسام کا بیان۔

سورۂ ملک کی تلاوت کا ثواب

کتاب ثواب الاعمال میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

جس کسی نے نماز فریضہ میں اور سونے سے قبل سورۂ ملک پڑھی، وہ صبح تک اللہ کی امان میں رہے گا اور قیامت کے دن بھی وہ عذاب سے محفوظ رہے گا اور جنت میں داخل ہوگا۔

مجمع البیان میں ابی بن کعب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من قرء سورة تبارك فكانما احيى ليلة القدر

"جس شخص نے سورۂ تبارک کی تلاوت کی تو ایسا ہے جیسا کہ اس نے شب قدر بیدار رہ کر عبادت میں بسر کی"۔

جناب ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

وددت ان تبارك الملك في قلب كل مؤمن

"میں اس بات کو دوست رکھتا ہوں کہ سورہ تبارک تمام مومنین کے قلب میں رچ بس جائے"۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو سونے سے قبل الم تنزیل اور سورۂ ملک کی تلاوت فرماتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قرآن مجید میں ایک ایسا سورہ ہے جس کی آیات تیس ہیں۔ قیامت کے دن اپنے قاری کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کرے گا، وہ سورہ سورۂ ملک ہے۔

اُصولِ کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

سورۂ ملک سورۂ مانعہ ہے یعنی عذابِ قبر سے بچاتی ہے اور تورات میں اسی نام سے لکھی ہوئی ہے۔ جو شخص اسے رات کے وقت پڑھے تو اُس نے بہت کچھ پڑھا۔ اس کا شمار غافلین میں نہیں ہوگا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے: سورہ ملک پر مداومت کرنے والے پر جب موت آتی ہے اور منکر نکیر قبر میں اُس کے پاس آتے ہیں۔ جب وہ اس کے پاؤں کی طرف آتے ہیں تو مرنے والے کے پاؤں فرشتوں سے کہتے ہیں: تمھارا اس پر ہماری طرف سے کوئی راستہ نہیں ہے کیونکہ یہ ہم پر کھڑے ہوکر سورۂ ملک پڑھتا تھا۔ پھر وہ فرشتے اس کے پیٹ کی طرف آئیں گے تو اس کا پیٹ ان فرشتوں سے بات کرے گا۔ اس تک پہنچنے کا کوئی اور راستہ لو، اِس اللہ کے بندے نے مجھے حفظ کر رکھا ہے۔ پھر دونوں فرشتے اس کی زبان کے پاس آئیں گے تو اس کی زبان اُن سے گویا ہوگی: میری طرف سے اس تک تم نہیں پہنچ سکتے، یہ اللہ کا بندہ صبح وشام مجھے اپنی زبان پر جاری کرتا تھا۔

○○○

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تَبٰرَکَ الَّذِیۡ بِیَدِہِ الۡمُلۡکُ ۫ وَ هُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرُۨ ۙ﴿۱﴾

الَّذِیۡ خَلَقَ الۡمَوۡتَ وَ الۡحَیٰوۃَ لِیَبۡلُوَکُمۡ اَیُّکُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا ؕ وَ هُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡغَفُوۡرُ ۙ﴿۲﴾ الَّذِیۡ خَلَقَ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰی فِیۡ خَلۡقِ الرَّحۡمٰنِ مِنۡ تَفٰوُتٍ ؕ فَارۡجِعِ الۡبَصَرَ ۙ هَلۡ تَرٰی مِنۡ فُطُوۡرٍ ﴿۳﴾ ثُمَّ ارۡجِعِ الۡبَصَرَ کَرَّتَیۡنِ یَنۡقَلِبۡ اِلَیۡکَ الۡبَصَرُ خَاسِئًا وَّ هُوَ حَسِیۡرٌ ﴿۴﴾ وَ لَقَدۡ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنۡیَا بِمَصَابِیۡحَ وَ جَعَلۡنٰهَا رُجُوۡمًا لِّلشَّیٰطِیۡنِ وَ اَعۡتَدۡنَا لَهُمۡ عَذَابَ السَّعِیۡرِ ﴿۵﴾ وَ لِلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِرَبِّهِمۡ عَذَابُ جَهَنَّمَ ؕ وَ بِئۡسَ الۡمَصِیۡرُ ﴿۶﴾ اِذَاۤ اُلۡقُوۡا فِیۡهَا سَمِعُوۡا لَهَا شَهِیۡقًا وَّ هِیَ تَفُوۡرُ ۙ﴿۷﴾ تَکَادُ تَمَیَّزُ مِنَ الۡغَیۡظِ ؕ کُلَّمَاۤ اُلۡقِیَ فِیۡهَا فَوۡجٌ سَاَلَهُمۡ خَزَنَتُهَاۤ اَلَمۡ یَاۡتِکُمۡ نَذِیۡرٌ ﴿۸﴾ قَالُوۡا بَلٰی قَدۡ جَآءَنَا نَذِیۡرٌ ۬ۙ فَکَذَّبۡنَا وَ قُلۡنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنۡ شَیۡءٍ ۚۖ اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا فِیۡ ضَلٰلٍ کَبِیۡرٍ ﴿۹﴾ وَ قَالُوۡا لَوۡ کُنَّا نَسۡمَعُ اَوۡ

نَعۡقِلُ مَا كُنَّا فِيۡۤ اَصۡحٰبِ السَّعِيۡرِ ⑩

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن ورحیم ہے

"بابرکت ہے وہ (ذات) جس کے ہاتھ (قبضۂ قدرت) میں مُلک وملکوت ہیں، وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ وہی ذات ہے، جس نے موت وحیات کو خلق فرمایا تاکہ وہ آزمائش کرے کہ تم میں سے بہترین عمل کون کرتا ہے، وہ ہی غالب ہے اور بخشنے والا ہے۔

وہی جس نے سات آسمانوں کو اُوپر نیچے پیدا کیا۔ تم خدائے رحمٰن کی مخلوق میں کوئی خلل اور کسی قسم کا عیب نہیں دیکھو گے، پھر نگاہ اُٹھا کر دیکھو کیا تمھیں کوئی شگاف یا عیب نظر آتا ہے۔ پھر دوبارہ اپنی نگاہ دوڑاؤ تمھاری نگاہ تھک کر تمھاری طرف واپس آئے گی۔

ہم نے نچلے آسمان کو روشن چراغوں سے آراستہ وپیراستہ کیا ہے اور اُنھیں شیاطین کے لیے سنگ سار کرنے کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ اور اُن لوگوں کے لیے جنھوں نے اپنے رب کا انکار کیا، دوزخ کا عذاب ہے اور وہ بُرا ٹھکانا ہے۔

جس وقت وہ (جہنمی) اُس میں ڈالے جائیں گے تو اس میں وہ ایک ہیبت ناک آواز سنیں گے اور وہ جوش مار رہی ہوگی۔ گویا وہ غیظ وغضب سے پھٹی جاتی ہوگی۔ جب اس میں کوئی گروہ ڈالا جائے گا تو (جہنم) کے داروغے اُس سے پوچھیں گے کہ تمھارے پاس کوئی اِنذار کرنے والا نہیں آیا تھا۔

اُس وقت وہ کہیں گے ہاں! انذار کرنے والا تو ہمارے پاس آیا تھا مگر ہم نے اس کی تکذیب کی اور یہ کہا کہ اللہ نے کوئی چیز بالکل نازل نہیں کی ہے۔ تم لوگ ایک بہت بڑی گمراہی میں مبتلا ہو۔ اور وہ (یہ بھی کہیں گے) کہ اگر ہم سنتے اور سمجھ سے کام لیتے تو ہم جہنمیوں میں نہ ہوتے"۔

موت اور حیات کا خالق اللہ ہے

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا

"وہ ذات ہے جس نے موت وحیات کو خلق فرمایا، تاکہ وہ آزمائش کرے کہ تم میں سے بہترین عمل کون کرتا ہے؟"

روضہ کافی میں ہے کہ اس آیت کریمہ کے ضمن میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

ان اللہ عزّوجلّ خلق الحیاۃ قبل الموت

"اللہ تعالیٰ نے زندگی کو موت سے قبل پیدا فرمایا"۔

اُصول کافی میں منقول ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

الحیاۃ والموت خلقان خلق اللہ ، فاذا جاء الموت فدخل فی الانسان لم یدخل فی شیٔ الا وخرجت منہ الحیاۃ

"حیات وموت کو اللہ تعالیٰ نے خلق فرمایا۔ جب انسان کے پاس موت آتی ہے اور اس میں داخل ہوتی ہے تو اس کے جسم کے جس حصے میں داخل ہوتی ہے تو اس حصے سے زندگی نکال دیتی ہے"۔

صاحب تفسیر قمی نے اس آیت الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ ...... کی تفسیر کرتے ہوئے کہا: اس ذات نے موت اور زندگی کو خلق فرمایا، یعنی ان دونوں کو انسان کی تقدیر میں رکھ دیا ہے۔ پہلے حیات کو اُس کا مقدر بنایا۔ پھر موت اس کی تقدیر میں رکھ دی۔

علل الشرائع میں حدیث ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی بارگاہ میں کسی صحابی نے سوال پیش کیا کہ مولاؑ! آپؑ موت کی تعریف فرمائیے۔

آپؑ نے فرمایا: جب مومن پر موت آتی ہے تو اُسے خوشبو محسوس ہوتی ہے۔ جب وہ اُسے سونگھتا ہے تو اُسے جماہی آتی ہے تو اس سے اس کی زندگی کی تمام تھکاوٹیں، درد واَلم اور کلفتیں دُور ہو جاتی ہیں۔ جب کافر پر موت آتی ہے تو اُسے ایسا محسوس ہوتا ہے، جیسے اُسے اژدھے ڈس رہے ہوں اور بچھو اپنے ڈنگ پیوست کر رہے ہوں بلکہ اس سے بھی زیادہ وہ سخت قسم کے عذاب میں گرفتار ہوتا ہے۔

ابھی امام علیہ السلام کی گفتگو جاری تھی کہ راوی نے عرض کیا: بعض روایات میں آیا ہے: کافر کو موت کے وقت ایسے محسوس

ہوتا ہے، جیسے اُسے آرے سے چیرا جا رہا ہو، یا مقراض سے اُس کے ٹکڑے ٹکڑے کیے جا رہے ہوں، یا اُس پر پتھر برسائے جا رہے ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں! بعض کافروں اور فاجروں کی موت کی یہی کیفیت ہے لیکن کیا تم لوگوں نے اس بات میں غور نہیں کیا کہ جو شخص ان شدائد کو دیکھتا ہے، آخرت کے عذاب کے مقابلے میں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

راوی نے آپؑ کے حضور عرض کیا: ہم نے بعض اوقات کافر کو مرتے ہوئے دیکھا ہے، اس پر جب نزع کی حالت طاری ہوتی ہے تو وہ نہایت ہی آسانی میں تھا۔ وہ باتیں بھی کر رہا تھا، ہنس بھی رہا تھا۔ مومنین کی بھی حالت دیکھی ہے تو وہاں اُنھیں سخت ترین سکرات میں دیکھا ہے اور نہایت ہی پریشان دیکھا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: جی ہاں! تمھاری بات ٹھیک ہے جہاں تم نے مومن کو دیکھا کہ وہ موت کے وقت آسانی میں تھا اور راحت میں تھا، یہ سب کچھ اس کے ثواب کی وجہ ہے، جہاں تم نے موت کی سختی کو دیکھا تو یہ سختی اس کے گناہوں کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی موت کی سختی کو اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے تا کہ وہ میدانِ آخرت میں آئے تو وہ گناہوں کی آلودگیوں سے پاک وصاف ہو اور ابدی ثواب کا مستحق ہو اور اُس کے لیے کوئی مشکل باقی نہ رہے۔

جہاں تک کافر کی موت کی راحت وسہولت کی بات ہے تو یہ اس کی نیکیوں کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے کہ اُس نے اپنی زندگی میں اچھائیاں کی تھیں تو اللہ تعالیٰ اُن کا عوض اُسے اس صورت میں عطا کرتا ہے تا کہ جب وہ میدانِ آخرت میں آئے تو عذاب کا حق دار ہو۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ عادل ہے، ظالم نہیں۔ وہ کسی کی نیکی کو ضائع نہیں کرتا۔ اُسے اس کا اجر ضرور ملتا ہے۔

شیخ صدوقؒ نے اپنے رسالہ "اعتقادات امامیہ" میں نقل کیا ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے حضور عرض کیا گیا: موت کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: مومن کے لیے موت اس طرح ہے جیسے کسی قیدی کے بدن سے میلے کچیلے کپڑے اُتار دیے جائیں۔ اُس کے ہاتھ پاؤں سے زنجیر و بیڑیاں اُتار دی جائیں اور اُسے فاخرہ لباس پہنا دیا جائے اور اُسے بہترین عطر سے معطر کر دیا جائے۔ سواری کے لیے بہترین سواریاں پیش کر دی جائیں اور خوبصورت محلات میں اُسے اُتار دیا جائے۔

کافر کی موت یہ ہے کہ جب اُس پر موت آتی ہے تو اس کی موت ایسے ہے، جیسے کسی آزاد کے جسم سے فاخرہ لباس اُتار دیا جائے اور عیش وعشرت کے محلات سے اُسے اُٹھا کر ویرانے میں دھکیل دیا جائے اور اُسے میلے کچیلے، سخت اور دُرشت کپڑے پہنا دیے جائیں اور سخت ترین عذاب سے دوچار کر دیا جائے۔

جب حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی بارگاہ میں موت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا: موت نیند ہے، جو تمہیں ہر رات آتی ہے لیکن فرق یہ ہے کہ موت والی نیند طولانی ہے۔ جب کوئی اس نیند سے سوتا ہے تو اس کی جاگ قیامت کے روز ہوگی۔

مجمع البیان میں قتادہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اللہ کے فرمان (اَیُّکُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا) کے بارے میں پوچھا۔

آپؐ نے فرمایا: اس فرمانِ الٰہی سے مراد یہ ہے کہ اَیُّکُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا وہ ذات تمہیں تمہارے عقل کے اعتبار سے مضبوط ترین دیکھنا چاہتا ہے کہ جب تمہاری عقل الٰہی تقاضوں کے مطابق مکمل و کامل ہوگی تو تمہارے اجسام میں خوفِ خداوندی رچ بس جائے گا اور اُس نے جو اوامر نازل فرمائے تو تم ان پر کاربند ہوں گے اور جن چیزوں سے روکا ہے ان کے قریب تک بھی نہ جاؤ گے۔

عبداللہ بن عمر سے جو روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَیُّکُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا سے مراد یہ ہے کہ تمہاری عقل کامل اور اکمل و احسن ہو جائے اور تم محارم سے محفوظ ہو جاؤ اور اللہ کی اطاعت میں ہر وقت حاضر رہو۔

تکلیف طاعت وعبادت

کتاب احتجاج طبرسی میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے اس قول لِیَبۡلُوَکُمۡ اَیُّکُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنی اطاعت وعبادت کی تکلیف دے کر تمہاری آزمائش کرنا چاہتا ہے۔ وہ تمہارا امتحان نہیں لینا چاہتا اور نہ وہ تجربہ کرنا چاہتا ہے کیونکہ وہ ہمیشہ سے ہر شے کو خوب جاننے والا ہے۔

کارخانۂ قدرت ہر نقص وعیب سے پاک ہے

تفسیر قمی میں الَّذِیۡ خَلَقَ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ...... ("وہی ہے جس نے سات آسمانوں کو اُوپر نیچے پیدا کیا") کی تفسیر کے ضمن میں یہ نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کو ایک دوسرے کے اُوپر نیچے خلق فرمایا: مَا تَرٰی فِیۡ خَلۡقِ الرَّحۡمٰنِ مِنۡ تَفٰوُتٍ ("تم خدائے رحمٰن کی مخلوق میں کوئی خلل اور کسی قسم کا عیب نہیں دیکھو گے")۔

اس "تفاوت" سے مراد نقص وعیب ہے، یعنی اللہ کی تخلیق میں کہیں کوئی نقص وعیب نہیں ہے کہ انسانوں کو دعوتِ عام

دی گئی ہے کہ تم آسمانوں اور زمین کی طرف دیکھو اور خوب دیکھو۔ ہزار بار دیکھو۔ پھر بھی تمھیں کوئی عیب و نقص نظر نہیں آئے گا۔ (يَنْقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ) ''تو تمھاری نظر تمھاری طرف واپس آئے گی اور وہ خائب و خاسر تھکی ماندی ہوگی''۔ جب معصوم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان (وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ) کہ ہم نے دنیا کے آسمان کو مصابیح سے زینت دی، یعنی ستاروں سے زینت دی''۔

کتاب احتجاج طبرسی میں منقول ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

غدیر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طویل ترین خطبہ دیا اور اسی خطبہ میں آپؐ نے حضرت علی علیہ السلام اور اُن کی اولاد کا ذکر فرماتے ہوئے کہا: ان کے دشمنوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی کہ وہ لوگ جہنم کی ہیبت ناک آواز کو سنیں گے، جب وہ اپنی خوفناک آواز بلند کرے گی اور قریب ہوگا کہ وہ پھٹ پڑے۔ جب ایک گروہ جہنم میں داخل ہوگا تو اُن کی وکالت کرنے والا گروہ اُس پر لعنت کرے گا۔

کتاب علل الشرائع میں منقول ہے کہ کسی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں اور رسولوں کو لوگوں کی طرف کیوں بھیجا؟

آپؑ نے فرمایا: اس لیے بھیجا تاکہ ان لوگوں پر حجت قائم ہوجائے تاکہ کل وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ان کی طرف نہ کوئی خوشخبری دینے والا آیا تھا اور نہ ڈرانے والا کوئی آیا تھا۔ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا وہ قول نہیں سنا جو جہنم کے داروغوں کے بارے میں ہے کہ جب جہنمیوں کو جہنم میں ڈالا جارہا ہوگا تو اس وقت وہ ان سے پوچھیں گے: (اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ۝ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ ۙ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۚ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ ۝) ''کیا تمھارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا؟ تو وہ کہیں گے: جی ہاں! ڈرانے والا آیا تھا لیکن ہم نے اُنھیں جھٹلایا تھا اور اُنھیں کہہ دیا: اللہ نے کوئی چیز نازل نہیں کی مگر یہ کہ تم کھلی گمراہی میں ہو''۔

عقل کے اعتبار سے انعامات کی درجہ بندی

تفسیر مجمع البیان میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں نقل کیا ہے:

وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝

''انھوں نے جواب میں کہا: اے کاش کہ اگر وہ سنتے اور عقل کے ذریعے غور وفکر کرتے تو آج جہنم

میں نہ ہوتے"۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک آدمی جہاد کرتا ہے، نماز پڑھتا ہے، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتا ہے تو قیامت کے دن ہر ایک کو اس کی عقل کے مطابق جزا دی جائے گی۔

عقل عظیم الشان تحفۂ خداوندی

اُصول کافی میں اصبغ بن نباتہ سے روایت ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

جناب جبرئیلؑ جناب آدم علیہ السلام پر نازل ہوئے اورانھوں نے جناب آدمؑ سے کہا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ یہ تین چیزیں آپؑ کے سامنے پیش کروں۔ آپؑ اُن میں سے صرف ایک کو اپنے لیے اختیار کریں۔

حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا: اے جبرئیلؑ وہ تین چیزیں کون سی ہیں؟

حضرت جبرئیلؑ نے کہا: اے آدم! وہ تین چیزیں یہ ہیں: ① عقل، ② حیا، ③ دین۔

جناب آدم علیہ السلام نے فرمایا: میں نے عقل کو اختیار کیا ہے۔ اُس وقت جناب جبرئیلؑ نے دین اور حیا سے کہا: اب تم دونوں چلے جاؤ اور انھیں چھوڑ دو۔ ان دونوں نے جواب دیا: اے جبرئیل امینؑ! ہمیں حکم دیا گیا ہے، جہاں عقل ہو، ہم نے وہاں رہنا ہے۔

یہ سن کر جناب جبرئیلؑ نے فرمایا: یہ تمھارا کام ہے، جو تمھیں سونپا گیا ہے۔ پھر جناب جبرئیلؑ واپس آسمان کی طرف چلے گئے۔

ایک اور حدیث جس میں عقل کے بارے میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا: عقل یہ ہے کہ بندہ اس کے ذریعے اللہ کی عبادت کرے اور اس کے ذریعے جنت کو حاصل کرے۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے پوچھا: جناب امیر المومنین علی علیہ السلام کے سیاسی حریف کے بارے میں کیا رائے ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس میں شیطنت تھی، اُس نے جو کچھ کیا یہ سب عقل کی شبیہ ہے، عقل نہیں ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

من كان عاقلاً كان له الدين ومن كان له الدين دخل الجنة

"جو شخص عقل مند ہے تو وہ دین دار ہے اور جو دین دار ہے، وہی جنت میں داخل ہوگا"۔

کتاب خصال میں ایک روایت ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جناب سلیمان بن داوٗدؑ کا فرمان ہے: جو کچھ لوگوں کو عطا کیا گیا ہے، وہ ہمیں بھی عطا کیا گیا ہے اور جو انھیں نہیں ملا، وہ ہمیں ملا ہے۔ جو علم لوگوں کے پاس ہے، وہ ہمارے پاس بھی ہے اور جو علم لوگوں کے پاس نہیں، وہ ہمارے پاس ہے۔ ہم نے کوئی چیز اللہ کی خشیت سے جو حاضر و غیب میں رکھی جائے اس شے سے کائنات میں کوئی افضل چیز نہیں پائی ہے، تونگری میں میانہ روی، رضا و رغبت میں حق گوئی، اور ہر حال میں اللہ کے حضور آہ و زاری۔

آپؑ نے فرمایا: کیونکہ وہ لطیف و خبیر ہے۔

فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴿۱۱﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴿۱۲﴾ وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ۗ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۳﴾ اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ۗ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۴﴾ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ۗ وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ ﴿۱۵﴾ ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ ﴿۱۶﴾ اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ۗ فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ نَذِيْرِ ﴿۱۷﴾ وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۱۸﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ ؔ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ۗ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۢ بَصِيْرٌ ﴿۱۹﴾ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ

الرَّحْمٰنِ ؕ اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِیْ غُرُوْرٍ ۚ﴿۲۰﴾ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ یَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۚ بَلْ لَّجُّوْا فِیْ عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ ﴿۲۱﴾ اَفَمَنْ یَّمْشِیْ مُكِبًّا عَلٰی وَجْهِهٖۤ اَهْدٰۤی اَمَّنْ یَّمْشِیْ سَوِیًّا عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۲۲﴾ قُلْ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۳﴾ قُلْ هُوَ الَّذِیْ ذَرَاَكُمْ فِی الْاَرْضِ وَاِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۲۵﴾ قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۪ وَاِنَّمَاۤ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۲۶﴾ فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِیْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَقِیْلَ هٰذَا الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ﴿۲۷﴾ قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِیَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِیَ اَوْ رَحِمَنَا ۙ فَمَنْ یُّجِیْرُ الْكٰفِرِیْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ﴿۲۸﴾ قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَیْهِ تَوَكَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۲۹﴾ قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ یَّاْتِیْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِیْنٍ ﴿۳۰﴾ ع

"اس مقام پر وہ اپنے گناہ کا اعتراف کریں گے۔ دوزخی اللہ کی رحمت سے دُور ہیں۔ وہ لوگ جو اپنے رب سے پوشیدہ صورت میں ڈرتے ہیں، یقیناً اُن کے لیے بخشش اور بڑا اجر ہے۔ تم لوگ اپنی گفتگو کو چھپاؤ یا ظاہر کرو وہ تو سینوں میں محفوظ رازوں سے خوب آگاہ ہے۔

وہ ہستی کہ جس نے خلق فرمایا کیا وہ نہیں جانتا؟ حالانکہ وہ باریک بین اور ہر چیز کا عالم ہے۔
وہ وہی ہے کہ جس نے زمین کو تمھارے لیے تابع کر رکھا ہے۔ پس اس کے دوش پر چلو پھرو، اور اللہ کا رزق کھاؤ۔ اُسی کے حضور تمھیں دوبارہ زندہ ہو کر جانا ہے۔
کیا تم اُس سے بے خوف ہو کہ وہ جو آسمان میں ہے، وہ تمھیں زمین میں دھنسا دے اور زمین لرزتی اور کانپتی رہے۔ کیا تم اس بات سے بے خوف و خطر ہو کہ وہ جو آسمان میں ہے تم پر پتھر برسانے والی ہوا بھیج دے۔ پھر تمھیں معلوم ہو جائے گا کہ میری تنبیہ کیسی ہوتی ہے؟ اس سے پہلے آنے والے لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا تو پھر دیکھ لو کہ میری گرفت کتنی سخت تھی۔
کیا یہ لوگ اپنے اُوپر اُڑنے والے پرندوں کو پَر پھیلائے اور سمیٹتے ہوئے نہیں دیکھتے؟ رحمٰن کے سوا اور کوئی نہیں جو اُنھیں تھامے ہوئے ہو۔ وہ ہر چیز پر خوب نگہبان ہے۔ رحمٰن کے علاوہ تمھارا کون سا لشکر ہے، جو تمھاری نصرت کر سکے؟ کفار تو بس فریب میں ہیں۔
کیا وہ جو تمھیں رزق دیتا ہے اگر وہ اپنے رزق کو روک لے تو پھر کون ہے جو تمھیں رزق دے مگر یہ لوگ سرکشی اور نفرت پر اَڑے ہوئے ہیں۔ بھلا اس (بات) میں غور کرو جو شخص اُوندھے منہ چل رہا ہو، وہ زیادہ راہِ ہدایت پر ہے یا وہ جو سیدھا سر اُٹھائے ہوئے ہموار راستے پر چل رہا ہو؟
اُن سے کہہ دیجیے اللہ ہی ہے کہ جس نے تمھیں پیدا کیا، تمھیں سننے اور دیکھنے کی طاقتیں عطا کیں اور سوچنے سمجھنے والا دل دیا مگر تم بہت کم اس کا شکر ادا کرتے ہو۔ اُن سے کہہ دیجیے! اللہ ہی تو ہے جس نے تمھیں زمین میں پھیلا دیا ہے اور اُسی کے سامنے جمع کیے جاؤ گے۔
وہ کہتے ہیں: اگر تم سچے ہو تو بتاؤ یہ عہد کب پورا ہوگا۔ کہہ دیجیے اس کا علم تو اللہ کے پاس ہے، میں تو صرف صاف صاف تنبیہ کرنے والا ہوں۔

پھر جب وہ اس عہد کو قریب پالیں گے تو کافروں کے چہرے بگڑ جائیں گے، جنھوں نے انکار کیا ہے اور اُس وقت اُن سے کہا جائے گا یہی وہ چیز ہے جس کے تم تقاضے کر رہے تھے۔ ان سے کہہ دیجیے: مجھے بتاؤ کہ اگر اللہ مجھے اور میرے ساتھیوں کو ہلاک کردے یا ہم پر رحم فرمائے تو کافروں کو دردناک عذاب سے کون بچائے گا؟

کہہ دیجیے وہی رحمٰن ہے اور اُسی پر ہم ایمان لائے ہیں اور اُسی پر ہم نے بھروسہ کیا ہے۔ بہت جلد تمھیں معلوم ہو جائے گا، کون صریح گمراہی میں ہے۔ کہہ دیجیے بتاؤ کہ اگر تمھارا یہ پانی زمین میں اُتر جائے تو کون ہے، جو تمھارے لیے جاری پانی لے آئے؟"

سیدھا راستہ

اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖٓ اَهْدٰٓى اَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۲﴾

"بھلا اس بات میں غور کرو جو شخص اوندھے منہ چل رہا ہو، وہ زیادہ راہِ ہدایت پر ہے یا وہ جو سیدھا سر اُٹھائے ہوئے ہموار راستہ پر چل رہا ہو"۔

اس مندرجہ بالا آیت کے ضمن میں علی بن ابراہیم نے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان لوگوں کی مثال دی ہے، جنھوں نے حضرت امام علی علیہ السلام کی ولایت کا انکار کیا۔ وہ زمین پر منہ کے بل چل رہے ہیں اور جس طرح کہ فطری طور پر چلنا چاہیے اُس صورت میں نہیں چلتے اور جس نے امام علی علیہ السلام کی ولایت کا اقرار کیا تو وہ فطرتی صورت میں چل رہا ہے اور صراطِ مستقیم پر ہے۔ صراطِ مستقیم امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔

قلب تین ہیں

کتاب معانی الاخبار میں منقول ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: دل تین قسم کے ہیں: ① اُلٹا دل جس میں کسی چیز کی گنجائش نہیں ہوتی، یہ کافر کا دل ہے۔ ② دوسرا دل ہے مطبوع جس میں سیاہ نکتہ ہے، اس میں خیر و شر دونوں برسرِ پیکار رہتے ہیں، یہ منافق کا دل ہے۔ ③ تیسرا دل جو منور اور روشن ہے، یہ مومن کا دل ہے۔ پھر آپؑ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖٓ اَهْدٰٓى ......الخ

روضۂ کافی میں روایت ہے: جناب فضیل کہتے ہیں: حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے ساتھ مسجد الحرام میں داخل ہوئے حالانکہ آپؑ میرا سہارا لے کر چل رہے تھے۔ اُس وقت لوگ طواف میں مصروف تھے۔ آپؑ نے اُن کی طرف دیکھا اور فرمایا: یہ وہی جاہلیت والا طواف ہو رہا ہے، نہ انھیں حق و حقیقت کا علم ہے اور نہ انھیں دین خداوندی کا پتا ہے۔ اے فضیل! ان کی طرف غور سے دیکھو۔ یہ سب اوندھے منہ چل رہے ہیں، اللہ ان پر لعنت کرے یہ سب غلام بن چکے ہیں اور اوندھے منہ چل رہے ہیں۔ پھر آپؑ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی: اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖٓ اَهْدٰٓى ......الخ

اللہ کی قسم! صراط مستقیم امام علی علیہ السلام اور اُن کے اوصیاء ہیں۔ بعد ازیں آپؑ نے اس آیت کی تلاوت کی:

فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِيْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقِيْلَ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ﴿۲۷﴾

"وہ جب اُسے قریب سے دیکھیں گے تو جنھوں نے کفر اختیار کیا تھا اُن کے چہرے بگڑ جائیں گے"۔

اے فضیل! امیر المومنین کا لقب حضرت امام علی علیہ السلام کے لیے خاص ہے۔ اب اُن کے بعد جس جس نے اس لقب کو اختیار کیا تو وہ کذاب ہے۔ بخدا اے فضیل! صرف تمھارا حج ہے، اللہ تم لوگوں کے گناہ معاف فرمائے گا اور صرف تمھارے ہی اعمال قبول کرے گا۔

تفسیر مجمع البیان میں اعمش سے روایت ہے: جب قیامت برپا ہوگی اور لوگ قرب خداوندی میں حضرت امام علی بن ابی طالب علیہ السلام کا مقام دیکھیں گے تو ان کے چہرے بگڑ جائیں گے کیونکہ یہ وہی لوگ ہوں گے، جنھوں نے امام علی علیہ السلام کی فضیلت کا انکار کیا تھا۔

صاحب تفسیر قمی نے یہ روایت نقل کی ہے: قیامت کے دن جب جناب امیر المومنین امام علی علیہ السلام کے اعداء آپؑ کا مقام و منزلت جو اللہ نے آپؑ کو عطا کی ہوگی دیکھیں گے تو اُن کے چہرے بگڑ جائیں گے کیونکہ اس دن اللہ امام علی علیہ السلام کو عظیم الشان کرامت اور منزلت عطا فرمائے گا۔ آپؑ کے دستِ مبارک میں لواء الحمد ہوگا اور آپؑ حوضِ کوثر پر اہل ایمان کو آبِ کوثر سے سیراب کر رہے ہوں گے۔ جب آپؑ کے اعداء کی آپؑ پر نظر پڑے گی تو اُن کے چہرے سیاہ ہو جائیں گے۔ پھر اُن کی طرف یہ ندا آئے گی: هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ﴿۲۷﴾

قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۹﴾

"کہہ دیجیے وہی رحمٰن ہے اور اُسی پر ہم ایمان لائے ہیں اور اُسی پر ہم نے بھروسہ کیا ہے، بہت جلد تمھیں معلوم ہو جائے گا۔ کون صریح گمراہی میں ہے"۔

اس آیت کے ضمن میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: قیامت کے دن امام علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی ولایت کے منکرین کو آواز دی جائے گی:

اے علی ابن ابی طالبؑ کی ولایت کو جھٹلانے والو! میں نے تو تمھیں اپنے رب کی طرف سے امام علی علیہ السلام اور اُن کے بعد آنے والے آئمہ جو اُن کی اولاد تھے، کی ولایت کا پیغام دے دیا تھا۔ اب بتاؤ کھلی گمراہی میں کون رہا ہے۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ۝

"کہہ دیجیے کہ اگر تمھارا یہ پانی زمین میں اُتر جائے تو کون ہے، جو تمھارے لیے جاری پانی لے آئے"۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی بارگاہِ امامت میں اس مندرجہ بالا آیت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا:

مَآؤُكُمْ سے مراد آئمہ طاہرین کے دروازے ہیں اور آئمہ اہلِ بیتؑ ابواب اللہ ہیں۔

فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ سے مراد ہے کہ اگر علمِ امامت تم سے دُور ہو جائے تو پھر کون تمھارے لیے علمِ امام لا سکتا ہے۔

ابوبصیر سے روایت ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: یہ آیت کریمہ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ آخری امام حضرت محمد مہدی علیہ السلام عجل اللہ الشریف کے حق میں نازل ہوئی۔

آپؑ نے فرمایا:

ان اصبح امامکم غائباً عنکم لا تدرون این هو؟ فمن یاتیکم بامام ظاهرٍ یاتیکمْ باخبار السموات والارض وحلال اللّٰه وحرامه ثم قال علیه السلام : واللّٰه ماجاء تاویل هذه الآیه ولا بُد ان یجئ تاویلها

"اگر تمھارا امام غائب ہو جائے اور تمھیں معلوم نہ ہو کہ وہ کہاں ہیں؟ تو پھر کون تمھارے لیے امام کو بھیجے گا، جو آسمانوں اور زمین کی خبریں اور الٰہی حلال و حرام کو تمھارے لیے بیان کرے۔ بعد ازیں فرمایا: اللہ کی قسم! اس آیت کی تاویل ابھی تک سامنے نہیں آئی اور بالآخر آ کر ہی رہے گی"۔

سُورَۃُ الْقَلَمِ

سورة القلم مکّیة أیاتها ۵۲ ورکوعاتها ۲

''سورۂ قلم مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی باون آیات اور دو رکوع ہیں''۔

سورۂ قلم کے مضامین

اس سورہ کو چھے حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

① اس سورہ کے پہلے حصے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخصوص صفات کا تذکرہ ہے۔

② اس حصے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں کی مذموم صفات کو بیان کیا گیا ہے۔

③ اس حصے میں جنت والوں کی داستان بیان کی گئی ہے، جو مشرکین کے لیے انتباہ ہے۔

④ چوتھے حصہ میں قیامت کا تذکرہ ہے اور کفار کے عذاب کا بیان ہے۔

⑤ اس حصے میں صبر واستقامت کی بات کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا: آپؐ اپنے دشمنوں کے مقابلے میں صبر سے کام لیں۔

⑥ اس آخری حصے میں قرآن مجید کی عظمت کو بیان کیا گیا ہے اور اُن سازشوں کے بارے میں گفتگو ہے، جو اللہ کے دشمنوں نے اس کے رسولؐ کے خلاف کیں۔

سورۂ قلم کی تلاوت کی فضیلت

کتاب ثواب الاعمال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے:

من قرء سورة ن والقلم في فريضة او نافلة امنه اللّٰه عزّوجل من ان يصبيه فقراً ابدا واعاذه اللّٰه اذا مات من ضمة القبر

"جو شخص سورہ ن والقلم کو واجب یا مستحب نمازوں میں تلاوت کرے گا، اللہ اُسے ہمیشہ کے لیے فقر وفاقہ سے محفوظ رکھے گا اور وہ جب اس دنیا سے رخصت ہوگا تو اللہ تعالیٰ اُسے فشارِ قبر سے امان میں رکھے گا۔

جس شخص نے سورہ ن والقلم کی تلاوت کی اللہ اس کو ان لوگوں کا ثواب عطا کرے گا، جو اچھے اخلاق کے مالک ہیں۔

○○○

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نٓ وَالۡقَلَمِ وَمَا یَسۡطُرُوۡنَ ﴿۱﴾ مَاۤ اَنۡتَ بِنِعۡمَۃِ رَبِّکَ بِمَجۡنُوۡنٍ ﴿۲﴾ وَاِنَّ لَکَ لَاَجۡرًا غَیۡرَ مَمۡنُوۡنٍ ﴿۳﴾ وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ ﴿۴﴾ فَسَتُبۡصِرُ وَیُبۡصِرُوۡنَ ﴿۵﴾ بِاَیِّکُمُ الۡمَفۡتُوۡنُ ﴿۶﴾ اِنَّ رَبَّکَ ہُوَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ ضَلَّ عَنۡ سَبِیۡلِہٖ ۪ وَہُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُہۡتَدِیۡنَ ﴿۷﴾ فَلَا تُطِعِ الۡمُکَذِّبِیۡنَ ﴿۸﴾ وَدُّوۡا لَوۡ تُدۡہِنُ فَیُدۡہِنُوۡنَ ﴿۹﴾ وَلَا تُطِعۡ کُلَّ حَلَّافٍ مَّہِیۡنٍ ﴿۱۰﴾ ہَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِیۡمٍ ﴿۱۱﴾

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن ورحیم ہے

"ن، قسم ہے قلم کی جس سے لکھنے والے لکھتے ہیں، کہ آپ اپنے رب کے فضل وکرم سے مجنون نہیں ہیں۔ اور یقیناً آپ کے لیے ایسا اجر ہے، جو ختم ہونے والا نہیں ہے۔ اور بے شک آپ خُلق کے بڑے مرتبہ پر ہیں۔

عنقریب آپ بھی دیکھ لیں گے اور وہ دیکھ لیں گے کہ تم میں سے کون ہے، جو جنون میں مبتلا ہے۔ بے شک آپ کا رب اُن لوگوں کو بہتر جانتا ہے جو اُس کے راستے سے بھٹکے ہوئے ہیں اور وہی اُنھیں اچھی طرح سے جانتا ہے، جو ہدایت یافتہ ہیں۔

آپ ان جھٹلانے والوں کی بات نہ مانیں۔ وہ چاہتے ہیں اگر آپ ڈھیلے پڑ جائیں تو وہ بھی

(اس مخالفت میں) ڈھیلے پڑ جائیں۔ اور آپ ہرگز اس شخص کی بات نہ مانیں جو بہت زیادہ جھوٹی قسمیں کھانے والا اور ذلیل ہے"۔

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ①

"قسم ہے قلم کی جس سے لکھنے والے لکھتے ہیں"۔

کتاب الخصال میں روایت ہے: حضرت عثمان بن عفان نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ رسالت میں سوال کیا: اے اللہ کے رسولؐ! حروف ابجد کی تفسیر بیان فرمائیں۔

آپؐ نے فرمایا: حروف ابجد کی تفسیر سیکھو، اس میں کائنات کے تمام عجائبات ہیں۔

آپؐ نے فرمایا: الف سے مراد آلاءُ اللہ ہیں یعنی اللہ کی نعمات ہیں۔ نٓ سے مراد "نون" ہے۔ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ① میں جس "قلم" کا تذکرہ ہے وہ نورانی قلم ہے اور جس کتاب پر اس قلم نے لکھا وہ بھی نورانی کتاب ہے اور وہ کتاب لوحِ محفوظ میں ہے: يشهده المقربون۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسمائے گرامی

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دس نام ہیں: پانچ نام قرآن مجید میں ہیں اور پانچ قرآن مجید میں نہیں ہیں۔ آپؐ کے جو نام قرآن مجید میں ہیں، وہ یہ ہیں:

① محمد ② احمد ③ عبداللہ ④ یٰسین ⑤ ن

علل الشرائع میں ایک طولانی روایت ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ① کی تفسیر پوچھی گئی تو آپؑ نے فرمایا:

"ن" جنت کی ایک نہر کا نام ہے جو برف سے زیادہ سفید ہے اور شہد سے زیادہ شیریں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے حکم دیا کہ وہ سیاہی بن جائے پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے ید قدرت سے اس کے کناروں پر درخت بو دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس درخت کو حکم دیا کہ وہ قلم بن جائے۔ جب وہ اللہ کے حکم سے قلم بن گیا تو اُس نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا: اے میرے پروردگار! میں کیا لکھوں؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے وہ لکھ۔ قلم نے سب کچھ لکھ ڈالا۔ پھر قلم پر مہر لگا دی گئی۔

معصوم علیہ السلام نے فرمایا: اس دن کے بعد قیامت تک قلم نطق نہیں کرسکے گا۔

کتاب معانی الاخبار میں حدیث ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

جنت میں ایک نہر ہے جس کا نام "ن" ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے حکم دیا کہ تو منجمد ہو جا، تو وہ منجمد ہوگئی اور سیاہی میں بدل گئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے قلم کو حکم دیا کہ تو لکھ! قلم نے قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا، لکھ دیا۔ جس سیاہی سے قلم نے لکھا، وہ سیاہی نور سے بنی تھی۔ جس قلم نے لکھا، وہ بھی نور سے بنا تھا اور لوح بھی نور سے تخلیق کی گئی تھی۔

سفیان ثوری نے آپؑ کے حضور عرض کیا: اے فرزندِ رسولؐ! لوح و قلم اور سیاہی کی میرے لیے وضاحت فرمائیں۔ جو علم اللہ نے آپؑ کو عطا کیا ہے، وہ مجھے بھی عطا کریں۔

آپؑ نے فرمایا: اے ابن سعید! اگر تو جواب کا اہل نہ ہوتا تو میں تیرے سوال کا جواب نہ دیتا۔ پھر آپؑ نے فرمایا:

"ن" ایک فرشتہ ہے، جس نے قلم کو ادا کیا اور قلم بھی فرشتہ ہے، جس نے لوح کے حوالے کیا، لوح بھی ایک فرشتہ ہے اور لوح نے جنابِ اسرافیلؑ کے حوالے کیا، جنابِ اسرافیلؑ نے جنابِ میکائیلؑ کے حوالے کیا اور جنابِ میکائیلؑ نے جنابِ جبرئیلؑ کے حوالے کیا۔ جنابِ جبرئیلؑ نے انبیا اور رسولوں کے حوالے کیا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا فرمایا اور اُسے حکم دیا۔ اس نے جو کچھ قیامت تک ہونے والا تھا، اُسے لکھ دیا۔

اے نبیؐ! تیرے اخلاق عالمین پر بھاری ہیں

وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ﴿۴﴾

"اور بے شک آپؐ خلق کے بڑے مرتبہ پر ہیں اور یقیناً آپؐ کے اخلاق اعلیٰ (اور عالمین پر بھاری) ہیں"۔

قاسم بن محمد سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوب صورت اور احسن ترین آداب ودیعت فرمائے۔ جب آپؐ اخلاق کی اعلیٰ و اکمل منزل پر پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے آپؐ سے فرمایا: وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ﴿۴﴾

بحر السقا کا کہنا ہے کہ مجھے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اے بحر! اچھے اخلاق اپنانا آسان کام ہے۔ کیا میں تمھیں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کا ایک نمونہ نہ بتاؤں؟

میں نے عرض کیا: جی ہاں! فرمایئے۔

آپؑ نے فرمایا: ایک دن پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد نبویؐ میں اپنے اصحاب کے مجمع میں تشریف فرما تھے۔ انصار کی ایک لڑکی حضورؐ کے پاس آئی تو اُس نے آپؐ کے لباس مبارک کے ایک کونے کو پکڑا تو آپ کھڑے ہوئے ہو گئے۔ اُس لڑکی نے آپؐ سے کوئی بات نہ کی اور آپؐ نے بھی اس سے کوئی بات نہ کی۔ اُس لڑکی نے تین دفعہ ایسا کیا۔ پیغمبر گرامی بھی تین دفعہ اس کے لیے اُٹھے اور تین دفعہ بیٹھے۔ اُس نے چوتھی مرتبہ ایسا کیا اور آپؐ جونہی اس کے لیے اُٹھے تو اُس نے آپؐ کی پشتِ مبارک کی طرف سے آپؐ کے مبارک لباس سے ایک دھاگہ نکال لیا۔ اُس نے ارادہ کیا کہ واپس جائے۔ حاضرین نے اُس سے کہا: اللہ تعالیٰ تجھ سے نمٹے یہ تم نے ایسا کیوں کیا (اس سے تم نے پیغمبر اکرمؐ کو تکلیف دی ہے)؟ تیرے لیے اللہ کے رسولؐ تین دفعہ اُٹھے اور تین دفعہ بیٹھے، تو نے ان سے کوئی بات نہیں کی اور نہ اُنھوں نے تجھ سے کوئی بات کی ہے۔ تیرا کام کیا تھا؟

اُس نے جواب دیا: ہمارے گھر کا آدمی مریض ہے۔ میرے گھر والوں نے مجھے بھیجا ہے کہ میں اللہ کے رسولؐ کے لباسِ مبارک سے ایک دھاگہ لے آؤں تاکہ اس کے ذریعے مریض کے لیے اللہ سے شفا حاصل کی جائے۔ جب میں آئی اور میں نے دھاگہ لینے کا ارادہ کیا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری طرف دیکھا اور کھڑے ہوئے، حیا دامن گیر ہو گیا، اس لیے میں آپؐ کے لباس سے دھاگہ نہ لے سکی۔ اس طرح میں آپؐ کے قریب جاتی رہی اور آپؐ سے شرماتی رہی (اس طرح سے آپؐ کو تکلیف ہوتی رہی)۔ آخرکار میں نے اسی حالت میں آپؐ کی اجازت کے بغیر آپؐ کے لباس سے دھاگہ لے لیا۔

اسحاق بن عمار سے منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

ان الخلق مینحةٌ یمنحها الله عزّوجلّ خلقه فمنه سجیةٌ ومنه نیةٌ

فقلت: فایهما افضل؟

فقال صاحب السجیة وهو مجبول لا یستطیع غیرہ

وصاحب النیة یصبر علی الطاعة تصبراً فهو افضلهما

"خوش اخلاقی اللہ کی عطا ہے، اللہ اپنے بندوں کو عطا کرتا ہے۔ اسی خوش اخلاقی میں سے ایک عادت ہے اور دوسری نیت ہے، پس میں نے آپؑ کے حضور عرض کیا: ان دونوں میں سے کون افضل ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جو صاحب عادت ہے وہ تو مجبور ہے، وہ تو بداخلاقی کر ہی نہیں سکتا لیکن جو صاحب نیت ہے وہ اطاعت کو اپناتے ہوئے خوش اخلاقی اپناتا ہے اس لحاظ سے وہ افضل ہے"۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے دشمنوں کو اپنے اولیاء کے اخلاق میں سے کچھ اخلاق عاریتاً دے دیتا ہے تاکہ اولیاء اللہ ان کے ساتھ اُن کی حکومتوں میں زندگی بسر کر سکیں۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے: اگر ایسا نہ ہوتا تو اللہ کے دشمن اُس کے ولیوں کو زمین پر نہ رہنے دیتے بلکہ اُنھیں قتل کر دیتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

افاضلکم احسن اخلاقاً الموطئون اکنافا الذین یألفون ویؤلفون وتوطا رحالھم

"تم لوگوں میں سے سب سے زیادہ صاحب فضیلت وہ ہے جس کے اخلاق سب سے بہتر ہیں۔ وہی لوگ جو متواضع ہیں دوسروں کے ساتھ جوشِ محبت سے ملتے ہیں"۔

حُسنِ خلق کا حدود اربعہ

من لا یحضرہ الفقیہ میں حدیث ہے: جب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ حُسنِ اخلاق کی حدود کیا ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: اس کی حدود یہ ہیں کہ تو اپنے برادران کے لیے اپنے پہلو کو نرم رکھ۔ اپنی گفتگو کو پسندیدہ بنا اور جب اپنے برادر ایمانی سے ملے تو اُس وقت تیرے چہرے پر مسکراہٹ ہو۔

خوش خُلقی اور بد خُلقی کی بنیاد

کتاب علل الشرائع میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے: اللہ تعالیٰ نے جنت سے حضرت آدم علیہ السلام کی طرف ایک حور بھیجی۔ آپؑ نے اس کا عقد اپنے ایک بیٹے کے ساتھ کر دیا اور آپؑ نے اپنے دوسرے بیٹے کا عقد جنوں کی ایک عورت سے کیا۔ اُن دونوں نے بچوں کو جنم دیا۔ لوگوں میں جہاں کہیں حُسن و جمال اور حُسنِ خلق نظر آتا ہے تو اُس کا سبب وہ حور ہے اور جہاں کہیں بداخلاقی نظر آتی ہے تو اس کا سبب وہ جن عورت ہے۔

حسنِ اخلاق کے حصول کا ایک راز

کتاب محاسن برقی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے حدیث منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

اغسلوا ایدیکم فی إناء واحد تحسن اخلاقکم

"اپنے ہاتھوں کو ایک برتن میں دھوؤ تا کہ تمھارے اخلاق اچھے ہو جائیں"۔

ایک عورت کے یکے بعد دیگرے دو شوہر ہوں

کتابِ خصال میں منقول ہے کہ جناب اُم سلمہؓ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا: یارسولؐ اللہ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں، ایک عورت کے دو شوہر ہوں اور وہ دونوں مر جائیں اور قیامت کے دن دونوں جنت میں داخل ہو جائیں تو اب وہ عورت اُن دو میں سے کس کے پاس ہوگی؟

آپؐ نے جنابِ اُم سلمہؓ سے فرمایا:

یا اُم سلمۃؓ تخیر احسنھما خلقا وخیرھما لاھلہ یااُم سلمہ ان حسن الخلق ذھب بخیر الدنیا والاخرۃ

"حُسنِ اخلاق دنیا اور آخرت کی ہر اچھائی کو اپنے ساتھ رکھتا ہے۔اے اُم سلمہؓ وہ عورت اُس کے پاس ہوگی، جس کے اخلاق اچھے ہوں گے اور اخلاق کے اعتبار سے اچھا وہ ہے جو اپنی اہلیہ کے ساتھ اچھا ہے"۔

میزان میں سب سے بھاری چیز

عیون الاخبار میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے:

ما من شیءٍ اثقل فی المیزان من خلق حسنٍ

"کوئی چیز میزانِ عمل میں قیامت کے دن حُسنِ اخلاق سے زیادہ بھاری نہیں ہوگی"۔

غرضِ بعثتِ نبویؐ

مجمع البیان میں روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق

"مجھے اس لیے مبعوث کیا گیا تا کہ مکارمِ اخلاق کی تکمیل کروں"۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے، آپؐ نے فرمایا:

ادبنی ربی فاحسن تادیبی

"میرے پروردگار نے مجھے ادب کی تعلیم دی اور حسین ترین ادب سے نوازا"۔

فَسَتُبۡصِرُ وَيُبۡصِرُوۡنَ۝

"پس عنقریب آپ بھی دیکھ لیں گے اور وہ بھی دیکھ لیں گے"۔

محاسن برقی میں منقول ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ما من مؤمن خلص ودی الی قلبه الا وقد خلص ودّ علی الی قلبه - کذب یاعلی من زعم ان یحبنی ویبغضك ، قال: فقال رجلان من المنافقین لقد فتن رسول الله بهذا الغلام فانزل تبارك وتعالٰی فَسَتُبۡصِرُ وَيُبۡصِرُوۡنَ۝ بِاَيِّىكُمُ الۡمَفۡتُوۡنُ ...... وَدُّوۡا لَوۡ تُدۡهِنُ فَيُدۡهِنُوۡنَ۝ وَلَا تُطِعۡ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيۡنٍ۝

"اُس وقت تک کوئی شخص مومن نہیں بن سکتا، جب تک اپنے دل میں میرے لیے اپنی محبت کو خالص نہ کرے اور میری محبت اُس وقت خالص نہیں ہوسکتی، جب تک علی بن ابی طالبؑ کی محبت اس کے دل کا مرکز نہیں بن جاتی۔ اے علیؑ! وہ جھوٹا ہے جو یہ سوچے کہ وہ مجھ سے محبت کرتا ہے اور تجھ سے بغض رکھتا ہے"۔

راوی کہتا ہے: پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس عظیم فرمان کو جب لوگوں نے سنا تو قریش نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ "محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک نوجوان کی محبت میں فریفتہ ہو چکا ہے"۔ اُس وقت اللہ تعالیٰ نے سورہ قلم اُتاری۔

تین شخص جنت میں داخل نہیں ہوں گے

کتابِ خصال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ تین شخص جنت میں داخل نہیں ہوسکیں گے:

① قاتل ② شرابی ③ چغل خور

اشرار کون ہیں؟

جناب امیر المومنین امام علی بن ابی طالب علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمھیں اشرار

کے بارے میں بتاؤں؟

حاضرین صحابہ نے عرض کیا: جی ہاں یارسولؐ اللہ! بیان فرمائیے۔ آپؐ نے فرمایا:

المشاؤن بالنميمة...... المفرقون بين الاحبة...... الباغون للبرأ العيب

''جن کا کام ہی چغل خوری ہے، وہ لوگ جو دوستوں، رشتہ داروں میں جدائی ڈال دیتے ہیں، وہ جو نیک اور بے گناہ لوگوں میں عیوب کی تلاش میں لگے رہتے ہیں''۔

من لا یحضرہ الفقیہ میں منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علیؑ! اس اُمت کے دس آدمی وہ ہیں، جنھوں نے اللہ تعالیٰ کا انکار کیا، ان میں سے ایک وہ ہے، جو لوگوں کے عیوب کی تلاش میں رہے اور دوسرا وہ فتنہ وفساد کے لیے سعی وکاوش کرے...... الخ۔

مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝١٢ عُتُلٍّۭ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ۝١٣ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ ۝١٤ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝١٥ سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ۝١٦ اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَآ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ۝١٧ وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ ۝١٨ فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ ۝١٩ فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ ۝٢٠

''بھلائی سے روکتا ہے، ظلم وزیادتی میں تجاوز کرنے والا ہے اور بدکردار ہے۔ بدفطرت اور ان سب باتوں کے ساتھ بداصل بھی ہے۔ ان تمام باتوں کا سبب یہ ہے کہ وہ مال واولاد کا مالک ہے۔ جب اُسے ہماری آیات سنائی جاتی ہیں تو وہ کہتا ہے کہ یہ تو قصہ ہائے پارینہ ہیں۔ عنقریب ہم اس کی سونڈ پر داغ لگائیں گے۔

ہم نے (ان مکہ کے کافروں کو) اس طرح آزمائش میں ڈالا ہے کہ جس طرح ایک باغ والوں کو امتحان میں ڈالا تھا، جب انھوں نے قسم کھائی تھی کہ وہ صبح سویرے پھل توڑ لیں گے۔ اور اُنھوں نے کوئی استثناء نہیں کیا تھا۔ ابھی وہ رات کو سوئے پڑے تھے کہ آپ کے رب کی طرف سے ایک بلا اُس باغ پر گھوم گئی۔ پس وہ باغ کٹی ہوئی فصل کی مانند ہوگیا"۔

تفسیر آیات

مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ﴿۱۲﴾

"بھلائی سے روکتا ہے، ظلم وزیادتی میں تجاوز کرنے والا اور بدکردار ہے"۔

صاحب تفسیر قمی نے اس زیر بحث آیت کی تفسیر کے ضمن میں نقل کیا ہے: "الخیر" سے مراد جناب امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ سے مراد وہ لوگ ہیں، جنھوں نے ان پر زیادتی کی۔

عُتُلٍّ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ ﴿۱۳﴾

"بدفطرت اور ان سب باتوں کے ساتھ بداصل بھی ہے"۔

راغب نے "عتل" کی بحث میں لکھا ہے عتل کا معنٰی ہے بدخو، کینہ پرور، سخت مزاج، بے حیا، بداخلاق۔ "زنیم" کا معنٰی ہے جس کی اصل نہ ہو۔

مجمع البیان میں روایت ہے:

قال رسول اللّٰه لا يدخل الجنة جواظ ولا جعظری ولا عتل زنيم قلت فما الجواظ؟ قال كل جماع مناع قلت: فما الجعظری؟ قال الفظ الغليظ قلت فی العتل الزنيم؟ قال رحب الجوف سی الخلق اكول شروب غشوم ظلوم

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تین گروہ جنت میں داخل نہیں ہوں گے: جواظ، جعظری اور عتل زنیم"۔ راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: جواظ کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا: کل جماع متاع۔ ہر وہ شخص جو دن رات مال جمع کرنے کی فکر وسعی میں ہے اور بخل سے کام لیتا ہے۔ میں نے عرض کیا: جعظری کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا: جو سخت مزاج اور تندخو ہو۔ پھر میں نے آپؐ کے حضور عرض

کیا: عتل زنیم کون ہے؟ آپؑ نے فرمایا: جو شکم پروری کرتا ہے، بداخلاق ہے اور ظلم و جبر سے کام لیتا ہے"۔

سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ﴿۱۶﴾

"ہم عنقریب اس کی سونڈ پر داغ لگائیں گے"۔

علی بن ابراہیم سے منقول ہے اس سے مراد زمانہ رجعت ہے۔ جب زمانہ رجعت میں الٰہی نمائندے اور اُن کے اعدا اکٹھے ہوں گے۔ اللہ کے دشمنوں کے ناکوں پر نشان لگائے جائیں گے۔

گناہ سے رزق منقطع ہو جاتا ہے

اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ﴿۱۷﴾ وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ ﴿۱۹﴾

"ہم نے (ان مکہ کے کافروں کو) اس طرح آزمائش میں ڈالا ہے کہ جس طرح ایک باغ والوں کو امتحان میں ڈالا تھا۔ جب انھوں نے قسم کھائی تھی کہ وہ صبح سویرے پھل توڑ لیں گے اور انھوں نے کوئی استثنا نہیں کیا تھا۔ ابھی وہ رات کو سوئے پڑے تھے کہ آپ کے رب کی طرف سے ایک بلا اُس باغ پر گھوم گئی"۔

اصول کافی میں منقول ہے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جب کوئی آدمی گناہ کرتا ہے تو اس کا رزق اُس سے منقطع کر دیا جاتا ہے۔ بعدازیں آپؑ نے ان زیر بحث آیات کی تلاوت فرمائی۔

فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ ﴿۲۱﴾ اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ ﴿۲۲﴾ فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ ﴿۲۳﴾ اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ ﴿۲۴﴾ وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْۤا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ ﴿۲۶﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿۲۷﴾ قَالَ اَوْ

سَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ﴿۲۸﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِیْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ یَّتَلَاوَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ قَالُوْا یٰوَیْلَنَاۤ اِنَّا كُنَّا طٰغِیْنَ ﴿۳۱﴾ عَسٰى رَبُّنَاۤ اَنْ یُّبْدِلَنَا خَیْرًا مِّنْهَاۤ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ﴿۳۲﴾ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ﴿۳۴﴾ اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِیْنَ كَالْمُجْرِمِیْنَ ﴿۳۵﴾ مَا لَكُمْ ٚ كَیْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۶﴾ اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِیْهِ تَدْرُسُوْنَ ﴿۳۷﴾ اِنَّ لَكُمْ فِیْهِ لَمَا تَخَیَّرُوْنَ ﴿۳۸﴾ اَمْ لَكُمْ اَیْمَانٌ عَلَیْنَا بَالِغَةٌ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ۙ اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۹﴾ سَلْهُمْ اَیُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِیْمٌ ﴿۴۰﴾ اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ ۚ فَلْیَاْتُوْا بِشُرَكَآىِٕهِمْ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِیْنَ ﴿۴۱﴾ یَوْمَ یُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّ یُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ﴿۴۲﴾

"پس انھوں نے صبح ہوتے ہی ایک دوسرے کو آوازیں دیں۔ اگر تمھیں پھل توڑنا ہے تو سویرے سویرے اپنی کھیتی کی طرف چل پڑو۔ وہ اس حال میں چل پڑے اور چپکے سے ایک دوسرے سے کہتے جاتے تھے کہ قطعاً آج یہاں تمھارے پاس کوئی مسکین نہ آنے پائے۔ وہ کچھ نہ دینے کا منصوبہ بنائے ہوئے صبح سویرے پہنچ گئے۔ مگر جب انھوں نے باغ کو دیکھا تو کہا: ہم تو راستہ بھول گئے ہیں۔ بلکہ ہم تو محروم ہو گئے ہیں۔

جو اُن میں سے بہتر شخص تھا اُس نے کہا: کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ اس کی تسبیح کیوں نہیں کرتے؟ (یہ دیکھ کر) وہ کہنے لگے کہ ہمارا رب پاک و پاکیزہ ہے اور ہم ہی قصوروار ہیں۔ پھر وہ آپس میں ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے۔ وہ کہنے لگے: ہم پر افسوس ہے بے شک ہم سرکش ہو گئے تھے۔ یہ بعید نہیں کہ ہمارا رب ہمیں اس کے عوض میں اس سے بہتر باغ عطا فرمائے، اب ہم اپنے رب ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

عذاب تو ہوتا ہی ہے ایسا! اور آخرت کا عذاب اس سے بھی بہت بڑا ہے، کاش یہ لوگ اس کو جانتے ہوتے۔ صاحبانِ تقویٰ کے لیے اُن کے رب کے پاس یقیناً نعمات سے بھرپور جنتیں ہیں۔ کیا ہم اطاعت گزاروں کو مجرموں کی مثل کر دیں گے؟

تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے تم کیسے فیصلے کرتے ہو؟ کیا تمھارے پاس کوئی کتاب ہے جس میں تم یہ پڑھتے ہو کہ تمھارے لیے ضرور وہاں وہی کچھ ہے جو تم پسند کرتے ہو؟ یا کیا تم لوگوں نے ہم سے کچھ قسمیں لے رکھی ہیں کہ قیامت کے دن تمھارے لیے وہی کچھ ہے جس کا تم حکم لگاؤ گے۔ ان سے پوچھیے ان میں سے کون اس کا ذمہ دار ہے؟ یا ان کے کچھ (لوگ) ہمارے شریک ہیں، پس وہ اگر سچے ہیں تو اپنے شریکوں کو لے آئیں۔ جس دن سخت ترین وقت آئے گا اور لوگوں کو سجدہ کے لیے بلایا جائے گا تو یہ لوگ سجدہ نہ کر سکیں گے"۔

تفسیر آیات

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۴۲﴾

"جس دن سخت ترین وقت آئے گا اور لوگوں کو سجدہ کے لیے بلایا جائے گا تو یہ لوگ سجدہ نہ کر سکیں گے"۔

عیون الاخبار میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے: قیامت کے دن نور سے جب پردے ہٹائے جائیں گے اور رب کائنات کا نور ضوفشاں ہوگا تو اہلِ ایمان فوراً سجدے میں گر پڑیں گے لیکن منافقین کی پشت کچھ اس طرح سخت ہو جائے گی کہ وہ سجدہ نہ کر سکیں گے۔

خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۭ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سٰلِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ فَذَرْنِيْ وَمَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ ۭ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَاُمْلِيْ لَهُمْ ۭ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴿۴۵﴾ اَمْ تَسْـَٔــلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴿۴۶﴾ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿۴۷﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ ۘ اِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ ﴿۴۸﴾ لَوْلَآ اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَاۗءِ وَهُوَ مَذْمُوْمٌ ﴿۴۹﴾ فَاجْتَبٰىهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۵۰﴾ وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۵۱﴾ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۵۲﴾

"اِن کی نگاہیں نیچی ہوں گی، ذلت اُن پر چھائی ہوئی ہوگی، یہ (لوگ) جب سالم تھے اُس وقت اُنھیں سجدے کی طرف بلایا جاتا تھا (تو اعراض کرتے تھے)۔ پس اے نبیؐ! آپ اس کلام کی تکذیب کرنے والوں کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دو۔ ہم تدریجاً اُنھیں اپنی گرفت میں لے لیں گے۔ اس طرح کہ اُنھیں خبر بھی نہ ہوگی۔

اور میں اُنھیں مہلت دوں گا۔ میری تدبیر بہت ہی مضبوط ہے۔ کیا آپ ان لوگوں سے اُجرت طلب کرتے ہیں کہ وہ اس تاوان کے بوجھ تلے دبے جارہے ہیں، یا ان کے پاس

علم غیب ہے جسے یہ لکھتے ہوں۔

پس اپنے رب کا فیصلہ جاری ہونے تک صبر کریں اور مچھلی والے کی طرح نہ ہو جاؤ جنھوں نے غم سے نڈھال ہو کر اپنے رب کو آواز دی تھی۔ اگر ان کے پروردگار کی رحمت انھیں سنبھال نہ لیتی تو اُنھیں بدحالی کے ساتھ چٹیل میدان میں پھینک دیا جاتا۔

مگر اُس کے رب نے اُسے معزز فرمایا اور اُسے صالح بندوں میں شامل کر دیا۔ اور کافر لوگ اس قرآن کو سنتے ہیں تو آپ کو ایسی نظروں سے دیکھتے ہیں کہ گویا تمھارے قدم اُکھاڑ دیں گے اور کہتے ہیں: یہ دیوانہ ضرور ہے۔ حالانکہ یہ قرآن تو سارے جہان والوں کے لیے فقط نصیحت ہے"۔

تفسیر آیات

سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۴۴﴾

"پس اے نبیؐ! آپ اس کلام کی تکذیب کرنے والوں کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دو، ہم تدریجاً انھیں اپنی گرفت میں لے لیں گے۔ اس طرح کہ انھیں خبر بھی نہ ہوگی"۔

کتاب علل الشرائع میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے، آپؑ نے فرمایا:

جب اللہ تعالیٰ کسی آدمی کی بھلائی چاہتا ہے، جب وہ گناہ کرتا ہے تو اس پر کوئی مصیبت بھیج دیتا ہے، جس کی وجہ سے وہ اپنے گناہوں سے توبہ کر لیتا ہے، اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کی بھلائی نہیں چاہتا، جب وہ گناہ کرتا ہے تو اس کی طرف نعمت بھیج دیتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ توبہ کو بھول جاتا ہے اور وہ پھر اس راہ پر رواں دواں ہو جاتا ہے۔ اسی کیفیت کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے: (سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ)

اُصول کافی میں منقول ہے: عمر بن یزید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے حضور عرض کیا: میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور رزق کی دعا کی تو اللہ نے مجھے رزق عطا فرمایا۔ پھر میں نے اللہ تعالیٰ سے فرزند کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے فرزند عطا فرمایا۔ پھر میں نے اللہ تعالیٰ سے گھر کا سوال کیا، اللہ نے مجھے گھر دے دیا، مجھے خوف ہوا کہ کہیں مَیں تدریجا

ہلاکت کی طرف تو نہیں جا رہا؟

آپؑ نے فرمایا: اگر یہ سب کچھ اس کی اطاعت اور بندگی میں مل رہا ہے تو ایسی کوئی بات نہیں ہے۔

صبر واستقامت سے کام لیجیے

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوتِ ۘ إِذْ نَادَىٰ وَهُوَ مَكْظُومٌ ﴿٤٨﴾

''پس اپنے رب کا فیصلہ جاری ہونے تک صبر کریں اور مچھلی والے کی طرح نہ ہو جاؤ جنھوں نے غم سے نڈھال ہو کر اپنے رب کو آواز دی''۔

اس آیت کریمہ میں جناب یونس علیہ السلام کا ذکر ہے۔

تفسیر عیاشی میں منقول ہے کہ امیر المومنین حضرت امام علی علیہ السلام نے فرمایا: مجھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا اور انھیں جناب جبرئیلؑ نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے یونس بن متی کو ایک قوم کی طرف بھیجا۔ اس وقت اُن کی عمر شریف تیس سال تھی۔ آپؑ اپنی قوم کے رویے سے بہت جلد اُکتا گئے، صبر نہ کر سکے جس طرح صبر کرنا چاہیے۔

آپؑ نے اپنی قوم کو ایمان کی دعوت دی۔ آپؑ نے ۳۳ سال تک دعوتِ توحید کا پرچار جاری رکھا۔ اتنے لمبے عرصے میں صرف دو آدمیوں نے آپؑ کی دعوت کو قبول کیا، اُن میں سے ایک رُوبیل تھا اور دوسرے کا نام تنوخا تھا۔ جناب رُوبیل نبوت کے گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ صاحب علم وحکمت تھے اور وہ حضرت یونس علیہ السلام کے اُس وقت کے ساتھی تھے کہ ابھی وہ نبوت کے لیے مبعوث ہی نہیں ہوئے تھے۔ لیکن جناب تنوخا عالم نہیں تھے، وہ صرف ایک عابد و زاہد انسان تھے۔ ہر وقت عبادتِ خداوندی میں مصروف رہتے تھے۔ جناب رُوبیل مال دار آدمی تھے۔ اُن کے پاس کثرت کے ساتھ بھیڑ بکریاں تھیں۔ اِدھر تنوخا صرف ایک لکڑہارے تھے۔ اِسی پر ان کا گزر بسر تھا جو مقام ومنزلت جناب یونسؑ کے قریب جناب رُوبیل کو حاصل تھی، وہ جناب تنوخا کو حاصل نہ تھی۔ اس کی وجہ جناب رُوبیل کا علم وحکمت اور دیرینہ صحبت تھی۔

جب جناب یونس علیہ السلام نے اپنی قوم کی یہ حالت دیکھی کہ وہ نہ تو اس کی بات سنتے ہیں اور نہ اللہ پر ایمان لائے ہیں تو وہ قوم سے مایوس ہو گئے اور ان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ آپؑ نے بارگاہِ خداوندی میں شکایت کی: اے میرے پروردگار! تو نے مجھے اس قوم کی طرف بھیجا ہے، تیس سال سے دن رات انھیں تیری طرف دعوت دے رہا ہوں لیکن یہ ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ انھوں نے مجھے ہر دفعہ ٹھکرایا، مجھے جھٹلایا، مجھے نبی تک نہیں مانتے۔ میری رسالت کی ان کے نزدیک کوئی اہمیت ہی نہیں ہے۔ اب تو وہ مجھے قتل کی دھمکیاں دینے لگے ہیں۔ مجھے خوف ہے کہ کہیں وہ مجھے قتل نہ کر دیں۔ پس اس قوم پر اپنا

عذاب نازل فرما۔ یہ قوم ایمان لانے والی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جناب یونس علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی:

اے یونسؑ! تیری قوم کی بہت سی عورتیں حاملہ ہیں، تیری قوم کے بہت سے ایسے بچے ہیں، جو ابھی نابالغ ہیں، بہت سے بوڑھے ہیں جن پر بڑھاپا چھا چکا ہے۔ میں عادل بادشاہ ہوں اگر میں تیری قوم کے نافرمانوں پر عذاب بھیجتا ہوں تو یہ سب جو مرفوع القلم ہیں، یہ بھی تو مارے جائیں گے، میری رحمت میرے غضب پر سبقت رکھتی ہے۔ قوم کے اِن مجرمین کے ساتھ میں ان کے صغیر و کبیر کو معذب نہیں کرنا چاہتا۔

اے یونسؑ! وہ میرے بندے ہیں، میری مخلوق ہیں اور اُنھوں نے میرے شہروں کو آباد کر رکھا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میں ان سے نرمی کروں اور مجھے ان کی توبہ کا انتظار ہے۔ میں نے صرف اس لیے تجھے تیری اپنی قوم کی طرف بھیجا ہے کہ تو اُن سے نرمی کے ساتھ سلوک کر اور اپنی نبوت کی رافت و رحمت کے ساتھ اُن میں تبلیغ کر۔ رسالت کی بُردباری کو اپناتے ہوئے صبر سے کام لو۔ تمھاری مثال تو ایک طبیب کی سی ہے اور تم اُن کے ایک روحانی طبیب ہو۔ تم نے اُن کے قلوب کو نرمی کے ساتھ اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش نہیں کی اور تم نے مرسلین کی سیاست کو نہیں اپنایا۔ علاوہ ازیں تم نے میری بارگاہ میں اِن کے عذاب کا سوال کر دیا۔ اُدھر میرے عبد نوحؑ کی طرف دیکھو۔ وہ اپنی قوم کے بارے میں تم سے زیادہ صابر تھے اور اُن کا سلوک اپنی قوم کے ساتھ قابلِ تعریف ہے۔ وہ ان کے لیے رفیق و شفیق تھے۔ جب وہ میرے لیے ان پر غضب ناک ہوئے تو میں نے پھر اس کی قوم پر اپنا غضب نازل کر دیا۔ جس وقت اُس نے مجھے پکارا تو میں نے اس کی دُعا قبول کی"۔

جناب یونس علیہ السلام نے عرض کیا:

"اے میرے پروردگار! میں اُن پر غصے ہوا ہوں تو صرف تیری وجہ سے، میں نے ان کے عذاب کا تم سے سوال کیا ہے اس لیے کہ انھوں نے تیری نافرمانی کی ہے۔ تیری عزت کی قسم! وہ پیار و محبت سے بات کو سننے والے نہیں ہیں اور نہ نرمی کے ساتھ کسی بات کو قبول کرنے والے ہیں، اب میں اُن میں کسی قسم کی تبدیلی کے آثار نہیں پاتا۔ پس ان پر اپنا عذاب نازل فرما، یہ ایمان لانے والے نہیں ہیں"۔

اللہ تعالیٰ نے جناب یونسؑ سے فرمایا:

"یہ لوگ ایک لاکھ یا اس سے بڑھ کر کچھ آبادی پر مشتمل ہیں۔ یہ میرے شہروں میں بس رہے ہیں۔ میرے بندوں کو جنم دے رہے ہیں۔ جو کچھ میرے علم میں ہے وہ تیرے پاس نہیں، تو میرا نبی ہے اور میں رب حکیم ہوں۔ اے یونسؑ! جو کچھ ان کے بارے میں مَیں جانتا ہوں تو نہیں جانتا کہ آخر ہونے والا کیا ہے۔ تم ان کے ظاہر کو جانتے ہو، ان کے باطن کو نہیں جانتے۔ اے یونسؑ! جو کچھ تم نے مجھ سے مانگا ہے، وہ مَیں نے قبول کرلیا ہے۔ عنقریب ان پر عذاب آنے والا ہے۔ عنقریب شوال میں بروز بدھ مہینے کے نصف میں ان پر عذاب آجائے گا۔ ان پر جب عذاب آئے گا تو سورج کے طلوع کرنے کے بعد آئے گا۔ ان لوگوں کو عذاب کے بارے میں سب کچھ بتا دو"۔

یہ سن کر جناب یونس علیہ السلام بہت خوش ہوئے، انھیں قوم کے لیے ذرا برابر پریشانی نہ ہوئی۔ یہ حدیث بہت طولانی ہے، ضرورت کے مطابق نقل کیا ہے۔

تفسیر قمی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے اس قول اِذْ نَادٰی وَهُوَ مَكْظُوْمٌ ۝ میں مکظوم سے مراد مغموم ہے، یعنی جب ایک غم زدہ نے اپنے پروردگار کو پکارا۔

وَ اِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ۝ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝

"اور کافر لوگ جب اس قرآن کو سنتے ہیں تو آپ کو ایسی نظروں سے دیکھتے ہیں کہ گویا تمھارے قدم اُکھاڑ دیں گے اور کہتے ہیں: یہ دیوانہ ہے۔ حالانکہ یہ قرآن تو سارے جہان والوں کے لیے فقط نصیحت ہے"۔

اُصولِ کافی میں حسان جمال سے روایت ہے کہ جب میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو مدینہ سے مکہ کی طرف لے جا رہا تھا، جب ہم مسجد غدیر پر پہنچے تو آپؑ کی نگاہ مسجد کے بائیں طرف پڑی تو آپؑ نے اُدھر اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا: یہ وہ جگہ ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غدیر کے دن کھڑے تھے اور فرما رہے تھے:

من کنت مولاہ فعلیؑ مولاہ۔ پھر آپؑ نے دوسری طرف دیکھا اور فرمایا:

اس جگہ کچھ لوگ بیٹھے تھے۔ جب اُنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ وہ امام علی علیہ السلام کے ہاتھوں کو پکڑ کر بلند کیے ہوئے تھے تو اُنھوں نے ایک دوسرے سے کہا: اُس کی آنکھوں کی طرف دیکھو کس طرح گھوم رہی ہیں گویا کہ یہ کسی مجنون

کی آنکھیں ہوں۔ اُس وقت جناب جبرئیلؑ امین اس آیت کے ساتھ نازل ہوئے۔ وَ اِنْ یَّکَادُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا......الخ

ابلیس کی چیخ

روضہ کافی میں روایت ہے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: غدیر کے دن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کا دستِ مبارک اپنے مبارک ہاتھ میں لے کر بلند کیا تو ابلیس کی اپنے لشکر میں ایک زوردار چیخ نکل گئی۔ اس چیخ کو سن کر چہار اطراف سے اُس کے چیلے اس کی طرف دوڑے آئے اور ابلیس سے کہا: اے ہمارے سردار ایسی چیخ آپ نے لگائی ہے خیر تو ہے؟

شیطان نے اُن سے کہا: خیر نہیں ہے۔ اس نبیؐ نے ابھی ایک ایسا کام کر دیا ہے، آج کے بعد ابداً آباد تک گناہ نہیں ہو سکے گا۔ اُن سب نے دست بستہ عرض کیا: اے ہمارے آقا! جو کچھ آپ نے کل آدمؑ کے لیا کیا تھا، آج تو کر سکتے ہو؟

جب منافقین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس عظیم کام کو دیکھ کر کہا: وہ اپنی خواہشات کے تابع ہو کر بات کر رہا ہے اور پھر اُن میں سے کسی نے کہا: اس کی آنکھوں کی طرف دیکھیئے کہ وہ اس کے سر میں گھوم رہی ہیں گویا کہ وہ مجنون ہے؟ یہ سن کر پھر ابلیس نے خوش ہو کر ایک زوردار چیخ لگائی۔ پھر دوبارہ اس کے چیلے سن کر جمع ہوئے تو انھوں نے پوچھا: اب دوبارہ کیوں چنگھاڑے ہو؟ اُس نے کہا: کل میں نے جو کچھ آدمؑ کے ساتھ کیا تھا، وہ تمھیں معلوم ہے۔ اُس وقت آدمؑ نے عہد کی خلاف ورزی کی تھی لیکن اُس نے اپنے رب کا انکار نہ کیا تھا۔ ان لوگوں نے تو عہد بھی توڑ ڈالا ہے اور اپنے رسولؐ کے فرمان کا انکار بھی کر دیا ہے۔

تعویذ

اُصولِ کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرات حسنین شریفین علیہما السلام کے لیے تعویذ تحریر فرمایا جس کی عبارت یہ ہے:

اعیذ کما بکلمات اللّٰہ التامۃ واسمائہ الحسنٰی کلھا عامۃ من شر السامۃ والھامۃ
ومن شر کل عین لامۃٍ من شر حاسد اذا حسد

بعدازیں آپؐ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: یہ وہی کلمات ہیں، جن سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزندوں جناب اسماعیلؑ اور جناب اسحاقؑ کے لیے تعوذ کیا۔

سُورَةُ الحَاقَّةِ

سورة الحاقة مكّية آياتها ۵۲ و رکوعاتها ۲

''سورۂ حاقہ مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی باون آیات اور دو رکوع ہیں''۔

سورۂ حاقہ کے مضامین

اس سورہ کے مضامین و مطالب کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

① پہلے حصے میں قیامت کے بارے میں گفتگو کی گئی ہے۔ اس لحاظ سے اس سورہ میں قیامت کو تین ناموں سے یاد کیا گیا ہے: حاقہ و قارعہ و واقعہ

② اس حصے میں ان اقوام کا تذکرہ کیا گیا ہے، جن پر اللہ نے اپنا عذاب نازل فرمایا جیسے قوم عاد، ثمود اور قوم فرعون۔

③ اس حصے میں قرآن کریم کی عظمت اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منزلت کو بیان کیا گیا ہے اور جن لوگوں نے آپؐ کی تکذیب کی۔ ان کے عذاب و سزا کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

سورۂ الحاقہ کی تلاوت کا ثواب

کتاب ثواب الاعمال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے:

اکثر من قرائۃ الحاقۃ فان قرأتها فی الفرائض والنوافل من الایمان باللّٰہ ورسولہ انہا انما نزلت فی امیرالمؤمنین ومعاویہ لم یسلب قاریہا دینہ حتٰی یلقی اللّٰہ عزّوجلّ

"سورۂ حاقہ کی بہت زیادہ تلاوت کیا کرو کیونکہ فرائض اور نوافل میں اس کی قرأت اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان کی نشانی ہے کیونکہ یہ (اپنے باقی مضامین کے ساتھ جناب امیرالمومنینؑ اور اُن کے سیاسی حریف کے بارے میں نازل ہوئی)۔ جو شخص اُسے پڑھے گا، اس کا دین محفوظ رہے گا اور اسی حالت میں اپنے اللہ سے ملاقات کرے گا"۔

ابی ابن کعب سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ومن قرء سورۃ الحاقۃ حاسبہ اللّٰہ حساباً یسیرا

"جو شخص سورۂ حاقہ کی تلاوت کرے گا اللہ قیامت کے دن اُس کے حساب کو آسان بنا دے گا"۔

○○○

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَآقَّۃُ ۙ﴿۱﴾ مَا الۡحَآقَّۃُ ۚ﴿۲﴾ وَ مَاۤ اَدۡرٰىکَ مَا الۡحَآقَّۃُ ؕ﴿۳﴾ کَذَّبَتۡ
ثَمُوۡدُ وَ عَادٌۢ بِالۡقَارِعَۃِ ﴿۴﴾ فَاَمَّا ثَمُوۡدُ فَاُہۡلِکُوۡا بِالطَّاغِیَۃِ ﴿۵﴾ وَ اَمَّا
عَادٌ فَاُہۡلِکُوۡا بِرِیۡحٍ صَرۡصَرٍ عَاتِیَۃٍ ۙ﴿۶﴾ سَخَّرَہَا عَلَیۡہِمۡ سَبۡعَ لَیَالٍ
وَّ ثَمٰنِیَۃَ اَیَّامٍ ۙ حُسُوۡمًا ۙ فَتَرَی الۡقَوۡمَ فِیۡہَا صَرۡعٰی ۙ کَاَنَّہُمۡ
اَعۡجَازُ نَخۡلٍ خَاوِیَۃٍ ۚ﴿۷﴾ فَہَلۡ تَرٰی لَہُمۡ مِّنۡۢ بَاقِیَۃٍ ﴿۸﴾ وَ جَآءَ
فِرۡعَوۡنُ وَ مَنۡ قَبۡلَہٗ وَ الۡمُؤۡتَفِکٰتُ بِالۡخَاطِئَۃِ ۚ﴿۹﴾ فَعَصَوۡا رَسُوۡلَ
رَبِّہِمۡ فَاَخَذَہُمۡ اَخۡذَۃً رَّابِیَۃً ﴿۱۰﴾ اِنَّا لَمَّا طَغَا الۡمَآءُ حَمَلۡنٰکُمۡ فِی
الۡجَارِیَۃِ ﴿ۙ۱۱﴾ لِنَجۡعَلَہَا لَکُمۡ تَذۡکِرَۃً وَّ تَعِیَہَاۤ اُذُنٌ وَّاعِیَۃٌ ﴿۱۲﴾ فَاِذَا
نُفِخَ فِی الصُّوۡرِ نَفۡخَۃٌ وَّاحِدَۃٌ ۙ﴿۱۳﴾ وَّ حُمِلَتِ الۡاَرۡضُ وَ الۡجِبَالُ
فَدُکَّتَا دَکَّۃً وَّاحِدَۃً ۙ﴿۱۴﴾ فَیَوۡمَئِذٍ وَّقَعَتِ الۡوَاقِعَۃُ ﴿ۙ۱۵﴾ وَ انۡشَقَّتِ
السَّمَآءُ فَہِیَ یَوۡمَئِذٍ وَّاہِیَۃٌ ﴿ۙ۱۶﴾ وَّ الۡمَلَکُ عَلٰۤی اَرۡجَآئِہَا ؕ وَ یَحۡمِلُ
عَرۡشَ رَبِّکَ فَوۡقَہُمۡ یَوۡمَئِذٍ ثَمٰنِیَۃٌ ﴿ؕ۱۷﴾ یَوۡمَئِذٍ تُعۡرَضُوۡنَ لَا

تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ﴿۱۸﴾ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ﴿۱۹﴾ اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ﴿۲۰﴾

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن و رحیم ہے

''حتمی وقوع پذیر ہونے والی۔ وہ حتمی وقوع پذیر ہونے والی کیا ہے؟ اور آپ کو کیا معلوم کہ وہ حتمی وقوع پذیر کیا ہے؟ قومِ ثمود اور قومِ عاد نے اس کھڑکا دینے والے واقعے کو جھٹلا دیا تھا۔ پھر قومِ ثمود کو شدید ترین حادثے سے ہلاک کر دیا گیا۔ اور قومِ عاد کو ایک شدید طوفانی آندھی سے ہلاک کر دیا گیا۔

جسے اللہ تعالیٰ نے اس کو مسلسل سات رات اور آٹھ دنوں تک ان پر مسلط رکھا۔ پس (آپ وہاں ہوتے تو) کہ وہ وہاں اس طرح پڑے ہوئے تھے، جیسے وہ کھجور کے بوسیدہ تنے ہوں۔ کیا اُن میں سے کوئی آپ کو باقی بچا نظر آتا ہے؟

اور اِس بڑی خطا کا ارتکاب فرعون اور اُس سے پہلے والے لوگوں نے اور تہس نہس ہو جانے والی بستیوں نے کیا۔ ان سب نے اپنے پروردگار کے رسول کی نافرمانی کی تو اُس نے ان کو بڑی سختی کے ساتھ پکڑا۔

جب پانی میں طغیانی شدت کے ساتھ آئی تو ہم نے تمہیں کشتی میں سوار کر دیا تھا، تا کہ ہم اس واقعہ کو ایک درس آموز یادگار بنا دیں اور یاد رکھنے والے کان اس کی یاد کو محفوظ رکھ لیں۔

پس جب ایک دفعہ صُور میں پھونک ماری جائے گی۔ اور زمین اور پہاڑوں کو اُٹھا کر ایک ہی چوٹ میں پاش پاش کر دیا جائے گا۔ تو اس دن واقع ہونے والا واقعہ وقوع پذیر ہوگا۔ اور اُس دن آسمان پھٹ جائے گا اور وہ اُس دن اپنی بندش میں ڈھیلا پڑ جائے گا۔

اور فرشتے اُس کے اطراف میں ہوں گے اور آپ کے رب کے عرش کو اُس دن آٹھ (فرشتے) اُٹھائے ہوئے ہوں گے۔ اُس دن تم سب پیش کیے جاؤ گے اور تمھاری کوئی بات مخفی نہ رہے گی۔ پس جس کا نامۂ اعمال اُس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ دوسروں سے کہے گا: آؤ میرا نامۂ اعمال پڑھو۔ میں تو یقین کی منزل پر تھا کہ مجھے اپنا حساب دینا ہوگا"۔

تفسیر آیات

تفسیر علی بن ابراہیم میں آیا ہے: الحاقہ، الحذر، نزول العذاب قیامت کے ناموں میں ایک نام "الحاقہ" بھی ہے، یعنی تحقق پانے والا دن کہ جس دن خوف و دہشت کا ماحول ہوگا اور عذاب کے نزول کا دن ہوگا۔

كَذَّبَتْ ثَمُودُ وَعَادٌ بِالْقَارِعَةِ ④

"قوم ثمود اور عاد نے اس کھڑکا دینے والے واقعہ کو جھٹلا دیا تھا"۔

اس آیت میں قوم ثمود و عاد کا تذکرہ ہے جنھوں نے الٰہی نظام کو جھٹلایا اور اُس عذاب کا انکار کیا، جو قیامت کے دن آنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کے بارے میں فرمایا: اُنھیں سرد یا زنانے دار آواز یا زہریلی ہواؤں کے ذریعے تہس نہس کیا گیا۔ یہ ہوا جب اپنے مقام سے خارج ہوئی تو اپنی اُس مقدار سے زیادہ باہر آئی جتنا اُسے حکم دیا گیا تھا۔

کتاب من لا یحضرہ الفقیہ اور روضہ کافی میں جو احادیث منقول ہیں اُن کا خلاصہ یہ ہے:

جس ہوا کا نام "ریح عقیم" ہے، یہ عذاب کی ہوا ہے۔ اس کے ذریعے نہ کوئی رحم باردار ہوتا ہے اور نہ نباتات کا ایک دوسرے کے ساتھ ملاپ ہوتا ہے۔ یہ وہ ہوا ہے، جو ساتویں زمین سے باہر آتی ہے۔ یہ صرف قوم عاد کے لیے باہر آئی تھی۔ جب اللہ تعالیٰ اُن پر غضب ناک ہوا تھا تو اللہ تعالیٰ نے خازنینِ جہنم کو حکم دیا تھا کہ وہ اس ہوا کو ایک انگوٹھی کے دائرہ کے برابر باہر نکالیں، اس سے زیادہ باہر نہ آئے۔ لیکن ہوا جب اپنے خزانے سے نکلی تو وہ ایک بیل کے ناک کے سوراخ کے برابر باہر نکلنے لگی، کیونکہ وہ قوم عاد پر غضب ناک ہو چکی تھی۔ اس حالت کو دیکھ کر خازنین نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا: ہوا نے ہمارے امر کا انکار کر دیا ہے۔ ہمیں خوف ہے کہ وہ تیری اس مخلوق کو کہیں ہلاک نہ کر ڈالے، جو معصیت کار نہیں ہیں۔

اُس وقت اللہ تعالیٰ نے جناب جبرئیلؑ کو اس بادِ عقیم کی طرف بھیجا تو اُس نے اُسے اپنے پَر کے ذریعے اپنے خزانہ کی طرف واپس بھیج دیا اور اُسے حکم دیا، جس قدر تجھے حکم دیا گیا ہے تو اتنا باہر آ، حد سے زیادہ باہر مت نکل تو بادِ عقیم نے قومِ عاد کا صفایا کر دیا۔

امیرالمومنین امام علی بن ابی طالب علیہ السلام کے فضائل

لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ⑫

"تاکہ ہم اس واقعہ کو ایک درس آموز یادگار بنا دیں اور یاد رکھنے والے کان اس کی یاد کو محفوظ رکھ لیں"۔

بہت سی مشہور زمانہ اسلامی کتب میں چاہے وہ حدیث کی ہوں یا تفسیر کی، ان سب میں آیا ہے کہ پیغمبر گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مندرجہ بالا آیت (وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ) کے نزول کے وقت فرمایا:

سألت الله عزّوجلّ ان يجعلها اذنك ياعلي

"یاعلیؑ! میں نے بارگاہِ خداوندی میں سوال کیا کہ وہ تیرے کان کو حقائق کے سننے والے کانوں اور انھیں محفوظ رکھنے والے کانوں میں سے قرار دے"۔

کتاب معانی الاخبار، کتاب عیون الاخبار اور مجمع البیان میں منقول ہے کہ حضرت امام علی علیہ السلام نے خطبہ دیا، جس میں آپؑ نے خداوند تعالیٰ کی ان نعمات کا تذکرہ فرمایا، جو آپؑ پر اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: خبردار! قرآن کریم میں مخصوص 'اسماء' کے ساتھ میرا ذکر ہے۔ اس امر سے اپنے آپ کو بچائے رکھنا کہ کہیں تم نے اس پر غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کی تو پھر تم اپنے دین سے دُور چلے جاؤ گے۔ وانا اذن الواعية "میں ہی حقائق کو محفوظ رکھنے والا کان ہوں" کہ جس کے بارے اللہ نے فرمایا: وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ⑫

کتاب جوامع الجامع میں منقول ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے حضرت امام علی علیہ السلام کے لیے اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ کی دعا کی تو امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں: فما نسيت شيئاً بعد وما كان لي انسه "پس میں نے اس کے بعد جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کبھی نہیں بھولا"۔

بصائر الدرجات میں روایت ہے کہ حضرت امام علی علیہ السلام نے فرمایا:

مَیں وہ ہوں کہ جس کے بارے میں اللہ نے اپنا یہ فرمان نازل فرمایا: وَتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ۔ جب ہم بارگاہِ رسالت میں ہوتے تو وحی نازل ہوتی آپ ہمیں وحی سے آگاہ فرماتے تھے تو میں فوراً وحی کو یاد کرلیتا تھا اور کچھ ایسے بھی تھے کہ وہ جب بارگاہِ رسالت سے باہر نکلتے تو کہتے: (ماذا قال انفا) کہ ابھی (رسولؐ) نے کیا کہا تھا؟

روزِ قیامت

فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾

"پس جب ایک دفعہ صُور میں پھونک ماری جائے گی"۔

ارشاد مفید میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک دن آئے گا کہ جس دن ایک ہیبت ناک چیخ بلند ہوگی، ہر مُردہ اپنی قبر سے باہر آجائے گا اور ہر زندہ مرجائے گا۔ یہ سب کچھ اس کی مشیت کے مطابق ہوگا۔ پھر دوبارہ ہیبت ناک چیخ بلند ہوگی، پھر مُردہ زندہ ہوجائیں گے۔ تمام انسان ایک مقام پر اکٹھے ہوں گے، اس وقت آسمان پھٹ جائے گا۔ زمین لرز رہی ہوگی، پہاڑ گر پڑیں گے اور گردوغبار میں بدل جائیں گے اور آگ کے پہاڑوں کی مانند شعلے بلند ہوں گے۔

وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآىِٕهَا ۭ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَىِٕذٍ ثَمٰنِيَةٌ ﴿۱۷﴾

"اور فرشتے اس کے اطراف میں ہوں گے اور آپ کے رب کے عرش کو اُس دن آٹھ (فرشتے) اُٹھائے ہوئے ہوں گے"۔

نہج البلاغہ میں ہے: مولائے کائنات امام علی علیہ السلام نے فرمایا: تمام آسمانوں میں کوئی ایسی جگہ نہیں ہے، جہاں کوئی فرشتہ سجدہ نہ کر رہا ہو۔

عرشِ پروردگار

کتابِ خصال میں منقول ہے کہ کسی یہودی نے حضرت امام علی علیہ السلام سے سو سوال پوچھے تھے۔ ان میں سے ایک سوال یہ تھا جو اُس نے آپؑ کی خدمت میں عرض کیا تھا: کیا تیرا پروردگار اُٹھائے ہوئے ہے یا اُسے کسی چیز نے اُٹھا رکھا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: میرے پروردگار نے اپنی قدرت سے کائنات کو اُٹھا رکھا ہے۔ اُسے کسی چیز نے نہیں اُٹھا رکھا۔ پھر اُس یہودی نے آپؑ کے سامنے یہی آیت پڑھی (وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَىِٕذٍ ثَمٰنِيَةٌ ﴿۱۷﴾)

آپؑ نے فرمایا: اے یہودی! کیا تجھے اس بات کا علم نہیں ہے کہ جو کچھ زمینوں اور آسمانوں میں ہے اور جو کچھ

"ثریٰ" کے نیچے ہے، وہ سب کچھ ثریٰ پر ہے اور ثریٰ قدرت پر ہے اور قدرت نے ہر چیز کو اُٹھا رکھا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

عرش کو اُٹھانے والے چار ہیں: اُن میں سے جو ایک ہے، وہ ابن آدمؑ کی صورت رکھتا ہے۔ اس کی ڈیوٹی ہے کہ وہ بنو آدم کے لیے اللہ سے رزق طلب کرے۔ دوسرے کی صورت مرغ کی مانند ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے تمام پرندوں کے لیے روزی طلب کرتا ہے۔ تیسرا شیر کی صورت رکھتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے تمام درندوں کے رزق کا سوال کرتا ہے۔ چوتھا بیل کی مانند ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے تمام چوپاؤں کے لیے رزق طلب کرتا ہے۔ بیل نے اپنا سر اُس دن سے جھکا دیا جس دن سے بنو اسرائیل نے بچھڑے کی پوجا شروع کی۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو ان کی تعداد آٹھ ہو جائے گی۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز "محمول" ہے، یعنی وہ کسی نہ کسی چیز پر ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایسا نہیں کہا جاسکتا۔ آج تک کسی ایسے انسان سے جو اللہ اور اس کی عظمت پر ایمان رکھتا ہو، نہیں سنا گیا کہ اُس نے اپنی دعا میں کہا ہو: یامحمول۔

راوی نے کہا: اس آیت کریمہ (وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ) کے بارے میں آپؑ کیا فرمائیں گے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: عرش پر اللہ نہیں ہے۔ عرش اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کی قدرت کا نام ہے۔ اسی عرش میں ہر چیز ہے۔

ایک حدیث جو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

حملة العرش ، والعرش العلم ، ثمانية اربعة منا ، واربعة ممن شا الله

حاملینِ عرش، عرش سے مراد علمِ خدا ہے۔ ان آٹھ میں سے چار تو ہم میں سے ہیں اور چار اُن میں سے جنھیں خدا نے چاہا ہے"۔

ایک اور حدیث میں ہے: حاملینِ عرش جو آٹھ ہیں، چار اولین میں سے ہیں اور چار آخرین میں سے ہیں۔ پس وہ جو اوّلین میں سے ہیں وہ جناب نوحؑ، جناب ابراہیمؑ، جناب موسیٰؑ اور جناب عیسیٰؑ اور وہ جو چار آخرین میں سے ہیں وہ یہ ہیں: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت امام علی، امام حسن و امام حسین علیہم السلام ہیں۔ یحملون سے مراد علم ہے کہ وہ علم رکھتے ہیں۔

اے محشر والو! میرا نامۂ اعمال پڑھو

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ ۙ فَیَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِیَهْ ﴿۱۹﴾

"پس جس کا نامۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ دوسروں سے کہے گا: آؤ میرا نامہ اعمال پڑھو"۔

اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِیَهْ ﴿۲۰﴾

"میں تو یقین کی منزل پر تھا کہ مجھے اپنا حساب دینا ہوگا"۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں ان مندرجہ بالا آیات کے بارے میں آیا ہے: ہر اُمت کا حساب و کتاب اُس اُمت کا امام لے گا۔ ان آئمہ کو ان کے دوست اور اُن کے دشمن سبھی جانتے ہوں گے کیونکہ اُن کی مخصوص علامات ہوں گی۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا قول ہے: وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ یَّعْرِفُوْنَ ("اور کچھ لوگ اعراف پر ہوں گے جو ہر شخص کو اِن کی پیشانیوں سے پہچان لیں گے"۔ سورۂ اعراف:۴۶)

آئمہ اپنے دوستوں کو اُن کے نامہ اعمال، اُن کے دائیں ہاتھ میں دیں گے۔ پس وہ جنت کی طرف بلاحساب جائیں گے اور وہ اپنے دشمنوں کو اُن کے بائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال دیں گے۔ پس وہ جہنّم کی طرف چلے جائیں گے۔ جب اللہ کے یہ بندے جو اللہ اور اُس کے نمائندوں کے دوست تھے، اپنے اپنے نامۂ اعمال کو دیکھیں گے تو اپنے برادرانِ ایمانی سے کہیں گے: هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِیَهْ ﴿۱۹﴾ اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِیَهْ ﴿۲۰﴾

فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ ﴿۲۱﴾ فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ ﴿۲۲﴾ قُطُوْفُهَا دَانِیَةٌ ﴿۲۳﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِیْٓــًٔـۢا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَةِ ﴿۲۴﴾ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ فَیَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِیَهْ ﴿۲۵﴾ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِیَهْ ﴿۲۶﴾ یٰلَیْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِیَةَ ﴿۲۷﴾ مَآ اَغْنٰى عَنِّیْ مَالِیَهْ ﴿۲۸﴾ هَلَكَ عَنِّیْ سُلْطٰنِیَهْ ﴿۲۹﴾ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ الْجَحِیْمَ

صَلُّوْهُ ﴿۳۱﴾ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ﴿۳۲﴾ اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ﴿۳۳﴾ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿۳۴﴾ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ﴿۳۵﴾ وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ﴿۳۶﴾ لَّا يَاْكُلُهٗۤ اِلَّا الْخَاطِـُٔوْنَ ﴿۳۷﴾ فَلَاۤ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿۴۰﴾ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۳﴾ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ﴿۴۴﴾ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ﴿۴۵﴾ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ﴿۴۶﴾ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ ﴿۴۹﴾ وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۰﴾ وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿۵۱﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۵۲﴾

پس وہ ایک پسندیدہ زندگی میں ہوگا۔ یعنی وہ بلند و بالا جنت میں ہوگا۔ جس کے میووں کے گچھے قریب ہوں گے۔ (ان لوگوں سے کہا جائے گا) خوشگواری کے ساتھ کھاؤ پیو۔ ان اعمال کے صلے میں جنہیں تم گذشتہ زمانے میں بجالاتے رہے۔

اور جس کا نامۂ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ کہے گا: اے کاش! میرا

نامۂ اعمال مجھے نہ دیا گیا ہوتا۔ اور مجھے معلوم ہی نہ ہوتا کہ میرا حساب کتاب کیا ہے۔ اے کاش! وہی (پہلی) موت مجھے مار دیتی۔ میرے مال نے مجھے کوئی فائدہ نہ دیا۔ میرا اختیار و اقتدار ختم ہوگیا۔ (پھر حکم آئے گا) اسے پکڑو اور اُسے طوق پہنا دو۔ پھر اُسے جہنم میں ڈال دو۔ پھر اُسے ایک ایسی زنجیر میں جس کی لمبائی ستر ہاتھ ہے، اُس سے جکڑ دو۔

(کیونکہ) یہ بزرگ و بالا خدا پر ایمان نہیں رکھتا تھا۔ اور نہ ہی مسکین کو کھانا کھلانے کی رغبت دلاتا تھا۔ اس لیے آج یہاں اُس کا کوئی دوست و ہمنوا نہیں ہے۔ اور نہ ہی اُس کے لیے پیپ کے سوا کوئی اور کھانا ہے۔ جسے گناہ گاروں کے سوا کوئی نہیں کھائے گا۔

پس مجھے قسم ہے ان چیزوں کی جنہیں تم دیکھتے ہو اور ان کی بھی جنہیں تم نہیں دیکھتے ہو۔ بے شک یہ (قرآن) ایک صاحبِ عزت رسول کا کلام ہے۔ اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں ہے لیکن تم لوگ بہت کم ایمان لاتے ہو۔ اور نہ ہی یہ کسی کاہن کی گفتگو ہے۔ تم بہت ہی کم غور کرتے ہو۔ بلکہ یہ تو تمام جہانوں کے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے اور اگر اس نبی نے کوئی تھوڑی سی بات ہی بنا کر ہماری طرف منسوب کی ہوتی۔ تو ہم اس کا دایاں ہاتھ پکڑتے۔ اور پھر ہم اس کی رگِ حیات قطع کر دیتے۔

پھر تم میں سے کوئی بھی ہمیں روکنے والا نہ ہوتا۔ بے شک یہ (قرآن) متقین کے لیے ایک نصیحت ہے۔ اور ہم اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ تم میں سے کچھ لوگ (اس کی) تکذیب کرنے والے ہیں۔ اور یہ کافروں کے لیے حسرت کا سبب ہے۔ اور وہ بے شک حق پر مبنی یقین ہے۔ پس آپ اپنے بلند و بالا رب کے نام کی تسبیح کریں"۔

جنت کا پاسپورٹ

فِىْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿٢٢﴾ "یعنی وہ بلند و بالا جنت میں ہوگا"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص بھی قیامت کے روز جنت میں اس نامۂ اعمال کے بغیر داخل نہیں ہو سکے گا۔

اُس نامۂ اعمال کی عبارت یہ ہے:

(بسم اللہ الرحمن الرحیم) ھذا کتاب من اللہ لظلان بن فلان ادخلوہ جنۃ عالیۃ قطوفھا دانیۃ

"اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو رحمٰن اور رحیم ہے۔ یہ کتاب اللہ کی طرف سے ہے اور فلاں بن فلان کے لیے ہے۔ عالیشان جنت میں داخل ہو جاؤ، جس کے پھل قریب ہوں گے"۔

جنت میں اہلِ جنت کی اوّلین پذیرائی

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ﴿۲۴﴾

"اور اُن لوگوں سے کہا جائے گا، خوشگواری کے ساتھ کھاؤ پیو۔ ان اعمال کے صلے میں جنھیں تم گذشتہ زمانے میں بجالاتے رہے"۔

کتاب علل الشرائع میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، ایک یہودی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: جب اہلِ جنت، جنت میں داخل ہوں گے، سب سے پہلے اُنھیں کیا کھلایا جائے گا؟

آپؐ نے فرمایا: مچھلی کا جگر کھلایا جائے گا۔ پھر اُس نے آپؐ سے ایک اور سوال کیا کہ اُنھیں اوّلین کون سا مشروب پلایا جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آبِ سلسبیل پلایا جائے گا۔ یہودی نے کہا: آپؐ نے سچ فرمایا۔

اہلِ جنت کی طاقت

تفسیر مجمع البیان میں زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ اہلِ کتاب میں سے کوئی آدمی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا: اے ابوالقاسم! کیا اہلِ جنت جنت میں خورد ونوش بھی کریں گے؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اُس ذات کی قسم، جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اہلِ جنت میں سے ہر ایک کو ایک سو آدمی کے کھانے پینے اور جماع کی طاقت دی جائے گی۔

پھر اُس نے عرض کیا: جب وہ خورد ونوش کریں گے تو پھر اُنھیں رفع حاجت کی ضرورت بھی پڑے گی؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اُن کے جسم کو پسینہ آئے گا، جس کی خوشبو مشک کی طرح ہوگی۔ اس سے ان کا پیٹ اندر کی طرف سکڑ جائے گا۔

مشرکین کا انجام

وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ۬ فَیَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِیَهْ ۚ۲۵

"اور جس کا نامۂ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ کہے گا: اے کاش! میرا نامۂ اعمال مجھے نہ دیا گیا ہوتا"۔

وَ لَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِیَهْ ۚ۲۶ "اور مجھے معلوم نہ ہوتا کہ میرا حساب کتاب کیا ہے"۔

یٰلَیْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِیَةَ ۚ۲۷ "اے کاش! وہی پہلی موت مجھے مار دیتی"۔

مَاۤ اَغْنٰى عَنِّیْ مَالِیَهْ ۚ۲۸ سے لے کر اِنَّهٗ كَانَ لَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْمِ ۙ۳۳ تک، یہ سب قرآنی آیات مشرک کے انجام کی خبر دے رہی ہیں۔

جہنمی زنجیر

ثُمَّ فِیْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ؕ۳۲

"پھر اُسے ایک ایسی زنجیر میں جس کی لمبائی ستر ہاتھ ہے، جکڑ دو"۔

اس آیت کی تفسیر کے ضمن میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: یہ جہنم کی زنجیر جس کی لمبائی ستر ہاتھ ہے، اگر اس زنجیر کا صرف ایک حلقہ اس دنیا میں رکھ دیا جائے تو دنیا اور اہلِ دنیا اس کی حرارت سے سب پگھل جائیں۔

فَلَیْسَ لَهُ الْیَوْمَ هٰهُنَا حَمِیْمٌ ۙ۳۵

"اس لیے یہاں اس کا کوئی دوست وہم نوا نہیں ہے"۔

یعنی اُس دن ان کا کوئی قریبی نہیں ہوگا، کوئی دوست اور ہم نوا نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: وَّ لَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِیْنٍ ۙ۳۶ "اہلِ جہنم کے لیے جو طعام ہوگا، وہ اُن کا اپنا بدبودار پسینہ ہوگا"۔

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِیْمٍ ۙ۴۰

"بے شک یہ قرآن ایک صاحبِ عزت رسول کا کلام ہے"۔

اُصولِ کافی میں روایت ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اس مندرجہ بالا آیت کے بارے میں فرمایا:

یہاں رسول کریم ﷺ سے مراد جناب جبرئیلؑ امین ہیں اور وہ اللہ کی طرف حضرت امام علی علیہ السلام کی ولایت کا پیغام لائے۔

راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا مطلب کیا ہے؟

وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۚ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۱﴾

"آپؑ نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ نے امام علی علیہ السلام کی ولایت کا اعلان کیا تو بعض لوگوں نے کہا: (نعوذ باللہ) حضرت محمد ﷺ نے سچ نہیں کہا۔ اللہ تعالیٰ نے امام علی علیہ السلام کی ولایت کا کوئی حکم نازل نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۳﴾ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ﴿۴۴﴾ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ﴿۴۵﴾ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ﴿۴۶﴾

"بلکہ یہ تو تمام جہانوں کے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے اور اگر اس نبی نے کوئی تھوڑی سی بات بھی بنا کر ہماری طرف منسوب کی ہوتی تو ہم اس کا دایاں ہاتھ پکڑ لیتے۔ پھر اس کی رگِ حیات قطع کر دیتے۔ پھر تم میں سے کوئی بھی ہمیں روکنے والا نہ ہوتا"۔

سُورَۃ المُعَارِج

سورۃ المعارج مکّیۃ آیاتھا ۴۴، ورکوعاتھا ۲

”سورۂ معراج مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی چوالیس آیات اور دو رکوع ہیں“۔

سورۂ معارج کے مطالب

یہ سورہ مختلف مضامین پر مشتمل ہے۔ اسے مجموعی طور پر چار حصوں پر تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

① ایک آدمی نے جب اپنے لیے عذاب مانگا تو اُس پر فوراً عذاب نازل ہوا۔

② قیامت کا تذکرہ، اور کفار کے حالات کی طرف اشارہ جات ہیں۔

③ انسانوں کی صفات کا بیان جن کی بنا پر وہ جنت یا جہنم میں داخل ہوں گے۔

④ مشرکین اور منکرین کو اِنذار کیا گیا ہے، قیامت کے روز کی طرف ایک اور اشارہ۔

سورۂ معارج کی تلاوت کی فضیلت

کتاب ثواب الاعمال میں ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

جس نے کثرت کے ساتھ سورۂ معارج کی تلاوت کی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے گناہوں کے بارے میں سوال نہیں کرے گا اور اُسے جنت میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سکونت عطا فرمائے گا۔

تفسیر مجمع البیان میں حدیث ہے: جو ہمیشہ سَاَلَ سَآئِلٌ کو پڑھے تو اللہ قیامت کے دن اُسے اُن لوگوں کا ثواب عطا فرمائے گا، جو اپنی امانتوں اور عہد و پیمان کی حفاظت کرتے ہیں اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

○○○

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍۙ ﴿۱﴾ لِّلۡكٰفِرِیۡنَ لَیۡسَ لَهٗ دَافِعٌۙ ﴿۲﴾ مِّنَ اللّٰهِ ذِی الۡمَعَارِجِؕ ﴿۳﴾ تَعۡرُجُ الۡمَلٰٓئِكَةُ وَ الرُّوۡحُ اِلَیۡهِ فِیۡ یَوۡمٍ كَانَ مِقۡدَارُهٗ خَمۡسِیۡنَ اَلۡفَ سَنَةٍۚ ﴿۴﴾ فَاصۡبِرۡ صَبۡرًا جَمِیۡلًا ﴿۵﴾ اِنَّهُمۡ یَرَوۡنَهٗ بَعِیۡدًاۙ ﴿۶﴾ وَّ نَرٰىهُ قَرِیۡبًاؕ ﴿۷﴾ یَوۡمَ تَكُوۡنُ السَّمَآءُ كَالۡمُهۡلِۙ ﴿۸﴾ وَ تَكُوۡنُ الۡجِبَالُ كَالۡعِهۡنِۙ ﴿۹﴾ وَ لَا یَسۡـَٔلُ حَمِیۡمٌ حَمِیۡمًاۚۖ ﴿۱۰﴾ یُّبَصَّرُوۡنَهُمۡ ؕ یَوَدُّ الۡمُجۡرِمُ لَوۡ یَفۡتَدِیۡ مِنۡ عَذَابِ یَوۡمِئِذٍۭ بِبَنِیۡهِۙ ﴿۱۱﴾ وَ صَاحِبَتِهٖ وَ اَخِیۡهِۙ ﴿۱۲﴾ وَ فَصِیۡلَتِهِ الَّتِیۡ تُــٔۡوِیۡهِۙ ﴿۱۳﴾ وَ مَنۡ فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا ۙ ثُمَّ یُنۡجِیۡهِۙ ﴿۱۴﴾ كَلَّا ؕ اِنَّهَا لَظٰىۙ ﴿۱۵﴾ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰىۚۖ ﴿۱۶﴾ تَدۡعُوۡا مَنۡ اَدۡبَرَ وَ تَوَلّٰىۙ ﴿۱۷﴾ وَ جَمَعَ فَاَوۡعٰى ﴿۱۸﴾ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ خُلِقَ هَلُوۡعًاۙ ﴿۱۹﴾ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوۡعًاۙ ﴿۲۰﴾

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن ورحیم ہے

''سوال کرنے والے نے جب عذاب کا سوال کیا تو (عذاب) واقع ہوگیا۔ یہ عذاب کفار

کے ساتھ خاص ہے، اور اس (عذاب) کو کوئی بھی دفع نہیں کرسکتا۔ یہ ذی المعارج اللہ کی جانب سے ہے۔ ملائکہ اور روح اس روز جس کی مقدار پچاس ہزار ہوگی، اس کی طرف عروج کریں گے۔ اس صورت میں صبر جمیل کو اپناؤ۔

کیونکہ وہ لوگ تو اس دن کو بہت دُور سمجھتے ہیں۔ لیکن ہم اُسے قریب سمجھتے ہیں۔ اس روز آسمان پگھلی دھات کی مانند ہوجائے گا۔ اور پہاڑ رنگین دھنی ہوئی اون کی طرح ہوجائے گا اور کوئی جگری دوست اپنے دوست کی خبرگیری نہیں کرسکے گا۔

وہ انہیں دکھائے جائیں گے، گناہ گار کی خواہش ہوگی کہ اُس دن کے عذاب سے بچنے کے لیے اپنی اولاد کو فدیہ میں دے دے اور اپنی بیوی اور اپنے بھائی کو بھی اور اپنے اُس خاندان کو بھی جو ہمیشہ اس کی حمایت میں رہتا تھا۔ اور روئے زمین کے سب لوگوں کو بھی، تاکہ وہ اس کے چھٹکارے کا سبب بن جائے، لیکن ہرگز ایسا نہیں ہوگا کیونکہ وہ تو جلانے والے شعلے ہوں گے۔

جو (جسم و جان) کی کھال کو اُدھیڑ کر رکھ دے گا۔ اور یہ آگ ہر پیٹھ پھیرنے والے اور رُوگردانی کرنے والے کو پکارے گی اور اُس کو بھی جس نے مال جمع کیا اور پھر اُسے سنبھال سنبھال کر رکھا۔ یقیناً انسان بے صبرا پیدا ہوا ہے۔ جب اُسے کوئی تکلیف ملتی ہے تو وہ گھبرا اُٹھتا ہے"۔

شانِ نزول

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ①

"سوال کرنے والے نے جب عذاب کا سوال کیا تو (عذاب) واقع ہوگیا۔

راوی کہتا ہے: ہمیں سید ابوالحمد نے خبر دی کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آباء سے روایت کی کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غدیر خم میں حضرت امام علی علیہ السلام کی خلافت و ولایت کا اعلان فرمایا تو آپ کا یہ فرمان جب ہر طرف

پھیلا اور دُور دُور تک لوگوں نے سنا تو حارث بن نعمان فہری بارگاہ رسالت میں آیا اور اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس طرح گفتگو کی کہ آپ نے جب ہمیں اللہ کی توحید اور اپنی رسالت کے اقرار کا حکم دیا تو ہم نے اقرار کیا۔ پھر آپ نے ہمیں جہاد، حج، صوم وصلوٰۃ اور زکوٰۃ کا حکم دیا تو ہم نے عمل کیا لیکن آپ نے ان اوامر پر اکتفا نہ کیا۔ اب اس نوجوان کو اپنا جانشین مقرر کر دیا۔ آپ یہ بتائیں کہ آپ نے یہ سب کچھ اپنی طرف سے کیا ہے یا اللہ کے حکم سے ایسا کیا ہے؟

آپ نے فرمایا: مجھے اس اللہ کی قسم! جس کے سوا کوئی اور خدا نہیں ہے، یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے۔

جب نعمان نے یہ سنا تو اُس نے کہا:

اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ (الانفال:۳۲)

"اے میرے اللہ! جو کچھ تیرے نبیؐ نے کہا ہے، یہ تیری طرف سے ہے تو مجھ پر آسمان سے پتھر برسا"۔

فوراً اللہ نے اس کے سر پر پتھر پھینکا جس سے وہ ہلاک ہو گیا۔ اس وقت یہ سورہ سَاَلَ سَآئِلٌ ...... نازل ہوئی۔①

علامہ امینی نے الغدیر میں اہل سنت کے تیس علما سے اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔

پچاس ہزار سال کے برابر کا طویل ترین دن

تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۝

"ملائکہ اور روح اُس روز جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہوگی، اس کی طرف عُروج کریں گے"۔

روضۂ کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے، آپ نے فرمایا:

قیامت کے دن کے پچاس موقف ہیں۔ ہر موقف کی مقدار ایک ہزار سال کے برابر ہے۔ پھر آپ نے مندرجہ بالا آیت کی تلاوت فرمائی: فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ ......الخ

امالی شیخ الطائفہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے، آپ نے فرمایا: اپنا حساب کتاب کرلو۔ اس سے قبل کہ تمھارا حساب لیا جائے کیونکہ قیامت کے دن کے پچاس موقف ہیں اور ہر موقف ایک ہزار کے برابر ہوگا۔ پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔

① اس واقعہ کو اہل سنت کے بہت سے مفسرین نے نقل کیا ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں ابوسعید خدری سے روایت ہے، جب بارگاہِ رسالت میں کہا گیا کہ قیامت کا دن اتنا طویل ہوگا؟ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا:

مجھے اُس ذات کی قسم، جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے۔ قیامت کا دن مومن کے لیے اس قدر خفیف ہوگا کہ وہ جتنے وقت میں اس دنیا میں واجب نماز پڑھ لیتا تھا، اُس سے بھی زیادہ آسانی کے ساتھ اس پر قیامت کا دن گزر جائے گا۔

فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا ۝ "اس صورت میں صبر جمیل کو اپناؤ"۔

علی بن ابراہیم نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے کہا گیا: جب کفار و مشرکین آپ کی تکذیب کریں تو آپ صبر سے کام لیں۔

يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ۝

"اس دن آسمان پگھلی دھات کی مانند ہو جائے گا"۔

المھل سے مراد دھات کا پگھلنا ہے، چاہے وہ کوئی بھی دھات ہو۔ تیل کی تلچھٹ کو بھی مُھل سے تعبیر کیا گیا ہے۔ دھات کی مانند آسمان پگھل جائے گا۔

يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍۢ بِبَنِيْهِ......الخ

"گناہ گار کی خواہش ہوگی کہ اُس دن کے عذاب سے بچنے کے لیے اپنی اولاد کو فدیہ میں دے دے"۔

قیامت کی ہولناکی کچھ اس طرح شدید ہوگی کہ ایک مجرم کی خواہش ہوگی کہ وہ عذاب سے بچ جائے چاہے، اس کے عوض اُسے اپنی بیوی، بچے، بہن، بھائی اور خاندان والے بھی کیوں نہ دینے پڑ جائیں۔

تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰى ۝

"اور یہ آگ ہر پیٹھ پھیرنے والے اور رُوگردانی کرنے والے کو پکارے گی"۔

کیونکہ یہ آگ کھال اُدھیڑ دے گی اور اپنی گرفت میں لے لے گی۔

اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ۝

"جب اُسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ گھبرا اُٹھتا ہے"۔

اس "شر" سے مراد فقر و فاقہ ہے۔ جب انسان فقر و فاقہ سے دوچار ہوتا ہے تو اس کی چیخیں نکل جاتی ہیں۔

وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ﴿۲۱﴾ اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ﴿۲۲﴾ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ﴿۲۴﴾ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴿۲۵﴾ وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۲۶﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴿۲۷﴾ اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ ﴿۲۸﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ﴿۳۰﴾

"اور جب اُسے کوئی خوش حالی پہنچے تو وہ بہت زیادہ بخل سے کام لیتا ہے، سوائے نماز قائم کرنے والوں کے۔ جو نماز کو باقاعدگی سے پڑھتے ہیں اور جن کے اموال میں مقرر شدہ حق ہے سائل اور محروم کے لیے۔
اور جو جزا اور سزا کے روز کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو اپنے رب کے عذاب سے خوف زدہ رہتے ہیں۔ کیونکہ ان کے رب کا عذاب وہ ہے کہ جس سے کسی کو مطمئن نہیں رہنا چاہیے۔ اور وہ لوگ جو اپنی شرم گاہوں کو محفوظ رکھتے ہیں، اور اپنی بیویوں اور کنیزوں کے سوا اس میں ان پر کوئی ملامت نہیں ہے"۔

تفسیر آیات

وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ﴿۲۱﴾

"اور جب اُسے کوئی خوش حالی پہنچے تو وہ بہت زیادہ بخل سے کام لیتے ہیں"۔

یہاں خیر سے مراد تونگری اور خوش حالی کا زمانہ ہے۔

اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ "سوائے نماز قائم کرنے والوں کے"۔

اللہ تعالیٰ نے اُن کے اعمال کی تعریف فرمائی ہے کہ وہ اُن روحانی بیماریوں سے محفوظ ہیں، جن کا ذکر مندرجہ بالا آیات میں آیا ہے کہ وہ ہر حال میں اپنے رب کا شکر ادا کرتے ہیں۔

الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ

"جو نماز کو باقاعدگی سے پڑھتے ہیں"۔

یعنی وہ نافلہ نمازوں میں سے جتنے نوافل روزانہ ادا کرتے ہیں اس پر مداومت کرتے ہیں۔

اُصول کافی میں روایت ہے: فضیل بن یسار کا بیان ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا:

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس سے نماز فریضہ مراد ہیں۔

پھر میں نے عرض کیا: الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس سے نوافل مراد ہیں۔

وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ

"اور جن کے اموال میں مقرر شدہ حق ہے"۔

علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ ابوبصیرہ کا بیان ہے کہ ہم حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس تھے اور میرے ساتھ کچھ دولت مند لوگ بھی تھے، اس دوران زکوٰۃ کا ذکر ہوا تو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: زکوٰۃ کی ادائیگی سے زکوٰۃ ادا کرنے والا کوئی زیادہ لائق تعریف نہیں ہوتا کیونکہ یہ تو ظاہری امر ہے، اس کی ادائیگی سے اس کا خون محفوظ ہے۔ اسی وجہ سے اُسے مسلمان کہا جاتا ہے۔ اگر کوئی آدمی زکوٰۃ نہیں دیتا تو اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔

تم لوگوں پر زکوٰۃ کے علاوہ اور احکام بھی ہیں۔ راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: اے میرے آقا! زکوٰۃ کے علاوہ ہم پر ہمارے اموال میں سے اور کیا واجب ہے؟

آپؑ نے فرمایا: سبحان اللہ! کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا: وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ

میں نے عرض کیا: جی ہاں! سنا ہے۔ میں نے عرض کیا: حق معلوم سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: حق معلوم سے مراد یہ ہے کہ جب کوئی آدمی اپنے اموال میں سے خیرات کرتا ہے، چاہے وہ روزانہ ہو یا صرف جمعہ کے دن یا ایک ماہ کے بعد ہو، تھوڑا ہو یا زیادہ اسے حق معلوم کا نام دیا گیا ہے۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ﴿۲۹﴾

"اور وہ لوگ جو اپنی شرم گاہوں کو محفوظ رکھتے ہیں"۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے، آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آنکھ پر فرض کیا ہے کہ اُدھر نہ دیکھے، جو اللہ نے اس پر حرام قرار دیا ہے اور یہی ایمان ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ (النور، آیہ ۳۰)

"(اے رسولؐ!) ایمان داروں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نظروں کو نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں"۔

آپؑ نے فرمایا: قرآن مجید میں جہاں کہیں حفظ فرج کا تذکرہ ہے اس سے مراد زنا سے بچنا ہے۔

اُصولِ کافی میں روایت ہے: اسحاق بن ابی سارہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی بارگاہ میں سوال کیا کہ آپؑ متعہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: متعہ حلال ہے لیکن اس کے ساتھ عقد متعہ کرو جو عفیفہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ﴿۲۹﴾

کتابِ خصال میں روایت ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: فروج تین صورتوں میں حلال ہوتی ہیں: ① نکاح میراث سے، ② نکاح بلا میراث سے اور ③ نکاح ملکِ یمین سے۔

فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿۳۴﴾ اُولٰٓئِكَ فِيْ

جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۳۵﴾ فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ ﴿۳۶﴾ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ ﴿۳۷﴾ اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ ﴿۳۸﴾ كَلَّا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ فَلَاۤ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ﴿۴۰﴾ عَلٰۤى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ ۙ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿۴۱﴾ فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿۴۲﴾ يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ﴿۴۳﴾ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿۴۴﴾

"اور جو اس سے آگے بڑھے تو وہ حد سے زیادہ تجاوز کرنے والا ہے، اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور عہد و پیمان کی رعایت کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو حق کی شہادت کی ادائیگی کے لیے قیام کرتے ہیں، اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

یہی وہ لوگ ہیں، جو جنت کے باغات میں اعزاز و اکرام کے ساتھ رہیں گے۔ اے نبیؐ! ان کفار کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ بڑی تیزی کے ساتھ تیرے پاس آتے ہیں۔ دائیں اور بائیں طرف سے فوج در فوج۔

کیا اِن میں سے ہر ایک کو یہی طمع و لالچ ہے کہ وہ اللہ کی نعمات والی جنت میں داخل ہو جاتے۔ ہرگز نہیں ہم نے انھیں اس چیز سے خلق کیا ہے، جس کا انھیں خود علم ہے۔ مشرقوں اور مغربوں کے رب کی قسم، ہم بھرپور قدرت رکھتے ہیں۔ اس بات پر کہ ہم ان

لوگوں کی جگہ ان (لوگوں) سے بہتر لے آئیں اور ہم اس بات پر عاجز نہیں ہیں۔
آپ انھیں (ان کے حال پر چھوڑیے) وہ بے ہودہ باتوں اور کھیل کود میں لگے رہیں، یہاں تک کہ وہ اپنے اس دن سے ملاقات کریں جس کا اُن سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔ وہی دن جب وہ اپنی قبور سے بڑی تیزی کے ساتھ نکلیں گے، گویا وہ اپنے بتوں کی طرف دوڑ رہے ہیں۔ حالانکہ اُن کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی اور اُن پر ذلت و رُسوائی چھائی ہوئی ہوگی، یہ وہی دن ہے، جس کا اُن سے وعدہ کیا جاتا تھا"۔

تفسیر آیات

فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ ۙ﴿۳۶﴾ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ ﴿۳۷﴾

"اے نبیؐ! ان کفار کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ بڑی تیزی کے ساتھ تیرے پاس آتے ہیں، دائیں اور بائیں فوج در فوج"۔

کتاب احتجاج طبرسی میں ان مندرجہ بالا آیات کی تفسیر میں آیا ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ منافقین کی تالیف قلبی کرتے رہتے تھے، انھیں اپنے قریب کرنے کی کوشش کرتے رہتے۔ وہ آپؐ کے دائیں بائیں بیٹھتے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو حکم دیا کہ اُن سے دُوری اختیار کرو۔

فرمایا: وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ﴿۱۰﴾ (سورۂ مزمل، آیہ ۱۰) اور پھر ان مندرجہ بالا آیات کی تلاوت فرمائی۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ۙ﴿۴۰﴾

"مشرقوں اور مغربوں کے رب کی قسم! ہم بھرپور قدرت رکھتے ہیں"۔

بظاہر تو مشرق و مغرب ایک نظر آتے ہیں لیکن اگر غور کیا جائے تو موسمِ گرما اور موسمِ سرما کی مشرق و مغرب دو دو نظر آتی ہیں۔ اگر مزید غور و فکر کیا جائے تو سال کے تین سو ساٹھ دنوں کی ہر روز مشرق الگ اور مغرب الگ ہے۔

سُورَۃ نُوح

سورة نوح مكّية آياتها ۲۸، وركوعاتها ۲

''سورۂ نوح مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی اٹھائیس آیات اور دو رکوع ہیں''۔

سورۂ نوح کے مطالب اور تعارف

وجہ تسمیہ

اس سورہ کو سورۂ نوح اس لیے کہا گیا ہے کہ اس کی پہلی آیت میں جناب نوح علیہ السلام کا تذکرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کو اس کی قوم کی طرف بھیجا کیونکہ ان کی قوم کی سرکشی حد سے بڑھ گئی تھی۔ جناب نوحؑ نے اس قوم کی ہدایت کے لیے، اپنی دعوت کا آغاز کیا۔

آپؑ نے فرمایا: خدائے واحد کی عبادت کرو، خداوند تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو اور اس کے نبی کی اطاعت کرو۔

اس سورہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی مشکلات وزحمات کا تذکرہ فرمایا ہے۔ آپؑ کی طولانی جدوجہد کا ذکر فرمایا کہ آپؑ ساڑھے نو سو سال حق کا پرچار کرتے رہے لیکن بہت کم لوگ ایمان لائے تھے۔ اس سورہ میں قومِ نوحؑ کی غلط روش کا ذکر ہے کہ انھوں نے الٰہی نمائندے کے ساتھ کیا سلوک کیا۔

اس طولانی جدوجہد کے باوجود جب خاطر خواہ نتیجہ سامنے نہ آیا تو آپؑ کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا۔ آپؑ نے قوم کی تباہی کے لیے بددعا کی اور آخرکار قوم صفحۂ ہستی سے مٹ گئی۔

سورۂ نوح کی تلاوت کا ثواب

کتاب ثواب الاعمال میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اور اس کی کتاب کا مطالعہ کرتا ہے تو اُسے چاہیے کہ وہ سورۂ نوح کی تلاوت کو ترک نہ کرے۔ جو شخص اس سورہ کو صبر واستقامت کے ساتھ اللہ کے لیے اپنی واجب یا مستحب نمازوں میں پڑھے گا تو اللہ اُسے نیک افراد کی منازل میں مقام عطا کرے گا اور جنت کے باغوں میں سے تین باغ اس کے اپنے باغ کے علاوہ اس کے اکرام میں اُسے عطا کرے گا۔ اور دو سو حوروں اور چار ہزار مومنات کے ساتھ اس کی تزویج کرے گا۔ (انشاء اللہ)

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ سورة نوح كان من المومنين الذين تدركهم دعوة نوح

"جس نے سورۂ نوح کی تلاوت کی، اس کا شمار ان مومنین میں سے ہوگا، جنھیں جناب نوحؑ کی دعوت توحید نے اپنے ملکوتی دامن میں لے لیا تھا۔

○○○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ
يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ① قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ② اَنِ
اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيْعُوْنِ ③ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ
وَيُؤَخِّرْكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ ۘ
لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ④ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ دَعَوْتُ قَوْمِيْ لَيْلًا
وَّنَهَارًا ⑤ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَآءِيْٓ اِلَّا فِرَارًا ⑥ وَاِنِّيْ كُلَّمَا
دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا
ثِيَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ⑦ ثُمَّ اِنِّيْ دَعَوْتُهُمْ
جِهَارًا ⑧ ثُمَّ اِنِّيْٓ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ⑨
فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ⑩

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن و رحیم ہے

''ہم نے نوحؑ کو اس کی اپنی قوم کی طرف بھیجا (اور ہم نے اُن سے کہا) اِس سے قبل کہ

دردناک عذاب اُن پر آئے اپنی قوم کو ڈراؤ۔ انھوں نے کہا: اے میری قوم! میں تمھیں کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں کہ تم اللہ کی بندگی کرو اور اُس سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو اللہ تمھارے گناہوں کو معاف کردے گا اور ایک معین مدت تک تمھیں زندہ رکھے گا لیکن جب الٰہی اجل آ گئی تو پھر دیر نہیں ہوگی، اگر تم سمجھو۔

نوح نے کہا: اے میرے رب! میں نے اپنی قوم کو رات اور دن تیری طرف دعوت دی۔ لیکن میری دعوت نے حق سے فرار کے علاوہ اُن میں کسی اور چیز کا اضافہ نہیں کیا۔ اور میں نے جب بھی انھیں بلایا (تاکہ وہ ایمان لے آئیں) اور تو انھیں بخش دے، تو اُنھوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونس لیں اور اپنے لباس کو اپنے چہروں پر ڈال دیا اور انھوں نے بار بار مخالفت کی۔ پھر میں نے اُنھیں واضح اور کھلے عام (تیری طرف) دعوت دی۔ پھر میں نے اعلانیہ طور پر بھی اور پوشیدہ طور پر بھی تیری طرف بلایا۔ میں نے اُن سے کہا: اپنے رب سے معافی طلب کرو کیونکہ وہ بہت بخشنے والا ہے''۔

تفسیر آیات

اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖۤ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ○

''ہم نے نوحؑ کو اُس کی اپنی قوم کی طرف بھیجا (اور ہم نے اُن سے کہا) اس سے قبل کہ دردناک عذاب اُن پر آئے، اپنی قوم کو ڈراؤ''۔

اُصولِ کافی میں روایت ہے: ابوعمرو الحذاء کا بیان ہے: میرے حالات خراب ہوگئے تھے۔ میں مالی طور پر پریشان تھا۔ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف خط لکھا اور اس میں اپنے حالات کا رونا رویا۔ آپؑ نے میری طرف لکھا کہ سورۂ نوح پڑھو۔ میں سارا سال سورۂ نوح پڑھتا رہا لیکن میرے حال جوں کے توں رہے۔ پھر مَیں نے امامؑ کی طرف خط لکھا کہ میرے حالات میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ آپؑ نے میرے خط کے جواب میں لکھا: تم نے سورۂ نوح کو مکمل سال پڑھا ہے اب سورۂ قدر پڑھو۔ ان شاء اللہ تمھارے حالات ٹھیک ہو جائیں گے۔

کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ میں منقول ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جناب نوح علیہ السلام اور جناب آدم علیہ السلام کے درمیان دس آباؤ اجداد کا سلسلہ ہے۔ یہ سب کے سب نبی تھے۔ جتنے انبیاءؑ آئے ہیں انھیں خاص لوگوں کی طرف بھیجا گیا تھا یا عام لوگوں کی طرف لیکن اللہ تعالیٰ نے جناب نوح علیہ السلام کو روئے زمین کے تمام لوگوں کی طرف بھیجا، ان کی نبوت بھی تمام لوگوں کے لیے تھی اور رسالت بھی تمام لوگوں کے لیے تھی۔

جناب نوح علیہ السلام اور دعوت وارشادِ الٰہی

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے: جس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو نبوت پر مبعوث فرمایا تو اُن کے ماننے والوں کو یقین ہوگیا کہ اب اُن کے مصائب ختم ہونے والے ہیں اور بدامنی کا خاتمہ ہونے والا ہے۔ ہر طرف خوش حالی کا دور شروع ہونے والا ہے۔ طاغوتوں اور سرکشوں کا صفایا ہونے والا ہے اور حق وحقیقت کا بول بولا ہونے والا ہے۔ کیونکہ جناب نوح علیہ السلام کی نبوت سے قبل، وہ بدترین حالات سے دوچار تھے۔ اُن پر ہر طرف سے ظلم کی اندھیریاں چل رہی تھیں۔ اُن کی زندگی اُن پر تنگ ہوچکی تھی۔ وہ کسی رہبر وہادی کے انتظار میں تھے۔ جب جناب نوحؑ تشریف لائے تو اُن کی ڈھارس بندھ گئی۔ ان کی جان میں جان آئی، اُن کے حوصلے بلند ہوگئے۔ پژمردہ چہروں پر رونق آ گئی لیکن خداوند تعالیٰ کو کچھ اور منظور تھا۔ جو کچھ اُنھوں نے سوچ رکھا تھا، اُس کے برعکس نظر آیا۔ ان کی آزمائش کا ایک اور دور شروع ہوگیا۔ اُن پر مصائب وآلام کے تیز وتند طوفان چل پڑے۔ حضرت نوح علیہ السلام کو اس قدر مارا جاتا تھا کہ آپؑ بے ہوش ہوجاتے تھے۔ آپؑ کے کانوں سے خون بہنے لگتا تھا۔ جب آپؑ ہوش میں آتے تو پھر دعوت وارشاد کا کام شروع کردیتے۔

جناب نوح علیہ السلام اس طرح تین سو سال اپنی اُمت کے لوگوں کو تبلیغ کرتے رہے۔ جب دن کا اُجالا ہوتا نبیؑ اپنے کام کے لیے کھڑے ہوجاتے۔ سارا دن اس طرح گزر جاتا، رات ہوتی پھر بھی اپنے کام کو جاری رکھتے لیکن جب لوگ آپؑ کو دیکھتے کہ نبی اُن کی طرف آرہے ہیں تو بھاگ جاتے۔ جب رات کی تاریکی چھا جاتی۔ آپؑ لوگوں کے دروازوں پر جاتے اور اُنھیں خفیہ طور پر تبلیغ کرتے لیکن پیغمبر کو کوئی مثبت جواب نہ ملتا۔ آپ عوامی مقامات پر تشریف لے جاتے اور وہاں لوگوں کو اللہ کا پیغام سناتے لیکن لوگ آپؑ کو پتھر مارتے۔ اس طرح اس کرب ناک حالات میں تین سو سال گزر گئے۔ تین سو سال کی دن رات کی شدید ترین محنت کے بعد جب آپؑ کو کچھ نظر نہ آیا کہ قوم تبدیل ہونے والی نہیں ہے، آپؑ نے صبح کی نماز پڑھی اور اُن کے خلاف دعا مانگنا شروع کی۔ اُس وقت ساتویں آسمان سے فرشتوں کا ایک وفد آپؑ کے پاس آیا۔ اس وفد میں تین

فرشتے تھے۔ انھوں نے آپؑ کو سلام کیا اور آپؑ کی خدمت میں عرض کیا: اے اللہ کے نبیؑ! ہماری ایک حاجت ہے۔ آپؑ نے فرمایا: بتایئے تمھاری کیا حاجت ہے؟ انھوں نے کہا: اے اللہ کے نبیؑ! اپنی دعا کو مؤخر کیجیے۔ فی الحال اپنی قوم کے حق میں بددعا نہ کیجیے۔

آپؑ نے فرمایا: ٹھیک ہے، میں اپنی دعا کو مؤخر کر رہا ہوں۔ اس وقت ان کے خلاف بددعا نہیں کرتا۔ تین سو سال تک خاموش رہوں گا، ان کے خلاف کوئی دعا نہیں کروں گا۔ پھر آپؑ اپنی قوم کے پاس تشریف لائے اور دعوت و ارشاد کا کام شروع کر دیا لیکن اُمت نے وہی کام کیا، جو پہلے کرتے چلے آئے تھے۔ آخرکار تین سو سال کا طولانی عرصہ اپنی انتہا کو پہنچا لیکن قوم ٹس سے مَس نہ ہوئی۔ آپؑ اُن سے مایوس ہوگئے۔ جب سورج کی روشنی ہر طرف پھیل گئی اور چاشت کا وقت ہوا، آپؑ زمین پر بیٹھ گئے اور ارادہ کیا کہ اب اس قوم کے خلاف بددعا کروں تو چھٹے آسمان سے ملائکہ کا ایک وفد آپؑ پر نازل ہوا۔ اس وفد میں تین فرشتے تھے۔ انھوں نے آپ کو سلام کیا اور عرض کیا: ہم چھٹے آسمان سے یہ وفد بنا کر آئے ہیں۔ ہم وہاں سے صبح کے وقت چلے تھے اور ابھی چاشت کے وقت آپؑ کے پاس پہنچے ہیں۔ انھوں نے آپؑ پر وہی سوال کیا، جو پہلے وفد نے آپؑ پر سوال کیا تھا۔ آپؑ نے انھیں وہی جواب دیا جو آپؑ نے پہلے وفد کو دیا تھا کہ وہ تین سو سال تک انھیں بددعا نہیں کریں گے۔ جب فرشتے چلے گئے، آپؑ واپس اپنی قوم میں تشریف لے آئے اور پھر سے اپنا کام شروع کر دیا۔ آپؑ انھیں اپنے اللہ کی طرف بلاتے لیکن وہ ہمیشہ کی طرح راہِ فرار اختیار کرتے۔ اسی حال میں پھر تین سو سال کا مشکل ترین دور اپنے اختتام کو پہنچا۔ اس طرح نو سو سال گزر گئے، نو صدیاں بیت گئیں۔ زمانے نے انقلابات کے کتنے چہرے دیکھے ہوں گے۔ چشمِ فلک نے اس طویل ترین عرصہ میں کروڑوں مناظر دیکھے ہوں گے۔ جنابِ نوحؑ کی قوم میں ہزاروں تبدیلیاں آئی ہوں گی لیکن دعوت و ارشاد کے لحاظ سے وہ اُسی نکتے پر رہے، جس نکتے پر وہ پہلے دن تھے۔ جنابِ نوحؑ کے جو پیروکار تھے، وہ آپؑ کے پاس آئے اور جو ستم و آلام اُن پر آئے ان کی شکایت کی اور اُنھوں نے آپؑ کے حضور کہا: اب ان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا ہے۔ اب اُن میں مزید سکت باقی نہیں رہی۔ مہربانی فرمائیں اور کشائش و فرج کی دعا فرمائیں تاکہ اُن کی آزمائش ختم ہو اور وہ سکھ کا سانس لیں۔

آپؑ نے فرمایا: ٹھیک ہے، میں اپنے پروردگار کے حضور دعا مانگتا ہوں۔ آپؑ نے نماز پڑھی اور بارگاہِ خداوندی میں دعا کی تو اُس وقت جنابِ جبرئیلؑ امین آپؑ کے حضور حاضر ہوئے اور عرض کیا: اللہ تعالیٰ نے آپؑ کی دعا قبول کر لی ہے۔ آپؑ اپنے پیروکاروں سے کہیے کہ وہ کھجوریں کھائیں اور کھانے کے بعد اُن کی گٹھلیاں زمین میں بُو دیں اور پھر جب وہ پیدا

ہو پڑیں تو اُن کی نگرانی کریں، یہاں تک کہ اُن پر پھل لگ جائے تو اُس وقت تمھاری کشائش کا آغاز ہو جائے گا اور تمھاری خوش حالی کا دور شروع ہو جائے گا۔

یہ سن کر نبیؑ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی اور اپنے ماننے والوں کو اِس بات کی خوشخبری دی۔ یہ سن کر اُنھیں بڑی خوشی ہوئی۔ اُنھوں نے کھجوریں کھائیں اور اُن کی گٹھلیوں کو زمین میں بُو دیا اور اُن کی نگرانی شروع کر دی۔ آخر ایک دن اُنھیں پھل لگا۔ وہ سب حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئے اور اُنھیں خبر دی کہ کھجور کے درخت ثمرآور ہو گئے ہیں۔ جو آپؑ سے وعدہ ہوا تھا اب اُس کے وفا ہونے کا وقت ہے۔ حضرت نوحؑ نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا: اپنے وعدہ کو پورا فرمایئے۔ اُس وقت آپؑ کی طرف وحی آئی۔ آپؑ اِن سے کہیں کہ ان کھجوروں کو کھائیں اور ان کی گٹھلیوں کو زمین میں بُو دیں۔ جب یہ کھجور کے درخت بن کر ثمرآور ہوں گے، تمھیں خوش حالی نصیب ہوگی۔ جب یہ بات اُنھوں نے سنی تو انھوں نے گمان کیا کہ یہ وعدہ خلافی ہے۔ اُن میں ایک تہائی لوگ مرتد ہو گئے اور دو تہائی لوگ اپنے ایمان پر باقی رہے۔ اُن لوگوں نے اُن تازہ کھجوروں کو کھایا اور ان کی گٹھلیوں کو پھر بُو دیا۔ آخر ایک دن آیا، انھیں کھجوروں کو پھل لگا اور پھل پختہ ہوا۔ وہ لوگ پھر اپنے نبی کے پاس آئے اور انھیں خبر دی کہ پھل پک گئے ہیں۔

جنابِ نوحؑ نے بارگاہِ خداوندی میں فریاد بلند کی تو آپؑ کی طرف وحی ہوئی۔ ان لوگوں سے کہیے کہ وہ ان کھجوروں کو کھائیں اور ان کی گٹھلیاں پہلے کی طرح زمین میں بو دیں۔ جب لوگوں نے یہ بات سنی، اُن میں سے ایک تہائی مرتد ہو گئی اور ایک تہائی ایمان پر بچ گئی۔ انھوں نے وہ پھل کھائے اور گٹھلیوں کو زمین میں دبا دیا۔ جب پھر وہ درخت بنے اور اُنھیں پھل لگا۔ وہ حضرت نوحؑ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ اب وعدہ کے ایفا کا وقت آ گیا ہے۔ انھوں نے کہا: اب ہم بہت تھوڑے رہ گئے ہیں۔ اب ہم بُری طرح سے خوف زدہ ہو چکے ہیں، اپنے خدا سے دعا کیجیے اب ہمیں نجات عطا کرے ورنہ ہم ہلاک ہو جائیں گے۔

اُس وقت جنابِ نوحؑ نے نماز پڑھی اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا: اے میرے پروردگار! اب ان چند لوگوں کے سوا کوئی نہیں بچا، سب مرتد ہو گئے ہیں۔ اگر اب بھی نجات نہ ملی تو یہ بھی ہلاک ہو جائیں گے اور کوئی تیرے دین پر باقی نہ رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ میں نے تمھاری دعا کو قبول کر لیا ہے، اب کشتی تیار کرو۔ حضرت نوحؑ کی دُعا کی قبولیت اور طوفان کا درمیانی فاصلہ پچاس سال پر مشتمل ہے۔

دعا برائے طلب اولاد

من لا یحضرہ الفقیہ میں منقول ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنے کسی صحابی سے فرمایا: اگر بیٹا چاہتے ہو تو یہ دعا ستر مرتبہ پڑھو:

رب لا تذرنی فرداً وانت خیر الوارثین واجعل لی من لدنك ولیاً یرثنی فی حیواتی ویستغفرنی بعد موتی واجعه خلفا سویاً ولا تجعل للشیطان فیه نصیبا اللهم انی استغفرك واتوب الیك انك انت الغفور الرحیم

"اے میرے پروردگار! مجھے تن تنہا اور بے وارث نہ چھوڑ اور تو بہترین وارث ہے۔ مجھے اپنی طرف سے وارث عطا فرما، جو میری زندگی میں میرا وارث ہو اور جب میں مرجاؤں، میرے لیے استغفار کرے اور اُسے میرا بہترین خلف و نائب بنا، اس میں شیطان کا حصہ قرار نہ دے۔ اے میرے اللہ! میں تجھ سے بخشش مانگتا ہوں اور تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں کیونکہ تو بخشنے والا اور مہربان ہے"۔

يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ﴿۱۱﴾ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ﴿۱۲﴾ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ﴿۱۳﴾ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ﴿۱۴﴾ اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ﴿۱۵﴾ وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ﴿۱۶﴾ وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ﴿۱۷﴾ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ﴿۱۸﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ﴿۱۹﴾ لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ﴿۲۰﴾

"تاکہ وہ آسمان سے تم پر پے در پے بارشیں بھیجے اور وہ اموال اور اولاد کے ذریعے تمہاری

نصرت کرے گا اور تمھارے لیے سرسبز باغات اور نہریں جاری کردے گا۔ تمھیں کیا ہوگیا ہے کہ تم اللہ کی عظمت کے قائل نہیں ہوتے۔ حالانکہ اُس نے تمھیں مختلف مراحل سے پیدا کیا ہے۔ کیا تم نے اس طرف نہیں دیکھا کہ اللہ نے سات آسمانوں کو یکے بعد دیگرے کس طرح تخلیق فرمایا۔

اور چاند کو آسمانوں کے درمیان روشنی کا ذریعہ اور سورج کو چراغ قرار دیا۔ اور اللہ نے زمین سے تمھیں نباتات کی طرح اُگایا ہے اور وہ پھر تمھیں اسی میں لوٹا دے گا اور پھر تمھیں باہر نکال کھڑا کرے گا۔ اور اللہ نے زمین کو تمھارے لیے بچھا ہوا فرش قرار دیا ہے تاکہ تم اُس کے وسیع راستوں پر چلو"۔

وظیفہ برائے مال و اولاد

معصوم علیہ السلام نے فرمایا: جو آدمی ان قرآنی آیات کو کثرت کے ساتھ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اُسے مال و اولاد کثرت کے ساتھ دے گا اور دنیا و آخرت کی تمام اچھائیاں بھی عطا فرمائے گا۔ وہ آیات یہ ہیں:

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ۚ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ﴿١٠﴾ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا ﴿١١﴾ وَيُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَكُمْ جَنّٰتٍ وَيَجْعَلْ لَكُمْ أَنْهٰرًا ﴿١٢﴾

"میں نے ان سے کہا: اپنے رب سے معافی طلب کرو، کیوں کہ وہ بہت بخشنے والا ہے تاکہ وہ آسمان سے تم پر پے در پے بارشیں بھیجے۔ وہ اُموال اور اولاد کے ذریعہ تمھاری نصرت کرے گا اور تمھارے لیے سرسبز باغات اور نہریں جاری کردے گا"۔

تفسیر مجمع البیان میں منقول ہے کہ محمد ابن یوسف نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا، انھوں نے کہا کہ ایک آدمی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی بارگاہ میں آیا اور اُس نے عرض کیا: میرے پاس مال تو کثرت کے ساتھ ہے لیکن بیٹا نہیں ہے۔ کیا خداوند تعالیٰ کے حضور سے بیٹا مل سکتا ہے؟

یہ سن کر آپؑ نے فرمایا: ایک سال تک رات کے آخری حصے میں ایک سو مرتبہ اللہ کی بارگاہ میں استغفار کرو۔ اگر کسی

رات یہ وظیفہ نہ ہو سکے تو دن کو کر لینا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن میں فرمایا ہے: اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ...... الخ

نہج البلاغہ میں حضرت امام علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے استغفار کو رزق کی وسعت کا ذریعہ بنایا ہے اور استغفار سے اللہ کی مخلوق کو رحمت خداوندی اپنے دامن میں لے لیتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ إِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ﴿۱۰﴾ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ﴿۱۱﴾ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ

اللہ تعالیٰ اُس آدمی پر اپنی رحمت نازل فرماتا ہے جو توبہ کرتا ہے اور اپنی خطاؤں سے معافی مانگ کر دوبارہ نہ کرنے کا عہد کرتا ہے۔

استغفار کیا ہے؟

ایک آدمی نے حضرت امام علی علیہ السلام کے حضور کہا: استغفر اللہ۔ آپؑ نے اُسے فرمایا: تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے: کیا تو جانتا ہے، استغفار کیا ہے؟

استغفار علیین کا درجہ رکھتی ہے۔ استغفار اسم ہے، اس کے چھے معنی ہیں:

اس کا پہلا معنیٰ یہ ہے کہ انسان اپنی اُن برائیوں پر نادم ہو جائے، جو اُس نے اپنی زندگی میں کی تھیں۔ اس کا دوسرا معنیٰ ہے، ارادہ کرے کہ آئندہ اُس سے کوئی بُرائی نہیں ہوگی۔

تیسرا مطلب ہے، اُس نے اللہ کی مخلوق کے جو حقوق غصب کیے ہیں وہ اُنھیں واپس کرے اور اس حالت میں اللہ سے ملاقات کرے کہ اُس کے ذمہ کسی کا حق نہ ہو۔

چوتھا معنیٰ ہے، جس فریضے کو جان بوجھ کر ضائع کیا ہے اُسے ادا کرے۔ پانچویں معنیٰ ہے، وہ گوشت جو تیرے جسم پر بن چکا ہے تو اِسے خدا کے خوف کے حزن سے پگھلا دے کہ تیری جلد تیری ہڈیوں سے چمٹ جائے، پھر نیا گوشت پیدا ہو۔ اس کا چھٹا معنیٰ ہے کہ اپنے جسم کو اللہ کی اطاعت کے درد کا ذائقہ چکھا کہ جس طرح تو نے اُسے اللہ کی معصیت کی مٹھاس چکھائی تھی۔ اگر یہ منزل تجھے نصیب ہو جائے تو پھر اپنی زبان پر کلمہ استغفار "استغفر اللہ" کو جاری کر۔

عیون الاخبار میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت امام علی علیہ السلام نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے، آپؐ نے فرمایا:

جو شخص چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اس پر نازل ہوں تو اُسے چاہیے کہ ہر نعمت کے نازل ہونے پر اُس کی حمد وثنا کرے اور جس آدمی کا رزق کم ہو گیا ہو تو اُسے چاہیے کہ وہ استغفار کرے۔ جس کسی کو کسی امر نے پریشان کر رکھا ہو، اُسے چاہیے کہ وہ کہے: لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِيْ وَاتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗٓ اِلَّا خَسَارًا ﴿۲۱﴾ وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا ﴿۲۲﴾ وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ﴿۲۳﴾ وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا ۚ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ﴿۲۴﴾ مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ﴿۲۵﴾ وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴿۲۶﴾ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿۲۷﴾ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ﴿۲۸﴾

"نوحؑ نے کہا: اے میرے پروردگار! انھوں نے میری نافرمانی کی اور اُن لوگوں کی اطاعت کی، جن کے مال و اولاد نے ان کے نقصان میں اضافہ ہی کیا۔ اور ان لوگوں نے بڑی عیاری سے ایک عظیم مکر کیا۔ اور انھوں نے کہا: اپنے معبودوں سے ہرگز دستبردار نہ ہونا اور

ؤد، وسواع، یغوث، یعوق اور نسر کو نہ چھوڑنا۔

اور اس طرح انھوں نے بہت سوں کو گمراہ کیا اور (اے پروردگار!) تو نے بھی ان ظالموں میں ضلالت اور گمراہی کے علاوہ کسی چیز کا اضافہ نہیں کیا۔ وہ لوگ اپنی خطاؤں کی وجہ سے غرق کردیے گئے اور آگ میں داخل کردیے گئے، پس انھوں نے اللہ کے سوا کسی اور کو اپنا یار و مددگار نہ پایا۔

اور نوحؑ نے کہا: پروردگار! رُوئے زمین پر کافروں میں سے کسی ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑ۔ اگر تو نے اُنھیں چھوڑ دیا تو وہ یقیناً تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور ایک کافر و فاجر نسل کے سوا کچھ اور پیدا نہیں کریں گے۔

اے میرے پروردگار! مجھے اور میرے والدین کو اور جو حالتِ ایمانی کے ساتھ میرے گھر میں داخل ہو اور تمام مومن مردوں اور عورتوں کو بخش دے اور ظالموں کی ہلاکت میں مزید اضافہ فرما"۔

تفسیر آیات

وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ۝

"اور انھوں نے کہا: اپنے معبودوں سے ہرگز دستبردار نہ ہونا اور ؤد و سُواع و یغوث، یعوق اور نسر کو نہ چھوڑنا"۔

کتاب علل الشرائع میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ؤد، سُواع، یغوث، یعوق اور نسر اللہ کے بندے تھے، وہ ہمیشہ اللہ کی بندگی و عبادت کرتے تھے۔ آخر وہ اس دنیا سے چلے گئے۔ اُن کی قوم کے لوگ ان کی موت پر بہت زیادہ مغموم ہوئے۔ ابلیس ملعون اُن کے پاس آیا اور اُن سے کہا: میں تمھارے لیے اُن کی شکلوں کے بت بنا دیتا ہوں۔ پس تم اُنھیں دیکھتے رہنا اور اُن سے مانوس رہنا اور ساتھ ساتھ اپنے اللہ کی عبادت بھی کرتے رہنا۔ شیطان نے اُن کے لیے بت تیار کردیے، جو اُن مرنے والوں کی تمثال تھے۔ پس وہ لوگ اللہ کی عبادت کرتے رہتے اور اُنھیں بھی دیکھتے

رہے، پس جب سردی کا موسم آیا اور بارشیں آئیں وہ ان بتوں کو اپنے گھروں میں لے گئے اور وہاں انھیں کھڑا کردیا اور اللہ کی عبادت شروع کردی۔ اس طرح یہ سلسلہ چلتا رہا۔ آخر یہ سب لوگ آہستہ آہستہ مرگئے اور اُن کی اولاد نے ان کی جگہ سنبھال لی۔ اُنھوں نے ایک دوسرے سے کہا: ہمارے آبا انھیں بتوں کی عبادت کرتے تھے۔ انھوں نے اُس دن سے اللہ کی عبادت چھوڑ دی اور بتوں کی عبادت شروع کردی۔ اسی لیے قرآن میں آیا ہے: وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ......الخ

تفسیر علی بن ابراہیم میں روایت ہے: وُد: قبیلہ کلب کا بت تھا...... سُواع: ہذیل کا بت تھا، یغوث: مُراد کا بت تھا، یعوق: ہمدان کا بت تھا، اور نسر: حصین کا بت تھا۔

روضۂ کافی میں مفضل بن عمر سے روایت ہے کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی بارگاہ میں تھا کہ آپ نے ایک طولانی حدیث بیان کی۔

آپؑ نے فرمایا: جناب نوحؑ بڑھئی کا کام کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُنھیں نبی بنا دیا اور اُنھیں مجتبیٰ بنایا۔ سب سے پہلا فرد، جس نے پانی کی پشت پر سفینہ جاری کیا، وہ جناب نوح علیہ السلام ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: جناب نوح علیہ السلام اپنی قوم میں ساڑھے نو سو سال رہ گئے اور انھیں اللہ کی طرف دعوت دیتے رہے لیکن وہ آپؑ کا مذاق اُڑاتے رہے۔ جب آپؑ ان سے مایوس ہوگئے تو بارگاہ خداوندی میں عرض کیا:

رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴿۲۶﴾ إِنَّكَ إِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿۲۷﴾

"اور نوحؑ نے عرض کیا: پروردگارا! رُوئے زمین پر کافروں میں سے کسی ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑ۔ اگر تو نے انھیں چھوڑ دیا تو وہ یقیناً تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور ایک کافر و فاجر نسل کے سوا کچھ اور پیدا نہیں کریں گے"۔

اللہ تعالیٰ نے جناب نوحؑ سے فرمایا: وہ کشتی بنائیں۔ جناب نوحؑ نے مسجد کوفہ میں کشتی تیار کی۔

کتاب الخصال میں روایت ہے، حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جب طوفانِ نوح سے قومِ نوح غرق ہوگئی تو ابلیس جناب نوح علیہ السلام کے پاس آیا اور کہا: اے نوحؑ! آپ کا مجھ پر احسان ہے، میں چاہتا ہوں، میں آپؑ کو اس کا عوض دوں۔ آپؑ نے فرمایا: بخدا! مجھے تجھ سے سخت ترین نفرت ہے۔ میرا تجھ پر کون سا احسان ہوسکتا ہے؟ ابلیس نے کہا: آپؑ نے اپنی قوم کو بددعا دی اور وہ سب غرق ہوگئے اور کوئی باقی نہیں رہا کہ جسے میں گمراہ کروں۔ اب میں آرام و سکون کے ساتھ

مزے کی زندگی بسر کر رہا ہوں۔ جب نئی نسل پیدا ہوگی، پھر اپنا کام شروع کریں گے۔

یہ سن کر آپؑ نے فرمایا: اب بتا تو مجھے احسان کا بدلہ کیا دینا چاہتا ہے؟

اُس نے کہا: مجھے آپؑ تین مقامات پر یاد رکھنا، میں اُس وقت بندے کے زیادہ قریب ہوتا ہوں، جب اس کو غصہ آئے تو میں اُس وقت قریب ہوں گا، مجھے یاد رکھنا، میں اپنا کام دکھا جاؤں گا۔

جب آپ دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ کر رہے ہوں، اُس وقت میں قریب ہوتا ہوں۔ جب آپ کسی غیر عورت کے ساتھ ہوں اور اکیلے ہوں، اُس وقت تیسرا مَیں ہوں گا، میرا خیال رکھنا، مَیں اپنا کام کر جاؤں گا۔

رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا

"اے میرے پروردگار! مجھے اور میرے والدین کو اور جو حالتِ ایمانی کے ساتھ میرے گھر میں داخل ہو......الخ"

اُصولِ کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا:

یہاں "بیتی" سے مراد "ولایت" ہے۔ یعنی جو ولایت میں داخل ہو جائے، جو آدمی ولایت میں داخل ہوا، وہ انبیائے علیہم السلام کے گھر میں داخل ہوا۔

سُورَةُ الْجِنّ

سورة الجن مكّية آیاتها ۲۸ و رکوعاتها ۲

''سورۂ جن مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی اٹھائیس آیات اور دو رکوع ہیں''۔

سورۂ جن کے مضامین

اس سورہ میں قومِ جن کا ذکر ہے، جنھوں نے پیغمبر اکرم ﷺ کی رسالت کی گواہی دی تھی اور قرآن کے سامنے خضوع کیا تھا۔ اس میں عقائد باطلہ کو رد کیا گیا ہے۔ اس سورہ میں توحید و معاد کے بارے میں گفتگو ہے۔ اس سورہ کے آخر میں علمِ غیب کے مسئلہ کو بیان کیا گیا ہے۔

تلاوت کی فضیلت

کتاب ثواب الاعمال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے:

جس کسی نے سورۂ جن کو کثرت کے ساتھ پڑھا تو وہ دنیا کی زندگی میں ہرگز جنوں کی نظر بد، ان کے جادو سحر اور مکروفریب سے نقصان نہیں اُٹھائے گا۔ اور وہ رسول اکرم ﷺ کے ہمراہ ہوگا اور کہے گا: اے میرے پروردگار! میں اِن کے بجائے کسی اور کو نہیں چاہتا اور نہ ہی اس کے سوا کسی اور کی طرف میلان رکھتا ہوں۔

تفسیر مجمع البیان میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جس کسی نے سورۂ جن کی تلاوت کی تو اُسے ہر جن اور شیطان کی تعداد کے برابر، جس نے حضرت محمد ﷺ کی تصدیق و تکذیب کی، غلام آزاد کرنے کا ثواب دیا جائے گا۔

OOO

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۙ﴿۱﴾ يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ۭ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ۙ﴿۲﴾ وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ۙ﴿۳﴾ وَّاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ۙ﴿۴﴾ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۙ﴿۵﴾ وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۙ﴿۶﴾ وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ۙ﴿۷﴾ وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَاۗءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ۙ﴿۸﴾ وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۭ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۙ﴿۹﴾ وَّاَنَّا لَا نَدْرِيْٓ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ۙ﴿۱۰﴾

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن و رحیم ہے

"کہہ دیجیے کہ میری طرف وحی کی گئی ہے کہ قومِ جن کی ایک جماعت نے قرآن سنا تو اُنھوں نے کہا: ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے۔ جو سیدھے راستے کی طرف ہدایت کرتا ہے اس لیے ہم اُس پر ایمان لے آئے ہیں اور اب ہم ہرگز کسی کو اپنے پروردگار کا شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔

اور یہ کہ ہمارے رب کی شان بلند و بالا ہے، اُس نے نہ کسی کو اپنے لیے بیوی بنایا اور نہ اولاد۔ اور بے شک ہمارے وہ لوگ جو بے وقوف ہیں اللہ کے بارے میں خلافِ حق باتیں کرتے ہیں۔ اور ہم نے تو یہ گمان کر رکھا تھا کہ جن اور انسان ہرگز خدا پر جھوٹ نہیں باندھتے۔ اور یہ کہ بعض انسان 'جنوں' سے پناہ لیا کرتے تھے، جس نے جنوں کی سرکشی اور طغیانی مزید بڑھا دی۔

اور یہ کہ انسانوں نے بھی تم 'جنوں' کی طرح گمان کر لیا تھا کہ اللہ کسی کو دوبارہ نہیں اُٹھائے گا۔ اور یہ کہ جب ہم نے آسمان کو مَس کیا تو اُسے سخت قوی محافظوں اور شہابوں سے بھرا ہوا پایا۔

اور یہ کہ پہلے ہم سننے کے لیے آسمان کے مقامات میں بیٹھ جایا کرتے تھے۔ اب اگر کوئی سننا چاہتا ہے تو وہ ایک شہاب کو اپنی گھات میں پاتا ہے۔ اور اب ہم نہیں جانتے کہ زمین والوں کے بارے میں ان کے رب نے کسی بُرائی کا ارادہ کیا ہے یا بھلائی کا ارادہ کیا ہے"۔

شانِ نزول

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طائف کے بازار "عکاظ" کی طرف تشریف لائے تا کہ اس عظیم اجتماع میں لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں لیکن اس دعوت کی طرف کوئی بھی متوجہ نہ ہوا۔ واپسی پر آپ ایسی جگہ پہنچے جو "وادیٔ جن" کے نام سے مشہور تھی۔ رات کو آپؐ وہیں پر رہے۔ اس وقت جن اس بات کی تحقیق میں مصروف تھے کہ پہلے وہ آسمان پر جاتے اور آسمانی خبریں سنتے لیکن اس دفعہ جب وہ گئے تو ان کا وہ سلسلہ منقطع ہو چکا تھا اور اس تحقیق میں وہ مارے مارے اِدھر اُدھر پھر رہے تھے۔

جب وہ وادیِ جن میں آئے، اُس وقت رسول اللہ ﷺ قرآن پڑھ رہے تھے۔ اُس وقت اُنھیں سمجھ آئی کہ ان پر آسمانی خبروں کے منقطع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ قرآن سن کر ایمان لے آئے اور تبلیغ کے لیے اپنی قوم کی طرف پلٹ گئے۔

ایک اور روایت علقمہ بن قیس سے ہے، اُس نے کہا: میں نے عبداللہ بن مسعود سے پوچھا کہ تم میں کوئی شخص جن والی رات کے واقعہ میں پیغمبر اکرم ﷺ کی خدمت میں تھا؟ اُس نے کہا: ہم میں سے اُن کے ساتھ کوئی بھی نہ تھا۔ اُس نے کہا: ہم نے ایک رات رسول اکرم ﷺ کو مکہ میں نہ پایا، ہم نے جس قدر آپؐ کو تلاش کیا آپؐ ہمیں نہ مل سکے، ہم خوف زدہ ہوگئے کہ کہیں دشمنوں نے آپؐ کو قتل نہ کردیا ہو۔ ہم اسی تلاش میں مکہ کے دروں کی طرف گئے۔ اچانک ہم نے آپؐ کو دیکھا کہ آپؐ کوہ حرا کی طرف سے آرہے تھے۔ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! آپ کہاں تھے؟ ہم تو سخت پریشان تھے اور کل کی رات ہماری زندگی کی بدترین رات تھی۔

آپؐ نے فرمایا: قومِ جن کی طرف سے میرے پاس ایک دعوت کرنے والا آیا تھا اور میں ان کے پاس قرآن پڑھنے کے لیے گیا تھا۔

اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۙ﴿۱﴾ "ہم نے ایک عجیب قرآن سنا"۔

سعد اسکاف سے روایت ہے کہ میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور میں نے آپؑ کے دروازے پر اُونٹوں کا دستہ دیکھا، جو قطار میں کھڑا تھا۔ ان کی آوازیں بلند ہوئیں اور ان سے کچھ لوگ نکلے جن کی شکلیں ہندوؤں کے مشابہ تھیں۔ راوی کہتا ہے کہ میں بھی اس وقت امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوچکا تھا۔ میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا: میں آپؑ پر قربان جاؤں یہ لوگ کون ہیں جن کو میں پہچان نہ سکا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے سعد! انھیں جانتے ہو، یہ کون لوگ ہیں؟

میں نے عرض کیا: میں نہیں جانتا!

آپؑ نے فرمایا: یہ تمھارے بھائی ہیں، قومِ جن سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ ہمارے پاس آتے ہیں، ہم سے حلال وحرام کے مسائل پوچھتے ہیں اور دین کی دوسری باتیں بھی معلوم کرتے ہیں۔

وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ۙ﴿۷﴾

"اور یہ کہ انسانوں نے بھی تم جنوں کی طرح گمان کرلیا تھا کہ اللہ کسی کو نبوت کے لیے مبعوث نہیں کرے گا"۔

کتاب احتجاج طبرسی میں ہے کہ جب جنوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرآن سنا تو انھوں نے آپؐ کے حضور معذرت کی کہ انھوں نے یہ گمان کر رکھا تھا کہ جناب موسٰی اور جناب عیسٰی علیہم السلام کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ ان تمام جنوں نے اسلام قبول کیا۔

وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ۝۸

"اور یہ کہ جب ہم نے آسمان کو مَس کیا تو اُسے سخت قوی محافظوں اور شہابوں سے بھرا ہوا پایا"۔

مناقبِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتاب احتجاج طبرسی میں جناب امام علی علیہ السلام سے ایک طولانی روایت ہے کہ جس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہوئی، اُس رات کچھ فرشتے زمین کی طرف پرواز کر رہے تھے اور وہ سب تسبیح و تقدیس میں مصروف تھے۔ آسمان پر ستارے مضطرب دکھائی دے رہے تھے۔ ابلیس نے جب آسمان پر ان عجائبات کو دیکھا تو وہ حیران و پریشان ہو کر رہ گیا۔ اس وقت وہ تیسرے آسمان پر تھا اور اُس کے چیلے آسمان پر ہونے والی باتوں کو چرانے کے لیے موجود تھے۔ جب انھوں نے ان عجائبات کو دیکھا تو اُنھوں نے ارادہ کیا کہ ان آسمانی رازوں کو پہلے کی طرح چُرائیں۔ جب اُنھوں نے چُرانے کا ارادہ کیا تو آسمانوں اور ان شیاطین کے درمیان حجابات حائل ہو گئے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی جلالت کی وجہ سے اُن پر شہاب برسائے گئے۔

وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ۭ كُنَّا طَرَآىِٕقَ قِدَدًا ۝۱۱
وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِي الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا ۝۱۲
وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰٓى اٰمَنَّا بِهٖ ۭ فَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ
بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا ۝۱۳ وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ۭ فَمَنْ
اَسْلَمَ فَاُولٰۗىِٕكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ۝۱۴ وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ

حَطَبًا ﴿۱۵﴾ وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ﴿۱۶﴾ لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ۗ وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ﴿۱۷﴾ وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴿۱۸﴾ وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ﴿۱۹﴾ قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا ﴿۲۰﴾

''اور یہ کہ ہم میں سے کچھ لوگ صالح ہیں اور کچھ ہم میں سے غیر صالح ہیں اور ہم مختلف مذاہب میں تقسیم تھے۔ اور ہمارا یہ یقین ہے کہ ہم زمین میں اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے اور نہ بھاگ کر اُس کو عاجز کر سکتے ہیں۔ اور جب کہ ہم نے ہدایت (کی بات) سنی تو ہم اُس پر ایمان لے آئے اور جو شخص اپنے پروردگار پر ایمان لے آئے، پھر وہ نہ نقصان سے خوف زدہ ہوتا ہے اور نہ ہی ظلم سے۔ اور یہ کہ ہم میں سے کچھ مسلمان ہیں اور کچھ ظالم ہیں جنھوں نے اسلام کو اپنایا، انھوں نے سیدھے راستے کو اختیار کیا۔

اور جنھوں نے انحراف کیا وہ جہنم کا ایندھن بن گئے۔ اگر یہ لوگ اِسی راستے پر ثابت قدم رہتے تو ہم اُنھیں فراواں پانی سے سیراب کرتے۔ تاکہ ہم اس فراواں نعمت کے ذریعہ ان کی آزمائشیں کریں اور جو شخص اپنے پروردگار کے ذکر سے رُوگردانی کرے گا، وہ اُسے سخت عذاب میں مبتلا کرے گا۔ اور یہ کہ مساجد اللہ ہی کے لیے ہیں، لہٰذا اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو۔ اور جب اللہ کا بندہ اُسے بلانے کے لیے کھڑا ہوتا تو قریب تھا کہ لوگوں کا ہجوم اُس پر ٹوٹ پڑے۔ کہہ دیجیے میں تو صرف اپنے پروردگار کو پکارتا ہوں اور اُس کے ساتھ کسی کو اُس کا شریک نہیں ٹھہراتا''۔

تفسیر آیات

وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰۤى اٰمَنَّا بِهٖ ؕ فَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا ﴿۱۳﴾

''اور جب کہ ہم نے ہدایت کی بات سنی تو ہم اُس پر ایمان لے آئے اور جو شخص اپنے پروردگار پر ایمان لے آئے پھر وہ نہ نقصان سے خوفزدہ ہوتا ہے اور نہ ہی ظلم سے''۔

صاحب تفسیر قمی نے اس آیت کی تفسیر یوں کی ہے: ''بخس'' کا معنی نقصان ہے۔ ''رھق'' کا معنی عذاب ہے۔

جب معصوم علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ کیا وہ جن جو مومن ہوں گے، وہ جنت میں داخل ہوں گے؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں وہ جنت میں داخل نہیں ہوں گے البتہ اللہ تعالیٰ نے جنت اور جہنم کے درمیان حظائر بنائے ہیں جن اور فاسق شیعہ وہیں ہوں گے۔ اُن میں نہ جنت جیسی نعمتیں ہوں گی اور نہ جہنم کے عذاب ہوں گے۔

اُصول کافی میں منقول ہے کہ جب حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰۤى اٰمَنَّا بِهٖ کی تفسیر کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: یہاں ''الھدیٰ'' سے مراد ''ولایت'' ہے کہ اس آیت کا معنی ہے کہ ہم نے اپنے آقا و مولا کی ولایت کے امر کو سنا اور اُس پر ایمان لائے۔ جس شخص نے اپنے مولا کی ولایت کا اقرار کیا، وہ نہ نقصان سے خوف زدہ ہوگا اور نہ ہی ظلم سے۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا: کیا یہ تنزیل ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں، یہ تاویل ہے۔

فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ﴿۱۴﴾

''اور جنھوں نے اسلام کو اپنایا انھوں نے سیدھے راستے کو اختیار کیا''۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے آبا کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا: اس مندرجہ بالا آیت سے مراد یہ ہے کہ جن لوگوں نے ہماری ولایت کا اقرار کیا پس ان لوگوں نے سیدھے راستے کو اختیار کیا۔

وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ﴿۱۵﴾

''اور جنھوں نے انحراف کیا وہ جہنم کا ایندھن بن گئے'' سے مراد وہ لوگ ہیں، جنھوں نے جان بوجھ کر الٰہی ولایت کا انکار کیا اور الٰہی نمائندوں سے برسرپیکار رہے۔

اس آیت میں جس راستے کی بات ہے، وہ راستہ حضرت امام علی علیہ السلام کی ولایت کا راستہ ہے۔

وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ۝۱۸

"اور یہ کہ مساجد اللہ ہی کے لیے ہیں لہٰذا اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو"۔

تفسیر عیاشی میں منقول ہے کہ معتصم عباسی نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا: چور کا ہاتھ کہاں سے کاٹا جائے گا؟ آپؑ نے فرمایا: چور کی انگلیاں اُن کی جڑوں سے کاٹی جائیں گی۔ ہتھیلی کو رہنے دیا جائے گا۔ اُس نے آپؑ سے اس حکم کی دلیل پوچھی۔ آپؑ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان پیش کیا کہ سجدہ سات اعضا سے ہوتا ہے۔ چہرہ، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں۔ اگر ہتھیلی کو کاٹ دیا جائے تو پھر ہاتھ باقی نہیں رہتا کہ جس پر سجدہ کیا جائے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا "جو چیز اللہ کے لیے ہے اُسے نہیں کاٹا جائے گا"۔

اُصولِ کافی میں حماد بن عیسیٰ سے روایت ہے، اُس نے کہا: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام آٹھ اعضاء پر سجدہ فرماتے تھے۔ دو ہتھیلیاں، دو گھٹنے، دو پاؤں کے انگوٹھے، پیشانی اور ناک، ان میں سے سات پر سجدہ کرنا فریضہ ہے۔ ان کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے: وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ۝۱۸

اس آیت میں "مساجد" سے مراد پیشانی، دونوں ہتھیلیاں، دونوں گھٹنے اور دو پاؤں کے انگوٹھے ہیں۔ ناک کو سجدہ کی حالت میں زمین پر رکھنا سنت ہے۔

وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ۝۱۹

"اور جب اللہ کا بندہ اُسے بلانے کے لیے کھڑا ہوتا تو قریب تھا کہ لوگوں کا ہجوم اُس پر ٹوٹ پڑے"۔

کتاب الخصال میں منقول ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دس اسماء شریف ہیں: پانچ کا ذکر قرآن مجید میں ہے اور پانچ کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے۔ جو قرآن شریف نے بیان کیے ہیں، وہ یہ ہیں:

(۱) محمدؐ (۲) احمدؐ (۳) عبداللہؐ (۴) یٰسینؐ (۵) نٓ

قُلْ اِنِّیْ لَاۤ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ۝۲۱ قُلْ اِنِّیْ لَنْ يُّجِيْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۝۲۲ اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ﴿۲۳﴾ حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا ﴿۲۴﴾ قُلْ اِنْ اَدْرِيْٓ اَقَرِيْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ يَجْعَلُ لَهٗ رَبِّيْٓ اَمَدًا ﴿۲۵﴾ عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ﴿۲۷﴾ لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ﴿۲۸﴾

"کہہ دیجیے میں تمہارے کسی نقصان یا ہدایت کا مالک نہیں ہوں۔ کہہ دیجیے مجھے اللہ سے ہرگز کوئی نہیں بچا سکتا اور نہ ہرگز اُس کے بغیر کوئی جائے پناہ پا سکوں گا۔ صرف اللہ کی بات اور اس کے پیغامات پہنچانا ہی (میرا کام) ہے اور جو اللہ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کرتا ہے، اس کے لیے دوزخ کی آگ ہے، جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

(وہ ہرگز ایمان نہیں لائیں گے) یہاں تک کہ وہ اُسے دیکھ لیں گے، جس کا اُن سے عہد کیا جاتا ہے تو وہ جان لیں گے کہ کس کا مدد کرنے والا زیادہ کمزور ہے اور کس کا گروہ قلت میں ہے۔

کہہ دیجیے مجھے معلوم نہیں ہے کہ جس کا عہد تم سے کیا جاتا ہے، وہ قریب ہے یا میرا پروردگار اس کے لیے لمبی مدت مقرر فرماتا ہے۔ وہ غیب کا جاننے والا ہے اور اپنے غیب کسی پر ظاہر نہیں کرتا۔ سوائے اُس رسول کے جسے اُس نے مرتضٰی بنایا ہو، وہ اس کے آگے اور پیچھے محافظ مقرر کر دیتا ہے۔

تاکہ وہ جان لے کہ اُنھوں نے اپنے پروردگار کے پیغامات پہنچائے ہیں اور جو کچھ ان کے ہاں ہے، اُس پر اللہ نے احاطہ کر رکھا ہے اور اُس نے ہر چیز کو شمار کر رکھا ہے"۔

تفسیر آیات

قُلْ اِنِّیْ لَاۤ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ﴿۲۱﴾

"میں تمھارے نقصان یا ہدایت کا مالک نہیں ہوں"۔

اُصولِ کافی میں روایت ہے: محمد بن فُضیل نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے حضور اس زیرِ بحث آیت کے بارے میں پوچھا۔ آپؑ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو حضرت امام علی علیہ السلام کی ولایت کی طرف بلایا۔ یہ سن کر قریش جمع ہو گئے اور اُنھوں نے کہا: اے محمدؐ! امام علی علیہ السلام کی ولایت سے ہمیں معاف رکھیے گا۔

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ ولایت اللہ کی طرف سے ہے، نہ کہ میری طرف سے ہے۔ پس وہ یہ سن کر چلے گئے۔ اُس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

قُلْ اِنِّیْ لَاۤ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ﴿۲۱﴾

علی بن ابراہیم قمی نے اپنی تفسیر قمی میں نقل کیا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش سے فرمایا: اگر تم نے علیؑ کی ولایت سے اعراض و انکار کیا تو اس بارے میں میرے خدا نے مجھے یہ فرمایا ہے: قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ "کہہ دیجیے! مجھے اللہ سے ہرگز کوئی نہیں بچا سکتا"۔

اے میرے پیغمبرؐ! ان لوگوں سے کہہ دے اگر تم علیؑ کی ولایت سے انکار کرتے ہو"۔ میرا کام اللہ کا پیغام پہنچانا ہے، میں اللہ کے پیغام کو چھپا نہیں سکتا کیونکہ اگر مَیں نے یہ پیغام چھپا دیا۔ کوئی بھی مجھے اس کے علاوہ پناہ نہیں دے سکتا۔

وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۲﴾ "اُس کے علاوہ مجھے اور کوئی پناہ نہیں ملے گی"۔

اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ "میری ذمہ داری تو صرف خدا کی طرف اس کی رسالت پہنچانا ہے"۔

مجھے علی علیہ السلام کی ولایت کا حکم دیا گیا ہے، وہ حکم میں نے تم تک پہنچانا ہے۔

ولایت امام علی علیہ السلام

وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ﴿۲۳﴾

''اور جو فرد اللہ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو اُس کے لیے دوزخ کی آگ ہے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ اُسی میں رہے گا''۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے علی بن ابراہیم نے تفسیر قمی میں نقل کیا ہے کہ اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی سے مراد امام علی علیہ السلام کی ولایت سے انکار ہے۔ جس نے اس ولایت سے انکار کیا، اس کے بارے میں اللہ نے فرمایا: فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۝

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یاعلی انت قسیم الجنة والنار۔

لوگوں نے جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کی مخالفت کی تو آپؐ پر یہ آیت نازل ہوئی: حَتّٰۤى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ ۔ ''جب وہ لوگ موت اور قیامت کو دیکھیں گے: فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا ۝ تو اُنھیں معلوم ہوجائے گا کہ کس کے مددگار زیادہ کمزور ہیں اور کس کی تعداد بہت ہی کم ہے''۔

عالم الغیب خدا ہے

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا ۝

''عالم الغیب وہی ہے اور وہ کسی کو بھی اپنے غیب کے رازوں پر آگاہ نہیں کرتا''۔

اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ

''مگر ان رسولوں کو جنھیں اُس نے مرتضیٰ قرار دیا ہے''۔

جب اس آیت کریمہ کے بارے میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا: بخدا! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان رسولوں میں سے ہیں، جن کو اللہ نے مرتضیٰ بنایا ہے۔

آپؑ نے اللہ تعالیٰ کے اس قول ''عالم الغیب'' کے بارے میں فرمایا: اللہ ہی ہے جو علمِ غیب کا عالم ہے جو کچھ اس کی مخلوق کے بارے میں ہے اوّل سے لے کر آخر تک علمِ غیب اُسی کے پاس ہے۔ اے حمران! جو علم اس کے پاس موقوف ہے وہ اس کی مشیت ہے۔ جب وہ چاہتا ہے، اس کا حکم دیتا ہے تو وہ ہوکر رہتا ہے۔

ایک اور حدیث میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے پاس دو علم ہیں: ایک علم وہ ہے جو صرف اس کے اپنے پاس ہے۔ اس پر کسی کو کوئی اطلاع نہیں اور دوسرا علم وہ ہے، جو اُس ذات نے اپنے فرشتوں اور رسولوں کو عطا کیا ہے۔

ابوبصیر سے روایت ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

ان اللّٰہ عزّوجلّ علمین علم لا یعلمہ الا ھو علم علمہ ملائکتہ ورسلہ علیھم السلام فما علمہ ملائکتہ ورسلہ نحن نعلمہ

"اللہ تعالیٰ کے پاس دو علم ہیں: ایک وہ علم ہے، جسے وہ خود جانتا ہے اور دوسرا وہ علم ہے، جس کو اس کے ملائکہ اور رسول جانتے ہیں اور جو علم ملائکہ اور اُس کے رسولوں کے پاس ہے وہ ہمارے پاس ہے"۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: جب امام چاہتا ہے کہ اُس کے پاس وہ علم آ جائے جو اس کی ضرورت ہے تو وہ علم اُس کے پاس فوراً آ جاتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اذا اراد الامام ان یعلم شیئًا اعلمہ اللّٰہ بذٰلک، "جب امام کسی چیز کو جاننا چاہتا ہے تو خدا اُسے اس کی تعلیم دے دیتا ہے"۔

ایک اور حدیث جو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے: جناب جبرئیلؑ امین بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئے اور اُنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور دو انار پیش کیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان میں سے ایک انار کو تناول فرمایا، اور دوسرے حصے کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک نصف انھوں نے خود نوش فرمایا اور دوسرا نصف حضرت امام علی علیہ السلام کو عطا فرمایا اور امام علی علیہ السلام نے وہ نصف تناول فرمایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام علی علیہ السلام سے فرمایا: اے برادرِ مَن! کیا آپؑ جانتے ہیں، یہ انار کس لیے تھے اور کون سے تھے؟

جناب علی علیہ السلام نے عرض کیا: آپ فرمائیں ان اناروں کا کیا راز ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو پہلا انار تھا وہ علم ہے۔ آپ میرے علمِ نبوت میں شریک ہیں۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے امام علی علیہ السلام کے حضور عرض کیا: آپؑ پر اللہ کی رحمت کا نزول ہو، آپؑ کس صورت میں علمِ نبوت میں شریک تھے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس کی کیفیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو علم اپنے رسول کو عطا فرمایا، اپنے رسول کو حکم دیا کہ وہی علم علیؑ کو تعلیم کریں۔

کتاب الاحتجاج طبرسی میں حضرت امیر المومنین امام علی علیہ السلام سے حدیث نقل ہے: آپؑ نے فرمایا: خداوند تعالیٰ کے اولیاء ہیں، ان کے افعال، اللہ کے افعال کی نیابت کرتے ہیں۔ اللہ کی مخلوق ان کی حکومت و اقتدار کو علمِ غیب کے ذریعے پہچانتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ

ایک آدمی نے آپؑ سے سوال کیا: اللہ کی حجتیں کون ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی حجت ہیں اور اُن کے اصفیاء میں سے جو ان کے نائب ہیں اور وہ وہ ہیں کہ جن کے بارے میں اللہ نے فرمایا: فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ[1] (سورۂ بقرہ، آیہ ۱۱۵)

اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنے اور اپنے رسولؐ کے ساتھ رکھا ہے۔ اپنے بندوں پر ان کی اطاعت کو واجب قرار دیا ہے۔ اُس نے جس طرح اپنی اطاعت کو فرض کیا اس طرح اپنے ان اولیاء کی اطاعت کو بھی فرض کیا ہے۔

کتاب الخرائج والجرائح میں حضرت امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے، آپؑ نے ابن حذاب کی طرف نظر فرمائی اور اُسے فرمایا: میں تجھے ایک بات بتانا چاہتا ہوں، عنقریب تو اپنے ایک رشتے دار کے قتل میں مبتلا ہونے والا ہے اور تو خود میری اس بات کی تصدیق کرنے والا ہے؟

اُس نے کہا: علمِ غیب اللہ کے سوا کوئی اور نہیں جانتا۔

آپؑ نے فرمایا: کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں پڑھا: عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ

اللہ کے رسولؐ اللہ کے نزدیک مرتضیٰ ہیں اور ہم اُسی رسولؐ کے وارث ہیں، جس رسول کو اللہ تعالیٰ نے جو چاہا اپنا علمِ غیب عطا فرمایا۔ ہم قیامت تک کے علم ما کان و ما یکون کے عالم ہیں۔

کتاب عیون الاخبار میں حارث بن دلہات جو امام رضا علیہ السلام کے غلام تھے، سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے اپنے امامؑ سے سنا، آپؑ فرما رہے تھے: کوئی آدمی اس وقت تک مومن نہیں بن سکتا، جب تک اس میں تین خصال پیدا نہ ہو جائیں۔ وہ تین خصلتیں یہ ہیں:

۱ سنتِ پروردگار ۲ سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۳ سنتِ ولی اللہ۔

جو سنتِ پروردگار ہے، وہ ایک سربستہ راز ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى

غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ

دوسری خصلت جو اُس کے نبی کی سنت ہے، اُس کے ذریعے لوگوں سے مدارات کرنا ہے کیونکہ اللہ نے اپنے نبی سے لوگوں سے مدارات کے سلسلے میں فرمایا:

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۱۹۹﴾ (سورۂ اعراف، آیہ ۱۹۹)

''عفو و درگزر کو اپناؤ، نیکی کا حکم دو اور جاہل لوگوں سے اعراض کرو''۔

اور اُس کے ولیوں کی جو سنت ہے وہ مصائب پر صبر کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ (سورۂ بقرہ، آیہ ۱۷۶)

علی بن ابراہیم نے تفسیر قمی میں اللہ تعالیٰ کے اس درج ذیل فرمان کے بارے میں لکھا ہے:

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرتضٰی ہیں اور حضرت علی علیہ السلام رسولؐ اللہ سے ہیں، اس لیے وہ بھی مرتضٰی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ﴿۲۷﴾

''وہ اس کے آگے اور پیچھے محافظ مقرر کر دیتا ہے'' کہ اُن کے قلب میں علم ہے اور اُن کے پیچھے رصد و نگہبانی ہے اور وہ انھیں علم سکھلاتے ہیں اور اُن میں علم بھرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ الہام کے ذریعے انھیں تعلیم دیتا ہے۔

''الرصد'' سے مراد وہ تعلیم ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انھیں دیتے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انھیں تعلیم دیتے تاکہ وہ اپنے پروردگار کی رسالت کو پہنچائیں۔ جو علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھا، امام علی علیہ السلام نے وہ سب اُن سے حاصل کیا۔ ما کان وما یکون کا تمام علم آپؑ نے حاصل کرلیا۔ جناب آدمؑ کی خلقت سے لے کر قیامت تک آنے والے تمام حالات و انقلابات آپؑ کے علم میں تھے کہ کتنے فتنوں نے پیدا ہونا ہے، کتنے زمین کو زلزلے آئیں گے، سورج چاند کو کب اور کتنی مرتبہ گرہن لگتا ہے، کتنی اُمتوں کو ہلاک ہونا ہے، کس قدر ظالموں نے حکومتیں کرنی ہیں، ان کا نام کیا ہوگا، ان کا نسب کیا ہوگا؟ کس کس نے اپنی طبعی موت مرنا ہے اور کس کس نے قتل ہونا ہے اور کتنے آئمہ نے آنا ہے، جن کے حقوق کو غصب کیا جائے گا لیکن حقوق کے غصب ہونے کے باوجود وہ امام رہیں گے اور کتنے ایسے امام بھی آئیں گے، اُن کی ہر طرف سے نصرت ہوگی لیکن نصرت ان کی حفاظت نہ کر سکے گی۔